سلسلہ تصوف نمبر ۱۶۷

اردو ترجمہ کتاب

مفاتیح الاعجاز فی شرح گلشن راز

المسمّٰی بہ

بوستانِ اسرار

مصنفہ

جناب قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین حضرت سید محمد غیاث نوربخش گیلانی علیہ الرحمۃ

مترجمہ جناب حضرت مولانا مولوی محمد نور عالم صاحب حنفی چشتی حمیدی سلمہ ربہ

جسے

اللہ والے کی قومی دکان مالک ملک چنن الدین خلف ملک فضل الدین ککے زئی

تاجر کتب قومی، منزل نقشبندیہ

کوچہ ککے زیاں ——— بازار کشمیری

لاہور نے

(کریمی پریس لاہور میں باہتمام میر قدرت اللہ پرنٹر طبع کرایا)

فہرستِ کتاب

اُردو ترجمہ مفاتیح الاعجاز شرح گلشن راز

دیباچہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حضرت ایزد تعالیٰ کی حمد وثنا کے بعد جس کی ذات کا حجاب اُسی کا نور ہے اور جس کی وجہ کا نقاب و پردہ اُسی کا کمال ظہور ہے۔ نہیں نہیں دیدہ ہائے ناقص کا قصور ہے۔ ورنہ نخیر اُس کا عالم میں مشہور ہے۔ اور درود وسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد مسکین نیاز آئین ثَبَّتَہُ اللّٰہُ عَلَی الطَّرِیْقِ الصِّدْقِ وَالْیَقِیْنِ نور عالم لونڈپوری جہلمی چشتی آستانہ بوس بارگاہ جلال پور شریف عرض پرداز ہے۔ کہ ناظرین پاک سیرت و پاک بصیرت کے دل میں یہ بھید مخفی نہیں کہ ہر ایک شیفتہ حال کا خیال اپنے ہی محبوب کے جمال میں استغراق و جلال میں استہلاک ہے۔ اور ہر ایک فریفتہ سقال کا اشتغال اپنے ہی شیریں مقال کے احوال کی قیل و قال بالاتفاق ہے۔ گو عبارت میں خامی ہو۔ مَنْ اَحَبَّ شَیْئًا اَکْثَرَ ذِکْرَہٗ۔ پس بصیرت والوں کی نظر خوبی معنے کو دیکھتی ہے۔ نہ لباس کو۔ کہ مدت سے اِس کتاب سراپا وحدت کی غرابت کا کہیں ایک بیت جو نظر میں گزرتا۔ تو دل میں وہ کیفیت وجدانی نزول کرتی جس کی عبارت بھی اُسی کا ذوق ہے۔ اور چونکہ جہان میں نام کی شہرت کے سوا عنقا کی طرح مجرد تھی۔ تو صرف حضرت قبلۂ عالمین جناب سیدنا ومرشدنا غلام حیدر علیشاہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمان پر کھڑا رہتا تھا۔ جو ایک وقت دریافت حال کے بعد ارشاد فرمایا۔ کہ مجھے اِن کتابوں کا مطالعہ یعنی معارف ومواجید کے رسالوں کا شغل چاہئے۔ تو انتظار کی آنکھ راجی وصول کی طرح حیرت سے ملول نہیں تھی۔ کیونکہ بحکم مَنْ طَلَبَ شَیْئًا وَجَدَ وَجَدَہٗ وقتاً فوقتاً ایسے ہی رسالوں کا حصول ہوتا تھا۔ جو سبق مسکین کے مطابق حال ہوتے تھے۔ تو اِس اثنا میں برخوردار فرزند حبیب اللہ

نے مطلوب کے جمال سے کامگار کیا یعنی کتاب گلشن راز مع شرح مفاتیح الاعجاز لاہور سے لاکر مجھے دکھائی۔ پس دیکھا۔ تو ؎

مگر رخسار او سبع المثانی ست — کہ ہر حرفِ ازو بحرِ معانی ست

اور اس کا ہر ایک نقطہ محبوب حقیقی کے کرشموں اور جادو و مقابیوں سے مالامال تھا جس نے جمال حبیبی کے ایک نقطہ خال سے دل و جان بلکہ تمامی سراسر کو خونخواری کے ورطہ میں مستغرق کیا ہُوا تھا ؎

اب اس کے خال سے دل کیوں نہ خوں ہو — وہاں جب حال اس کا جوں کا توں ہو

تو اس کتاب کے مطالعہ سے اس کے جمال کی تفصیل کے مجالی و مظاہر کی واقفیت اور اس کے سرِ پنہاں کے گھاٹ و کمیں گاہوں کے تعارف کا باعث بھی حضرت قبلہ عالمین کا ارشاد و شارح رحمۃ اللہ علیہ کی دعا کی قبولیت ہی تھی۔ جیسے کہ فرماتے ہیں کہ واہب العطیات کے کرم پر امید ہے۔ کہ ان معارف کی مطالعہ جن لوگوں کے لطائف میں ابھی غش باقی ہو شوق سلوک کے مستقیم ہونے کا باعث بنایا جاوے۔ اور سینے رازوں کو عین بصیرت سے مشاہدہ کرلیں۔ اور یہ معانی اُن پر کما ینبغی روشن ہوجائیں۔ تو اُس کے بعد دِل میں ایما ہُوا۔ کہ ان معانی کا وثوق بغیر ترجمہ کرنے کے میسّر نہیں۔ پھر ایک طرف گستاخی کے خوف کا لرزہ شامل۔ اور دوسری طرف سے بے نیازی کے اقتضاء پر محبوب کی برقہ اندازی و جلاجل ناچار استجازہ کی وجہ سے حافظ کے دیوان پر استخارہ کیا۔ تو جواب ملا۔ ؎

ہر کرا با خطِ سبزت سرِ سودا باشد — پا ازیں دائرہ بیروں ننہد تا باشد

پس بموجب قاعدہ فال کے ساتویں ورق کا ساتواں بیت یہ تھا ؎

بہر کمند کہ خواہی بگیر و بازم بند — بشرطِ آنکہ ز کارم نظر نگیری باز

اسپر دِل کو انبساط کی ہوا پہنچی۔ پھر شارح رحمۃ اللہ علیہ سے اجازت طلبی کے لئے اُن کی شرح پر فال ڈالی گئی۔ تو ورق کے سرے پر یہ عبارت نکلی۔ کہ "بعد از تحقق و اتصاف بصفاتِ الٰہی ہر چہ مقصودِ تست حاصل خواہد شد"۔ اب بموجب حکم ملہم کے اجازت ترجمہ ہے اور ربیع الثانی ۱۳۳۲ ہجری کو ترجمہ شروع کیا گیا۔

ترجمہ تمہید شارحؒ

شروع تیرے نام بزرگ کے ساتھ جسکا فیضِ مقدس ہر ایک موجود کے لئے شامل اور جو انوار وجود کے ساتھ وہم و عدم کے ظلمات کا منوّر ہے تو ہی ہر ایک ثنا کے ساتھ

سراہا گیا۔ اور ہر ایک مکان میں عبادت کیا گیا۔ ہر ایک زبان میں ذکر کیا گیا۔ ہر ایک احسان کے ساتھ پہچانا گیا۔ تو وہ جس کی عنایت کی نسیم نے دلوں کے باغ اولیاء کے عرفانی اسرار کی کلیوں کے ساتھ مزین کئے۔ اور جس کی لطفِ بے نہایت کے نفحات نے بھیدوں کے میدان عرفان کے ایقان کے لطائف کے ساتھ خوش کئے۔ تو وہ جس کی ذات کے خورشیدِ نوربخش نے ممکنات کی ظلمات کو انواروں سے تجلے وجود بیچون کے مثل چاند روشن کی منور کیا۔ اور جس کی رحمتِ عامہ نے ساکنانِ عرصہ امکان کو نیستی کے گہراؤ سے ہستی کے اوج تک پہنچا۔ نظم

رازِ وحدت پر کوئی واقف نہیں	حاصلِ دانا بجز حیرت نہیں
ہم تری توحید کو گو کہہ رہے	تو ہی دانا ہے کہ ہم ناداں رہے
فہم عقلوں سے منزہ تیری ذات	عقل ناداں اور تری عالی صفات

اور تو وہ جس نے رحمتِ رحیمی یعنی خاصہ رحمت کے ساتھ کمل انبیاء و ہُداتِ اولیاء کو ہستیِ موہوم کی قید سے چھڑایا۔ اور اُن کی جانوں کو فنا کی تلخی نوش کرنے کے بعد بقا کا شربتِ شیریں چکھایا اور اس گروہِ باشکوہ کے وجود کو مخلوق کی ہدایت کا سبب بنایا۔ اور ان اقطاب واوتاد کے معارف و کمال کے جھنڈوں کو آفاق میں عالم کے بلند کیا۔ اور خواجہ کائنات سرورِ موجودات کو بحکم وَمَا اَرْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ (یعنی نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر دو جہانوں کے لئے رحمت)۔ اور بحکمِ كُنْتُ نَبِيًّا وَّ اٰدَمُ بَيْنَ الْمَآءِ وَالطِّيْنِ (میں نبی تھا جس وقت آدم آب و گِل میں تھا) ان کمالات یعنی آیات محکمات کے لئے متمم ٹھیرایا۔ نظم

وُہ ہے ایجادِ جہاں کو واسطہ	خالق اور خلقت میں ہے وہ رابطہ
اُس کی جاں ہے شاہبازِ لامکاں	رحمۃ للعالمیں ہے اسکی شاں
عارفِ اطوار رازِ جز و کُل	خلق اوّل روح اعظم عقل کُل
کُن فکان کے امر سے اے باصفا	علتِ غائی نہیں جُز مُصطفٰے
رہنمائے خلق اور ہادی سُبل	مُقتدا نبیوں کا اور ختمِ رُسُل

اُس کے اوپر صلوات پاک اور تحیات بڑے صاف ہوں۔ پس اللہ تعالےٰ کی نعمتوں پر شکر بجا لانے اور درود و سلام اس کے انبیاؤں اور اولیاؤں کے افضل پر پہنچانے کے بعد فقراؤں اور اولیاؤں و عارفوں کا خادم فقیر حقیر خاتم الاولیاء کی مشکوٰۃ سے ولایت کے انوار لینے والا محمد غیاث نوربخش ابن یحیٰی ابن علی نوربخش جیلانی لاہجی اللہ تعالےٰ توفیق دے اسکو اس چیز کی جب پر اس کی محبت و رضا ہے۔ اور نگاہ رکھے ان کاموں سے جن میں اس کا غضب و نہی ہے۔ یوں کہتا ہے کہ مُدت سے طریق درستی کے سالکوں اور مقام محبت کے واقفوں کی جماعت کی مستدعا تھی

بلکہ مبالغہ کرتے تھے۔ کہ عرفائے محققین کے افتخار و اولیاء واصلین کے مختار مدققین وموحدین کے اکمل شیخ کامل سعد الملۃ والدین محمود تبریزی شبستری قدس اللہ روحہ وکثر من عندہ فتوحہ یعنی اللہ تعالےٰ اُن کی روح کو پاک اور ان کی فتوح کو اپنی جہت سے زیادہ کرے۔ اُس کی تصنیف شدہ کتاب گلشنِ راز یعنی نسخۂ جامع نکات حقیقت بے مجاز کی شرح لکھنی چاہئے۔ اور یہ فقیر بباعث کمیٔ بضاعت اس معنی پر اپنے آپ کو اقدام کرنے کے لائق نہیں جانتا تھا۔ اور بوجہ بہت الحاح کرنے دینی برادروں کے حضرت ملہم الصواب کی درگاہ سے اجازت کی طلب واستخارہ کیا۔ پس اُن کی التماس کو ادا کرنے کے لئے اشارت بابشارت اس طرح پر پہنچی جس کا تخلف متیسر ہی نہ تھا۔ پس دوشنبہ کے دن انیسویں تاریخ ذی الحجہ ۸۷۷ھ ہجری میں مبدا فیاض کے الہام سے بیاض کا لکھنا شروع کیا گیا۔ اس شرط پر کہ عبارات میں تکلیف کرنے اور استعارات پر لاف زنی سے اعراض ہو۔ پس گلشن کے ہر ایک بیت کی تعریف جو کچھ وقت کی زبان کے مطابق ہو عبارت روشن کے ساتھ لکھی گئی۔ کیونکہ کُلی غرض ومقصود فقیر کا بجز اس کے کہ اہلِ نوافل سے ہر ایک بقدر اپنی استعداد کے اس طائفہ کے مکاشفات وحالات سے محظوظ ہوں۔ خود نمائی نہیں ہے۔ اب واہب العطیات کے کرم پر امید یہ ہے کہ اس قسم کی معارف کا مطالعہ جن لوگوں کی صفائی فطرت میں ابھی کدورت باقی ہے شوق سلوک کے مُستقیم ہونے کا باعث بنایا جاوے۔ اور بواسطہ باطنی تصفیہ کے بھیدوں پر واقف ہو جائیں اور چھُپے رازوں کو عین بصیرت سے مشاہدہ کریں۔ اور اتمام کے بعد یہ معانی کما ینبغی ان پر روشن ہوں گے۔ کیونکہ تعلیم اور تعلّم کے ساتھ وجدانیات کا حصول میسّر نہیں۔ مصرعہ

کس لذتِ ایں بادہ چہ داند کہ نخوردست

وہ کیا جانے اس شراب کی لذت جس نے چکھی ہی نہیں

اب شروع ہوا ہیں مقصود کو ملک المعبود سے استعانت اور مدد لینے والا ہوں اور اُسی کے ساتھ محکم ہوں۔ وُہی صاحبِ توفیق ہے۔ اور اُسی کے ہاتھ میں تحقیق کی مہاریں ہیں جب ہر ایک فیض جو فیاضِ مُطلق سے فائض ہوتا ہے اسمائے الٰہیہ کے وسیلہ سے ہی ہوتا ہے تو بواسطہ تیمن وبرکت کے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث پر اقتدا کرنے کے کتاب کا شروع بنام علیم وحکیم کے کیا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(شعر) بنامِ آنکہ جان را فکرت آموخت — چراغِ دل بنورِ جاں بر افروخت

(ترجمہ) خدا نے جان کو جب فکرت سکھائی — دی اُس سے شمعِ دل کو روشنائی

جب اہلِ مذاہب کے اتفاق سے اعلےٰ مطلب اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے۔ اور اس کا حصول خاصوں کو استدلال کے طریق پر اور خاص الخاص لوگوں کو کشف کے ساتھ ہے جس کی عبارت انفصال و اتصال ہے۔ اور دونوں طریق کے فریقین کی اصطلاح میں وہ معرفت فکر کے نام سے عبارت کی جاتی ہے۔ کہ وہ ظاہر سے باطن میں جان و روح انسانی کے ایک معنوی بھید ہے۔ جو معانی کا مُدرک اور خداوند تعالےٰ کے علوم کا معلم ہے۔ کہ ملائکہ و انبیا و اولیاء کے وجود کے علوم علم بے نہایت میں اس کے ایک قطرہ کی مثل ہیں۔ پس بباعث بزرگی اِس نعمت کے یعنی طریق فکر کے ساتھ معرفت حاصل کرنے کے سبب بنام آنکہ اشارہ کیا۔ اور اسماءِ حسنیٰ کے ساتھ تصریح نہ فرمائی۔ اور جب کمال و انعام و افضال کے لحاظ پر خداوند تعالیٰ کی صفات تحمید کی مستلزم ہیں۔ تو بڑی نعمت کا یاد کرنا جو در اصل حمد و ثنا ہا کے اسم کی طرف توجہ ہے سو کی گئی اسواسطے تحمید کا لفظ اظہار نہ کیا۔ اور جب انسان کی انسانیت دل ہی کے ساتھ ہے۔ کیونکہ دل علمی تفصیل اور روحی کمالات کا محل اور الٰہی ظہورات اور ذاتی شیونات کے تقلب کا مظہر ہے اسواسطے فرمایا کہ دل کے چراغ کو جان کے نُور سے روشن کیا۔ پھر جب دل درمیان روح و نفس کے واسطہ اور ہر ایک کمال کے لئے برزخ ہے۔ جو اس میں ظہور پاتے ہیں۔ اور روح سے فیضیاب و نفس کو فیض رساں ہے تو چراغ دل بنور جان اسی بات کی طرف اشارہ ہے کہ دل روح سے فیض لینے والا ہے۔ اور دل کو چراغ کے ساتھ نسبت دینا اِس لئے ہے۔ کہ جیسے اندھیرے میں اشیاء کا ادراک چراغ کے نور سے ہی ہو سکتا ہے۔ کثرت کی ظلمت میں وحدتِ حقیقی کے جمال کا دیکھنا بھی صفائی دل کے ساتھ ہی ممکن ہے۔ اور نور کو جان کے ساتھ اسواسطے منسوب کیا۔ کہ تجرد کی صفا کے ساتھ روشن اور تعلق کی کدورت سے خالی ہے۔ جب مادۂ انسانی اول الفکر و آخر العمل ہے۔ تو پہلے اُسے نعمت کے ساتھ منعم کو کیا جو انسان ہی کو خاص ہے یعنی معرفت

اور پھر اُس نعمت کو یاد کیا جو آدم و عالم کو شامل ہے ۔ اسواسطے کہ آدم کی ذاتی اوّلیت خصوصیت جو عالم پر ہے معلوم ہو ۔

(شعر) ز فضلش ہر دو عالم گشت روشن ز فیضش خاکِ آدم گشت گلشن ۔

(ترجمہ) دو عالم فضل سے اس کے ہیں روشن اُسی کے فیض سے آدم ہے گلشن ۔

ظہوری تجلّی دو قسم پر ہے یعنی عام و خاص ۔ عامی کو تجلّی رحمانی و رحمتِ امتنانی بھی کہتے ہیں ۔ کیونکہ افاضہ وجود کے کمالات کا جو تمامی موجودات کے لئے بغیر کسی عمل سابقہ کے ہے اس کے تابع ہے ۔ پس فضل اسی تجلّی سے عبارت ہے جس سے دونوں عالم غیب و شہادت یعنی دُنیا و عُقبےٰ انوار وجود کے ساتھ روشن کئے ۔ اور خاص کو تجلّی رحیمی بولتے ہیں ۔ اِسلئے کہ معنوی کمالات کا فیضان مومنوں و صدیقوں و اہلِ دِل لوگوں پر فرماتا ہے ۔ اور اس کی تعبیر فیض کے لفظ سے کی ۔ کیونکہ کافر مومن سے و عاصی مطیع سے و ناقص کامل سے اس تجلّے میں ممتاز ہوئے ہیں پس یہ فیض خاص ہے جس سے انسانی طینت کو گلشن بنایا ۔ اور لاکھوں ہزار رنگ کے پھول معارف و تعینات کے اس گُلشن میں کھلائے ۔ جب ذاتی و اسمائی کمال کا ظہور اس قدیر و مرید کامل ارادہ والے کی قدرت کے ساتھ واقع ہے ۔ تو فرمایا :-

(شعر) توانائے کہ در یک طرفۃ العین ز کاف و نون پدید آورد کونین

(ترجمہ) ہے قادر وہ کہ اندر طرفۃ العین کئے اِک کُن سے ظاہر اُس نے کونین

یعنی ایسا صاحبِ قُدرت کہ ایک طرفہ نظر عالی کے ساتھ جو ذاتی اقتضاء سے عبارت ہے ۔ جب ظہور و اظہار کو کاف اور نون سے جو صُورت ارادہ کلیہ کی ہے پدید آورد کونین ۔ یعنی جمیع موجودات غیب اور شہادت کے اعیانِ ثابتہ جنکو صور علمیہ حق اور تجلّی ثانی اور تجلّی واحدیت و الہیت کہتے ہیں جس میں اعیان ثابتہ تفصیل کے ساتھ ممتاز ہوئے ۔ اور یہ مرتبہ اسماء اور صفات کا بہ نسبت مرتبہ احدیت ذات کے تنزّل پیدا ہے ۔ خلاصہ سخن یہ کہ جب ذات احدیت نے تعیّنِ اوّل کا اقتضا کیا ۔ جو وجوب اور امکان میں برزخ جامع ہے ۔ تو احدیت باعتبار ان شیون اسمائی کے مرتبہ واحدیت اور الہیت میں نازل ہوئی ۔ اور تعین اوّل کو عقلِ کُل اور قلم اور رُوحِ اعظم اور اُمّ الکتاب اور حقیقتِ محمدی کہتے ہیں (صلے اللہ علیہ وسلم) اور تمامی اشیاء غیب و شہادت کے اعیان اس تعین کی صُورت میں اوّل سبیل اجمال کے ساتھ حق تعالےٰ کے علم میں ثابت ہوئے ۔ اور تجلّی نفس رحمانی جو صور مُمکنات میں حقیقت کے ظہور کرنے سے عبارت ہے ۔ اور افاضہ وجود کا جمیع موجودات پر اسی تجلّے سے ہے پس اوّل مرتبہ جو اس کے فیض کو قابل ہوا ۔ وہ تعین اوّل یعنی حقیقت

محمدی ہے۔ اسواسطے فرمایا:-

(شعر) چو قافِ قدرتش دم بر قلم زد ہزاراں نقش بر لوحِ عدم زد

(ترجمہ) کیا جب قدرت اسکی دم قلم کو منقش کر دیا لوحِ عدم کو

یعنی جب ارادہ الٰہی اور قدرتِ نامتناہی نے نفسِ رحمانی کے ساتھ تعین اول کو جس کی عبارت قلم ہے موجود کیا۔ تو قلم نے اعیانِ غیر متناہیہ روحانی اور جسمانی کو باوجود اُس وسعت کے عدم کی تختی پر جس کو بہ نسبت وجود خارجی کے اعیانِ ثابتہ اور عدم اضافی کہتے ہیں نقش کیا۔ اور قافِ قدرت سے مُراد تنبیہ ہے اِسبات پر کہ اول مقدور جس کے ساتھ قدرت متعلق ہوئی۔ وہ تعین اول یعنی قلم ہے۔ اور جب قلم کو اشارہ قدرت سبحانی کا ہُوا۔ تو اُس نے نور رحمانی کے ساتھ اعیان کا اظہار علم میں کیا۔ اور صور علمیہ کی تحقیق وجود خارجی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ اور وہ بھی نفسِ رحمانی کے اقتضا کے ساتھ ہے پس فرمایا:-

(شعر) ازاں دم گشت پیدا ہر دو عالم وزاں دم شد ہویدا جانِ آدم

(ترجمہ) اُسی دم سے ہیں پیدا دونوں عالم اُسی دم سے ہویدا جانِ آدم

یعنی اُس نفسِ رحمانی سے جو مطابق احکام صور معانی یعنے اعیان ثابتہ کے افاضہ وجود اضافی کا کرتا ہے جس سے اعیانِ ثابتہ علم سے عین میں تجلی شہودی پاتے ہیں۔ اور حق تعالٰے کے اِس ظہور کو جو صورِ مظاہر میں واقعہ ہے نفس رحمانی اسواسطے کہتے ہیں کہ نفسِ انسانی کی تشبیہ پر ہے۔ جیساکہ نفس انسانی صرف ایک ہوا ہے۔ مگر جب مخارج حروف میں واقع ہو۔ تو صور حروف کے لباس سے متلبس ہوتی ہے۔ پس ذاتِ احدیت جو کثرت سے تنزیہ پر ہے۔ جب مظاہر امکانیہ کے مراتب میں تجلی کرے۔ تو حسبِ اظہار اسماء اور صفات کے لباس کثرت کے ساتھ متلبس ہوتی ہے۔ پھر جب آدم کو جامعیتِ مراتب کی جہت سے جملہ عالمین پر خصوصیت ہے۔ تو مذکور اس کا بھی تخصیص کے ساتھ ہُوا یعنی جان۔ اور حقیقت آدم کی جو وجوبی اور امکانی کمالات کے لئے جامع ہے۔ وہ بھی اسی تجلی نفس رحمانی نفس رحمانی کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اور چونکہ ذات اور جمیع اسماء اور صفاتِ الٰہی کے لئے آدم مثل آئینہ کے ہے۔ تو ہر آئینہ عقل اور تمیز جو معرفتِ تامہ کے مُستلزم ہیں آدم کی ذات میں ظاہر ہوئے۔ اور اسی واسطے فرمایا:-

(شعر) در آدم شد پدید ایں عقل و تمیز کہ تا دانست زاں اصلِ ہمہ چیز

ترجمہ تمیز اور عقل کا آدم میں آنا ہُوا سب چیز کے اصلوں کا دانا

چونکہ آدم کے ایجاد سے مقصود موجد کی شناخت ہے چنانچہ آیت وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ

وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ جس کی تفسیر حضرت ابن عباس سے لِیَعْرِفُوْنَ ہے۔ یعنی پیدا نہیں کئے ہم نے جن اور انسان مگر اپنی معرفت کے لئے۔ پس اس نکتہ کی بنا پر معرفت دو طریق سے میسّر ہے۔ اوّل طریق استدلال کا جو علماء کو مخصوص ہے۔ دوسرا صفائی باطن جو خاصہ عرفا کا ہے۔ اور یہ معرفت کشفی شہودی میسّر نہیں ہوتی۔ جہانتک طاعت بدنی و نفسی و قلبی و روحی و خفی پائی نہ جاوے پس ذکر بندہ کا سبب و ارادہ حق تعالےٰ کا مسبّب ہوا۔ تاکہ یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ ایجادِ آدم سے غرض معرفتِ شہودی ہے۔ جس کا حصول بذریعہ عبادت ہے۔ نہ بواسطہ استدلال کے۔ اور اسماء و صفاتِ نامتناہی کے اظہار سے اللہ تعالےٰ کی حکمت بالغہ کا مقتضا یہ تھا۔ کہ مراتب کلیہ کا ظہور اور مظاہر جزویہ کا ایجاد کرے تاکہ ہر ایک مراتب کلیہ اور جزویہ اللہ تعالےٰ کے معلوم ہوں۔ اور احکام سلطنت ہر ایک اسم کے جس جس مرتبہ کے وہ اسم رب اور مدبر ہیں۔ تمام اور کمال کے ساتھ اپنے مظاہر میں ظہور پائیں۔ اور مجموع اسماء نفس رحمانی کے ساتھ اختفا کی تنگی سے مثل انسان کے روح کی ایک دم مارنے کے ساتھ ظہور کے بروج میں روح بخشی کریں۔ یعنی تمامی کمالات جو جمع مجمل کے مرتبہ میں ہیں۔ تفرقہ کے مقام میں مفصل ہوں۔ اور مقرر ہے کہ جسکو کسی علم یا صفت سے نصیب ہی نہ ہو۔ وہ کیسے معلوم کرے۔ کہ دوسرا اس صفت کا موصوف ہے۔ اور موجودات اپنے بواطن سے جو مظاہر اسماء کے ہیں ہر ایک ان کا بعضے اسماؤں کا مظہر ہے جیسا کہ ملائکہ کا قول وَ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ (یعنی ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری ذات پاک کو) اور شیطان کا قول فَبِعِزَّتِكَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ (یعنی تیری عزت کی قسم کہ البتہ میں ان تمامیوں کو گمراہ کروں گا) یعنی تمام اسماء اور صفات کا مظہر انسان کے سوا کوئی نہیں۔ اسی واسطے عبادت اور معرفت کا نشان سوا اس کے نہیں۔ اس لئے فرمایا کہ در آدم شد پدید این عقل و تمیز۔ کیونکہ آدم جو انسان کامل ہے مظہر تمام اسماء اور صفات کا ٹھیرا۔ تو عقل اور دانش کہ لازم مرتبہ جامعیت کی ہیں اسی میں ظاہر ہوئی جن کے ساتھ تمامی چیزوں کی اصل یعنی پروردگار اپنے کو جو اللہ ہے جمیع اسماء کے ساتھ عارف ہوا۔ کیونکہ مجموع اسماء اسمِ کلّی اللہ کے تحت میں مندرج ہیں۔ جیسا کہ جزئیات کا اندراج کلّیات کے تحت میں ہو۔ اس معنی سے کہ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (ترجمہ بھلا کئی معبود جُدا جُدا بہتر ہیں یا اکیلا اللہ زبردست) مراد یہ کہ اہل تفرقات کے مقاموں سے اہل جمع کا مقام بہتر ہے ؎

تو ئی کہ مظہر ذات و صفات سبحانی ٭ بملک صورت و معنی تو عرش رحمانی

کتاب جامع آیاتِ کائنات توئی | از انکہ نسخہ لاریب فیہ را جانی
تراست باہمہ انسی از انکہ تو ہمہ | از آنسبب تو مسمّٰی باسم انسانی
اگر بکنہِ کمالِ حقیقت برسی۔ | زخویشتن شنوی آں صدائے سجانی

ترجمہ

تو ہی ہے مظہر ذات و صفات یزدانی | تو ہی ہے صورت و معنی کا عرش رحمانی
کتاب جامع آیات دو جہانکا تو ہے | تو جان ہے نسخہ لاریب فیہ قرآنی
تجھے ہے انس سبھی کا کہ جو ہے سب تو ہی | اسی سبب تو مسمّٰی ہے اسم انسانی
اگر تو اپنی حقیقت کی کُنہ کو ہو رسا | وجود اپنے سے سُن لے وہ بانگ سجانی

جب انسان تمامی عوالم کا منتخب ہے۔ اور کلیات و جزئیات کے حقائق اس کے وجود کی صُورت میں مجتمع ہیں۔ اور نصف عروجی کی سیر یعنی سیر الی اللہ کا مبدا ہے۔ پس فرمایا:۔

(شعر) چو خود را دید یک شخص معیّن | تفکر کرد تا خود چیستم من +

(ترجمہ) جبھی دیکھا کہ میں حق سے جدا ہوں | تفکر پھر کیا میں ہوں تو کیا ہوں +

اعیان موجودہ کے ہر ایک عین کے لئے دو اعتبار ہیں۔ ایک حقیقت کی وجہ سے جس معنی کو مظاہر ممکنات کی صور میں حق تعالٰے کے ظہور سے عبارت کرتے اور تجلّی شہودی کہتے ہیں۔ دوسرا تعین اور تشخص کی حیثیت جس اعتبار کی رُو سے اشیاء کو خلق اور ممکن کہتے ہیں اور تمامی نقائص کو موجودات ممکنہ کے ساتھ اسی وجہ سے منسوب رکھتے ہیں۔ چنانچہ :۔ وَمَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ (جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائیگا، اس اعتبار کی طرف اور وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ (اور جو اللہ کے پاس ہے وہ رہتا ہے) اعتبار اوّل کی طرف اشارہ ہے۔ اور تعین اشیاء کا جو امر اعتباری ہے۔ اُس جمیل کے جمال کو پردہ ہے جس نے مظاہر موجودات کے آئینوں میں جلوہ دکھایا۔ اور دو چیزوں میں جہاں تک ایک اُن کی اعتباری نہ ہو معرفت متصوّر نہیں۔ اور جب حق تعالٰے کی ذات کثیر الصفات کا واحد اور حق ہونا معرفت ٹھیری تو حکمت الٰہی کا مقتضا یہ ہُوا کہ عارف حقیقی انسان بھی شخص اکیلا کثیر الصفات اور افعال و قوٰے ہو۔ تا کہ جامعیت کے ساتھ ایجاد ممکنات کا نہائیت جو معرفت کاملہ ہے اپنے وجود سے اسکو حاصل ہو۔ اور عرفا کی عبارتوں میں لفظ بین الوحدتین کا وحدت حقیقی حق تعالٰے اور وحدت حقیقی انسان سے عبارت ہے۔ پس اوّل چیز مدرک انسان کے اپنے تشخص کا تعین ہے۔ جو دائرہ وجود کے نصف نزولی کے تنزلات کا نہائیت اور سیر عروجی و رجوعی مرتبہ انسانیت کا ابتدا ہے۔ پھر جب بلا حرکت معنوی یعنی تفکر کے کثرت سے وحدت

کی طرف یہ سیر میسر نہیں۔ پس فرمایا کہ آپ کو دیکھا شخص معین یعنی ایسے تعین سے کہ تمامی حقائق اور کمالات کونیہ والٰہیہ کو مظہر اور ظاہر کے حکم اتحاد کے ساتھ اس تعین میں مندرج دیکھا۔ تفکر کیا کہ میں کیا ہوں یعنی اپنے تعین کا امکان کے ساتھ منسوب ہونا بواسطہ مشابہت کے جامعیت کی حیثیت سے واجب کی معرفت کے لئے مقدمہ اور وسیلہ ٹھیرایا۔ جیسا کہ کہا لان الاشیاء انما تتبین باضدادھا یعنی تمام اشیا اپنی اضداد کے مظاہر ہیں۔ پس تفکر اور سیر اور سلوک کے لفظ سے مراد موحدوں کی سیر کشفی عیانی ہے نہ استدلالی۔ کیونکہ استدلال بہ نسبت کشف کے جہل ہے۔ اور کثرات امکانیہ کے مراتب میں احدیت کے تنزل کو جو بواسطہ اظہار احکام اسماء اور صفات کے ہے مقید میں مطلق کا سیر اور جزئی میں کلی کا کہتے ہیں۔ اور یہ سیر جو وصول انسان کا نقطہ اول احدیت میں ہے اس کو مقید کا سیر مطلق کی جانب اور جزئی کا کلی کی طرف اور سیر شعوری انقباضی بھی کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں یہ سیر معرفت کشفی اور شہودی کا مستلزم ہے اسواسطے فرمایا:۔

(شعر) ز جزوی سوئے کلی یک سفر کرد وزانجا باز بر عالم گذر کرد

(ترجمہ) ہوا جب جزو سے کل میں وہ فانی جہاں کو پھر کر آیا بار ثانی

جزوی سے مراد تعین آدم جس کی تعریف تعینات اور کثرت کا خلاصہ ہے۔ کلی سے مراد واحد مطلق اور انسان کامل جو آدم ہے۔ سفر اسکا یعنی سیر شعوری رجوعی کے ساتھ احدیت کے مقام میں واصل ہوا۔ اس طرح پر کہ سیر الی اللہ انجام کو پہونچا۔ اور مقام اطلاقی میں فنا اور اتصال کے بعد ناقصوں کی تکمیل کے لئے حکمت الٰہی کے مقتضا سے مقام اطلاق سے عالم کی طرف جو مرتبہ تقیید ہے پھر گذرا۔ یعنی سیر باللہ کے ساتھ رجوع کیا۔ اور اس سیر باللہ میں سالک واصل عارف پر یہ امر ظاہر ہوا کہ ایک ہی حقیقت ہے جس نے کثرت اشیا کی صورت میں تجلی اور ظہور کیا ہے۔ اور تعینات کی ہر ایک تعین میں صفت خاص کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور کثرت اشیا کی نمائش کثرت صفات کے مقتضا سے ہے۔ مگر صفات کے تکثر سے واحد کی ذات میں تکثر لازم نہیں آتا۔ اسی واسطے فرمایا:۔

(شعر) جہاں را دید امر اعتباری چو واحد گشتہ در اعداد ساری

(ترجمہ) تو سب چیزوں کو دیکھا اعتباری ہو واحد جیسے اعداد میں ساری

یعنی جب سیر باللہ میں عارف نے کثرات عالم کو وجود مطلق کے ساتھ قایم دیکھا۔ تو اس کے علم میں ثابت ہوا۔ کہ وجود واحد کے سوا دوسرا کوئی موجود حقیقی نہیں۔ اور کثرت بے نہایت اسکی نمائش اور کلیات اور اطلاق اور قید یہ سب اس ایک حقیقت کی اعتبارات

ہیں - اور غیریت اشیاء کی بھی صرف اعتباری ہے - زیادہ کچھ نہیں - اور وجود واحد مطلق کا سریان کثرات میں جیسے واحد عددی کا سریان اعداد میں یعنی حقیقت میں تکرار واحد کے سوا کچھ بھی نہیں - اور جیسا کہ اعداد غیر متناہیہ کے مراتب خواص کے ظہور کی شرط ہیں کہ تین میں تین مخالف اور چار میں چار موافق - لیکن تمامیوں کی جہت سے خاصہ ایک ہے جسکا مظہر رتبہ اعداد کی عقد ہے پس موجودات امکانیہ کے مراتب جس کو عالم کہتے ہیں یہ بھی اسماءِ الٰہیہ کے ظہور کی شرائط ہیں - کیونکہ جہانتک مجرم کے جرم کا وجود ہی نہ ہو - تو غفور - رؤف - رحیم - ستار - منتقم کے احکام کا ظہور نہیں ہو سکتا - جب آدم یعنی انسان کامل نے کثرات موجودات کو حق کے ساتھ قائم پایا - اور اس کے شہود میں حق تعالےٰ کے سوا کچھ نہ رہا تو فرمایا :-

(شعر) جہانِ خلق وامر از یک نفس شد | کہ ہم آندم کہ آمد باز پس شد

(ترجمہ) جہانِ امر و خلقی گو عیاں ہے | مگر اک دم میں پیدا پھر نہاں ہے

خلق یعنی وہ عالم کہ مادہ اور مدت کے ساتھ موجود ہو - اور امر سے مراد وہ عالم کہ امر موجد کے ساتھ بلا مادہ اور مدت کے موجود ہو - پس یہ دونو عالم ایک نفس رحمانی یعنی ایک تجلی حق سے کثرات کے محلوں میں ظاہر ہیں - یعنی جس دم میں کہ نفس رحمانی موجودات ممکنہ پر افاضہ وجود عالم کا سیر نزولی کے ساتھ کر کر تنزلات کے مراتب کی نہایت تک جو مرتبہ انسانی ہے پہونچا - تو پھر اسی دم وہ نفس رحمانی مرتبہ انسانی سے سیر رجوعی کے ساتھ پچھلے حال کو پہونچا - یعنی قید اور کثرت کو چھوڑ کر نقطہ آخری مرتبہ اوّل کو پہونچکر مطلق ہوا - پھر جیسا کہ کثرت کے مراتب امر اعتباری ہے آنا اور جانا اس نفس کا بھی اعتباری ہے - زیادہ کچھ نہیں - پس اس معنی کے ساتھ تنبیہ کر کے فرمایا :-

(شعر) ولے ایں جایگاہ آمد شدن نیست | شدن چوں بنگری جز آمدن نیست

(ترجمہ) نہیں اسجا یہ آمد شد ولیکن | وہی جانا اور آنا دیکھو روشن

مقرر ہوا کہ وجود واحد مطلق کے سوا کوئی موجود حقیقی نہیں - اور وجودِ اشیا سے مراد حق تعالےٰ کا تجلّی ہے - جو صورت اشیاء کے ساتھ ظاہر ہے - اور جیسا کہ مراتب کی کثرت اعتباری امور سے ہے - آمد شد بھی اس حقیقت کے لئے ایک امر ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ موجودات کے مراتب کی نسبت سے اور بعض کے تقدم بعض پر سے سالک کو ملحوظ ہوتا ہے - ورنہ یہ آمد و شد اگر حقیقی ہوتا - تو ضرور تھا کہ سیر نزولی جس مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کو تنزل کرتا مرتبہ اوّل بالکل منعدم ہو جاتا - اور

سیر عروجی میں بھی مرتبہ انسانی سے مقام اطلاق تک سب موجودات منعدم ہو جاتے۔ اور حالانکہ اشیاء اپنی ہستی کے لئے وہی نمود جو رکھتی تھیں اُسی پر ہیں۔ اس واسطے معلوم ہوا۔ کہ آمد اور شد تجلیاتِ رحمانی کے تجدد سے عبارت ہے۔ اور حقیقت سخن کی یہ کہ جب جلال یعنی ذات حق تعالےٰ کا ظہور لذاتہ فی ذاتہ اور استجلا یعنی ذات حق سبحانہ کا ظہور لذاتہ فی تعینا تہ دونوں کمال احد کی ذات کو لازم ہیں۔ تو اس واسطے رحمانی تجلی کا فیض دوام کے لئے موجودات پر فائض ہے۔ اور اشیاء ذاتی امکانی مقتضا کے ساتھ آناً فاناً نابود ہوتے اور حق سبحانہ کے تجلے کے فیض سے موجود ہوتے ہیں۔ اور فیض رحمانی کے تجدد کی سُرعت اس طریق پر ہے کہ جانا اور آنا اس کا اور اک میں نہیں آسکتا۔ بلکہ آنا اس کا عین جانا اور جانا عین آنا ہے۔ اور فی الحقیقت یہ آمد شد اعتبار معتبر ہوا ہے نہ امر محقق الوقوع۔ اور جب شہود میں ایک ہی شہود ہے۔ تو فرمایا۔

(شعر) باصلِ خویش راجع گشت اشیا ہمہ یک چیز شد پنہان و پیدا

(ترجمہ) ہوئیں راجع جو اصل اپنے کو اشیا سبھی اک چیز ہیں پنہان و پیدا

اشیاء سے مراد کثرتِ عالم جو حقیقت میں عدم ہیں۔ اور سب کا اصل حق ہے۔ کیونکہ فی الحقیقت حاصل ہر شے کا ہستی اس کی ہے۔ یعنی عالم جو عدم ہے حق کے ساتھ جو ہستی محض ہے موجود ہوا۔ اور رجوع سب کا اسی کی طرف بلکہ حقیقت میں سب کچھ خود وہی ہے۔ اور پنہاں سے مراد عالم غیب و امر۔ اور پیدا یعنی عالم شہادت و خلق اور ایک چیز ہوا یعنی نمود غیریت کی تجلی احدیت میں جو اثنینیت وہمی کے رفع ہونے کا موجب ہے محو ہو کر وحدت صرف ظاہر ہوئی۔ اور جب وحدت کا ظہور نقش کثرت کے ساتھ اور کثرت کی بازگشت وحدت کے ساتھ نفس رحمانی کے ہی آثار سے ہے۔ تو فرمایا:۔

(شعر) تعالےٰ اللہ قدیمے کو بیکدم کند آغاز و انجام دو عالم

(ترجمہ) تعالےٰ اللہ کرے ذات قدیمی دو عالم دم میں موجود اور عدیمی

یعنی خدا وند رفیع و عظیم و قدیم کہ ایک دم یعنی نفس رحمانی کے ساتھ (کند آغاز) یعنی ممکنات عالم کو عدم کے پردہ سے وجود میں لاتا۔ اور اسی دم میں (انجام) یعنی نور وحدت کے ساتھ تلاشی کثرت کی دونوں عالم سے فرماتا ہے۔ اور جب کثرت وحدت کے اعتبارات ہیں۔ تو فرمایا:۔

(شعر) جہانِ خلق و امر اینجا یکے شد یکے بسیار و بسیار اندکے شد

(ترجمہ) یہاں خلق اور امر کو ایک جانو بہت اندک ہے اندک بہت مانو

یعنی عالمِ غیب اور شہادت کے کثرات وحدت وجود مطلق کے مقام میں ایک ہیں اور ظہور کے تجلی میں وہی ایک جو وجود واحد ہے بہت دیکھا گیا - اور سیر عروجی میں وہی بہت جو کثرت کی نمائش ہے اندک ہوئی - یعنی وحدت حقیقی میں لوٹ گئے - اور منکر کے انکار کو رد کرنے کے لئے جو اشیا کے تعدد کو حقیقی جانتا ہے فرمایا :-

(شعر) ہمہ از وہم تست این صورت غیر | کہ نقطہ دائرہ است از سرعت سیر

(ترجمہ) تیرے اس وہم سے ہیں صورت غیر | مگر نقطہ کو ہے یہاں دائرہ سیر

یعنی کثرت کی غیریت کی نمود وہمی اور خیالی ہے - ورنہ فی الحقیقت ایک ہی نقطہ وحدت ہے جو اقتضاء کی تیزی اور تعینات متفرقہ کے تجدد سے حسب اختلاف صفات کے خط مستدیر کی طرح صورت باندھی - اور تعینات حسی کے تجدد سے ایک حرکت متصور ہو کر تعینات متواقعہ کی کثرت سے ایک زمانہ وہم میں آیا - اور کثرتِ موہومہ بے نہایت نظر میں آنے لگی (مثال) جیسے آگ کے نقطہ کو تیزی کے ساتھ دور کی حرکت دی جاوے تو صورت دائرہ کی دکھاتا ہے - اور فی الحقیقت نقطہ کے سوا دوسری کوئی چیز نہیں - ویسے ہی نقطۂ وحدت بھی بواسطہ سرعت تجددات یعنی تجلیات بے نہایت کے دائرہ موجودات ممکنہ کی صورت کے ساتھ ظاہر ہوا ہے - اور جب یوں ہی ہے - تو فرمایا :-

(شعر) یکے خط است ز اول تا بآخر | برو خلق جہاں گشتہ مسافر

(ترجمہ) مثالِ خط کے ہے اوّل سے آخر | جہاں کی خلق ہے جس پر مسافر

اوّل موجودات یعنی عقل کل سے آخر تنزلات مرتبہ انسانی تک اور مرتبہ انسانی سے مرتبہ الٰہیہ تک جس کے ساتھ نقطہ آخری دائرہ کا متصل ہوتا ہے ایک خط مستدیر موہوم ہے جو نقطہ وحدت کے تجدد تعینات سے دکھائی دیتا - اور جس خط پر عالم کی مخلوق مسافر ہیں کہ بطون سے ظہور میں آتے - اور ظہور سے بطون میں جاتے ہیں - اور مبداء و معاد اور تقدم و تاخر ہر ایک کا اور جسم و جان - عقول و نفوس حسب کمی بیشی مناسب کے نقطۂ وحدت کے ساتھ دیکھے جاتے ہیں - جب بمقتضائے حکمت کے اس راہ میں ایسے رہبر کے سوا جو کمال اعتدال جمعی الٰہی کے ساتھ موصوف ہو آنا جانا میسر نہیں ہوتا - تو فرمایا :-

(شعر) درین رہ انبیا چوں ساربانند | دلیل و رہنمائے کاروانند

(ترجمہ) نبی سب راہ میں جوں ساربان ہیں | دلیل اور رہنمائی کو سرا ہیں

یعنی انبیاء اس راہ مبداء و معاد میں حسب اپنے کمال ذاتی کے حقائق امور اور ان کے منازل و مراحل و معاون و موانع سے تحقیقت کی وجہ پر واقف ہیں - اور سارباں

رفعت شرح [illegible] مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کے لفظ سے تشبیہ انبیاء کی ایک باریک اشارت ہے کہ جب نفس انسانی ریاضت اور مخالفت ہوا کے لئے امادہ ہو۔ تو اصطلاح صوفیہ میں بقرہ اور اشتغال سلوک کے بعد اسکو بدنہ کہتے ہیں۔ یعنی شتر بچہ۔ جو عید ضحیٰ کے دن مکہ میں قربانی کرتے ہیں۔ خلاصہ سخن یہ کہ جب انبیاء علیہم السلام ہدایت مخلوق کے لئے ہیں۔ اور ہدایت حقیقی اپنے مبداء کیطرف رجوع کرنا ہے۔ پس یہ انہیں کو لائق ہے جنہیں مخالفت ہوا کی تلوار اور موت اختیاری کے ساتھ نفس کے شتر کو ذبح کیا ہو۔ گویا انبیاء علیہم السلام کی بعثت منزل وصول میں ان لوگوں کے افنائے نفوس کے لئے ہے پھر جب حکم نبوت کا شامل ہے۔ تو فرمایا:۔

(شعر) وز ایشاں سید ما گشت سالار ہم او اول ہم او آخر دریں کار

(ترجمہ) پھر ان سب کے بنی سرور ہوئے ہیں جو وہ اوّل وہی آخر ہوئے ہیں

یعنی انبیائوں سے سیّد ہمارے جو محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہیں (سالار) یعنی پیشوا اور بزرگ و مقتدائے خلائق کیا۔ انبیاء اور کیا غیر ہم سب کے (دریں کار) یعنی نبوت میں فرمایا کہ:۔

(شعر) احد در میم احمد گشت ظاہر دریں دور اوّل آمد عین آخر

(ترجمہ) احد جب میم احمد میں ہو ظاہر تو دورِ اوّلیں ہے عین آخر

احد یعنی ذات حق سبحانہٗ کا اسم۔ اس اعتبار سے جہاں اسما وصفات اور نسب وتعینات کے تعدد کی نفی ہو۔ اور میم احمد سے مراد تعین اوّل جو حقیقت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کیونکہ احمد کا امتیاز احد سے میم ہی کے ساتھ ہے جو تعین اوّل ہے۔ جس میں ظاہر ہوا۔ یعنی حقیقی مظہر احد کا احمد کی حقیقت ہی ہے۔ درود ہو اللہ کا اور سلام اُس پر۔ اور میم احمد کا اس دائرہ کے ساتھ اشارہ ہے جو حقیقت محمدی کا مظہر ہے۔ اور نیز میم احمد کا فرمانا اسواسطے کہ تمامی مراتب کونیہ اس حقیقت کے اجزاء ہیں۔ صلے اللہ علیہ وسلم فرمایا:۔

(شعر) ز احمد تا احد یک میم فرق است جہانے اندراں یک میم غرق است

(ترجمہ) ہے احمد اور احد میں میم کا فرق جہاں اک میم میں ہی ہو گیا غرق

حرف میم کا عدد میں چالیس ۴۰ ہے۔ اور کلیت کی وجہ سے ہو جودات کے مراتب بھی چالیس ہیں۔ پس سب کی صورت میں معنی وہی حضرت ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جنہیں ظہور پایا:۔

(شعر) بدو ختم آمدہ پایان ایں راہ بدو منزل شدہ اُدعُوا الی اللہ

(ترجمہ) وہ ہے اس راہ کے آخر کو خاتم وہ ہے اُدْعُوا اِلَی اللّٰہ ہی کا حاکم

انبیاء علیہم السلام کی دعوت کا سبیل وجود مبارک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ختم یعنے محکم ہوا۔ اسی واسطے سب دینوں کا ناسخ ہوا۔ اور نبوت آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی جیساکہ ازلی تھی ابدی ہوگی۔ اور جب وجود مبارک محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اسم جامع اللہ کا مظہر ٹھیرا۔ تو شان میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آیت قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰهِ عَلٰی بَصِیْرَةٍ نازل ہوئی۔ یعنی کہہ اے محمد (صلعم) توحید ذاتی کا طریق جس کی عبارت صراطِ مستقیم ہے راہ حقیقی میرا اور میں محمد اور مخلوق کو اسم جامع اللہ کی طرف جس کا مظہر بھی میں ہی ہوں بصیرت کے ساتھ بلاتا ہوں۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جامعیت کی شان سے سب کے مبداء اور معاد پر اطلاع حقیقی پاکر یقین سے واقف ہیں۔ کہ عالم کے اشخاص سے ہر ایک شخص جن اسماء کے بندے و مربوب و مظہر کہلاتے ہیں انہیں اسماء الٰہیہ کے ایک ایک اسم کی ربوبیت کے تحت میں ہیں پس دعوت ان کی متفرقہ اسماؤں سے اسم اللہ کی طرف جو جامع سب اسماء کا ہے کرتے ہیں۔ کیونکہ ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (بھلا کئی معبود جُدا جُدا بہتر یا اللہ اکیلا زبردست) اور ایک اسم سے اعلےٰ اسم کی طرف بلانا ہی دعوت بر بصیرت ہے۔ ورنہ احدیت کی ہویت کا سریان تمامی اسماء کے ساتھ برابر ہے۔ جب مقام ہر ایک سالک کا اس کے حال کے لائق ہے۔ تو فرمایا کہ :-

(شعر) مقام دلکشائش جمع جمعست جمال جانفزائش شمع جمعست

(ترجمہ) مقام اسکا وسیع کیا جمع جمع ہے جمال اسکا صبیح کیا شمع جمع ہے

سالک کے پاک دل پر جو کچھ محض عنایت کے ساتھ حق تعالےٰ کی طرف سے وارد ہو۔ اور بلا کسی عمل سالک کے بواسطہ طہارت آثار نفس کے زائل ہو۔ اسکو حال کہتے ہیں۔ اور جب حال دائمی ہو کر ملکہ میں سالک کے ہو۔ یعنی اقامت سالک کی اس میں ہو۔ تو اس کو مقام کہتے ہیں۔ پھر جب حال اور مقام اہل دلوں کے خواص سے ہے۔ تو فرمایا کہ مقام دلکشا آنحضرت کا جمع جمع ہے۔ اور لفظ جمع کا اس طائفہ کی اصطلاح میں تفرقہ کے مقابل ہے اور تفرقہ یا فرق بواسطہ رویت خلق کے حق تعالےٰ سے حجاب ہے۔ یعنی جو کچھ دیکھا جائے خلق ہی کی نمود ہو۔ اسواسطے کہ تمامی وجود سے حق تعالےٰ کو غیر جانتا ہے۔ اور جمع سے مراد مشاہدہ حق ہے۔ بلا شائبہ خلق کے۔ اور جمع الجمع شہود خلق کا اس اعتبار سے کہ حق

کے ساتھ قائم ہو - یعنی حق کو جمیع موجودات میں مشاہدہ کرے - اور اس مقام کو فرق بعد الجمع اور فرق ثانی اور صحو بعد المحو بھی کہتے ہیں - اس سے اعلےٰ مقام کسی کو بھی نہیں - اور جمالِ جانفزائش تمامی صفات اور اسمار کے کمالات کی جامعیت سے عبارت ہے - شمع جمع یعنے اہلِ قلوب و ارواح و تمامی کاملوں کی محفل کے لئے روشنی ہے - فرمایا کہ :-

(شعر) شدہ او پیش و دلہا جملہ در پَے — گرفتہ دستِ جانہا دامنِ وے

(ترجمہ) چلا وہ سب دلونکو پیشوا بن — لیا ہاتھوں میں جانوں اُسکا دامن

یعنی آپ نبوت اور ولائیت کے کمال میں سب سے آگے بڑھکر کلیت کے ساتھ عالم اطلاق کو متوجہ ہیں - اور انبیار و اولیا کے دِل تابع ہوکر پیچھے آپ کے مقام حقیقت کو روانہ اور ان کے ارواح مقدسہ یعنی جانوں نے متابعت و مبایعت کے ہاتھ میں دامن آپ کا پکڑکر کثرت کی دوری کے حجابوں سے خلاصی پائی - جب انبیا و اولیا کو وراثت آپ سے ہے تو فرمایا :-

(شعر) درین راہ اولیا باز از پس و پیش — نشانے میدہند از منزل خویش

(ترجمہ) پھر اس راہ میں پس و پیش اولیا ہیں — نشاں منزل سے دیتے جہاں رسا ہیں

یعنی اس خطِ مستدیر موہوم کی راہ میں جو مبدا و معاد کے اعتبار سے ظاہر ہوا اولیا جو انبیار کی متابعت کے ساتھ مقامِ بے نشان کے واصل ہیں - پھر جیساکہ انبیا کو بواسطہ کمال مراتب کے تقدم اور تاخر واقع ہے - اولیا بھی جو اُن کے قدم پر ہیں متابعت کی جہت سے مراتب میں تفاوت رکھتے ہیں - کہ ہر ایک مقام اور حال سے جہاں سیر ان کا طریق مکاشفہ کے ساتھ پہونچا - اشارت کی زبان سے کچھ تھوڑا سا بیان فرماتے ہیں - فرمایا کہ :-

(شعر) بحدِ خویشتن گشتند واقف — سخن گفتند از معروف و عارف

(ترجمہ) حدود اپنی سے وہ ہوکر کے واقف — سخن حق سے کہا اور حال عارف

عارف اُس سالک کو کہتے ہیں جس کا سیر تقیید کے مقام سے اطلاق کے مقام میں ہو - اور معروف سے مراد مطلق ذات حق جو سب کا مبدا اور معاد ہے *

(شعر) یکے از بحرِ وحدت گفت اَنَا الحق — یکے از قرب و بُعد و سیر زورق

(ترجمہ) کہے کوئی بحرِ وحدت سے انا الحق — چلائے قرب میں کوئی سیر زورق

قطرہ کا سیر دریا کی طرف یا مقصد حقیقی میں وصول یا صفات الٰہی کے ساتھ متصف ہونے کو قرب کہتے ہیں۔ اور صفات بشریت و لذاتِ نفسانی کی قید کے تقید کو جو مبدا حقیقی سے دوری اور حقیقت حال سے بیخبری کا موجب ہے بُعد کہتے ہیں۔ اور سیر زورق سے مراد وجود انسانی کے تعین کی کشتی کا امواج کثرت کے منازل سے عبور کر کے وحدت کے مقام و گھاٹ میں پہونچنا ہے۔ اور انسان کے تعین کی تخصیص کشتی کے ساتھ اس واسطے کی جو توحید عیانی کے دریا کا سیر وجودِ انسانی کے سوا کسی دوسرے مرتبہ کو میسر نہیں۔ ورنہ حقیقت میں تعینات صوری و معنوی کا ہر ایک تعین وحدت کے دریا میں کشتی کی ہی مانند ہے +

(شعر) یکے را علم ظاہر بود حاصل — نشانے داد از خشکی بساحل

(ترجمہ) کسی کو علم ظاہر تھا جو حاصل — نشاں دیتا ہے خشکی سے بساحل

یعنی ایک جس کو علم ظاہر حاصل تھا۔ اور باوجود معنوی کمال کے قسمت ازلی کی بنا پر علم ظاہر کے احکام اُس پر غالب تھے۔ اس واسطے خشکی حال کے مقتضا پر شریعت کے کنارے کی طرف نشان دینے لگا۔ کہ سلامت کا حصول خشکی میں ہے +

(شعر) یکے گوہر برآورد و ہدف شد — یکے بگذاشت آں نزد صدف شد

(ترجمہ) دیکھا گہر کوئی ہدف جہاں ہے — کوئی گوہر چھپا صدف نہاں ہے

یعنی دریائے حقیقت کے غواصوں کی جماعت اسرار کے موتیوں کو احکام ظواہر کے سیپیوں میں سے باہر لا کر ظاہر دکھانے لگے۔ اور خلق سے طعن و ملامت کے تیروں کا نشانہ ہے۔ اور دوسری جماعت اولیاؤں کی اسرار کے موتیوں کو ویسے ہی اصداف میں چھپے ہوئے چھوڑا۔ اور جو بیان یا شرح کی شریعت اور طریقت کی صدف کا ہے۔ ذکر فرمایا۔ اور بعض نے انہیں سے مکاشفات و مشاہدات کا اظہار اس روش کے ساتھ چاہا۔ کہ ہر ایک کو اس کے معنی کی طرف رستہ نہ ملے تو ایسی عبارت و اشارت کے ساتھ مطلب کو ادا کیا۔ کہ تامل کے ساتھ مناسبت و مشابدہ پایا جاتا ہے۔ ان جملہ سے جب موجودات ممکنہ کی نسبت وجود واحد مطلق کے ساتھ جیسے جزو کی نسبت کل کے ساتھ ہے۔ تو فرمایا :۔

(شعر) یکے در جزو و کل گفت ایں سخن باز — یکے کرد از قدیم و محدث آغاز

(ترجمہ) کسی نے جزو و کل کا یہ سخن بولا — کسی حدث اور قدم سے راز کھولا

یعنی حق تعالےٰ کے اولیاء جو اس کی درگاہ کے مقرب ہیں حقیقت حال پر اطلاع پانے کے بعد اطلاق و تقییدات و ظہورات و شیونات الٰہی کے مراتب کو ہر ایک نے علیحدہ عبارت وجدا اشارت کے ساتھ تعبیر کیا - اسواسطے فرمایا :-

(شعر) یکے از زلف و خال و خط بیاں کرد شراب و شمع و شاہد را عیاں کرد

(ترجمہ) کوئی ہے زلف و خال و خط کا شاغل شراب اور شمع و شاہد کا ہے واصل

جاننا چاہیے کہ کثرت کو زلف اور خط کے ساتھ اسواسطے تشبیہ کیا کہ وحدت کے منہ کو ڈھانکنے والے ہیں - اور وحدت کے نقطہ کو خال سے نامزد کیا تا کہ کوتہ نظروں کی آنکھ سے چھپا ہوا رہے - اور عشق و ذوق و سکر کو شراب کے ساتھ - اور انوار الٰہی کے پرتو کو جو سالک کے دل میں کئی طور کے ساتھ ظہور کرتا ہے شمع کے نام اور جمال ذات مطلق کے تجلے کو ظہور کے لباس میں شاہد کے ساتھ ظاہر کیا - اور فرمایا :-

(شعر) یکے از ہستی خود گفت و پندار یکے مستغرق بت گشت و زنار

(ترجمہ) کوئی پندار و ہستی سے ہے گویا کوئی زنار و بت میں ہے ڈبویا

جن سالکوں نے طریقت کے راہ کو قدم کے ساتھ طے کیا - اور مقام حقیقت میں پہنچکر تعین سے جانا کہ منزل مراد میں وصول بلا وسیلہ نفی اثبات کے میسر نہیں - اسواسطے سالک کو پہلی تلقین میں ذکر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ فرماتے ہیں تا کلمہ لا کے ساتھ ماسوا کے نمود کو نفی کر کے کلمہ اِلَّا اللّٰہ کے ساتھ وحدتِ حقیقی کا اثبات فرمائیں - اور جب سالک راہ کو ہستی اور پندار خودی کی مانند کوئی مانع نہیں - تو اسواسطے اکثر اولیا پہلے حجاب ہستی اور پندار خودی سے سالکوں کے ساتھ تحذیر فرماتے رہے - اور بعضے اوروں نے باوجود استغراق کے محض توحید میں جسکو بت کے نام سے اشارت کیا - خدمت و اطاعت کا جنجو کمر میں جان کے باندھا - جب تجلی الٰہی بواسطہ اختلاف استعداد و قوابل کے مختلف واقع ہوا - تو ضرور ہر ایک سالک رستہ علیحدہ چلا - اور ہر ایک عارف نے منزل سے نشان اور ہی دیا - اِس واسطے فرمایا :-

(شعر) سخنہا چوں بوفق منزل افتاد در افہام خلائق مشکل افتاد

(ترجمہ) سخن جب وفق منزل پر تھے نازل تو افہام خلائق میں ہیں مشکل

جب ہر ایک اولیا میں سے بباعث خصوصیت فیض کے جس کے ساتھ مخصوص ہیں اپنے وجدان سے اس نوع کے ساتھ تعبیر فرماتے ہیں جو انکی منزل حال کے موافق ہے۔ تو اس گلشن میں ہر ایک بلبل اور ہی نغمہ سے گاتی ہے۔ اور جب مراتب کی تفاوت اشکال کا موجب تھا۔ تو بواسطہ ناواقفی کے مقام اولیا سے سمجھنا اس کا مخلوق کے افہام پر مشکل تھا پس طالب قابل جس کی طلب کا داعیہ دامنگیر اور عبارت سے حیران ہو سمجھنا اس اصطلاح کا ضروریات سے ہے۔ اسواسطے فرمایا :۔

(شعر) کسے را کاندریں معنی است حیران ضرورت باشدش دانستن آں

(ترجمہ) جسے ہو ان معانی میں تحیّر ضروری اسکو ہے ان کا تیسّر

اگرچہ علوم و معارف اس طائفہ کے وجدانیات سے ہیں۔ اور صرف اُن کی اصطلاح کا اتباع اُن کے حالات کی اطلاع کا باعث نہیں ہو سکتا۔ مگر جب معانی الفاظ میں سے ہی فائدہ بخش ہوتے۔ تو ممکن ہے کہ کبھی کسی قابلیت والے کو ان عبارات و اشارات کی دانش اُن حالات کی تحصیل کے لئے باعث ہو۔ اور کمالات سے بہرہ مند ہو کر اپنے ایجاد کا مقصود حاصل کرے۔ پس عارف کامل جو کہ منازل اور مقامات پر واقف ہوا۔ اور عین الیقین کے ساتھ دیکھا بھالا۔ کہ ہر ایک اولیا کس مقام اور کہاں سے خبر دیتے ہیں۔ تو جس طالب قابل کو حیرت واقع ہو۔ وہ عارف مناسب نہیں جانتا۔ کہ اسکو حیرت میں ہی چھوڑے۔ اور شبہات کو دفع نہ فرمائے۔ اسواسطے سبب نظم کتاب میں جو ان معانی کو بیان کرے شروع کر کے فرماتے ہیں :۔

سببِ آغازِ نظمِ کتاب فرماتے ہیں

(شعر) گذشتہ ہفت و دہ از ہفتصد سال ز ہجرت ناگہاں در ماہِ شوّال

(ترجمہ) گئے جب ستراں اور سات سو سال گذر ہجرت سے تھے تا ماہِ شوّال

(شعر) رسولے با ہزاراں لطف و احسان رسید از خدمتِ اہلِ خراساں

(ترجمہ) رسول آیا سراسر لطف و احساں جو تھا وہ خادمِ شاہِ خراساں

لفظ رسول جب مناسب مرسل کے ہو سکتا ہے۔ تو ضرور لطف و احسانِ الٰہی کا ہی د

صاحب ہوگا۔ فرمایا ہے۔

شعر۱ بزرگے کاندراں جاہست مشہور — باقسامِ ہنر چوں چشمۂ نور

شعر۲ جہان وجانِ تن را نورِ عینی — امامِ سالکاں سید حسینی

ترجمہ۱ خراساں میں ہے سید ایک مشہور — ہنر کی کان یا جوں چشمۂ نور

ترجمہ۲ جہاں اور جان وتن کو نور عینی — امامِ عارفاں سید حسینی

مراد بزرگ سے جس کا ذکر فرما رہے ہیں سیادت کے آسمان کا قطب ولایت کے دائرہ کا نقطہ یعنی امیر سید حسین جو مرید اور خلیفہ شیخ الاسلام بہاؤالدین ذکریا ملتانی کے اور وہ خلیفہ شیخ المشائخ فی العالم یعنے شہاب الملۃ والدین سہروردی کے ہیں۔ (پاک کرے اللہ اُن کے اسراروں کو)

(شعر) ہمہ اہلِ خراساں از کہ ومہ — دریں عصر از ہمہ گفتند او بہ

(ترجمہ) خراسانی جو ناقص یا کہ اچھے — کہیں نسبت میں انکے سب سے اچھے

بزرگ بالا کی بزرگی کا بیان فرماتے ہیں

(شعر) نوشتہ نامۂ درباب معنی — فرستادہ بر اربابِ معنی

(ترجمہ) لکھا خط کیا وہ بھیدوں کا خزانہ — کیا سب اہل معنی کو روانہ

مگر نکتہ چینیوں کی طرح امتحان لینے کو نہ تھا۔ بلکہ طالبوں کے شبہات رفع کرنے کے لئے لکھا:-

(شعر) در آنجا مشکلے چند از عبارت — زمشکلہائے اربابِ اشارت

(ترجمہ) کئی مشکل سوال اس میں لکھے ہیں — جو دل میں اہل معنی کے چھپے ہیں

فرماتے ہیں کہ وہ خط کئی مشکل مسائل سے جنہیں صاحب اشارت یعنی اولیا لوگ جانتے ہیں بھرا ہوا تھا۔ جب ہر ایک آنکا رسیدہ منزل اور اپنے شہود سے خاص طرح پر عبارت کرنیوالا ہے۔ تو اسواسطے فرمایا۔ کہ اس میں صرف عبارت کی وجہ سے ہی کئی مشکلات تھیں۔ کیونکہ الفاظ کے اختلاف سے معانی مختلف نہیں ہوتے۔

(شعر) بہ نظم آوردہ وپرسیدہ یک یک — جہانِ معنی اندر لفظِ اندک

(ترجمہ) نظم میں یک بیک تھے وہ سوالات — کمی لفظوں میں تھی معنی کے حالات

یہ بیان بھی بزرگ بالا کے نہایت فضل اور کمال سے ہے:-

(شعر) رسول آں نامہ را برخواند ناگاہ — فتاد احوالِ او حالے در افواہ

(ترجمہ) وہ خط کو جب لگا پڑھنے اچانک — ہوا مشہور عالم میں یکایک

(شعر) دراں مجلس عزیزاں جملہ حاضر — بریں درویش یک یک گشت ناظر

(ترجمہ) بزرگوں کی تھی مجلس واں پہ حاضر — وہ سب کے ہوئے مجھپر ہی ناظر

یعنی مجلس میں شہر تبریز کے سب بزرگ حاضر تھے - اور رسول کی حکایات مندرجہ خط کا چرچا تھا - تو سب اکابر صاحبان کی توجہ درویش کی طرف ہوئی - کیونکہ سب کو معلوم تھا کہ ان مشکلات کا حل کرنا اس کامل کے سوا نہ ہوگا۔

شعر۱ یکے کو بود مردِ کار دیدہ — زما صد بار ایں معنی شنیدہ

شعر۲ مرا گفتا جوابے گوئی در دم — کہ آنجا نفع گیرند اہلِ عالم

ترجمہ۱ انہیں سے جو کہ تھا وہ مرد دانا — معانی کا بیاں مجھ سے نہ جانا

ترجمہ۲ جواب انکا لکھو بولے کہ اکرم — جو پہونچیں نفع کو سب اہل عالم

اور کہتے ہیں کہ وہ کار آزمودہ مرد جس نے جواب لکھنے کو امر کیا - شیخ امین الدین تبریزی پیر و مرشد شیخ محمود یعنی مصنف کتاب کے تھے - یہ سخن ادب سے دور نہیں

(شعر) بدو گفتم چہ حاجت کیں مسائل — نوشتم بارہا اندر رسائل

(ترجمہ) کہا میں نے مسائل یہ لکھے ہیں — رسائل میں بیان انکے بھری ہیں

(شعر) یکے گفتا و لے بر وفقِ مسئول — زتو منظوم میداریم مامول

(ترجمہ) کوئی بولا کہ سائل کی طرح ہم۔ — فقط چاہتے ہیں اب نظمی شرح ہم

(شعر) پس از الحاحِ ایشاں کردم آغاز — جوابِ نامہ را در لفظِ ایجاز

(ترجمہ) شروع اب مدعا پر انکے ہوں میں — جوابِ مختصر خط کا لکھوں میں

(شعر) بیک لحظہ میانِ جمع بسیار | بگفتم ایں سخن بے فکر و تکرار
(ترجمہ) گھڑی پل میں ہوا مجلس میں اظہار | لکھا جب یہ سخن بے فکر و تکرار
(شعر) کنوں از لطف و احسانیکہ دارند | زما ایں خوردہ گیری درگذارند
(ترجمہ) ابھی تم لطف کا ہی کام لانا۔ | ہمیں اب نکتہ چینی سے بچانا
(شعر) ہمہ دانند کایں کس در ہمہ عمر | نکردہ ہیچ قصدِ گفتنِ شعر
ترجمہ عمر بھر میں تمہیں ہوگا یہ معلوم | کیا ہرگز نہ میں نے شعر منظوم

اگر یقین نہ ہو۔ تو ذرا سُن لیجئے۔ کہ لفظ عمر و شعر کا بیت میں مختلف کافیہ کے ساتھ لانا بواسطہ نہایت استغراق معنی کے ہے۔ جیسا کہ مولوی معنوی (پاک کرے اللہ تعالےٰ اُنکے بھید بزرگ کو) فرماتے ہیں ؎

کافیہ اندیشم و دلدارِ من۔ | گویدم مندیش جز دیدارِ من

یعنی میں کافیہ کی فکر میں اور محبوب روکنے پر کہ میرے دیدار کے سوا مت کوئی اندیشہ کر۔ پس جو ذوق سلیم والا ہے وہ اس درجہ کے صاحب کمال کی طبعِ مستقیم کے نہایت لطف کو اسی بیت سے جو فرما رہے ہیں دریافت کر لیتا ہے۔

براں طبعم اگرچہ بود قادر | ولے گفتن نبود اِلّا بنادر
اگرچہ طبع تھی شعروں پہ قادر | مگر کہنا مجھے تھا ان کا نادر
ز نثر ارچہ کتب بسیار میساخت | بہ نظم و مثنوی ہرگز نپرداخت
عبارت سے کئی دفتر لکھائے | نظم اور مثنوی ہرگز نہ لائے
عروض و کافیہ معنی نسنجد | کہ ہر ظرفے درو معنی نگنجد
معانی کو نظم کیسے بتائیں | نہ ہر برتن میں یہ معنی سمائیں
معانی ہرگز اندر حرف ناید | کہ بحرِ قلزم اندر ظرف ناید
معانی کا عبارت میں ہے لانا | بڑے دریا کا کوزہ میں چھپانا
چو ما از حرفِ خود در تنگنائیم | چرا چیزے دگر بروے فزائیم
عبارت سے ہوا جب وقت مقبوض | نظم کیسے کریں احوال معروض

یعنی جو معانی کہ طریقِ مکاشفہ سے ہمارے شہود میں ہیں الفاظ اور حروف کے ساتھ انکی تعبیر جیسی کہ چاہیئے نثر میں ہم نہیں کر سکتے۔ اور الفاظ و عبارت کے حوصلوں کی تنگی کے باعث اُن معانی کی تعبیر سے جب پہلے ہی ہم اشارت کے تنگ مقام میں ہیں تو عروض اور قافیہ جیسی اور چیز جو الفاظ و حروف کے حوصلوں کو تنگ زیادہ کرے قبض پر قبض کیسے بڑھائیں۔ اور فخر کے وہم کو دفع کرنے کے لئے ایک لفظ میں جواب فرماتے ہیں

نہ فخر است ایں سخن کز باب شکر است   بنزدِ اہلِ دل تمہید عذر است

بیانِ شکر کو مت فخر جانو   تم اے صاحبدلاں یہ عذر مانو

یعنی جو سخن کہے گئے ہیں ایک گھڑی میں خط کا جواب لکھنے اور بہت سی کتابوں کے تصنیف کرنے اور نظم کی طرف توجہ نہ کرنے سے فخر کے طریق سے نہیں بلکہ یاد کرنا نعمتوں کا بحکم وَ اَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ یعنی نعمتوں پروردگار کی پس بیان کر شکر کے باب سے ہے

مرا از شاعری خود عار نایدکہ در صد قرن چوں عطار ناید

مجھے اب شعر کہنا عار کیوں ہو   کہاں عطار جیسے پُر فنوں ہو

اگرچہ زیں نمط صد سال اسرار   بود یک شمہ از دکانِ عطار

کہوں ایسے ہی گر سو سال اسرار   ہے عطار کی دکان سے چیز بیکار

ولے ایں بر سبیلِ اتفاق است   نہ چوں دیو از فرشتہ استراق است

مگر دم اتفاقی با قدم ہے   نہ چوری بھید شیطان کو رجم ہے

اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ جو معنی کتاب میں ذکر کیا گیا۔ سب کے سب اتفاق کے طریق پر یعنی دم کو قدم کے ساتھ متفق ہونے سے ظاہر ہوئے ہیں۔ نہ کہ تقلید کے ساتھ اوروں سے اودھار لئے گئے ✦

علی الجملہ جواب نامہ در دم   بگفتم یک بیک نہ بیش نہ کم

جواب خط کو بالجملہ بیکدم   یکایک کہدیا نہ بیش نہ کم

رسول آں نامہ را استاد باعزاز   وزاں راہیکہ آمد باز شد باز

لیا تعظیم سے قاصد چلا پھر   اسی راہ سے جو آیا تھا گیا پھر

دگر بارہ عزیز کار فرمائے | مرا گفتا برآں چیزے بیفزائے
مجھے کہنے لگے مرشد بہ تکرار | تمہیں چاہیئے بڑھانے اور اشعار

ہماں معنی کہ گفتی در بیاں آر | زعین علم بر عین عیاں آر
معانی کا مفصّل اب بیان کر | علم سے عین میں سب کو عیاں کر

پس کتاب کو مطالعہ کرنے والے کے لئے یہ طریق چاہیئے کہ ہر سوال کے جواب کے پیچھے تامل تمام کیا کرے۔ تو ممکن ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق کے ساتھ اپنے مقام کو علم الیقین اور عین الیقین سے دریافت کرلے۔ فرمایا کہ :-

نمیدیدم دراوقات آں مجالے | کہ پردازم بدو از ذوق حالے
مجال اب وقت میں لاؤں کہاں سے | ہے ذوقِ حال گم شغلِ بیاں سے

کہ وصفِ او بگفت وگو محالست | کہ صاحب سیر داند کانچہ حالست

بیاں اور گفتگو ہے بہاں محالات | کہ صاحب سیر ہی جانے وہ حالات

ولے بر وفقِ قولِ قائل دیں | نکردم رد سوالِ سائلِ دیں
مگر اب قولِ قائل کے موافق | کروں یہ کام سائل کے مطابق

یعنی باوجود نہ ہونے مجال اور حُسنِ سفال کے قائل دین کے قول کی موافقت کے لئے یعنی حضرت مخبر سچے صلے اللہ علیہ وسلم جیسا کہ فرماتے ہیں وَ اَمَّا السَّائِلَ فَلَا تَنْھَرْ یعنی سوال کرنے والا پس مت ڈانٹ سائل دین کے سوال کو جیسے کہ فرمان ہوا کہ جواب سے کچھ بڑھائیں نے رو نہ کیا۔ فرمایا

پئے آں تا شود روشن تر اسرار | درآمد طوطی نطقم بگفتار
کہ تا روشن ہوں بڑھ کر سب یہ اسرار | ہے طوطی نطق لایا کسو سو اشعار

یعنی پہلے جواب سے ہی جو میں نے کہا مطلب روشن ہو گیا تھا۔ مگر زیادہ واضح کرنے کے لئے میرے نطق کی طوطی کلام کرنے لگی فرمایا :-

بعون وفضل و توفیقِ خداوند | بگفتم جملہ را در ساعتے چند
مدد سے اب خداوند دو عالم۔ | کئی گھڑیوں میں کہکر سب کئے تم

دل از حضرت چو نامِ نامہ درخواست | جواب آمد بدل کاں گلشنِ ماست
خدا سے یہ کتاب نامور ہے | کہا گلشن ہمارا ہے اگر ہے

شعر: چو حضرت کرد نام نامہ گلشن — شود زو جملہ دلہا چشم روشن

ترجمہ: ہوا جب حق سے ظاہر نام گلشن — تو ہوگی سب دلوں کی آنکھ روشن

کتاب کے مقدمات سے جب فراغت پائی تو سوال اور جواب میں فرمایا کہ کہتے ہیں

پہلا سوال تفکّر اور اُس کے جواب میں

نخست از فکر خویشم در تحیّر — چہ چیز است آنکہ گویندش تفکّر

فکر سے دل تحیّر میں پھنسا ہے — تفکّر ہیں جسے کہتے وہ کیا ہے

جواب

چرا گفتی بگو چہ بود تفکّر — کزیں معنی بماندم در تحیّر

کیوں کہتے ہو کیا ہے یہ تفکّر — رہے معنے سے جس کے حیرت اندر

تفکّر رفتن از باطل سوئے حق — بجزو اندر بدیدن کلِّ مطلق

ہے باطل سے یہ حق کو لوٹ جانا — تقیید میں کلِّ مطلق کو پانا۔

معنی بیت کا یہ ہے کہ اس طائفہ کی اصطلاح میں سالک کے لوٹ جانے کو کشفی سیر کے ساتھ تعینات کی کثرت سے جو حقیقت میں باطل ہیں وجود مطلق کی وحدت کیطرف جو حق حقیقی ہے تفکّر کہتے ہیں۔ اور یہ لوٹنا سالک کے واصل ہونے سے فنا فی اللہ کے مقام میں اور مردود نا چیز ہونے ذرات کائنات سے وحدت ذات کے نور کی شعاؤں میں سے عبارت ہے۔ جیساکہ قطرہ دریا میں۔ اور جب تعین و تشخص وحدت حقیقی کے دیدار کو روکنے والا ہے تو فرمایا۔ کہ تفکّر جو معرفت کا وسیلہ ہے ارباب اشارت کی زبان میں یوں ہے کہ راہ حقیقت کا سالک اپنے تعین اور سب تعینات کو وحدت کے دریا میں ڈوبا ہوا معلوم کرے۔ اور فنا و اصلی عدم میں رجوع کرنے کے بعد بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہوکر از روئے غیب اور شہادت کے اشیاء کو ایک حقیقت کا مظہر ہی دیکھے اور پہچانے کہ ہر جگہ علیحدہ قسم اور طور سے ظہور کیا۔ اور سب مظاہر ممکنہ میں اسی کو ظاہر دیکھے۔ اور تعینات کے ہر ایک فرد میں جو حقیقت میں ایک ایک جز کُل حقیقی کے اجزاؤں میں سے ہے حق دیکھنے والی آنکھ کے ساتھ غیریت کی مزاحمت کے سوا کل مطلق کا دیدار کرے۔ کیونکہ جو کچھ کہ مقید ہے جب تو آنکھ بصیرت کے ساتھ نظر کرکے دیکھے۔ تو مقید تعین کے ساتھ وہی مطلق ہے۔ اور حقیقت میں تعین ایک

امر اعتباری ہے جو خارج میں تحقق یعنی ثبوت نہیں رکھتا۔ کیونکہ موجود مطلق کے سوا کوئی بھی موجود حقیقی نہیں۔ اور یہ مرتبہ کاملوں کے لئے نہایت شہود کا ہے۔ اور جب اہل تحقیق و اصحاب کشف کی اصطلاح میں بیان تفکر کا شہود ہی فرمایا۔ تو اصحاب نظر و استدلال کے طریق پر بھی اشارت کر کے فرمایا:۔

حکیماں کاندریں کردند تصنیف　　چنیں گفتند اندر وقت تعریف

حکیموں سے تفکر میں ہے تصنیف　　کہیں معنی میں اسکے یوں ہی تعریف

حکیم وہ جو استدلال کے طریق سے موجودہ چیزوں کو جیسے کہ وہ ہیں بقدر بشری طاقت کے جانتا اور علم کے مقتضا پر عمل کرتا ہے۔ یعنی وہ دانا جو معنے تفکر کے بیان میں تصنیف فرمارہے ہیں۔ ایک وقت میں تعریف تفکر کی یوں کہتے ہیں:۔

کہ چوں دردل شود حاصل تصور　　نخستیں نام او باشد تذکر

کوئی پیدا جو دل میں ہو تصور　　تو پہلے نام ہے اسکا تذکر

یعنی جب دل میں جو اس طائفہ کے نزدیک نفس ناطقہ اور تفصیل معانی کا محل ہے کوئی صورت حاصل ہو۔ یعنی خطور کرے۔ تو پہلے نام اُسکا تذکر یعنے پہلے تصور کا نام تذکر ہے جب کوئی شخص استدلال کے طریق سے کسی مجہول کو معلوم کیا چاہے۔ تو پہلے مبادی یعنی ابتدا مطلوب کو حاصل کرنا چاہیئے۔ پھر مبادی معلوم کے وسیلہ سے وہ مجہول معلوم ہو۔ پس جب مبادی کا تصور کیا۔ تو اس تصور کو تذکر کہیں گے۔ کیونکہ جس چیز سے غافل تھا اب یاد میں لایا۔ اس معنی سے کہ نفس ناطقہ انسانی کو جس کی عبارت دل ہے معلومات کا اور وجہ کلی ذاتی کے ساتھ ہے۔ اور بواسطہ ڈھانکنے والے پردوں کے معلوم کو فراموش کر رہا تھا اور بباعث توجہ تمام و سوانعات سے پلٹ جانے کے وہ معلومات اب دریافت و یاد گئے گئے۔ اسواسطے کہ اس ارادہ میں اب مبادی کے ساتھ اسکو علم حاصل تھا۔ جو بباعث نہ کرنے توجہ کے فراموش تھا۔ اب فراموشی سے بھاگ کر مطلوب کے حضور کو حاصل کرنے کے لئے توجہ کر کے اسکو یاد میں لائے۔ جب صرف یادداشت مبادی کے مطلوب کو معلوم کرنے کے لئے کافی نہیں۔ تو فرمایا:۔

وزو چوں بگذری ہنگام فکرت　　بود نام وے اندر عرف عبرت

تذکر سے گذر جائے جو موصوف　　تو نام اسکا ہو عبرت سے ہی معروف

یعنی مطلوب کو معلوم کرنے کے لئے فکر کے وقت جب مبادی کے تصور سے تو گذر کر فِکر کرے کہ اگر تصور ہی مطلوب ہے۔ تو ترتیب عام و خاص کی کونسی کیفیت کے ساتھ کرنی چاہئے جو مطلوب کو پہنچانے والی ہو۔ اور اگر ترتیب کو تصدیق کیا جاتا ہے۔ تو دونو مقدمہ قیاس میں کیا کیا شرائط چاہئے ہیں تا نتیجہ حاصل ہو پس وہ تصور کہ اول مرتبہ تذکر کے نام سے موصوف تھا اب اس اعتبار سے اُن کے عُرف میں عبرت کے نام سے معروف ہے۔ اور عبرت عبور کرنے یعنے گذر جانے سے مراد ہے۔ کیونکہ مبادی کے تصور سے گذر کر ترتیب خاص کے ساتھ ملاحظہ کیا۔ پھر جب تصور مبادی کا طریق مذکور کے ساتھ مطلوب کو پہونچانے والا ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

تصوّر کاں بود بہرِ تدبّر   بنزدِ اہلِ عقل آمد تفکّر

تصوّر جو تدبّر سے ملیں گے   حکیم انکو تفکّر ہی کہینگے

یعنی جو تصور کہ تدبر کے نام سے موصوف ہو کر ترتیب مذکور کا ملاحظہ واقع ہوا۔ وہ تصور اس عنوان کے ساتھ استدلال کے صاحبوں کے نزدیک جو اشیاء کو قانونی طبقوں پر عقل سے پہچانتے ہیں تفکر کے نام سے موسوم ہے۔ اب ارباب عقل کی اصلاح پر تفکر کی تعریف سے اشارت کر کے فرماتے ہیں۔

ز ترتیبِ تصوّرہائے معلوم   شود تصدیق نامفہوم مفہوم

جبھی ترتیب امروں کی ہو معلوم   ہو نامفہوم کی تصدیق مفہوم

یعنی تعریف فکر کی ترتیب امور معلومہ کی ہے جو مجہول کیطرف تائید کرنیوالی ہے۔ اور تصورات معلومہ مطلوب کے مبادی ہیں اور ترتیب خاص سے مطلوب نامفہوم فہم میں آتا ہے۔ یعنی معلوم و مصدق ہوتا ہے۔ اور تصدیق لغوی مراد ہے نہ منطقی، اور جب تصدیق کے ساتھ مجہول کو حاصل کرنیکے وقت ترتیب تصدیقات کی بھی معلوم کرنی چاہئے۔ اور مزاوجہ یعنی ثمرہ درمیانی انکا حد اوسط میں رکھنا چاہئے تاکہ نتیجہ تصدیق کا مطلوب ہی ہو۔ فرماتے ہیں:۔

مقدّم چوں پدر تالی چو مادر   نتیجہ ہست فرزند اے برادر

تو پہلا جوں پدر پیچھے ہے مادر   نتیجہ دونوں سے بیٹا ہے بڑھکر

جہلی قضیہ ہیں مقدمہ صغرٰے یعنی چھوٹا اور مقدمہ کبرٰے یعنی بڑا جو مقدم و تالی یعنی پہلا اور

پچھلا لغوی ہیں اور بشرط دونوں متقدمہ کے جو مقدم وتالی اصطلاحی ہیں برابر ماں باپ کے ہیں - جو اوسط میں ازدواج یعنی نکاح پاتے ہیں اور دونوں سے جو نتیجہ ظاہر و پیدا ہو - وہ فرزند کے مانند ہے جب بیان تفکر کا حکما کے قانونی طبق پر کیا - تو فرماتے ہیں :-

وے لے ترتیب مذکور از چہ وچوں ۔ بود محتاجِ استعمالِ قانوں ۔

مگر ترتیب گو ہو گرچہ معراج - ہے قانونی عمل سے ہی وہ محتاج

یعنی ترتیب مذکور کی کیفیت جس کو تفکر کہتے ہیں حکیم کے طریق پر استعمالِ قانون یعنی علم منطق کی ہے پھر جب حقیقی یقین بالمشاہدہ کے جو مرتبہ عین الیقین و حق الیقین ہے - میسر نہیں ہوتا - تو فرمایا

دگر بارہ دراں چوں نیست تائید ہر آئینہ کہ باشد محض تقلید

نہیں جب اسکو نورِ حق سے تائید جہاں پہونچے وہ ہوگی محض تقلید

یعنی اُس ترتیب خاص میں اگر تائیدات الٰہی جیساکہ قابلیت روحی وصفائی باطن ہے شامل نہو - اور تجلیات الٰہی کے انواروں سے دل روشن نہ ہو - تو اس ترتیب سے تقلید محض کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا - اسواسطے فرمایا :-

رہِ دور و دراز است آں رہا کُن چو موسٰے یکزماں ترک عصا کُن

درازی راہ کو اب تو رہا کر - تو موسٰے کی طرح ترکِ عصا کر

جب حکما اور متکلمین کے اتفاق سے طریق استدلال کے ساتھ اشیا کے حقائق کا ادراک سخت مشکل ہے - کیونکہ مطلوب کے حاصل کرنے میں معلومات پوشیدہ کی طرف جو اسمیں ہیں ذہن حرکت کرنیوالا ہونا چاہیے - جو ایک معلوم سے دوسرے معلوم کی طرف عبور کرے تاکہ مطلوب اپنے کے مناسبہ معلومات کو جو مبادی ہیں دریافت کرے - اور پھر ترتیب خاص کو جو مطلوب کے ساتھ تائید کرنے والی ہو عمل میں لاوے - اور مطلوب کی طرف توجہ اور تجرید ذہن کی غفلتوں سے اور تصفیہ عقل معقولات سے ان باتوں کو وہ ترتیب لازم ہے اور جواہر و اعراض میں فرق جیساکہ لائق ہو کرنا چاہیے - ورنہ حقائق مخفی رہینگے - اسواسطے فرمایا کہ یہ راہ دور اور دراز ہے - اسکو چھوڑ دو - کیونکہ رحمتِ بے نہایت کے بعد بھی اشیا کے حقائق کا ادراک اکثر عوارض و خاصیتوں کے ساتھ ہی کیا جا سکتا ہے - تو یہ علم شکوک و شبہات سے خالی نہ ہوگا - اور عصا سے مراد اسجگہ دلیل یعنی استدلال ہے - جیساکہ مولوی معنوی کہتے ہیں

پائے استدلالیاں چوبیں بود　　　　پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

یعنے عقل کے دلائل پر چلنے والوں کے پاؤں لکڑی کے ہوتے ہیں جو سخت بیقرار منہ کے بل گرانے کو لائق ہیں۔ اور یہ مناسبت روشن ہے۔ کہ دلائل عقلیہ کے ساتھ مطلوب حقیقی کے راہ کو طے نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ عقل اس مقام میں کُند اور پاؤں شکستہ ہے۔ پھر جب وہ راہ جو مطلوب کو پہنچانے والی ہے۔ راہ عشق کی ہے۔ اور عاشق صاحب تصفیہ کے ہیں جو طریق کشف و شہود کے ساتھ راہ توحید کی چلتے ہیں تو فرمایا:۔

درآ در وادی ایمن کہ ناگاہ　　　　درختے گویدت اِنّی اَنَا اللہ

صفائی دل کے میداں سے ہو آگاہ　　　　درختوں سے سُنے اِنّی اَنَا اللہ

وادی ایمن سے مراد یہاں تصفیہ دل اور درخت سے مراد حقیقتِ انسانی ہے۔ جو تجلّے ذات وصفات ربانی کا آئینہ ہے۔ یعنی صفا کرنے دل اور روشن کرنے روح کے طریق سے انسان کامل کے وجود کی مبارک زمین میں جامعیت کے درخت سے جو حقیقت اسکی ہے ندا کی گئی۔ کہ اسے سُونے سوا اس کے نہیں کہ میں اللہ ہوں جو پروردگار جہان والوں کا ہوں۔

(شعر)　　مائی ومنی حجاب راہ بود۔　　مائی چو برفت ما نہ مائیم *

یعنے خودی کا وہم راہ کا حجاب تھا۔ جب خودی گئی تو ہم ہم نہیں ہیں۔ شیخ فرماتے ہیں کہ تصفیہ کے طریق میں اَنَا کے مقام پر بحکم غلبہ کرنے تجلّے احدیت کے اپنی حقیقت سے اس کے کانوں کے ساتھ آواز سنیگا۔ اور جب عارف منتہی بلا مزاحمت وہم کے سب چیزوں میں اکیلے مطلق کی وحدت کو مشاہدہ کرتا ہے۔ تو فرمایا کہ

محقق را کہ از وحدت شہود است　　　　نخستیں چشم بر نور وجود است

محقق جو کہ ہے وحدت کا شاہد　　　　وہ نور ذات کو پہلے ہے واجد

محقق وہ کامل ہے جو اشیاء کی حقیقت اسپر جیسے کہ لائق ہے منکشف ہوئی ہو۔ کیونکہ حق دیکھنے والی آنکھ حق کے سوا نہیں دیکھ سکتی۔ اور باطل دیکھنے والے لوگوں کی نظر میں باطل ہی ہے۔ اور وحدت سے مراد حق تعالےٰ کی یگانگی یعنے اکیلاپن ہے۔ جو کثرت کے آئینوں میں سے جلوہ دکھا رہا ہے۔ اور شہود سے مراد دیکھنا حق تعالےٰ کا حق تعالےٰ کی آنکھ کے ساتھ یعنی وہ کامل جو کثرت وہمی سے گذر کر توحید عیانی کو پہنچے۔ اور موجودات کی صورتوں میں حق کی آنکھ کے ساتھ مشاہدہ حق کا کرے۔ اسکی پہلی نظر وجود یعنی ذات واحد مطلق کے نور پر ہے

اور اس شہود یعنی دیدار کا صاحب ذو العین ہے۔ یعنی ظاہری دیدار کا صاحب جو حق کو ظاہر وخلق کو باطن دیکھتا ہے۔ اور اس کے نزدیک خلق آئینہ حق کے ہیں۔ اور حق ظاہر وخلق اس میں پوشیدہ ہے۔ جیسا کہ آئینہ صورت میں مخفی رہتا ہے۔ اور جب حق تعالےٰ وجود مطلق ہے۔ تو وہ بارہ دو لفظوں کے ساتھ اشارت فرماتے ہیں :۔

دلے کز معرفت نور و صفا دید ز ہر چیزے کہ دید اوّل خدا دید

وہ دل جو معرفت سے باصفا ہے نظر چیزوں پہ اوّل بر خدا ہے

اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ حقائق کو وجود انسانی میں پانے والا دل ہی ہے۔ جو معرفت الٰہی کے نور کے ساتھ منور ہے۔ اور انسانیت انسان کی اسی کے ساتھ ہے عارف وہ ہے جسکو حضرت الٰہی اپنی ذات و اسماء و صفات کے مرتبہ شہود تک پہونچایا ہو۔ یعنی طریق حال و مکاشفہ کے ساتھ نہ صرف علم سے اور معرفت عارف کا حال ہے۔ اور وہ دل جو اس کمال کے ساتھ متصف ہو اب چیزوں سے پہلے خدا ہی کو دیکھتا ہے جو مرتبہ ذو العین کا ہی کیونکہ اظہر اشیاء کا ہستی حق تعالےٰ کی ہے۔ جو اپنی ذات کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور پیدائی اشیاء کی اس کے ساتھ ہے۔ دیکھا نہیں تو نے کہ جب کوئی صورت دور سے دیکھی جائے۔ تو اوّل اسکی موجودیت مفہوم ہوتی ہے۔ اسواسطے محقق فرماتا ہے۔ کہ اَلْحَقُّ مَحْسُوْسٌ وَالْخَلْقُ مَعْقُوْلٌ یعنے حواس خمسہ کے ذریعہ سے جو مدرک و محسوس ہے۔ وہ حق ہے۔ مگر عقل کی تخصیص وتمیز میں وہ خلق ہے

(شعر) روئے تو ظاہر است بعالم نہاں کجاست گر او نہاں بود بجہاں خود عیاں کجاست

(ترجمہ) تیرا منہ جہان میں ظاہر ہے چھپا ہوا کہاں ہے اگر وہ نہاں ہی تو جہان میں ظاہر ہی خود کون ہے

(شعر) عالم شدہ است مظہر حسن و جمال تو اے جان بگو کہ مظہر جان جہاں کجاست

(ترجمہ) جہان تیرے حسن و جمال کا ہی مظہر ہے۔ کہہ اے جان کہ جہان کی جان کا مظہر کہاں ہے

مکاشفات جب مشارب کے اختلاف کے موافق مختلف ہیں۔ تو ایک فرماتا ہے۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ قَبْلَہٗ۔ میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ مگر اللہ ہی کو دیکھا اس کے پہلے۔ اس مرتبہ کا بیان گذر چکا ہے۔ اور دوسرا فرماتا ہے۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ بَعْدَہٗ۔ یعنے میں نے کوئی چیز نہیں دیکھی۔ مگر دیکھا ہے اللہ کو بعد اس کے۔ کیونکہ حقیقت الٰہی تعینات کے پردوں میں پوشیدہ ہے۔ اسواسطے پہلے نظر پردہ پر پڑتی ہے۔ پھر دیدار پر ۵

(شعر) یار لیست مرا ورائے پردہ حسن رخ او سزائے پردہ

(ترجمہ) میرا یار سوا پردہ کے ہے۔ مگر اس کے منہ کا روپ لائق پردہ کے ہے

(شعر) ایں پردہ مرا از تو جدا کرد این است خود اقتضائے پردہ

ترجمہ مجھے پردہ ہی نے تجھ سے جدا کیا۔ کیونکہ پردہ کی اقتضا یعنی صفت ہی یہ ہے

(شعر) نے نے کہ میان ما جدائی ہرگز نکند غطائے پردہ

(ترجمہ) نہیں نہیں بلکہ پردہ ہم دونوں میں جدائی ہرگز کر ہی نہیں سکتا۔

اور یہ مرتبہ ذو العقل یعنی صاحب عقل کا ہے جو خلق کو ظاہر اور حق کو باطن دیکھتا ہے۔ اور حق اس کے ہاں آئینہ خلق ہے۔ اور وہ صورت جو آئینہ میں ظاہر ہے۔ آئینہ اس میں پوشیدہ ہے۔ یعنی مطلق کا اختفا مقید میں اور یہ ذو العین کے برعکس ہے۔ اور تیسرا فرماتا ہے۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ فِیْہِ نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز۔ مگر دیکھا اللہ کو بیچ میں اس کے۔ کیونکہ اعیان کی صورتوں حقیقی معنے کے لئے پیالہ کی شکل میں۔ جو شراب سے تعبیر کرتی ہیں۔ پھر دوسرا کہتا ہے۔ مَا رَاَیْتُ شَیْئًا اِلَّا وَرَاَیْتُ اللّٰہَ مَعَہٗ یعنی نہیں دیکھی میں نے کوئی چیز مگر اللہ ہی کو دیکھا اس کے ساتھ یعنے مظہر و ظاہر کے اتحاد کے حکم سے عاشق و معشوق خارج میں ایک دوسرے سے جدا نہیں۔ گو عقل حکم بجدائگی ہی کیوں نہ کرے

؎ گر عاشق و معشوق ز ہم باز شناسی بینی بیقیں شاہ و گدا ہم نفسانند

(ترجمہ) اگر عاشق و معشوق کو آپس میں سے جدا پہچانتا ہی تو یقین کیساتھ دیکھ کہ وہ آپس میں ایک ہیں

اور ان دونو مرتبہ فِیْہِ وَمَعَہٗ والونکو ذو العقل والعین کہتے ہیں۔ جو حق کو خلق میں اور خلق کو حق میں دیکھتے اور ایک کے دیدار کے ساتھ دوسرے سے پردہ میں نہیں رہتے۔ بلکہ ایک ہی وجود کو ایک وجہ سے حق اور دوسری وجہ سے خلق دیکھتے ہیں۔ اور جب مطلوب کو پہنچنا تفکر کے ساتھ یعنے سوانع سے ذہن کی تجرید ہونے پر موقوف ہے تو فرمایا۔ کہ۔

بود فکر نکو را شرط تجرید پس آنگہ لمعۂ از برق تائید

تو فکر صاف کو تجرید چاہئے خدا کے فضل سے تائید چاہئے

استدلال والوں کے نزدیک ترتیب خاص ہی تفکر ہے۔ اور وہ مطلوب کی طرف توجہ کرنے اور عقلات سے ذہن کی تجرید ہونے کو لازم ہے۔ اور شہود والوں کے نزدیک سیر الی اللہ (اللہ کی طرف سیر) و سیر فی اللہ (یعنی اللہ میں سیر) و سیر باللہ (یعنی اللہ کے ساتھ سیر) تفکر ہے۔ اور وہ موانع اور غیر حق سے تجرید ظاہر و تفرید باطن پر موقوف ہے۔ اور دونو طائفہ

کے نزدیک صرف تجرید یعنے اکیلا پن کفایت نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالےٰ کی امداد کی بجلی سے ایک چاہئے۔ کیونکہ جہانتک فاعل حقیقی کی تاثیر کا کمال قوہ میں یعنی باطن میں ہے۔ تو قابل میں ظاہر نہیں ہوتا۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے سوا اس کی درگاہ کے پردوں میں راہ پانا محال ہے تو فرمایا

ہر آنکس راکہ ایزد راہ ننمود — ز استعمال منطق ہیچ نکشود

جسے حق سے نہ ہوگی رہنمائی — کہاں منطق سے ہو مشکل کشائی

اللہ تعالےٰ کی معرفت دلائل کے وسیلہ سے حاصل نہیں کی جاسکتی (نظم)

اے دوست حدیث عشق دیگر گون است — وز کیل حروف ایں سخن افزون است

اے یار عشق کی بات اور ہے اور حرفوں کے ماپ سے یہ سخن زیادہ ہے

گر دیدہ دل باز کشائی نفسے۔ — معلوم شود کہ ایں حکایت چون است

دل کی آنکھ اگر ایک دم کھولے۔ تو معلوم ہوگا۔ کہ یہ حکایت کیسے ہے

اور عشق کے مرتبہ میں جو عبدانی یعنے بندہ کی جہت کے لئے فنا کا مقام اور صفات کمال ربانی کے ساتھ اتصاف اور بقا کی منزل ہے عقل اور عاقلی کو یہاں راہ نہیں۔ اور وحدت حقیقی کا جمال شہود کی آنکھ کے سوا دیکھا نہیں جا سکتا۔ اور جب عقل کے ادراک کا نہائیت حیرت ہی ہوگی۔ تو فرمایا۔

حکیم فلسفی چون ہست حیراں — نمے بیند در اشیا غیر امکاں

ہوا جب فلسفی چیزوں میں حیراں — نہائیت نظر میں اس کے ہی امکاں

وہ لوگ جو عنائیت ازلی کے ساتھ اللہ تعالےٰ کی طرف سے خاص کئے گئے ہیں۔ امداد الٰہی نے انکو استدلال کے گڑھے سے یعنے اثر سے موثر کی دلیل پکڑنے سے (ایک طرف کرکے) موثر کے شہود کی بلندی سے اثر میں پہونچایا۔ اور حق کے دیکھنے والی آنکھ کے ساتھ دیکھا کہ اکیلے مطلق کی ذات غیبی عالم کی ہویت سے اسموں وصفتوں واثروں کے مرتبوں میں نزول کرکے جلوہ کیا۔ اور سب چیزیں حق کے وجود کے ساتھ ہی قائم ہیں **نظم**

نظم گنج پنہانست زیر ہر طلسم — پیش عارف شد مسمیٰ عین اسم

ہر پتلی کے نیچے خزانہ چھپا ہوا ہے۔ عارف کے آگے عین اسم ہی مسمیٰ ہے

دیدہ حق بیں اگر بودے ترا — او رخ از ہر ذرہ بنمودے ترا

اگر تجھے حق دیکھنے والی آنکھ ہوتی۔ تو ہر ذرہ سے وہ تجھے منہ دکھاتا

اور وہ لوگ جو اس مرتبہ کو نہیں پہونچے چیزوں سے امکان کے سوا انہیں معلوم کچھ نہیں ہوتا۔ تو ممکنات کے وجود سے واجب کے وجود پر دلیل پکڑتے ہیں۔ اسواسطے فرمایا۔

زامکاں میکند اثبات واجب ازاں حیران شدہ در ذات واجب

ہو واجب سے جب امکان فانی تحیر کے سوا کیا ہو نشانی

واجب الوجود وہ ہے جسکا وجود اسی کے ذاتی اقتضاء کے ساتھ ہو۔ اور ممکن الوجود وہ ہے جو موجودیت کی جہت سے دوسرے کا محتاج ہو۔ اور علماء کے نزدیک مؤثر کے ساتھ ممکن کے احتیاج کی علت امکان ہی ہے۔ اسواسطے فرمایا۔ کہ واجب کا اثبات امکان سے کرتا ہے۔ کیونکہ ذات پر نظر کرنے سے وجود و عدم برابر ہیں۔ اور دونوں سے ایک طرف کی ترجیح اس کے امر مغایر (یعنی امکان) کے لیئے ہے۔ جو اس کے وجود کی علت ہے۔ اور متکلم کے نزدیک ممکن کا احتیاج مؤثر کے ساتھ بباعث اس کے خروج کرنے کے عدم سے وجود کی طرف ہے۔ وہ جو حدوث ہے۔ مقصود یہ کہ استدلال کے اصحاب مطلق کہتے ہیں کہ ممکن امکان و حدوث کی جہت سے علت کا محتاج ہے۔ اور وہ علت اگر واجب ہے۔ تو ثابت ہوا مدعا۔ اور اگر ممکن ہے۔ تو محتاج ہوگا علت کے ساتھ۔ پھر وہ اگر واجب ہے تو بھی ثابت ہوا مدعا۔ اور اگر ہے تو یا ممکن پہلا ہوگا۔ یا دوسرا۔ اور وہ یا واجب کے ساتھ منتہی ہے پس وہ مقصود ہے یا تسلسل و محال اور جب واجب کی ذات اور ممکن دونوں کا اثبات کرتا ہے تو ذات واجب کی معرفت میں حیران رہتا ہے۔ کیونکہ یہ ضرور ہے کہ دلیل میں کچھ نہ کچھ مدلول سے ہو۔ اسواسطے عقلی مقدمات نتیجہ پر شامل ہیں۔ اور جب ممکن کی ذات ان کے نزدیک ہر ایک وجہ سے واجب کی ذات کے خلاف ہے۔ تو کسی چیز پر دلیل مدلول سے شامل نہیں ہوتی۔ اور جہانتک وجود میں کوئی چیز نہ ہو مقرر ہے کہ وہ چیز اوروں کے لئے نہیں پہچان سکتا۔ پس اسواسطے ہی حیران ہوتا ہے۔ اور جب استدلال کے طریق سے یقین حاصل نہیں ہو سکتا۔ تو فرمایا کہ

گہے از دور دارد سیر معکوس گہے اندر تسلسل گشتہ محبوس

کبھی دوڑا تو سیر اسکا ہے اُلٹا کبھی علت کے زنجیروں میں پلٹا

یعنی چیز کے توقف میں جہاں ٹھیرا۔ وہاں ہی رہا۔ اور تسلسل سے مراد بے نہایت علت کے سلسلہ کے ساتھ ممکن کا اُٹھانا۔ اور یہ دونوں مذکور ہو چکے۔ اور جب امور موجودہ بے نہایت کی ترتیب کے لئے تسلسل کا لازم واقع ہے تو فرمایا کہ

چو عقلش کرد در ہستی توغل　　فرو پیچید پایش در تسلسل

ہوا جب فکر سے ہستی کا عاقل　　تو پاؤں پھنس رہے اندر تسلسل

یعنی جب فلسفی کا عقل ہستی میں جو موجودہ امور خارج میں سے مراد ہے۔ دَور کے وقت میں قائل ہوا۔ کہ واجب الوجود ہے۔ اگر نہ تو اس عدالطل دور سے جو تسلسل کا دور ہے۔ ایک ہی لازم آتا ہے اور اسے استدلال سے اُسے معلوم ہوا کہ واجب الوجود چاہیئے۔ معرفتِ حقیقی جو حال کی حقیقت کا علم ہے اسے حاصل نہیں ہوا۔ کیونکہ وہ یعنی غیر کی نفی کے ساتھ میسر ہے نہ غیر کے اثبات کے ساتھ اور وہ جو چیزوں کے وسیلہ سے حق تعالٰے کو جانتا ہے حقیقت میں جاہل ہے اور جو چیزوں کو حق تعالٰے کے ساتھ جانتا ہے وہ عارف ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے پوچھا گیا کہ بِمَ عَرَفْتَ اللّٰہَ۔ آپ نے اللہ کو کس چیز کے ساتھ پہچانا۔ فرمایا کہ عَرَفْتُ اللّٰہَ بِاللّٰہِ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَاءَ بِاللّٰہِ یعنی حق کو حق کے ساتھ ہی پہچانا۔ اور چیزوں کو بھی حق کے ساتھ ہی پہچانا میں نے نظم

خویش را عریاں کُن از فضلِ فضول　　ترکِ خود کُن تا کُند رحمت نزول

فضل اور علم سے اپنے آپ کو اے نادان خالی کر آپ کو چھوڑ تاکہ رحمت تجھ پر نازل ہو۔

زیرکی ضدِ شکستہ است و نیاز　　زیرکی بگذار با کولی بساز

عاجزی اور نیاز کی ضد دانائی ہے۔ (اسلئے) دانائی کو چھوڑ اور نادانی سے موافقت کر

جب معرفت ایک چیز کی دوسری کے ساتھ یا مثلیت ذاتی اور یا مشابہت صفاتی کے باعث ہو سکتی ہے۔ تو فرمایا کہ

ظہورِ جملہ اشیا بضد است　　ولے حق را نہ ضد ست و نہ ند ست

ہے ضدوں سے ظہورِ جملہ اشیاء　　مگر ذاتِ خدا بے ضد و ہمتا

یعنی حق تعالٰے والوہیت کو مماثلت یعنے مانند و ممانعت یعنے ضد نہیں۔ بلکہ وجود میں شریک نہیں لاتا۔ اور اس کے سوا کوئی موجود ہی نہیں۔ تاکہ وہ بواسطہ ضد اور مثلیت کے اللہ تعالٰے کے ظہور کا باعث ہو۔ جب حقیقت میں دوسرا موجود ہی نہیں جو حق کے ظہور کے لئے سبب بنے۔ اور مقرر ہے کہ الاشیاء انما تتبین باضدادھا یعنے چیزیں اپنی ضدوں کو ظاہر کرتی ہیں پس ذاتی عدمیت ہماری وجود اللہ تعالٰے کے لئے آئینہ ہے۔ اور عجز و فقر ہمارا حق تعالٰے کی قدرت و غنا کا شیشہ ہے نظم

ہستی اندر نیستی بتواں نمود مالداراں بر فقیر انند جود ٭
خواجہ شکستہ بن۔ آنجا رود کہ درآنجا پائے اشکستہ بود

(ترجمہ) نہ ہونے کی حالت میں ہونا دیکھا جا سکتا ہے۔ مال والے فقیروں کے لئے بخشش ہیں۔ ٹوٹے کو باندھنے والا وہاں ہی جاتا ہے جہاں ٹوٹے پاؤں والا ہو ٭

حق تعالےٰ کی ہستی کی دلیل سوا حق کے نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ کثرت کو اس کی ہستی کی طرف کی قسم کا راہ نہیں۔ اور دلیل کو اپنے بود کی ضرورت ہے۔ جب چیز کے لئے نہ ہونا ضد اور مثل کا باعث اس کی پوشیدگی کا باعث ہے۔ تو فرمایا:۔

چو بود ذاتِ حق را ضد و ہمتا ندانم تا چگونہ داند او را ٭
نہیں ذاتِ خدا کا جبکہ ثانی تو کیسے سمجھے اسکو عدم فانی

یعنے جب حق تعالےٰ کی ذات کو مشابہت و مماثلت نہیں۔ کیونکہ جو کچھ کہ ہے سب وہی ہے تو فلسفی کا حق تعالےٰ کی ذات پر دلیل کو طلب کرنا ایسا ہے جیسا پانی کے وجود پر مچھلی راہ ڈھونڈے۔ جب واجب کی ذات کو ممکن کے ساتھ مابہ الاشتراک نہیں۔ جو اس کی معرفت کا وسیلہ ہو تو فرمایا کہ:۔

یعنے کسی امر میں کوئی شراکت ۱۲

نداند ممکن از واجب نمونہ چگونہ داندش آخر چگونہ
نہیں ممکن میں واجب کا نشان جب تو کیسے جانے اسکو بے نشاں اب

واجب الوجود کی ذاتِ مطلق اور ممکن کی ذات عدم ہے اور جاننا کسی چیز کا جہانتک جاننے والے کے نفس میں نمونہ اس چیز کا نہ ہو محال ہے۔ اور ممکن کی ہستی صرف اضافہ سے زیادہ نہیں۔ اور چیزوں کی ذات و صفات و افعال تمامی ذات و صفات و افعال الٰہی کے عکس ہیں۔ جو تعینات کے آئینوں میں جلوہ دکھا رہے ہیں۔ اور جب تو عیاں کی آنکھ کے ساتھ دیکھے تو وہ جسے تونے دلیل ٹھانا ہے عین مدلول ہے۔ اور کسی چیز کو اپنی نفس کے لئے دلیل بنا لینا جہل کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ چاہیئے کہ دلیل مدلول سے روشن و اظہر ہو

نظم

عارف آں باشد کہ از عین العیاں ہر چہ بیند حق در و بیند عیاں
حق چو جاں جملہ عالم چوں تن است ہمچو خور در کائنات ایں روشن است

(ترجمہ) عارف وہ ہے جو عیاں کی آنکھ جو کچھ دیکھے اس میں حق کو ظاہر دیکھے۔

حق جان کی مانند اور سب عالم تن کی طرح ہے۔ سورج کی مانند دونوں عالم میں وہ روشن ہے۔

اور جب چیزوں کا ظہور اللہ تعالٰی کے نور و وجود کے ساتھ ہے۔ تو فرمایا:۔

زہے ناداں کہ او خورشید تاباں | بنور شمع جوید در بیاباں
عجب ناداں جو ڈھونڈے مہر تاباں | جلا کر شمع کو اندر بیاباں

جب ممکن کا وجود واجب کے وجود و نور کا پرتو ہے۔ اور سب چیزیں حضرت واجب الوجود کے نور کے ساتھ ظاہر ہیں تو مثال اُس شخص کی جو وجود واجب کو ممکن کے ساتھ پہچانتا ہے ایسی ہے جیسے کوئی آفتاب چمک والے کو بیابان یعنی ایسی جگہ کہ پردہ حائل نہ ہو شمع کے نور کے ساتھ ڈھونڈتا ہے۔ علی الخصوص کہ شمع کا نور بھی آفتاب سے ہی حاصل ہو۔ جب انوار الٰہی کا تجلےٰ دوام پر ہے۔ اور اس کے ظہور کی نہایت شدت پوشیدگی کا باعث ہے۔ تو اس کے ساتھ اشارت کر کے فرماتے ہیں:۔

اگر خورشید بر یک حال بودے | شعاع او بیک منوال بودے
نہ ہوتا حال گر سورج کا زائل | شعاع اسکا بھی رہتا یک مقابل

یعنے جہان کے آفتاب کو اگر حرکت و انتقال اور طلوع و غروب اور زوال نہ ہوتا یعنے ایک قسم کے حال پر ہی رہتا بخلاف اس کے کہ جو حالا جہان میں واقع ہے

ندانستے کسے کیں سایۂ اوست | نبودے ہیچ فرق از مغز تا پوست
کوئی کب جانتا سایہ خدا ہے | یہ ہے پوست وہ مغز باصفا ہے

یعنی کوئی معلوم نہ کرتا کہ جہان میں یہ جو روشنائی ہے کسی اور سے فائدہ لینے والی ہے جب یہ بات ظاہر نہ ہوتی تو مغز و اصل کی تمیز یعنے آفتاب کی پوست و فرع سے یعنی جہان سے نہ ہوتی ہر ایک گمان کرتا کہ جہان اپنے ہی نور کے ساتھ روشن ہے۔ اور جب تمثیل کے لانے کا باعث یہ تھا کہ نور الٰہی کے غلبہ کا ظہور دائمی ہے۔ جو باعث حق تعالٰی کی پوشیدگی کا ہوا ہے تو فرمایا:۔

جہاں جملہ فروغ نور اوداں | حق اندر وے ز پیدائی ست پنہاں
جہاں سب نور اسکا ہی پچھانو | خدا کے نور میں پوشیدہ جانو

ذاتی حیثیت سے جہاں ظلمت اور عدم ہے۔ اور عالم میں یہ ہستی جو دکھائی دیتی ہے حق تعالیٰ کے وجود کے نور کی روشنائی ہے۔ کیونکہ حقیقت میں جیسا کہ موجود و معدوم کے درمیان واسطہ نہیں۔ وجود و عدم کے درمیان بھی واسطہ نہیں۔ اور حق وجود ہے تو عالم جو غیر ہے۔ البتہ عدم ہے۔ اور عدم لاشئے محض ہے۔ پس جیسا کہ پردہ میں رہنا خفا کا موجب ہے۔ نہایت ظہور کی بھی باعث پوشیدگی کا ہوتا۔ جب بدلنا اور انتقال کرنا آفتاب کے نور کے لئے تمیز کا باعث ہے۔ تو فرمایا:۔

چو نور حق ندارد نقل و تحویل	نیاید اندرو تغییر و تبدیل
نہیں نورِ خدا کو جب کہ تحویل	کہاں رہ پا سکے اسمیں یہ تبدیل

یعنے جب حق تعالیٰ کے وجود کا نور پے در پے تجلے شہودی کے ساتھ ممکنات کی ماہیتوں کے آئینوں میں چمک رہا ہے۔ اور فیض اس تجلے کا منقطع نہیں ہوتا۔ کیونکہ ذات کا مقتضا ذات سے جدا نہیں۔ اسواسطے نقل و تحویل یعنی حرکت و گردش کو اسکی درگاہ کے ظہور و اظہار کے پردوں کے نزدیک راہ پانے کی مجال نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نور کو تغییر و تبدیل نہیں۔ تاکہ معلوم ہو۔ جو ممکن کے وجود کا نور واجب الوجود کے آفتاب کا ہی عکس ہے۔ اس واسطے فرمایا:۔

تو پنداری جہاں خود ہست دائم	بذاتِ خویشتن پیوستہ قائم
جہاں کو جانتا اب تو ہے دائم	کہ ہے وہ ذات اپنی سے ہی قائم

اس گمان کا منشا جیسا کہ فرما رہے ہیں کہ تجلے الٰہی کے نور کا دائمی ظہور ہے۔ جو تعینات کی صورتوں میں ایک ہی روش پر ہے۔ جب حقیقت میں مطلوب ہمارا ہستی ہماری سے نزدیک زیادہ ہے۔ اور نہایت نزدیکی کے باعث دور دکھائی دیتا ہے اور اس معنی پر اطلاع طالب کی ہستی فنا ہونے کے ساتھ موقوف ہے۔ پس جسقدر دلائل زیادہ بہم پہنچائے مقصود سے دور زیادہ ہوگا۔ اسواسطے فرماتے ہیں:۔

کسے کو عقل دور اندیش دارد	بسے سرگشتگی در پیش دارد
جو ہیں عاقل بہت پہچان والے	پھریں حیران وہ چکر کھان والے

یہاں عاقلہ قوت ناظر کی مراد ہے۔ جو چیزوں کی حقائق کا ادراک استدلال کے ساتھ

کرتی ہے۔ اور دُور اندیشی کی وجہ پہلے بیان ہو چکی ہے۔ وجود واجب اور وجود ممکن کی دوگانگی کا وہم جو عقلوں کی گمراہی کا سبب ہے فرماتے ہیں:۔

زدُور اندیشیٔ عقلِ فضولی یکے شد فلسفی دیگر حلولی

دوڑا کر دُور بیں عقلِ جہولی بنا کوئی فلسفی کوئی حلولی

وہ لوگ جو وجود واجب کی علیت اور وجود ممکن کی معلولیت کے ساتھ قائل ہوئے ہیں۔ انکو فلسفی کہتے ہیں۔ اور ایک ٹولہ مثل نصاریٰ و نصیریہ و بعضے صوفیہ نادان کے جو کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ ذات وصفات کے ساتھ انسان کامل کے وجود میں حال ہوتا یعنے داخل ہوتا ہے۔ انکو حلولی کہتے ہیں۔ اور حقیقت میں ہو جب ان مذہبوں کا وجود واجب و ممکن کی غیریت کا توہم ہے۔ اور حقیقی توحید کا ادراک کشف کے سوا میسر نہیں اور مکشوفات کے ساتھ عقل کی نسبت ایسی ہے۔ جیسے معقولات کے ساتھ حواس کی نسبت ہے:۔ نظم

اے برتر از آنکہ عقل گوید بالاتر از آنکہ روح جوید

(ترجمہ) اے عقل کے کہنے سے برتر (اور) جان کی جستجو سے بلند زیادہ

اے آنکہ ورائے این وآنی کیفیتِ خویش را تو دانی

(ترجمہ) (اور) اے اس وانش کی اضافت سے باہر اپنی حقیقت کو آپ ہی دانا

اور جب وحدتِ حقیقی کے نور کے ادراک سے عقل عاجز ہے۔ تو فرمایا:۔

خرد رانیست تابِ نورِ آں روے برو از بہرِ خود چشمے دِگر جوے

خرد کو تابِ نورِ حق کہاں ہو ابھی تم آنکھ جاکر اور ڈھونڈو

استدلالی آنکھ کے ساتھ اُسے دیکھا نہیں جا سکتا۔ وہ آنکھ جو حق تعالےٰ کا ادراک کر سکے۔ آنکھ دل کی ہے جسے بصیرت کے نام سے بولتے ہیں۔ اور جہانتک ریاضت و سلوک کے کحل الجواہر یعنے موتیوں کے سُرمہ کسے یعنی نفس کی پاکی دل کی صفائی اور روح کی روشنائی سے آنکھ روشن نہ ہو۔ دوست کے جمال کا دیدار شہود کے طریق سے نہیں کر سکتی اور یہ معنی اتفاق کے ساتھ مرشد کامل حق کو دیکھنے والے کی رہبری کے سوا حاصل نہیں کیا جا سکتا اور جب وحدتِ حقیقی کے نور کے ادراک کی مانع ہر ایک طائفہ کو مرضِ خاص ہے تو اس کے ساتھ اشارت کر کے فرمایا:۔

دو چشمِ فلسفی چوں بود احول زوحدت دیدن حق شد معطّل

دو آنکھیں فلسفی کی ہیں یہ احول خدا کو ایک کب دیکھیں معطّل

احول اُسے کہتے ہیں جو ایک چیز کو دو دیکھے۔ جب فلسفی کی آنکھ نے وجود ممکن کو غیر وجود واجب کا دیکھا۔ اور ایک حقیقت کو دو تصور کیا۔ اور نہ جانا کہ اعیان ممکنہ پر جو چمک ہے وجود واجب ہی کی ہے۔ تو ضرور حق تعالےٰ کی حقیقی وحدت کو نہ دیکھ سکا۔ اور جب ظاہر و باطن میں حضرت حق کے سوا کوئی چیز نہیں۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ :۔

زنابینائی آمد رائے تشبیہ زیک چشم است ادراکات تنزیہ

ہے اندھے پن سے لایا فکر تشبیہ اکیلی آنکھ سے ہے درکِ تنزیہ

تشبیہ وہ طائفہ ہے جو حق تعالےٰ کی جسمیت کے قائل اور بواسطہ فوقیت کے مماس عرش کا یعنی ملا ہوا کہتے ہیں۔ اور بعضے محاذی یعنے روبرو کہتے ہیں برخلاف مماس کے اور حق تعالےٰ کی ذاتی تنزیہ کو نہیں پہچانتے۔ اور ان لوگوں کے فکر کا منشا اندھا پن ہے۔ اور حق تعالےٰ کی ذاتی تنزیہ صفات نقص یا صفاتِ ممکنات سے اسکی پاکی ہے۔ اور طائفہ منزہ کو یک چشم بولا زیرا کہ حق تعالےٰ کی ذات کو تنزیہ صفات کے ساتھ پہچانا۔ مگر مظاہر میں ظہور کرنے کی حیثیت سے نہ دیکھا اور نہ جانا۔ پس اکیلی تنزیہ و اکیلی تشبیہ اللہ تعالےٰ کی معرفت سے قاصر ہے۔ اور جو تنزیہ و تشبیہ کے درمیان جمع کرے۔ وہ عارف ہے۔ اور دونو آنکھ کے ساتھ دیکھنے والا۔ اور جب بحکم کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ یعنے ہر دن اسکو ایک کام ہے۔ ہر ساعت کو ظہور دوسرا ہے۔ اور تجلّے میں تکرار نہیں فرماتے ہیں۔

تناسخ زانسبب شد کفر و باطل کہ آں از تنگ چشمی گشت حاصل

تناسخ روح کا ہے کفر و باطل کہ ہے وہ آنکھ کی تنگی سے حاصل

ایک جماعت اس اعتقاد پہ ہیں کہ روح انسانی اپنے نفس کے ساتھ قائم ہے۔ اور زوال و عدم اسپر ثابت و غالب نہیں ہوسکتا۔ پس روح کو مظہر جسمانی عنصری سے جس قیاس مظہر کا ہو ضرورت ہے۔ پس جس وقت کہ وہ مظہر خراب ہو جاویے کہ اور مظہر عنصری مستوی ہو جو بلا انقطاع اس کے ساتھ متعلق ہو جائے۔ اور تناسخ سے مراد ایک بدن عنصری سے انتقال روح کا دوسرے بدن عنصری میں خواہ اعلےٰ خواہ ادنےٰ ہوسے

فرماتے ہیں کہ اسواسطے تناسخ کفر ہوا کہ تنگ چشمی کے باعث اللہ تعالےٰ کے فیض و ظہورات کے میدان کی فراخی کو نہ دیکھا۔ جب معرفت کا کمال یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے سوا موثر حقیقی نہ دیکھے اور نہ پہچانے تو فرماتے ہیں :-

کسے کو را طریقِ اعتزال است — چو اکمہ بے نصیب از ہر کمال است

وہ معتزلہ جسے رہ میں زلل ہے — وہ اندھا بے نصیب اندر ازل ہے

معتزلہ اسلامی طائفوں میں سے ہیں۔ ان کے مذہب کے اصول سے ایک بات یہ ہے کہ بندہ اپنے افعال کا خالق ہے۔ اور بیت میں فرماتے ہیں کہ جیسا کہ اندھا مادر زاد چیزوں کے دیکھنے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اور علاج پذیر نہیں۔ طائفہ معتزلہ بھی چیزوں کی حقیقتوں کو دیکھنے سے جس کے ساتھ نفس انسانی کا کمال ہے محروم ہیں۔ اور بصیرت کا اندھا مادر زاد اندھے کی طرح علاج قبول نہیں کرتا۔ اور اکثر ان کے معتقد اصول اہلِ ذوق کے اعتقاد کے مخالف ہیں۔ کیونکہ یہ طائفہ اللہ تعالےٰ کے دیدار کے مطلق منکر ہیں۔ اور سالک تزکیہ و تصفیہ سے اسی جہان میں تجلّے نورِ الٰہی کے دیدار کے مقام میں معنی کی آنکھ کے ساتھ پہونچ جاتا ہے دوسرا اہلِ کشف کے وجدان کا کمال یہ ہے کہ غیر حق کا موجود ہی نہیں۔ پس اس غیر کو خالق افعال یا سبب اثر کیسے ثابت رکھیں۔ اور جب نفس انسانی کے کمالات کی نہائیت وحدہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کی توحید کا نور غیریت کے انداز پر چیزوں کو اسکی بصیرت کی آنکھ کے آگے سے دور کردے فرماتے ہیں :-

کلامی کو ندارد ذوقِ توحید — بتاریکی درست از غیمِ تقلید

کلامی کو نہیں جب ذوق توحید — اندھیرے میں پڑا سایہ سے تقلید

کلامی وہ طائفہ جو علم کلام کے ساتھ منسوب ہیں اور کلام عقائد کی معرفت سے عبارت ہے یعنے دلائل عقلیہ جو نقل کی تائید کرنے والی ہیں مراد یہ کہ متکلم جسے توحید حقیقی عیانی کا ذوق حاصل نہ ہو۔ اور وحدت حقیقی کا نور مکاشفہ کی آنکھ کے ساتھ نہ دیکھا ہو۔ دلائل نقلی تقلید کی رو سے اختیار کئے۔ اور انکی حقیقت پر اطلاع پانے والے نہیں۔ تو بواسطہ ابر تقلید کے شکوک و شبہات کے اندھیرے میں پڑے ہیں۔ جب خیال ہر ایک طائفہ کا بیان کیا۔ تو عام طریق پر فرماتے ہیں :-

رمد دارد دو چشمِ اہلِ ظاہر — کہ از ظاہر نہ بیند جز مظاہر

دو آنکھیں اہلِ ظاہر کی ہیں قاصر — مظاہر کے سوا دیکھیں نہ ظاہر

رمد آنکھ کی مرضوں سے ایک مرض ہے - جو آنکھ چیزوں کے دیکھنے سے جیسے کہ کہ چاہئے - ناقص ہے - فرماتے ہیں کہ ظاہر اور باطن کی دونوں آنکھیں اہل ظاہر کی یعنے وہ جماعت جنپر اسم الظاہر کی مظہریت کے حکم سے ظاہر کے احکام غالب ہیں - اور ظاہرہ علموں کی حد سے جو باطنہ علوم کا قشلہ ہے گذر نہیں سکتے - اور علوم کے مغز کو نہیں پہونچے - غیبی بھیدوں کا ادراک نہیں کر سکتے - کیونکہ ممکنہ مظاہر سے صرف یہ مظاہر ہی دیکھتے ہیں - اور حق تعالےٰ کو اسم الظاہر کے تجلّے کے ساتھ ان مظاہر میں ظاہر نہیں دیکھتے - اور جب ہر ایک طائفہ کی معرفت انکی قابلیت کے اندازہ پر ہے - تو فرماتے ہیں :-

ازو ہر چہ بگفتند از کم و بیش — نشانے دادہ انداز دیدۂ خویش

غرض جو کچھ کہا حق سے کم و بیش — نشاں سب نے دیا ہے دانش خویش

یعنی مختلفہ اعتقادوں والے طائفوں نے جو کچھ حق تعالےٰ کی نسبت کم و بیش کہا جیسا کہ بعضونکی دانش زیادہ تھی اپنے دیکھنے سے ہی نشان دیا - اور جو کچھ دیکھا وہ انکی قابلیت کے موافق ہے - کیونکہ بندہ پر حق تعالےٰ کی تجلّے بندہ کی قابلیت کے اندازہ پر ہے - اور فرق جو ہے قابلیت کی صفت ہی میں ہے - ورنہ ظہور حق تعالےٰ کا سب پر ایک جیسا ہے - اور مشاہدہ کے اختلاف کے باعث ہر ایک دوسرے معتقدوں کے خدا کا منکر ہے - حالانکہ خدا سب کا ایک ہی ہے - وَ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ - یعنے تمہارا خدا اکیلا خدا ہے ، عارف وہ ہے جو سب صورتوں میں دیدار حق تعالےٰ کا کرے - اور کسی تعین میں اُسے مقید نہ کرے - جب ہر ایک کی نظر ظہور کے مرتبوں میں سے ایک مرتبہ پر ہی پڑی - اور حقیقت سے خبر نہ پائی - تو فرماتے ہیں :-

منزّہ ذاتش از چند و چہ و چوں — تعالیٰ شانہٗ عمّا یقولون ؁

کہاں وہ ذات پاک اور یہ خیالات — مناسب ہیں نہ اسکے یہ مقالات

یعنے ذات حق تعالیٰ کی کم و کیف و چون و چرا سے پاک ہے اسکو کسی چیز کے ساتھ نسبت یا کسی چیز کو اُس کے ساتھ نسبت نہیں - کیونکہ اُس کی درگاہ میں کوئی چیز نہیں ہیں اُسکی ذات کامل متفرقہ طائفوں کے اعتقادی دعقلی دلیلوں سے پاک و بالا ہے - اور اگر اللہ تعالےٰ کی توفیق رہبر ہو - اور اس کے ظہورات کئی مرتبوں میں تجھے مشاہدہ ہوں - تو یقین

سے جان لے کہ مختلف طائفوں میں سے ہر ایک طائفہ اللہ تعالےٰ کی معرفت میں جو کچھ کہہ رہا ہے۔ سب کے لئے جہت راستی کی ہے۔ اور ہر ایک کی نظر ایک مرتبہ پر ہی پڑی ہے۔ اور جب منحصر رکھا۔ تو منع لازم ہوا۔ جب پہلے میں مطلق فکر ہی سے سوال تھا۔ اور دوسرے مرتبہ جو فکر کہ طریقت کی راہ پر چلنے والوں کی شرط ہے اس سے فائدہ طلب کیا۔ تو فرماتے ہیں۔ کہ:۔

دوسرا سوال تفکر کی تفصیل میں۔

کُدامین فکر مارا شرط راہ ہست　　چرا گہ طاعت و گاہی گناہ ہست

تفکر کونسا اب شرط راہ ہے　　کبھی طاعت کبھی کیوں وہ گناہ ہے

سائل پوچھتا ہے کہ کونسا فکر طریقت کے راہ کی شرط ہے۔ اور سبب کیا ہے کہ کبھی فکر عبادت اور اس کے ساتھ مامور ہیں۔ اور کبھی وہ گناہ ہے۔ اور اس سے نہی کر دیا یہاں پر جب سوال میں دونوں قسم کے فکر سے اشارت کیا۔ تو شیخ فرماتے ہیں:۔

جواب

در اسماء فکر کردن شرط راہ است　　ولے در ذات حق محض گناہ ہست

فکر اسماء میں کرنا شرط راہ ہے　　فقط ذات خدا میں وہ گناہ ہے

مراد اسماء سے صفات و افعال اللہ تعالےٰ کے ہیں جو ظاہری باطنی سب نعمتوں کے منشاء یعنی فیض بخشنے والے ہیں۔ اور اس نعمت میں فکر کرنا راہ کی شرط ہے **نظم**

شکر نعمت واجب آمد در خرد　　ورنہ بکشاید در خشم ابد

(ترجمہ) عقل کی حالت میں نعمت کا شکر واجب آیا۔ اگر نہ تو دائمی غضب کا دروازہ کھلیگا۔

شکر نعمت نعمتت افزوں کند　　صد ہزاراں گل زخارے برکند

(ترجمہ) نعمت کا شکر نعمت کو بڑھاتا ہے۔ ایک خار سے لاکھوں پھول پیدا ہوتے ہیں۔

نعمت آید پیش تو علت شود　　طعمہ در بیمار کے قوت شود

(ترجمہ) تجھے نعمت ملتی ہے تو وہ بیماری ہو جاتی ہے۔ بیمار میں طعام کہاں قوت بنتا ہے۔

کیونکہ فکر سالک کو غفلت کے مرتبہ سے انتباہ یعنے ہوشیاری کے مقام میں کھینچتا ہے اور حق تعالےٰ کی ذات میں فکر محض گناہ ہے۔ کیونکہ ذات متعالیہ کا شمول اس سے اعلےٰ ہے کہ غبار اس کا پایا جا سکے۔ تاکہ اسکی معرفت کا وسیلہ ہو۔ اسواسطے فرماتے ہیں کہ:۔

بود در ذاتِ حق اندیشہ باطل　　محالِ محض داں تحصیلِ حاصل

خُدا کی ذات میں ہے فکر باطل　　کہو کیسے کریں حاصل کو حاصل

جب ذات حق تعالےٰ کی مطلق ہستی سے ہی عبارت ہے۔ اور دلیل کو ہستی سے ضرورت ہے۔ پس جو چیز ذہن یا خارج میں اس کے لئے تصور کریں اور حق تعالےٰ کی معرفت کا وسیلہ بنائیں۔ وہ ذات تعالےٰ شانہ پہلے اس چیز سے حاضر ہے۔ پس حاصل کی تحصیل یعنی حاصل کا حاصل کرنا ہوگا۔ اور یہ باطل و محال ہے۔ جب اس تبارک و تعالےٰ کی ہستی سب ہستیوں سے بے اثر ہے بلکہ اپنے وجود کے ساتھ پیدا ہے۔ اور پیدائش سب ہستیوں کی اس کے ساتھ ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

چو آیات است روشن گشتہ از ذات　　نگردد ذاتِ او روشن ز آیات

خُدا کی ذات سے روشن ہیں آیات　　تو ان آیات سے روشن ہو کب ذات

کیونکہ نور کی مصدر اس کے عکس سے روشن زیادہ ہے۔ اور جب حقیقت میں نظر کی جاوے۔ تو موجودات کے ذرات کا ہر ایک ذرہ اللہ تعالےٰ کی آیتوں سے ایک ایک آیت یعنی نشانی ہے جو حضرتِ حق کے وجود پر دلالت کرتی ہے۔ اور تمامی اس کے تجلّے کے نُور کے ساتھ روشن ہوئیں۔ اور اس کے ساتھ دیکھی گئیں۔ جب ذاتی تجلّے ہی ہے۔ جو حیثیت اسموں اور صفتوں سے چیزوں کے ظہور کا سبب ہوا۔ تو فرمایا۔ کہ

ہمہ عالم بنورِ اوست پیدا　　کجا او گردد از عالم ہویدا

جہاں سب نور اسکے سے ہے پیدا　　کہاں ہوگا وہ عالم سے ہویدا

دِکھائی ذرہ کی اگرچہ آفتابی نور کے ساتھ ہے۔ مگر ذرہ چکر کھانے والے کو وہ مرتبہ کہاں ہے کہ آفتاب کے ظہور کا آلہ اور وسیلہ ہو۔ اور جب ذاتی نور کی تجلّے تعینات کی محویت کا باعث ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ :۔

نگنجد نورِ ذات اندر مظاہر　　کہ سبحات جلالش ہست قاہر

سمائے کب وہ ذات اندر مظاہر　　جلالیت کے نوروں سے ہی قاہر

جاننا چاہیئے کہ جیسا کہ اسمائی و صفاتی تجلّے حق تعالےٰ کی تعینات کے ظہور کا

سبب ہے نور تجلّے ذاتی اللہ تعالےٰ کا تعینات کے رفع ہونے کا موجب ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حق کی معرفت کا وسیلہ علم وعقل نہیں ہو سکتا۔ جو ذاتی نور مظاہر میں سمائی نہیں رکھتا۔ زیرا کہ ذاتی تجلّے جس کا ظہور اطلاق کی صفت کے ساتھ ہے۔ اس امر کا مستقاضی ہے کہ تعینات کی کثرت جو وحدت اطلاقی کے منہ پر پردہ ہے۔ فانی ہو کر اٹھ کھڑی ہو۔ کیونکہ اس کے جلال کے سبحات یعنے حق تعالےٰ کی عظمت وکبریائی کے انوار قاہر یعنے فنا کرنے والے ہیں۔ کہ نہ عقل رہتا ہے۔ اور نہ استدلال والے کا اثر پایا جا سکتا ہے نہ دلیل کا۔ اسواسطے فرماتے ہیں کہ۔

رہا کن عقل را باحق ہمی باش ۔۔۔ کہ تابِ خور ندارد چشمِ خفاش

خدا کے ساتھ چل اور عقل کو چھوڑ ۔۔۔ کہ سورج آنکھ شپرہ کو رہا چھوڑ

یعنی جب حق تعالےٰ کی معرفت دلائل کے ساتھ حاصل نہیں ہو سکتی۔ تو وسیلہ ڈھونڈنے والی عقل کو چھوڑ۔ اور مرشد کامل کے ارشاد پر حق تعالےٰ کی یاد میں ہمیشہ رہو اور ایک دم بھی غافل نہ ہو۔ تاکہ بھید۔ کے تخلیہ کے واسطے سے دل کا شیشہ کثرت کے زنگ سے مصفا ہو کر اللہ تعالےٰ کے تجلّے کا آئینہ بنجاوے۔ کیونکہ جیسا کہ شپرہ کی آنکھ آفتاب کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ عقل کی آنکھ بھی وحدت حقیقی کا ادراک نہیں کر سکتی۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی ہدایت کے نور کے سوا جمال ذوالجلال کا دیکھنا میسر نہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ:۔

دراں موضع کہ نور حق دلیل است ۔۔۔ چہ جائے گفتگوے جبرئیل است

جہاں نور خدا رہ کا نشاں ہو ۔۔۔ سمائی واں فرشتہ کی کہاں ہو

جبرائیل جو صورت متمثلہ عقل کی اور علم کا مظہر ہے فنا کے مقام میں راہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ فنا فی اللہ کے مرتبہ میں علم وعقل وتمامی صفات محو ہو جاتے ہیں۔ پس بلا شک وشبہ جس مقام میں اللہ تعالےٰ کا نور ہی رہبر ہو۔ جبرائیل کو وہاں پر راہ نہ ہو گی۔ جب انسان کامل کے مرتبہ کا کمال اس بالائی پر ہے کہ علوی وسفلی موجودات کے افراد سے کسی فرد کو اس کے ساتھ دسترس نہیں تو فرماتے ہیں:۔

فرشتہ گرچہ دارد قرب درگاہ ۔۔۔ نگنجد در مقامِ لی مع اللہ

فرشتہ ہے مقرب گرچہ درگاہ۔ سمائے کب وہ اندر لی مع اللہ

جب قرب واسطوں کے رفع کرنے یا انکی کمی درمیان شئے اور اس کے موجود کرنے والے کے سے عبارت ہے۔ تو اس ترتیب کی بنا پر فرشتوں کی موجودات جو عقول ونفوس وارواح وقوے ہیں۔ ہر آئینہ درگاہ کا قرب رکھ سکتے ہیں۔ مگر فراخی اور تجرد کی جہت سے انسان کامل کے مرتبہ خاص میں جو فنا فی اللہ ہے راہ نہیں رکھتے۔ اس معنے مذکور کی بنا پر ملائکہ کو اگرچہ شرافت ہے لیکن جو کمال کہ اسمار الٰہیہ وحقائق کونیہ کے جمع کی جمعیت کے حصول سے ہے۔ انسان کامل ہی کو ہے۔ جب ذات کا نور اسموں وصفتوں کے اختفار کو تقاضا کرنیوالا ہے۔ اور اسما، وصفات کا استتار یعنے پردہ میں چھپنا ظاہر کے انعدام کا موجب ہوتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

چو نُورِ او ملک را پر بسوزد خرد را جملہ پا و سر بسوزد

جلینگے پر فرشتہ کے جہاں پر خرد کے سب جلیں واں پاؤں اور سر

یعنے جب تجلے ذاتی کا نور مظاہر کے لئے مطلق انطماس کا مقتضی یعنی مظاہر کے عین و اثر کی نفی کو تقاضا کرنیوالا ہے۔ تو ضرور فرشتہ کے پر وبال کو جلاتا۔ اور عقل کو جو وسیلہ ادراک وشعور کا ہے محو کرتا ہے۔ جب عقل نور الانوار کی چمک میں اندھا ہو جاتا ہے۔ تو فرمایا

بود نُورِ خدا در ذاتِ انور بسانِ چشمِ سر در چشمۂ خور

ہے نُورِ عقل اندر ذاتِ انور مقابل دن کے ہو جوں دیدۂ سر

یعنی جیساکہ آفتاب کی شعاع آنکھیں پھوڑ کر تاریک کرتی ہے تجلے ذاتی کا نور عقل کی آنکھ سیلہ کرتا ہے ؛

چو مبصر با بصر نزدیک گردد بصر ز ادراک او تاریک گردد

ہو مرئی جبکہ ان آنکھونکی نزدیک تو آنکھ ادراک سے ہو اسکے تاریک

یعنی جیساکہ مرئی کا نہایت قرب بہ نسبت ظاہری آنکھ کے تاریکی آنکھ اور دیکھنے والے کے عدم ادراک کا سبب ہوتا ہے۔ باطنی آنکھ کی نسبت بھی یہی حکم رکھتا ہے اور جن لوگوں نے ان احوال سے نصیب نہیں لیا۔ صرف تقلید کے ساتھ اس حال کی حقیقت کو نہیں پہونچیں گے۔ اور جب حقیقت کے ساتھ تجھے نظر ہو۔ تو عقل کے ادراک کا عدم

بھی نزدیکی کے نہائیت سے ہے نہ بواسطہ دوری کے کیونکہ جن چیزوں نے ہستی کا رنگ وبوئے لیا ہے۔ سبھی قرب کے کمال میں ہیں۔ اور ان کے حال پر دوری راہ نہیں پاتی جب نزدیکی کے نہائیت سے آنکھ میں تاریکی آتی ہے۔ اور ادراک نہیں کر سکتی۔ تو فرماتے ہیں :۔

سیاہی گر بہ بینی نورِ ذات ست — بتاریکی دروں آبِ حیات ست

سیاہی کو کہیں جب نور ذاتی — ہے تاریکی میں وہ آبِ حیاتی

سیاہی اور تاریکی ایک معنے سے ہے۔ یعنی وہ سیاہی جو اہل کشف وشہود کے مشاہدوں کے مراتب میں سالک کی معرفت کی آنکھ میں آتی ہے مطلق ذات کا نور ہے۔ جو نہائیت نزدیکی سے اُس کی چشمِ بصیرت میں تاریکی پیدا ہوئی۔ اور اسی تاریکی کے درمیان میں ذاتی نُور جو فنا کا تقتضی ہے بقا باللہ کا آبِ حیات جو سرمدی بقا کا موجب ہے پوشیدہ ہے

نظم

ہر کو نہ بدیں مقام جا کرد — دعوئے قلندری خطا کرد

(ترجمہ) جسے اس مقام میں جگہ نہیں ملی۔ قلندری کا دعوے غلط کیا ؎

ایں فقرِ حقیقی است الحق — آنجاست سوادِ وجہِ مطلق

(ترجمہ) بیشک یہ فقرِ حقیقی ہے۔ جہاں وجہِ مطلق کی سیاہی ہے

شمشیرِ فنا دریں نیام ست — آں نورِ سیاہ دریں مقام ست

(ترجمہ) فنا کی تلوار اسی نیام میں ہے۔ وہ سیاہ نُور اسی مقام میں ہے

طاؤس تو پر بریزد اینجا — سرچشمۂ کُفر خیزد اینجا

(ترجمہ) تیرے طاؤس کے پر یہاں جھڑینگے۔ کُفر کا سرچشمہ یہاں اُٹھیگا

جاننا چاہیئے۔ کہ مراد اس فنا سے جو اولیاء کو حاصل ہوتی ہے۔ نہ وہ علم ہے۔ جو عارفوں کی جماعت کو جو اہلِ شہود ہیں حاصل ہے۔ اُن کی عین وصف کے باقی ہونے کی حالت میں ہو سکتا ہے۔ کہ سیاہی سے مراد تعینات کی کثرت ہی ہو۔ جو اپنی ذات کے اعتبار سے تاریکی ہیں۔ اور کثرات کے وجود کو ذاتی تجلّی حق تعالیٰ کی ہی فنا کرتی ہے۔ جو اسمِ نور کے ساتھ سب چیزوں کی صُورتوں میں ظاہر ہوا۔ اور آپ کو عالم کے رنگ سے اپنے لئے دکھایا۔ اور اس ظلماتِ کثرت کے اندر اکیلے مطلق کا وجود ہی آبِ حیات پوشیدہ ہے جس کے ساتھ زندگی وہستی سب چیزوں کی ہے۔ جب سمجھنے والے کی فناء

حدیث - موتوا قبل ان تموتوا

کے مقام میں جس کے ادراک کی پوشیدگیوں میں شعور راہ نہیں پاسکتا۔ اور اتحاد معنوی وقرب کی نہایت کے باعث آنکھ ظاہری کا نور و مبصر و بصیرت یعنی باطنی آنکھ والا بمعہ آنکھ کے تینوں فنا ہو جاتے ہیں۔ تو فرمایا

سیاہ جز قابض نور بصر نیست　　نظر بگذار کیں جائے نظر نیست

ہے نور چشم کو قابض سیاہی　　نظر یاں چھوڑ حضرت ہیں الٰہی

یعنی نور سیاہ کہ بباعث زیادتی قرب کے سیاہ ہے۔ آنکھ کے نور کو قبض کرتا ہے۔ اور بصیرت یعنی معرفت اس حال میں بے سمجھ ہو جاتی ہے۔ اور نور محض یا ظلمت محض دیکھے نہیں جاتے۔ اور وہ جو دیکھا جاتا ہے۔ نور ملا ہوا ظلمت کے ساتھ ہے۔ جو ضیاء کے نام سے مسمی ہے۔ اور جس مرتبہ میں کہ ذات حق تعالیٰ کی اپنے کمال نور کے ساتھ ہے۔ اور تمامی وجوہ سے فراخی تجلی کرتی ہے۔ کثرات بے نہایت اپنی ظلمت ذاتی میں جو عدم ہے عود کرتے ہیں۔ اور نظر جب امر نسبتی وجدا کرنے والا یعنے ناظر و منظور دونوں کو طلب کرتا ہے۔ اور یہ مقام نظر کا نہیں۔ کیونکہ مرتبہ فنا کا دوگانگی کے رفع ہونے کا اور وحدت حقیقی کے اطلاق کے کمال کا ظہور ہے۔ اور جب علم اور تمامی صفات تابع وجود کے ہیں۔ جب متبوع نہ ہو۔ تو تابع بھی نہیں ہوگا۔ فرماتے ہیں:۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک　　کہ ادراک است عجز از درک ادراک

تجھے نسبت ہے کیا باحضرت پاک　　کہ سب درکوں سی عجز آیا ہے ادراک

یعنی ممکن کہ خاک پست و نیست ہے۔ عالم پاک کے ساتھ اُسے کوئی مناسبت نہیں یعنی ہستی مطلق منزہ جو آلائش کثرت سے پاک ہے اس کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا تا کہ حق تعالےٰ کی ذات کا ادراک اور وجود واجب کے جمال کا دیدار کامل حاصل کرے اس واسطے کہتے ہیں اَلْعِجْزُ عَنْ دَرْكِ الْاِدْرَاكِ اِدْرَاكٌ۔ کیونکہ نہایت میں ممکن کے ادراک کا کمال وہ ہے کہ اپنی اصلی عدمیت کیطرف لوٹ جائے۔ اور بیقین سی جانے کہ نہایت علم و ادراک کا عدم ادراک ہے۔ کیونکہ مُدرَک حقیقی بے نہایت مرتبہ پر ہے اور جب ممکن امر اعتباری ہے کہ وجود و عدم کے ادراک سے عقل جس کی ترکیب کرتا ہے اور واقعہ میں غیر وجود کا عدم محض ہے۔ اور درمیان دو ضدوں کے ترکیب محال ہے پس ممکن اسکانیت کی وجہ سے ہمیشہ فانی و ظلمت ہے۔ اسواسطے فرماتے ہیں:۔

سیاہ روئی ز ممکن در دو عالم جُدا ہر گز نشد واللہ اعلم

عدم ممکن سے اندر دونو عالم جُدا ہر گز نہیں واللہ اعلم

سیاہ روئی یعنی نیستی کی ظلمت صورت و معنے اور ظاہر و باطن کے دونوں عالم میں ممکن سے ہر گز جُدا نہیں ہوتی۔ اور ایسا نہیں کہ ہست تھا۔ اور نیست ہوا۔ کیونکہ جو نیست ہے وہ ہست نہیں ہوتا۔ اور جو ہست ہے۔ وہ نیست نہیں ہوتا۔ اور فناء و بقا دو امر اعتباری ہیں جو جداگانہ و متواقعہ تعینات کے تجدّد یعنے نو پیدا ہونے سے دیکھے جاتے ہیں۔ اور ممکن کی نیستی کی وجہ ہمیشہ فانی ہے۔ اور اس کی ہستی کی وجہ ہمیشہ باقی۔ پس وجہ امکانی کی نیستی ممکن سے ہر گز جدا نہیں۔ کیونکہ انفکاک چیز کا اپنے نفس سے محال ہے۔ اور ہستی ممکن کی اُس کی صورت میں واجب کا ظہور ہے۔ اور وہ وجہ باقی ہے۔ چنانچہ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللهِ بَاقٍ یعنی جو تم پاس ہے نبڑ جائیگا۔ اور جو اللہ کے پاس ہے باقی رہتا ہے۔ اور جب توحید کے ظہور کا کمال مظاہر کثرت کی فنا میں ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ :-

سواد الوجہ فی الدارین درویش سواد اعظم آمد بے کم و بیش

دو عالم میں سیاہی فقر درویش بڑا دفتر ہے اعظم بے کم و بیش

صوفیہ کی اصطلاح میں فقر سے مراد فنا فی اللہ ہے۔ اور الفقر سواد الوجہ فی الدارین (یعنی فقر دونوں عالم میں سیاہ روئی ہے) اُس معنے سے عبارت ہے۔ کہ سالک اس حیثیت کے ساتھ فانی فی اللہ ہو۔ کہ ظاہر و باطن اور دُنیا و آخرت میں اس کے لئے وجود نہ رہے۔ اور یہ سواد الوجہ سواد اعظم یعنے بڑا دفتر ہے۔ کیونکہ سواد اعظم وہ ہوتا ہے کہ جو کچھ چاہیں اس میں موجود ہو۔ اور جو کچھ تمامی موجودات میں مفصّل ہے اس مرتبہ میں اجمال کے طریق کے ساتھ كالشجرة فی النواة یعنے جیساکہ درخت مع شاخ و پتّوں کے ایک گٹھلی میں ہے۔ اور بلا کمی بیشی کے بیان واقعہ ہے۔ اور کوئی مرتبہ اس سے اعلےٰ نہیں۔ اور سالک جبتک نیستی تمام کے ساتھ یعنے فنائے مطلق سے درست نہ ہولے۔ بقا باللہ کی ہستی مطلق کے ساتھ متحقق نہیں ہو سکتا۔ پس سواد الوجہ یعنے سیاہ روئی جو بالکلیہ فنا ہے۔ سوادِ اعظم یعنے بقاء باللہ ہوگی نظم

تا در طریقِ عشقِ تو من جان فشاں شدم　　بیجاں شدم و لیک جہان در جہاں شدم

(ترجمہ) تیرے عشق کی راہ میں جب سے میں نے جان دی بیجان تو ہوا مگر کئی جہانوں کی طرح ہو گیا

ز آندم کہ باختم دل و جاں در قمارِ عشق　　از ہر چہ عقل فرض کند پیش ازآں شدم

(ترجمہ) جسوقت سے میں نے عشق کی شطرنج میں دل و جان کی بازی کھیلی جو کچھ کہ عقل سمجھی میرا قدم اُس سے آگے تھا

تا در فنائے ہستی خود نیست آمدم　　در عالمِ بقا بخدا جاوداں شدم

(ترجمہ) جب سے اپنی ہستی کی فنا میں نابود ہوا۔ بقا کے جہان میں خدا کے ساتھ ہمیشہ رہنے والا ہوا

مگر ہر شخص کا فہم ان معانی کو ادراک نہیں کر سکتا۔ اسواسطے فرماتے ہیں:۔

چہ میگویم کہ ہست ایں نکتہ باریک　　شبِ روشن میانِ روزِ تاریک

کہوں کیا جبکہ ہے یہ نکتہ باریک　　چمکتی رات اندر روز تاریک

یہ نکتہ نہائت نازکی میں ہے کہ روز سیاہ کے درمیان میں رات روشن ہو اور اس حمل میں رات روشن سے مراد نور سیاہ کے ساتھ ہے۔ جو نور ذاتی ہے۔ اور تجلئے ذاتی فنا کا مقتضی ہے۔ اور رات کے ساتھ تشبیہ بواسطہ سیاہی و عدم ادراک کے کی۔ اور روشن اسواسطے کہا کہ اس تجلّے کے ساتھ وہ حقیقت کثرت کے حجابوں سے باہر آتی ہے۔ اور میانِ روز تاریک یعنی معنوی انوار و ں کے رنگ میں جو بصیرت کی آنکھ میں سالکوں کے مشہود ہیں۔ اور اسمائی و صفاتی و افعالی تجلیات جو دن کی طرح ہیں روشن و ظاہر ہیں۔ کیونکہ اُن کے باطن پر ادراک پہونچ سکتا ہے مگر روز سیاہ ہیں۔ کیونکہ سب کے سب ذات کے لئے حجاب ہیں۔ **نظم**

خواہی کہ نماند بجہاں مومن و کافر　　لطفے بنما پردہ برانداز ز رخسار

(ترجمہ) اگر چاہتا ہے کہ مومن و کافر جہان میں نہ رہیں مہربانی کر کے منہ سے پردہ اُٹھا

حقا کہ اگر پردہ ز روئے تو برافتد　　واز غیر تو نہ عین تواں یافت نہ آثار

(ترجمہ) قسم تیری اگر تیرے منہ سے پردہ اُٹھ جائے تو تیرے سوا نہ کوئی عین دیکھا جائے نہ اثر

اور ممکن ہے کہ رات روشن سے مراد ذات احدیت ہو جسے بے تعینی کی رو سے رات کے ساتھ تشبیہ کیا۔ کیونکہ جیسا رات میں کسی چیز کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ اس مرتبہ ذات میں بھی جب مظاہر کو فنا ہے شعور نہیں رہتا۔ اور روشن اسواسطے ہے کہ اپنے وجود کے ساتھ پیدا ہے۔ اور میانِ روز تاریک یعنی یہ امکانی تعینات کہ روز کی طرح نمائش رکھتے ہیں۔ اور تاریک ہیں۔ کہ اپنی ذاتوں کی حد میں عدم ہیں۔ اور جب تجلیات کا اظہار موجبِ انکا کا ہوتا ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

دریں مشہد کہ انوارِ تجلے ست	سخن دارم ولے ناگفتن اولے ست
ہیں دل میں بسکہ انوار تجلے	بیان کر نیسے چھپکر ہیں وہ اولے

مشہد سے مراد شہود کا محل ہے۔اور تجلی وہ جو غیبی انواروں سے دلوں میں کشف ہوتے ہیں۔اور جب سالک کا دل صاف ہوجاوے۔تو اللہ تعالےٰ کے انوار سب رنگوں کے ساتھ متمثل ہوکر اسکیں دکھائی دیتے ہیں۔کیونکہ حق تعالےٰ کی مثل نہیں۔مگر مثال ہے اور وادی ایمن کے درخت سے جو موسےٰ علیہ السلام پر تجلی ہوا۔وہ اسی قبیل سے ہے۔اور اس کتاب گلشن میں جس جگہ لفظ تجلے کا واقع ہے۔اکثر اسی معنی کے ساتھ ہے۔نہ وہ تجلے اول وثانی دتجلے شہودی کہ صوفیہ کی اصطلاح میں مشہور ہے۔ونہ کہنا بہتر۔کیونکہ وجدانی ہے۔اس کے سوا سے نقصان زیادہ ہے۔اور جب بیان کیا۔کہ کلی فنا درویش کی سواد اعظم ہے یعنی ہستی مطلق فناءِ مطلق کے سوا دیکھی نہیں جاتی۔اور اس معنی کے واضح کرنے میں فرماتے ہیں:۔

اگرچہ خور بچرخ چارمین است	شعاع نورِ ذاتش بر زمین است
اگر سورج بچرخ چارمیں ہے	شعاع اسکا چمکتا بر زمیں ہے
اگر خواہی کہ بینی چشمہ خور	ترا حاجت بود با جرم دیگر
اگر چاہتا ہے اسکو دیکھنا اب	تجھے پردے سے حاصل ہوگا بہ ڈھب

جس روشنی کا کمال اس کے ادراک کو مانع ہے جہانتک بیچ میں دیکھنے والے اور دیکھے گئے کے اور چیز واسطہ نہ ہو لے۔دیکھنا اس روشنی کا میسر نہیں ہوسکتا۔مثلاً آفتاب کہ بباعث کمال شدت نور وظہور کے آنکھ کو اس کے دیدار میں سیاہی پہونچتی ہے اور ادراک کو روک دیتا ہے۔فرماتے ہیں کہ اگر ہم آفتاب کو دیکھا چاہیں۔تو ضرور کسی اور جرم کے محتاج ہونگے۔جیسے صفائی وروبرو ہونے کی حیثیت سے آئینہ کی طرح آفتاب کے عکس دینے کی قابلیت ہو۔تاکہ آفتاب کے نور کی چمک بواسطہ جرم کے گھٹے۔اور ادراک میسر ہو۔اور جب بلا واسطہ آفتاب دیکھا نہیں جاسکتا۔تو اسواسطے فرماتے ہیں:۔

چو چشم سر ندارد طاقت وتاب	تواں خورشید تاباں دید در آب
جب آنکھوں میں نہیں ہے طاقت وتاب	تو سورج کو نہیں دیکھینگے جز آب

جب پانی میں نُور کی چمک گھٹ جاتی ہے۔ تو بیشک ادراک میسر ہوتا ہے جیساکہ فرمایا

از وچوں روشنی کمتر نماید۔ درادراکِ تو حالے میفزاید

ہے تیزی نُور کو اس کے گھٹانا سمجھ کی آنکھ میں تیرے بڑھاتا

یعنی جب آفتاب کی روشنی پانی میں کم ہے۔ تو اُسی وقت تیرا ادراک بڑھیگا۔ اور آسانی سے آفتاب کا جرم ادراک میں آئیگا۔ اور جب محسوس یعنی آفتاب کے ساتھ تمثیل قیاس معقول یعنی ہستی مطلق سے ہی غرض تھی تو مقصود میں شروع کرکے فرماتے ہیں:۔

عدم آئینۂ ہستی است مطلق کزو پیدا است عکسِ تابشِ حق

عدم شیشہ فقط ہو ذاتِ مطلق ہے پیدا جس میں عکسِ ہستی حق

جیساکہ ظاہری آنکھ چیزِ مقابل کے سوا آفتاب کے دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی ہستی مطلق جو نور مطلق ہے اس کے مقابل میں اگر چیز ایسی نہ ہو جس میں اُسکی چمک کم دیکھی جائے تو کسی وجہ سے مدرک نہ ہوگی۔ اور مقرر ہے کہ جو کچھ ہے ضد کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اور دیکھنے والے و دیکھے گئے کے درمیان نمائش کے لئے تقابل ضروری ہے۔ اور مقابل ہستی کا نیستی کے سوا نہیں پس عدم وجود مطلق کے لئے آئینہ ہوگا۔ اور وہ چیز جو حق تعالےٰ کے وجود کا آئینہ ہو وہ ممکنات کے اعیان ہی ہیں جو عدم اضافی ہیں۔ کیونکہ وجود خارجی کی نسبت سے عدم ہیں۔ مگر وجود علمی وشیئیت یعنے کچھ چیز ہوتا ثبوت رکھتے ہیں مراد یہ کہ حق تعالےٰ کے علم میں عدمیت پر ثابت ہیں۔ کہ ہرگز عینی وجود کے ساتھ ثبوت نہیں پاتے۔ اور آئینہ کی خاصیت ہے۔ کہ اس کے مقتضاء پر عکس اس میں ظاہر ہوتا ہے چنانچہ ٹیڑھے شیشہ میں عکس ٹیڑھا۔ اور لمبے میں لمبا وعلے ہذا القیاس۔ اور شخص دیکھنے والا وہی ایک ہے۔ پس یہ سب اختلاف آثار واحکام آئینہ کے ہیں۔ دوسرا یہ کہ صُورت جو آئینہ میں دکھائی دیتی ہے۔ آئینہ اُس کے ساتھ متصف نہیں ہوتا۔ اور کوئی نہیں کہہ سکتا کہ آئینہ صورت ہے۔ یا وہ صُورت آئینہ میں ہی ہے بلکہ آئینہ اُس کے ظہور کا سبب ہے۔ پس اسی طرح اعیان ثابتہ حُکم آئینہ کا رکھتے ہیں کہ جب حق تعالےٰ اُن کے احکام وآثار سے ظاہر ہُوا تو اُنکی صُورت پر دیکھا گیا۔ پس جو نقص کہ دیکھا جاتا ہے سب اعیان کیطرف ہی عائد ہے اور مولانا عبدالرزاق کاشی کی اصطلاحات میں اس مسئلہ کو غامضہ یعنی باریک وپوشیدہ کہتے ہیں۔ کیونکہ عقل اور نقل سے دُور ہے۔ اہل کشف کے سوا کوئی نہیں پا سکتا۔ اور جب آئینہ

اور شخص کے درمیان مقابلہ شرط ہے تو فرمایا :۔

عدم چوں گشت ہستی را مقابل　　　　دروعکسے شد اندر حال حاصل

عدم جب ہوگا ہستی کو مقابل　　　　حصولِ عکس کو ہوتا ہے قابل

یعنی عدم کہ اعیان ثابتہ ہے عدمیت کی وجہ سے جب ہستی کے مقابل ہو۔ تو بواسطہ تقابل کے عدم کے آئینہ میں وجود کا عکس حال میں حاصل ہو۔ اور کثرت عکس کی حسب کثرت آئینوں اعیان کے ظہور کیا ہے۔ اسواسطے فرمایا :۔

شد آں وحدت ازیں کثرت پدیدار　　　　یکے را چوں شمردی گشت بسیار

ہوئی وحدت یہ کثرت سے پدیدار　　　　اکیلے کو گنو جب ہونگے بسیار

یعنی وہ وحدت حقیقی جو ہستی مطلق ہے۔ ذاتی شانوں کے مقتضا سے جو جلال یعنے ظہور و استجلا ہے شہود کی مستلزم ہے۔ اور ان آئینوں کی کثرت سے ظاہر ہوئی۔ اور باوجود کثرت کی صورتوں میں ظہور کرنے اسکے اس وحدت کی حقیقت میں کسی طرح کی کثرت لازم نہیں آتی اکیلے کی طرح کہ دو دفعہ شمار کیا جاوے تو دو ہے تین مرتبہ میں تین ہے۔ اور اسی طرح آخر تک۔ اور جب یہ ظہور صفاتی کمالات کے اظہار کے سبب نہایت کو پہونچنے والا نہیں ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ :۔

عدد گرچہ یکے دارد بدایت　　　　ولیکن نبودش ہرگز نہایت

اکیلا گر ہے گنتی کو بدایت　　　　مگر اسکو نہیں ہرگز نہایت

جاننا چاہئے کہ سب اعداد کا مبداء جو ایک ہے عددی مراتب کے ہر مرتبہ میں دوسرے نام و صفت کے ساتھ تجلے کرتا ہے۔ اور پہلے تجلے میں دو کہتے ہیں۔ دوسرے میں تین نام لیتے ہیں۔ یہ وجود مطلق کے اسرار پر ایک نشان ہے ورنہ اسکا ظہور تعینات کے مراتب میں باوجود بقاء وحدت حقیقی کے واحد عددی نہیں ہے۔ منشاء یعنے مصدر سب عددوں کی بلکہ سب کا عین ہے۔ اور حقیقت میں عدد تجلے واحد کے تکرار کا اعتبار ہے۔ فی المثل اگر ہزار سے ایک اٹھاؤ۔ تو وہ ہزار نہیں رہیگا۔ اگر تجھے بصیرت ہے۔ تو اس رابطہ کو دیکھ۔ اور وحدت مطلقہ کے تجلے کو کثرت کے مرتبوں میں مشاہدہ کر۔ اور یقین جان کہ ایک حقیقت کے سوا کچھ نہیں۔ اگرچہ حسب تکرار آئینوں کے کثیر دیکھی گئی۔ اور یہ نمائش

وحدت کے رو کنے والی نہیں فرماتے ہیں۔ کہ اگرچہ شروع عدد کا ایک ہے مگر عدد کو نہایت نہیں۔ کیونکہ عدد تکرار واحد کے اعتبار سے ظاہر ہوتا ہے۔ اور اعتبارات بے نہایت ہیں اور یہ اشارت اللہ تعالےٰ کے ظہورات در مظاہر کے اَن گنت ہونے پر ہے۔ اور ان ظہورات کی دائمی نیرنگیوں پر جب ذاتی شانوں کے جو خصوصیات کی حیثیت سے بے نہایت ہیں ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا بھید، پیدا کرنے مخلوقات کا ہمیشگی پر ابدالآباد کے جہانوں مختلفہ میں یہی ہے۔ اور جب شیشہ صاف نہ ہو تو دکھائی نہیں دیتا۔ تو فرمایا۔ کہ

عدم در ذاتِ خود چون بود صافی ۔ ازو تا ظاہر آمد گنج مخفی۔

عدم صافی تھا اپنی ذات میں جب ۔ چھپی دولت کا وہ شیشہ بنا تب

یعنی اعیانِ ثابتہ کہ اپنی ذات میں ذاتی شانوں کے عکس ہیں۔ اور ان کی صورتوں میں وجود کے ظہور سے قطع نظر کی جاوے۔ تو صافی تھے۔ اور ہستی سے خالی اور نیستی کی صفائی کے ساتھ متصف اور جب نیستی کے سوا ہستی کو دکھانے والا نہیں۔ اور خزانہ پوشیدہ یعنی ہستی مطلق تب اس سے ظاہر ہوئی۔ اور جب ہستی مطلق کا خزانہ اعیان ممکنات کے خزانہ میں ظاہر دیکھا جاتا ہے۔ تو فرمایا :۔

حدیثِ کُنتُ کنزاً را فروخواں ۔ کہ تا پیدا بہ بینی گنجِ پنہاں ؛

حدیث اب کُنتُ کنزاً کو کرو یاد ۔ ہو ویرانہ میں ظاہر گنج آباد

یعنی ذات حق تعالےٰ کی اپنی نورانیت کے کمال میں پوشیدہ تھی۔ اور کلی ظہور شہودی تجلیٰ کے ساتھ موقوف تھا۔ اور شہودی تجلیٰ اعیانِ ثابتہ کی صورتوں میں اللہ تعالےٰ کے ظہور سے عبارت ہے۔ اور یہ تفصیل کا ظہور اسوقت ہے۔ کہ تمامی شیونات ظاہر ہوں۔ اور یہ خلق کے مظاہر کے سوا نہیں ہو سکتا۔ اور ظہور و خفا ایک امر نسبتی ہے۔ ورنہ ادراک و شعور ذات سے ہرگز جدا نہیں۔ اور جب یہ معنی عکس کی صورت یعنی عالم میں انسان کے سوا نہیں آتا۔ تو فرمایا :۔

عدم آئینہ عالم عکس و انساں ۔ چو چشم عکس در وے شخص پنہاں

عدم شیشہ جہاں عکس اور انساں ۔ ہے چشم عکس جس میں شخص پنہاں

یعنی اعیان ثابتہ اللہ تعالےٰ کے وجود کا آئینہ اور جہان اس وجود کا عکس ہے و خلق

بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ نور کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور یہ انسان اس عکس کی آنکھ کی مثل ہے کیونکہ جیسا چیزیں آنکھ کے ساتھ ظاہر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے اسرار اور معارف حقیقی انسان کے ساتھ ظہور پاتے ہیں۔ اور انسان میں جو کہ عکس کی آنکھ ہے شخص پوشیدہ یعنی حق ہے۔ کیونکہ اس عکس کی آنکھ کی پتلی حق ہے۔ اور لطافت کے کمال سے مخفی ہے۔ دیکھا نہیں جاتا۔ اور جب حقیقت میں صورت انسانی یعنی جہان کی آنکھ میں حق ہے۔ جو اپنے جمال کا دیدار کرتا ہے۔ تو فرمایا۔ کہ :۔

تو چشم عکسی واو نور دیدہ۔ بدیدہ دیدہ را دیدہ کہ دیدہ

ہے انساں آنکھ وحق جوں آنکھ کا نور شہود نور سے آنکھیں ہیں پس دور

یعنی جہان کی آنکھ انسان ہے۔ اور اس آنکھ کا نور حق تعالےٰ ہے۔ یعنے اس کی آنکھ کی پتلی کیونکہ جیسا کہ دیکھنے والے کی آنکھ میں تمام صورت عکس کی مہر کی گئی ہے۔ اور مہر شدہ آنکھ و عکس کی آنکھ میں جو نور آنکھ کا ہے۔ پھر اور آنکھ رکھتا ہے۔ جیسا کہ آنکھ اصل ناظر کی اپنی صورت کو ناظر ہے۔ عکس کی آنکھ بھی اصلی آنکھ کے ساتھ اسی اصل کو ناظر ہے پس دوسرے مصرعہ کے معنی کا حاصل اس طرح پر ہے یقین کی آنکھ کے ساتھ عکس کی آنکھ میں جو انسان ہے آنکھ کی پتلی اور آنکھ کا نور وہ حق ہے۔ کیونکہ آنکھ اس کے ساتھ ہی دیکھتی ہے۔ یعنی انسان کی آنکھ جو انسان میں مخفی ہے حق تعالےٰ کی آنکھ ہے۔ یعنی انسان میں حق تعالےٰ کو حق تعالےٰ کی آنکھ نے دیکھا۔ اور آپ اپنے ساتھ دیکھنے والا اپنی خودی کا ہے۔ نظم

ز چشم من چو توئی بر جمال خود نگراں چرا جمال خود از من ہمے کنی پنہاں

(ترجمہ) میری آنکھ سے جب اپنی جمال کو تو دیکھتا ہے۔ تو اپنا جمال میرے سے کیوں چھپاتا ہے

چو حسن روئے ترا کس ندیدہ جز چشمت پس از چہ روئے من خستہ گشتہ ام حیراں

(ترجمہ) جب تیرے منہ کا حسن تیری آنکھ کے سوا کسی نے نہیں دیکھا پس کیا باعث ہے کہ میں خستہ و حیران ہوں

چگونہ غیر تو بیند کسے کہ غیر تو نیست بداں سبب کہ توئی عین جملہ اعیان

(ترجمہ) یعنی جو کہ غیر تیرا نہیں وہ دوسرے کو کیسے دیکھے گی۔ اسواسطے کہ سب اعیانوں کا تو ہی عین ہے

یہ نکتہ عجیب ہے کہ ایک وجہ سے اللہ تعالےٰ انسان العین یعنی انسان کا ظاہر اور ایک وجہ سے انسان انسان العین یعنی انسان کی آنکھ کی پتلی۔ اور جب انسان کہ جہان کی آنکھ ہے۔ اور جہان اس کے مقابلہ میں ایک شخص انسان الکبیر کے نام سے مسمّی ہے۔ اور انسان جو اسکا خلاصہ

ہے - ایک علیحدہ جہان ہے - اور فی الواقعہ وہ نسبت کہ حق تعالےٰ کو انسان کے ساتھ ہے انسان کو جہان کے ساتھ ہے - فرمایا - کہ :-

جہاں انساں شد و انساں جہانے | ازیں پاکیزہ تر نبود بیانے
جہان انساں ہی اور انسان جہاں ہے | نہیں اس کے سوا کوئی بیاں ہے

یعنی جہان کے ساتھ ہی انسان الکبیر یعنے بڑا انسان ہو - اور انسان جو سب کا خلاصہ ہے ایک علیحدہ جہان ہے جیساکہ حق تعالےٰ انسان میں ظاہر ہو کر اس کی آنکھ ہوا - اور اپنی آنکھ کے ساتھ مفصلاً آپ کو مشاہدہ کیا - اور حقیقت میں حق تعالےٰ کے لئے حقیقت انسانی آئینہ ہے جو سب مراتب کو جامع ہے - اور جہاں سب بھیدوں کے ساتھ انسان کامل کی حقیقت کے مراتب ہیں جو تفصیل اس اجمال یعنی انسان کی ہے - اور جب جو کچھ کہ ہے سب حق تعالےٰ کی ہستی ہے - تو فرمایا :-

چو نیکو بنگری در اصل ایں کار | ہمو بینندہ ہم دیدہ است دیدار
تجھے گر اصل ہی اس کے گذر ہے | وہی منظور و ناظر اور نظر ہے

یعنی جب اس معاملہ کے اصل میں جو حق تعالےٰ ہستی مطلق ہے اچھی طرح دیکھے - تو جانے کہ دیکھنے والا اور دیکھا گیا جو انسان ہے اور دیدار کہ دیکھا گیا جو عکس ہے بلکہ دوسرے آئینوں جو اعیان ہیں تمامی ایکو حق تعالےٰ کی ذات ہی ہے جو تجلّے اقدس میں اعیان ثابتہ کی صورتوں کے ساتھ جو اللہ تعالےٰ کے اسموں کی صورتیں معلومہ ہیں جو علم میں ہیں انکی قابلیت کی صفت کے ساتھ ظہور پانے والا اور تجلّے مقدس کے ساتھ جو شہود ہے حسب انکی قابلیتوں کے ان اعیان کی صورتوں کے ساتھ عین میں ظاہر ہوا **نظم**

عشق ہر دم ظہورِ دیگر داشت | زاں کُند نقش مختلف پیدا +

(ترجمہ) عشق کو ہر دم دوسرے ظہور کی قابلیت تھی - اسواسطے مختلف نقش پیدا کرتا ہے

ہر دم از کوئے سر بروں آرد | روئے دیگر نماید او ہر جا +

(ترجمہ) ہر ایک دم اور ہی کوچہ سے باہر آتا ہے - اور ہر جگہ چہرہ اور ہی دکھاتا ہے +

اور یہ مقام جمع احدیت کا اور مقام محمدی ہے صلے اللہ علیہ وسلم کہ وحدانیت فردانیت کے مظہر میں ظاہر ہو جیساکہ وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی (یعنی اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جسوقت پھینکی تم نے - لیکن اللہ نے پھینکی) اور اِنَّ الَّذِیْنَ

يُبَايِعُونَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللّٰهَ (یعنے جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھُ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے) اور جب مکشوفات کا ثبوت نقلی شہادتوں کے ساتھ ہے۔ تو فرمایا:۔

حدیث قدسی ایں معنی بیاں کرد | فَبِی یَسْمَعُ وَبِی یُبْصِرُ عیاں کرد
بیاں ہیں اس کے ہیں یاں خُوب نازل | فَبِی یَسمع وَبِی یبصر مفصّل

یعنی اس حدیث قدسی نے اس معنی کا بیان کیا کہ دیکھنے والے کی آنکھ بھی اصل میں وہی ہے کیونکہ انسان دراصل صرف یہی قوتیں واعضاء و جوارح نہیں۔ جسے حق تعالےٰ نے اپنی طرف منسوب رکھا۔ پس سب کچھ وہی ہے۔ **نظم**

ایں سعادت ہر کرا در بر گرفت | خاک پائیش زافلاک بر سر گرفت
(ترجمہ) جسے اس نیکبختی نے قبول کیا۔ اُس کے پاؤں کی مٹی آسمان نے سر پے لی
ہر کہ او از خود بکلی وا نرست | نا یدش دُرّے ازیں دریا بدست
(ترجمہ) جسے خودی سے نجات تمام نہیں۔ اُسے اس دریا کا موتی ہاتھ میں نہیں آتا
خود محبت فارغ از ما و من است | ہر کہ او را دوست خود را دشمن است
(ترجمہ) بیشک خودی اور ہمیں سے محبت فارغ ہے۔ جو اسکا دوست ہے۔ وہ اپنا دشمن ہے

فرمایا۔ کہ:۔

جہاں را سر بسر آئینۂ داں | بہر یک ذرّہ در روئے مہر تاباں
جہاں یہ سب کا سب شیشہ صفا دیکھ | ہر اک ذرّہ میں سورج با ضیا دیکھ

جہان سب کا سب شیشہ کی مثال جانو۔ جو حق تعالےٰ سب اسموں کے وجوہ کی تفصیل کے ساتھ اس میں دیکھا گیا۔ پھر ہر ایک ذرہ جہان کا آئینہ کی طرح ہے۔ کہ حق تعالےٰ نے ان وجوہات سے ایک وجہ کے ساتھ اسمیں منعکس ہُوا۔ جب ہر ایک ذرہ اللہ تعالےٰ کے اسماء جزئیہ یا کلیہ میں سے ایک اسم کی صُورت ہے جس میں اس اسم کا منہ ظاہر ہُوا۔ تو مقرر ہے۔ کہ ہر ایک اسم جزئیہ و کلیہ اسموں کا سب اسموں کے ساتھ متصف ہے۔ کیونکہ تمامی اسما جو ہیں ذات احدیت کے ساتھ متحد ہیں۔ اور صفات نسبتی کی خصوصیات کے ساتھ ایک دوسرے سے ممتاز ہیں۔ اور یہ نسبت صفت اطلاق وقوہ کے لازم ذات کے ہیں جو منفک نہیں ہونے پس ہر ایک چیز میں سب چیزیں درج ہونگی۔ جیسا کہ ایک رائی میں حقیقت کی وجہ سے تمام موجودات درج ہے۔ لیکن اسکا تعین ظہور کو روکنے والا ہے۔ اور اسکو تجلیات کا بھید

کہتے ہیں جو کہ عارف اعلیٰ دیدار سب چیزوں کا ایک چیز میں کرتا ہے۔ شعر

جمالِ روئے تو ہر گہ نقاب بکشاید　　ز زیر پردہ ہر ذرہ مہر بنماید

(ترجمہ) تیرے منہ کا جمال جب پردہ کشائی کرتا ہے۔ تو ہر ایک ذرہ کی تہ سے آفتاب چمکتا ہے

اور جب جزو کل حقیقت میں ایک و برابر ہیں۔ تو فرمایا کہ :۔

اگر یک قطرہ را دل بر شگافی۔　　بروں آید ازو صد بحرِ صافی

تمہیں ہو دل میں قطرہ کے جو تنزل　　ہے سو دریا وہاں پہ کر رہا چل

اگر ایک قطرہ کا دِل پھاڑا جائے تاکہ جو کچھ باطن میں چھپا ہے ظاہر ہو۔ یعنی قطرہ کا تعین اٹھایا جائے۔ تو سو دریا صاف اسمیں سے باہر آئینگے۔ اور جبکہ ہر چیز کی اصل ایک چیز ہے اور اسکا ظہور جزو کل میں ایک جیسا ہے۔ تو فرمایا کہ :۔

بہر جزوے ز خاک ار بنگری راست　　ہزاراں آدم اندر وے ہویداست

بصیرت میں جو ذراتِ زمیں ہیں۔　　ہر اک ذرہ میں آدم نازنیں ہیں

سیاہ مٹی نہایت نیچے ہے۔ اور کمال کی صفات ہرگز اسمیں ظہور نہیں رکھتی۔ کثافت کا مجہول نہایت درجہ کو ہے۔ اور آدم موجودات کا خلاصہ جو جب جامعیت سب سے اتم اور اعلیٰ ہے۔ اور باوجود اس دُوری اور نیستی کے جو خاک کو آدم کے ساتھ ہے۔ اس کے اجزاؤں میں سے ہر ایک جزو میں اگر اچھی طرح دیکھے تو معلوم ہو کہ خاک کے ہر ایک جزو میں ہزاراں آدم پردہ میں ظاہر ہیں۔ اور حقیقت کے اتحاد کے موجب ہو سکتا ہے۔ کہ یہ بات عقل سے معلوم ہو۔ اور جب چھوٹاپن یا بڑائی کو ذاتی اتحاد میں دخل نہیں۔ تو فرمایا کہ :۔

باعضا پشہ ہم چند پیل است　　در اسماء قطرہ مانند نیل است

وجود پشہ کو بھی پیل جانو　　بروئے نام قطرہ نیل مانو

یہ سب اسی معنی کی تفصیل ہے جو کہا گیا۔

درونِ حبہ صد خرمن آمد　　جہانے در دلِ یک ارزن آمد

کئی انبار دانہ میں رکھے ہیں　　جہاں سب ایک رائی میں چھپے ہیں

یعنی ہر ایک دانہ کے پردہ میں جب اسکو بوئیں اور پرورش کریں تو بنگڑوں انبار کا

ہزاروں سے بھی بڑھکر ہوگا۔ **نظم**

از سبب سازیش من سودائیم
وازخیالانش چو سوفسطائیم

(ترجمہ) اس کی قدرت وسبب بنانے سے میں دیوانہ ہوا اور اس کے ارادوں سے میں شل جبریہ کی ہوا

اور جب وحدت کا ظہور سب میں ہے۔ تو فرمایا:۔

بپر پشۂ درجائے جانے
درونِ نقطۂ چشم آسمانے

پر پتھر میں وہ جانِ جہاں ہے
وہ پتلی آنکھ میں جوں آسماں ہے

دراصل سب چیزوں کی جان حق تعالےٰ ہے کہ ایک پر مچھر کا بھی اس کے فیض کے شمول سے خالی نہیں۔ اور باوجود اس چھوٹے پن کے آنکھ کی پتلی کا نقطہ بواسطہ مظہریت حقیقت کے بڑے آسمان کا وجود اس میں سماتا ہے۔ اور جب دل الوہیت کا مظہر ہے تو تو استعداد کی حقیقت میں فرماتے ہیں:۔

بداں خردی کہ آمد حبۂ دل
خداوندِ دو عالم راست منزل

دیکھو کیا چیز ہے یہ دانۂ دل
دو عالم کے خدا کی ہے جو منزل

دل کا دانہ وہ خونِ سیاہ کا نقطہ ہے جو دل کے بطن میں ہے۔ اور صورت کا اصل ہے اور حیات کا فیض سب اعضاؤں میں اسی اصل سے پہونچتا ہے۔ اور باوجود اس تھوڑی سی چیز ہونے کے اللہ تعالےٰ کی عظمت وکبریائی کے ظہور کا محل ہے۔ اور دل اسم العدل کا مظہر ہے۔ بدن ونفس اور سب نفسانی اور روحانی قوتوں کا اعتدال اس کے ساتھ ہے اور کوئی چیز وجود کے مرتبوں میں ظاہری وباطنی احکام کے ساتھ دل کے سوا قائم نہیں ہوئی کیونکہ وہ ظاہر وباطن کے درمیان احدیۃ الجمع کی صورت ہے۔ اور اسی واسطے سب شیونات الٰہیہ کا مظہر واقع ہوا **نظم**

درحقیقت داں کہ دل شد جام جم
مے نماید اندرو ہر بیش وکم

(ترجمہ) اصل میں دل کو جمشید کی پیالہ جان۔ کہ سب کچھ کم زیادہ اس میں دیکھا جاتا ہے

دل بود مرآت ذاتِ ذوالجلال
در دلِ صافی نماید حق جمال

(ترجمہ) دل اللہ تعالےٰ کی ذات کا شیشہ ہے صافی دل میں حقتعالےٰ جمال اپنا دکھاتا ہے

حق نہ گنجد در زمین وآسماں
در دلِ مومن بگنجد این وآں

(ترجمہ) اللہ تعالےٰ زمین وآسمان میں نہیں سماتا مومن کے دل میں حقتعالیٰ اور زمین وآسمان سماتا ہے

مظہر شانِ الٰہی دل بود	مظہر شانش کماہی دل بود

(ترجمہ) ذاتی شان کے لیئے دل ہی مظہر ہے۔ اس کے شان کا مظہر جیسا چاہئیے دل ہی ہے،
اور جب ضدوں اور متقابل چیزوں کے جمع ہونے کی جگہ دل ہے۔ تو فرمایا:۔

درو در جمع گشتہ ہر دو عالم	گہے ابلیس گردد گاہ آدم
ہُوئے ہیں جمع اسمیں دونو عالم	کبھی شیطاں کبھی ہوتا ہی آدم

جب تمامی اسموں متقابلہ جلال وجمال نے حسب قابلیت کے دل میں ظہور پایا۔ تو کبھی جلالی اسموں کے غلبہ کے حکم سے شیطان ہو جاتا ہے جو خاص مظہر اسمار جلالیہ کا ہے تو کسی وقت جمالی اسموں کے احکام کے مقتضا سے آدم ہو جاتا ہے۔ کہ جس میں جمالی صفات غالب ہیں اور بواسطہ اس جامعیت کے دو ساعت بھی دل ایک حال پر نہیں نظم

ہست در ہر گوشۂ اش صد بتکدہ	ہر طرف صد کعبہ و صد معبدہ

(ترجمہ) اس کے ہر گوشہ میں سو سو بت خانہ (اور) ہر طرف میں سو کعبہ اور سو عبادتخانہ ہی

گہ بطوفِ عالمِ علوی رود	گہ مقامش عالمِ سفلی بود

(ترجمہ) کبھی عالم بالا کی سیر کو جاتا ہے (اور) کبھی نیچے والے جہان میں اسکا مقام ہوتا ہی

گہ مجرّد میشود گہ منطبع	گاہ واصل گردد و گاہ منقطع

(ترجمہ) کبھی صاف ہوتا ہے کبھی منقش (اور) کبھی ملنے والا ہوتا ہی کبھی ٹوٹ جانیوالا

گہ ملک میگردد و گاہ دیو نجس	گاہ محفل عقل باشد گاہ نفس

(ترجمہ) کبھی فرشتہ ہوتا ہے اور کبھی شیطان پلید۔ کبھی مجلس عقل کی ہوتا ہے کبھی نفس کی
جب ہر ایک جمال کے لئے جلال۔ اور ہر جلال کے پردہ کے پیچھے جمال ہے تو فرمایا کہ

بہ بیں عالم ہمہ در ہم سرشتہ	ملک در دیو و شیطاں در فرشتہ
جہاں سب ہی مرکب باہمیں دیکھ	فرشتہ ہمسفر دیو بعین دیکھ

یعنی جہان کے سب ارکان آپس میں ملے ہوئے دیکھ کہ آفاق کے جہان میں شیطان کے وجود میں فرشتہ ہے۔ کیونکہ جو کچھ ہے فرشتہ اس کے ہمراہ ہے۔ اور ہر فرشتہ کے ساتھ شیطان ہے۔ جیساکہ مشہور ہے۔ کہ شیطان فرشتوں کے درمیان تھا۔ اور انفس یعنی نفسوں کے عالم میں عقل و نفس و جان و طبیعت سب ایک دوسرے کے ساتھ مترتب ہیں۔ اور جو کچھ وجود عالم میں واقع ہے سب عین کمال ہے۔ جب مراتب کو آپس میں ربط ہے۔ تو فرمایا کہ

ہمہ با ہم بہم چوں دانہ و بر   ز مومن کافر و مومن ز کافر

سبھی آپس میں ہیں جوں بیج اور پھل   نبی سے کافر اور کافر سے مرسل

خیر و شر یعنی نیکی اور بدی نفع اور ضرر آپس میں مربوط ہیں۔ اور جہان کے پیوند میں یہہ معانی ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں۔ کہ عقل سے نفس اور نفس سے اجسام لطیفہ اور لطائف سے وجو کثائف اور بسائط سے مرکبات اور مرکبات کا انتہا انسان کے ساتھ جو اصل و خلاصہ سب کا ہے۔ ظاہر ہوتا ہے۔ **نظم**

کفر و ایماں قرینِ یکد گراند   ہر کرا کفر نیست ایماں نیست

(ترجمہ) کفر اور ایمان ایک دوسرے کے ساتھی ہیں جسے کفر نہیں اُسے ایمان بھی نہیں

اور جب جہان کے مراتب میں جو کچھ ہے۔ گذرنے کے ساتھ ظہور پاتا ہے۔ اور سب ایک دفعہ علمی حضور میں اللہ تعالےٰ کے حاضر ہیں۔ تو فرمایا کہ:۔

بہم جمع آمدہ در نقطۂ خال   ہمہ دورِ زماں روز و مہ و سال

ہے نقطہ علم میں اس کے تمامی   زمانہ کی سبھی چال مدامی

خال کے نقطہ میں یعنے اللہ تعالےٰ کی درگاہ سے عبارت ہے۔ اور معنی کی درازی کا سبب جو اس درگاہ کے حضور میں ملاحظہ ہوتا ہے۔ اسے دائم کہتے ہیں۔ اور یہ حسب غیب مطلق کے مرتبہ نہایت اور حسب شہادت مطلقہ کے بدایت ہے۔ جو ماضی اور مستقبل کے ساتھ عبارت کئے جاتے ہیں۔ بہم جمع آمدہ یعنے ایک جگہ میں ایک دفعہ بلا ملاحظہ تقدم و تاخر کے نقطہ خال یعنے حضرت الٰہیہ میں حاضر ہیں۔ اور ازل سے ابد تک گذشتہ و آئندہ میں کسی طرح کی تفاوت تقدم و تاخر کی نسبت سے اس درگاہ میں نہیں جب یہ نسبت علم حق تعالےٰ کے اول اور آخر ایک جیسے ہیں۔ تو فرمایا کہ:۔

ازل عینِ ابد افتاد باہم   نزولِ عیسیٰ و ایجادِ آدم

ازل ہو گی ابد کے ساتھ باہم   یہاں عیسےٰؑ اور آدم ہونگے ہمدم

یعنی اللہ تعالےٰ کی درگاہ میں ازل و ابد جو موجودہ چیزوں کی اولیت و آخریت سے عبارت ہے باہم جمع ہیں۔ اور اُس کے علم میں برابر ہیں۔ اور ویسے ہی وقوعات بھی مثل پیدائش آدم علیہ السلام کے جو ابتدا میں ہوئے۔ اور نزول عیسےٰ علیہ السلام جو زمانہ آخر میں ہی **نظم**

آنچہ ہست آنچہ رفت وآنچہ آید   ہمہ داند چنانچہ مے باید

(ترجمہ) وہ جو موجود اور جو گذرا اور جو آنے والا ہے۔ جیسا کہ چاہیئے سب کو جانتا ہے

دُور و نزدیک وآشکار و نہان   ہمہ در علم او مساوی داں

(ترجمہ) دور اور نزدیک ظاہر اور چھپا ہُوا اُس کے علم میں سب کو برابر جان۔

جب الٰہی شان اور تدبیری امر اس کی درگاہ میں ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

زہر یک نقطہ زیں دورِ مسلسل   ہزاراں شکل میگردد مشکّل

سبھی نقطہ زمانہ کے مسلسل   ہزاروں شکل سے ہوتی ہیں مفصل

جاننا چاہیے کہ زمانہ کے دور کی حرکت سے جو صورت دائرہ کی وجود باندھتی ہے۔ دو مسلسل اسی سے عبارت ہے۔ کیونکہ ہمیشگی پر اسم مُبدء کے نزول کرنے فیض سے اعلےٰ واسفل مرتبوں پر انسانی مرتبہ تک جو تنزلات کا آخر ہے۔ اور ترقی اس فیض کی رجوعی سیر کے ساتھ انسانی مرتبہ سے اسے اسم مُبدء تک جو متصل ہوتی ہے یہ دائرہ بلا قطع ہونے کے دیکھا جاتا ہے۔ اور موجودات کے مرتبوں سے ہر ایک مرتبہ ایک نقطہ ہے۔ اور ہر ایک نقطہ جب اپنی کلّیت کے جو رکھتے ہیں جزئیات بے نہایئت پر شامل ہیں۔ ہزاروں شکل بغیر مکرر بنتے ہیں۔ مثلاً عقلِ کُل جو بے نہایئت عقول کی شاخوں سے متشعب (یعنی شاخدار) ہوتا ہے۔ اور نفسِ کُل جو نفوس جزئیہ بے نہائیت کو شامل ہے۔ اور آسمان جو زمانے کے حوادث جزئیہ غیر متناہیہ پر اشتمال رکھتے ہیں۔ پھر عناصر جو ہر ایک سے بے نہایئت شکلیں ظاہر ہوتی ہیں۔ پھر موالیدہ کے مراتب جو بسبب ترکیب کے افراد میں اُنکے نہائیت نہیں۔ پھر انسانی مرتبہ میں جو تنزّل کے مرتبوں کا آخر ہے۔ اس کے اشخاص کو شمار نہیں کیا جا سکتا۔ حسب مقتضائے ظاہر ہونے شانوں مختلفہ بے نہائیت کے علم کے مرتبہ سے عین میں آتے ہیں۔ اور پھر اپنے اصل کو رجوع کرتی ہیں۔ اور جیسا کہ وحدت حقیقی کو کلیہ اسموں کے ساتھ مراتب میں ظہور ہے کلیہ اسموں کو بھی جزئیہ اسموں کے ساتھ ظہور ہے جو قسموں اور شخصوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ ہر ایک اسم کے لئے دور و زمانہ ہے۔ اور ظہور کرنے و مخفی ہونے سے ہر ایک دائرہ کی صورت ہیں۔ نظم

از ذاتِ اوست اینہمہ اسما عیاں شدہ   از نورِ اوست ایں ہمہ انوار آمدہ

(ترجمہ) اسکی ذات سے ہی یہ سب اسم ظاہر ہوئے ہیں اُسکے نور سے ہی یہ سب انوار آئے ہیں

این نقشہا کہ ہست سر بسر نا بس است — اندر نظر چو صورت بسیار آمدہ

(ترجمہ) یہ نقوش جو ہیں سب کے سب نمود ہیں۔ بہت صورتوں کی طرح نظر میں آتے ہیں

این کثرتیست لیک ز وحدت عیاں شدہ — وین وحدتیست لیک باطوار آمدہ

(ترجمہ) یہ کثرت ہی مگر وحدت سے ظاہر ہوئی ہے۔ یہ وحدت ہی لیکن کئی طوروں سے آئی ہے

اِس واسطے فرمایا:۔

زہر یک نقطہ دورے گشت دائر — ہمو مرکز ہمو در دور سائر

سبھی نقطہ جو ہیں دوراں میں دائر — وہی نقطہ وہی دورے میں سائر

البتہ جب ہر ایک چیز کو لوٹنا اپنے ہی اصل کی طرف ہو سکتا ہے۔ عقل و نفوس جزئیہ جو عقل کل و نفس کل کے عکس ہیں پلٹنا انکا بھی انکی طرف ہی ہوگا۔ اور ظہور و پوشیدگی سے دائرہ دیکھا جاتا ہے۔ اور موالید جو عناصر سے مرکب ہیں۔ ہر ایک جزو جب اکھڑنے ترکیب کے پیچھے اپنے اصل کو لوٹ جاتی ہے۔ تو صورت دائروں کی دکھاتی ہے۔ اور جب جزئیہ اسما جو کونیہ زمانیہ حادثوں کے پروردگار اور اشخاص صاحب مراتب ہیں۔ اپنے احوالوں یعنی کلیہ اسموں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ تو سب سے صورت بے نہایت دائروں کی ظاہر ہوتی ہے۔ اور کلیہ اسموں کے وحدت حقیقی میں رجوع کرنے سے ہر ایک دائرہ سے اطلاق ہی متصور ہوتی ہے۔ اور جب سب چیزیں تمناسب کلیہ اسموں کے ساتھ دور کرنے والی ہیں۔ اور اسماء ذات واحد کے ساتھ پھرنے والے ہیں پس ہر آئینہ نقطہ اِن دائروں بے نہایت کا اور سیر کرنے والا ان دائروں کے دور میں سب وہی ذات ہوگی۔ اور غیر اسکا حقیقت میں موجود ہی نہیں ہوگا **نظم**

از نقش و نگار نیست الّا — نقش دو بین بچشم احول

(ترجمہ) نقش اور نگاروں سے سوا دوسرے نقش کے احول کی آنکھ میں کچھ نہیں

در نقش دویم چو باز بینی — رخسارہ نقش بند اول +

(ترجمہ) دوسرے نقش میں جب اچھی طرح دیکھے تو پہلے نقشبند کا ہی رخسارہ ہوگا

معلوم کنی کہ اوست موجود — باقی ہمہ نقشہا مخیّل

(ترجمہ) تجھے معلوم ہو کہ موجود وہی ہے۔ اور باقی سب نقش خیالی ہیں +

اور جب عالم کا پیوند و ترتیب حکمت کاملہ کے ارادہ پر واقع ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

اگر یک ذرہ را برگیری از جائے	خلل یابد ہمہ عالم سراپا
جگہ اپنی سے ذرہ گر اُکھڑ جا	بنا یہ سب جہانوں کی بگڑ جا

جب علم ازلی کے تقاضا پر موجودات کا ترتیب ایک دوسرے پر تاثیر و تاثر اور علیت و معلولیت کے طریق کے ساتھ واقع ہے اور جو کچھ موجودات کے مراتب میں مجھے نظر آتا ہے بہ نسبت مافوق کے معلولیت و مربوبیت اور بہ نسبت اپنے ماتحت کے علیت و ربوبیت رکھتا ہے۔ جیساکہ ہر ایک وجوہ سے حضرت الوہیت کے سوا کسیکو علیت و ربوبیت نہیں۔ انسان کے سوا کسی کو مطلق معلولیت و مربوبیت بھی نہیں۔ پس اگر بالفرض ایک ذرہ جہان سے منعدم ہو جائے۔ تو ایک ذرہ کی نابودگی سے جمیع عالم کی فنا لازم آئیگی۔ کیونکہ اکیلے معلول کا عدم جیساکہ کہتے ہیں تمامی علتوں و معلولوں کے عدم کا مستلزم ہے کیونکہ ایک ذرہ کی حقیقت اور سب جہانوں کی اکیلی چیز ہے۔ دوسرا یہ کہ جہان کے سب اجزا کو جو ترتیب کہ واقع ہے ایک وضع خاص ہے۔ جب ایک ذرہ اپنی جگہ سے اٹھایا جائے۔ تو وہ وضع نہ رہے گی۔ اور جہان کی ترتیب جو واقع ہے خلل پائیگی پس سب جہان خلل پائینگے۔ اور جب ممکنات جو جہان سے تعبیر کئے جاتے اور مطابق ظہور کے مظہر ہیں۔ اور حیرت دوہ عشق ہیں۔ تو فرمایا:۔

ہمہ سرگشتہ و یک جزو ازیشاں	برون ننہادہ پا از حد امکاں
سبھی ڈھونڈتی پھریں مقصد کو حیراں	نہ چل سکتے ہیں باہر حد امکاں

یعنی سب جہان مقصد حقیقی کے ڈھونڈنے والے اور حیران ہیں۔ اور باوجود حقیقۃ الحقائق یعنی حق تعالےٰ کے ظہور کے ان کی صورتوں میں کوئی جزو جہان کے اجزا میں سے امکان کی حد سے پاؤں بڑھا نہیں سکتی۔ کیونکہ جب تک تعین کی قید میں ہیں۔ امکانیت انکو لازم ہے۔ اور جب حقیقت کے اطلاق پر اطلاع پانے سے تعین روکنے والا ہے۔ تو فرمایا:۔

تعین ہر یکے را کردہ محبوس	بجزویت ازکلی گشتہ مجبوس
تعین نے کیا ہے قید اُن کو	کیا کُل اپنے سے ناامید جزو کو

یعنی تعین جو بواسطہ نسبتوں کے اکیلے وجود کا عارض ہوا ہے ہر ایک اپنی ہی خودی

میں گرفتار ہیں۔ اور وجودی اطلاق کو ہرگز نہیں پہونچ سکتے۔ اور جب تعین و نسبتیں امر اعتباری ہیں اور ہمیشہ اپنے نقطہ عدم کی طرف حرکت کرنے والے ہیں تو فرماتے ہیں

تو گوئی دائما در سیر و حبس اند　　　که پیوسته میانِ خلع و لبس اند

عدم کا سیر و قید امکاں کی دائم　　　خفا کے فانی اور صورت کی قائم

یعنی جب ممکنات ذاتی تقاضا کے مطابق عدم کی طرف جاتے ہیں۔ پس گویا ہمیشہ سیر میں ہیں۔ اور جب بلا ٹوٹنے کے نفس رحمانی سے امداد وجودی انہیں پہونچتی ہے جو وجود کی قید میں انہیں مقید رکھتی ہے۔ پس نظر بموجد گویا ہمیشہ قید میں ہیں کیونکہ سب جہان ذاتی تقاضا پر ہمیشہ اپنے آپ سے لباس وجود کے اُتارنے میں ہیں تا عدم ذاتی کو لوٹ جائیں۔ اور ہمیشہ نفس رحمانی کے فیض سے وجود کے لباس کو اوڑھتے ہیں۔ اور ہر آن میں نئی خلق ہیں۔ کیونکہ ہر ممکن کے ساتھ وجود کی نسبت ہر آن و زمان میں مختلف ہے۔ اور جب جہان کو اپنی ذات پر اور موجد پر نظر کرنے سے دو امر مخالف ظاہر دیکھے جاتے ہیں۔ تو فرمایا کہ:۔

همه در جنبش و دائم در آرام　　　نه آغازِ یکے پیدا نه انجام

سبھی چلتے پھریں وہ اندر آرام　　　کسی کا ابتدا ظاہر نہ انجام

یعنی تمامی جہان اپنے ذاتی تقاضا کی رو سے جنبش میں ہیں اور عدم کو روانہ ہیں۔ کیونکہ ذاتی تقاضا ذات سے جدا نہیں ہوتا۔ اسواسطے نفس رحمانی کی امداد کے ساتھ ہمیشہ ہستی کے مقام میں آرام کئے ہوئے اور سکونت پذیر ہیں۔ ابتدا اور انجام کسی کا انہیں میں سے ظاہر نہیں۔ اور کوئی نہیں جانتا۔ کہ اِن مراتب میں سے ایک کی ابتدا کب ہوئی اور نہایت کب ہوگی۔ اور جب سب موجودات اُس حقیقت کے مظہر ہیں۔ اور علم لازم اس حقیقت کا ہے تو فرمایا:۔

همه از ذاتِ خود پیوسته آگاه　　　وز آنجا راه برده تا بدرگاه

سبھی ہیں ذاتوں اپنی سے وہ آگاہ　　　سفر میں چل پڑے سب راہِ درگاہ

جب حیوٰۃ اور علم وجود کی ذات کو لازم ہیں تو جس جگہ وجود ہوگا حیوٰۃ اور علم ہونگے۔ تا اس نہایت تنگ کہ اگر کسی آئینہ سمجھے کا وہ اعتدال جو حیوٰۃ و علم کے ظہور کا موجب ہے۔

شخص معمی علیہ کی طرح مخفی نظر آتا ہو پس سب چیزوں کو حیوٰۃ و علم ہو گا - اور جسے حیوٰۃ ہو گی البتہ نفس ہو گا - اور مقرر ہے کہ ہر ایک نفس بالضرورت فعل یا قوۃ میں اپنی ہستی کو مدرک یعنی سمجھنے والا ہے - اور یہ سمجھ ہستی مطلق کے ادراک کی مستلزم ہے جو عام روشن زیادہ ہیں - خاص سے - پس سب جہان بالقوۃ یا بالفعل اپنی ذاتوں سے خبردار ہیں - اور بباعث خبرداری کے اپنی ذات سے حضرت اللہ کی درگاہ میں رستہ لئے ہوئے ہیں - کیونکہ حق تعالٰے کی ذات سب کی صورت میں ظاہر ہے - **نظم**

نطق آب و نطق خاک و نطق گل | ہست محسوس حواس اہل دل

(ترجمہ) پانی مٹی اور گل کا کلام صاحب دلوں کے حواس میں سمجھے ہوئے ہیں

فلسفی کاں منکر جانانہ است | از حواس اولیا بیگانہ است

(ترجمہ) وہ فلسفی جو حقیقی یار کا منکر ہے - اولیا کے معارف سے بیگانہ ہے

اور جب سبھی حق تعالٰے کے وجہ کے لئے آئینہ ہیں - تو فرمایا -

بزیر پردۂ ہر ذرہ پنہاں | جمال جانفزائے روئے جاناں

ہر اک ذرہ کے پردہ میں ہے پنہاں | شعاع آفتاب جان جاناں

اور یہ امر اللہ تعالٰے کے شانوں سے ہے کہ عین ظہور میں پوشیدہ اور عین خفا میں ظاہر ہے - اور جب تفکر کے بیان میں کثرت کا صدور وحدت سے اور وحدت کا ظہور کثرت میں اشارت فرما چکے - تو اب تنبیہ اور شوق بڑھانے کے لئے فرماتے ہیں - کیونکہ یہ جہان غیبی اور معنوی جہانوں کے برابر ایک نمونہ ہے - اور اُن جہانوں میں سے ہر ایک جہان میں اللہ تعالٰے کو تجلّے اور ظہور ہے - اور مراتب کلیہ کے کشف کے سوا ان پر اطلاع حاصل نہیں ہوتی - اسواسطے فرمایا :-

تو از عالم ہمیں لفظے شنیدی | بیا برگو کہ از عالم چہ دیدی

جہاں کا لفظ ہی تم نے ہی سیکھا | کہو کیا کیا ہے اسمیں تم نے دیکھا

فرماتے ہیں کہ تمھیں یہ معلوم ہوا کہ جہاں بہت سے ہیں جو غیر محسوس ہیں - اور کثرت جہانوں کی اخبار میں سے ظاہر ہے اور انکی تفصیل میں اشارت فرماتے ہیں :-

چہ دانستی ز صورت یا ز معنی | چہ باشد آخرت چونست دنیا

کہو صورت ہی کیا اور کیا ہیں معنے | یہ دنیا کیسے ہے اور کیسے عقبےٰ

فرماتے ہیں کہ صورت اور معنے کے جہان سے جو کہتے ہیں تم نے کیا سمجھا۔ پس یہ جانو کہ جسکا ادراک حواس ظاہرہ سے ہو سکتا ہے۔ وہ صورت ہے۔ اور جسے عقول ظاہرہ سے نہیں سمجھا جا سکتا وہ معنے ہے۔ اور ابیات کے درمیان دنیا اور آخرت سے ہی اشارت ہوگی۔ اور جب غرض اس سے تعریف ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

بگو سیمرغ کوہ قاف چہ بود بہشت و دوزخ و اعراف چہ بود

کہو سیمرغ و کوہ قاف کیا ہے بہشت اور دوزخ اور اعراف کیا ہے

جاننا چاہیے کہ سیمرغ کے بارے میں حسب تاویل کے بہت سی حکایات کہ چکے ہیں اور جو بات اس فقیر کے دل میں پہونچی ہے وہ یہ ہے کہ سیمرغ ذاتِ مطلق سے عبارت ہے۔ اور قاف جو اس کے قرار کی جگہ ہے حقیقت انسانی سے عبارت ہے جو مظہر تام حقیقت کی ہے۔ اور یہ جو کہتے ہیں۔ کہ کوہ قاف نہایت بزرگی کے باعث جہان کی چاروں طرف کو محیط ہے۔ جہان کی تمامی حقائق پر انسان کے اشتمال سے عبارت ہے۔ اور جیسا کوئی کوہ قاف پر پہونچا۔ تو سیمرغ کو پہونچا۔ جو کوئی حقیقت انسانی کو پہونچا معرفت حق تعالے کی اسکو میسر ہوئی کہ مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ جس نے اپنے نفس کو پہچانا پس تحقیق اُس نے اپنے پروردگار کو پہچانا۔ اور تحقیق جانو کہ اللہ تعالے کے سب جہانوں میں بہشت اور دوزخ کے لیئے مظاہر ہیں۔ اور ان کے وجود میں شک نہیں۔ اور علمی صورت میں عالم روحانی عالم جسمانی سے پہلے ہے اور آدم علیہ السلام و حوا کا بہشت سے باہر نکالنا اسی کے ساتھ اشارت ہے۔ اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم ان کے وجود کا اثبات وارِ دُنیا میں فرماتے ہیں۔ کہ الدنیا سجن المومن و جنۃ للکافرین۔ دُنیا مومن کے لیئے قید خانہ اور کافروں کے واسطے بہشت ہے۔ اور پھر عالم برزخ مثالی میں فرمایا کہ القبر روضۃ من ریاض الجنۃ او حفرۃ النیران قبر بہشت کے باغات میں سے ایک باغ ہے یا آگ کا گڑھا ہے۔ اور انسانی عالم میں بھی وجود رکھتے ہیں۔ کیونکہ جان اور دل کا تزکیہ اور اُن کے کمالات عین نعیم ہیں۔ اور نفس و ہوا کا مقام اور ان کے خواہشات نفس جحیم کا ہیں۔ اور انسانی مظاہر کے مراتب کا آخر عاقبت میں ہے جو مجازات کا عالم ہے یعنی جزا کا نقطہ ہے۔

زینہار اے جانِ من صد زینہار نیک کن پیوستہ دست از بد بدار

(ترجمہ) اے جان میری ہرگز سو مرتبہ خدا کی پناہ۔ نیکی کر ہمیشہ۔ اور بدی سے ہاتھ اُٹھالے

زانکہ ہرچہ اینجا کنی از نیک و بد — ہو قست خواہد شدن اندر لحد

(ترجمہ) کیونکہ جو کچھ نیک و بد اسجگہ تم نے کیا۔ وہ قبر میں تمہارے ساتھ ہمراہ ہوگا +

اور اعراف عُرف کی جمع ہے۔ اور عرف مکان بلند جو سب طرفوں کو خبر دار ہو۔ اور یہ مرتبہ آگے بڑھ جانے والوں کا ہے۔ جو جمع الجمع کے مقام میں پہونچے ہیں۔ اور یہی اطراف پر واقفیت ہے وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ اس کے سرے پر مرد ہیں یعنے دیوار کے سرے پر۔ کہ پہچانتے ہیں ہر ایک کو اس کے نشان سے۔ اور جب بعضے جہانوں سے اشارت کی۔ تو دوسری عبارت کے ساتھ فرماتے ہیں:۔

کُدام ست آں جہاں کو نیست پیدا — کہ یکروز ش بود یکسال اینجا

کہاں ہے وہ جہاں جو ہے نہ پیدا — ہے دن جسکا یہاں پر سال دُنیا

یعنی وہ جہان جو محسوس نہیں کونسا ہے۔ کہ اس جہان کا ایک روز سال پورا اس جہان کا ہے۔ اور یہ اشارت عالم برزخ مثالی کے ساتھ ہے کہ جدائگی کرنے والا جہان غیب اور شہادت کے بیچ اور دونوں عالم کے احکام کو جامع ہے۔ اور اس عالم جسمانی میں زمان و مکان اور کوتاہی و درازی کا تقید بباعث کثافت کے ہے۔ اور جس میں کثافت تھوڑی ہے تقید اور بلحاظ دوری کا ازل و ابد کے درمیان بھی کم ہے۔ اور عالم کا ظہور اور معلومات اور ندیکھی حقیقتوں کا انکشاف بھی کمتر ہے۔ اسواسطے عالم برزخ کا ایک روز سال بھر اسجگہ کا ہے۔ اور ربوبیت کے عالم کا ایک روز دنیا کے ہزار سال کے برابر اور الوہیت کے عالم کا ایک روز دُنیا کے پنجاہ ہزار سال کے برابر ہے۔ کیونکہ حضرت احدیت کی ذات میں تعین کو راہ نہیں۔ اور کثرت اعتباری بھی اس حضرت میں کالعدم ہے۔ اور ذات احدیت کا تقدم واحدیت پر جو نسبتوں کے تعینات کا منشا ہے سرمدی سنہ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے۔ اور جب غیر محسوسہ جہانوں کی نسبت اشارت فرمائی۔ تو سُننے والے کی تاکید کے لئے فرماتے ہیں:۔

ہمیں نبود جہاں آخر کہ دیدی — نہ مَالَا تُبْصِرُوْنَ آخر شنیدی

جہاں اب یہ نہیں جو مُن لیا تم — نہ اَلَاتُبْصِرُوْنَ آخر پڑھا تم +

یعنی وہ جہان محسوس نہیں۔ اور کلام الٰہی میں مَا لَا تُبْصِرُوْنَ تم نے سُنا ہے۔ یعنی وہ جہان کہ سر کی آنکھ کے ساتھ دیکھا نہیں جاتا۔ فرمایا کہ:۔

بیا بنما کہ جابلقا کدام است — جہان شہر جابلسا چہ نام ست

وہ جابلقا کہو اب کون سا ہے وہ نامِ شہر جابلسا کیا ہے؟

تو اریخ میں مذکور ہے کہ جابلقا ایک نہایت بڑا شہر مشرق میں مشہور ہے۔ اور جابلسا مغرب میں ایک عظیم الشان شہر ہے۔ اربابِ تاویل کے اس باب میں یوں ہی فرماتے ہیں۔ مگر فقیر کے دل میں بلا تقلید۔ اوروں کے جوابات مقرر ہوئی۔ اس کی دو وجہ ہیں۔ ایک یہ کہ جابلقا عالمِ مثال سے مراد ہے جو ارواح کے مشرق کی جانب میں واقع ہے اور جابلسا عالمِ برزخ سے مراد ہے کہ دنیوی وجود کی جدائگی کے بعد ارواح اس جگہ رہتے ہیں اور یہ جہانِ اجسام کے مغرب کی طرف واقع ہے۔ اور اکثر مخلوق کا گمان اس پر ہے کہ یہ دونو برزخ ایک ہی ہے۔ مگر جاننا چاہیئے کہ دنیا کے وجود کی مفارقت کے بعد ارواح جس برزخ میں ہونگے وہ غیر اس برزخ کے ہے جو ارواح مجرّد اور اجسام کے درمیان میں واقع ہے۔ وجود کے تنزلات کے مراتب اور معارج اس کے دو ہیں۔ اور جو برزخ دنیاوی وجود سے پہلے ہے تنزلات کے مراتب سے ہے۔ اور دوسرا برزخ معارج کے مراتب سے اور جو صورتیں آخری برزخ میں ارواح کو لاحق ہونگی عملوں کی صورتیں ہیں بخلاف پہلے برزخ کی صورتوں کے۔ مگر دونوں برزخ روحانی وجواہر نورانی بلا مادہ کے ہیں۔ اور جہان کی صورتوں کی مثال پر شامل ہیں۔

دوسری وجہ یہ کہ جابلقا وہ مرتبہ جو وجوب وامکان کے دونوں دریاؤں کا مجمع ہوگا اور جابلسا مراد وجود انسانی کہ آئینہ تمامی حقیقتوں الٰہیہ اور کونیہ کا ہے اور جس حقیقت نے ذات کے مشرق سے طلوع کیا تعین انسانی کے مغرب میں غروب کیا۔ اور جب ہر ایک عالم کے لئے بلکہ ہر ایک فرد کے واسطے مشرق ومغرب ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

مشارق با مغارب هم بیندیش چو ایں عالم ندارد ازیکے بیش

مشارق اور مغارب کو سمجھنا جہاں کو اک اکیلا ہی نہ کہنا

جاننا چاہیئے۔ کہ الوہیت کا عالم ربوبیت کے عالم کی نسبت مشرق ہے کہ اسکا فیض ربوبیت کے عالم کو پہونچتا ہے۔ اور ربوبیت کا عالم بہ نسبت برزخ مثالی کے مشرق ہے اور برزخ مثال بہ نسبت عالمِ شہادت کے مشرق ہے کہ ہر ایک سے ماتحت کی طرف فیض پہونچتا ہے۔ اور ہر مرتبہ وہر ایک فرد افراد سے مشرق ہے کہ اللہ تعالٰے کے اسموں میں سے ایک اسم کا سورج اس سے طالع ہوا۔ اور باعتبار دوسرے فرد کے مغرب ہے کہ اس کے تعین میں اس اسم کا نور پوشیدہ ہوا۔ اور انسان کا دل لاکھوں مشرق اور مغرب

بلکہ اس سے بھی زیادہ رکھتا ہے **نظم**

عالم دل را نشانے دیگر است | بر و بحر و کار و شانے دیگر است

(ترجمہ) دل کے عالم کا ہر وقت اور ہی نشان ہے۔ جنگل اور دریا اور کارخانے و مرتبے اور ہی ہیں

صد ہزاراں آسمان و آفتاب | مشتری و تیر و زہرہ آفتاب

(ترجمہ) لاکھوں آسمان اور سورج۔ مشتری۔ عطارد۔ زہرہ اور سورج ہیں:۔

ہر یکے تابندہ تر از دیگرے | نور ہر یک در گذشتہ از ثرے

(ترجمہ) ہر ایک دوسرے سے زیادہ چمکتا ہے۔ اور ہر ایک کا نور تحت الثریٰ سے گذرا ہے

ہر یکے را برج دیگر منزل است | ایں کسے داند کہ از اہل دل است

(ترجمہ) ہر ایک کا اور ہی برج و منزل ہے۔ یہ معنے وہ جانتا ہے جو صاحبدل ہو فرماتے ہیں کہ کلمہ مشارق اور مغارب کا جو قرآن شریف میں وارد ہوا لفظ جمع کا ہے۔ اور حالانکہ یہ عالم محسوس اکیلا بہت سے عالم رکھتا ہے۔ اور اس جگہ پر یہ فکر کرنا ضرور ہے۔ کہ عالم اسی محسوس میں منحصر نہیں۔ اور جب بہت سی مخلوق اس معرفت سے غافل ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

بیانِ مثلہنّ از ابن عباس | شنو پس خویشتن را نیک بشناس

بیانِ مثلہنّ میں خوب دھر کان | تو اپنے آپکو پھر ٹھیک پہچان

ابن عباس رضی اللہ تعالے عنہ سے فرماتے ہیں کہ آیت اَللّٰہُ الَّذِی خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ (یعنے اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمین بھی اتنی ہی) کی اگر میں تفسیر کروں مجھے لوگ کافر بولنے لگیں۔ یعنے جو کچھ ابن عباس رضؓ سے منقول ہے۔ وہ سن۔ اور اچھی طرح سے پہچان کہ وہ جو حقیقت الامر ہے۔ تو نے نہیں سمجھی۔ اور جب وہم وجود اور عالم کا نیند غفلت کے باعث ہے تو فرماتے ہیں:۔

تو در خوابی و ایں دیدن خیالے است | ہر آنچہ دیدۂ از وے مثالے است

پڑا تو نیند میں دیکھے خیالات۔ | نظر میں تیرے ہیں اسکی مثالات

یعنی جیسا کوئی شخص نیند میں کئی صورتیں غیر مطابق دیکھتا ہے اور انہیں درست اور وجود کے قابل جانتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ خیالی صورتیں ہیں۔ کہ خارج میں وجود نہیں رکھتیں

اور تو کہ عالم کا وجود حقیقی گمان کرتا ہے غفلت کی نیند میں پڑا اور نہیں جانتا کہ جو کچھ میں نے دیکھا ہے اصل میں حقتعالےٰ کے وجود کا عکس اور مثال ہے اور حق تعالےٰ کے غیر کو وجود ہی نہیں۔ نظم

اندر نظر چو صورت بسیار آمدہ — ایں نقشہا کہ ہست سراسر نمائش ات

(ترجمہ) یہ کئی نقش جو ہیں سب کے سب نمائش ہیں — نظر میں بہت سی صورتوں کی طرح آئے ہیں

عالم مثال ذات و ظلال صفات اوست — نقش دوئی چو صورت پندار آمدہ

(ترجمہ) جہاں حقتعالےٰ کی ذات کی مثال اور اسکی صفات کے سایہ میں دوئی کا نقش وہمی صورت کیطرح ہے

اور جب قیامت میں سب چیزیں پوشیدہ ظاہر ہونگی۔ تو فرمایا کہ:۔

بصبح حشر چوں گردی تو بیدار — بدانی کیں ہمہ وہم است و پندار

حشر کی فجر کو جب ہو تو بیدار — پچھانے تب یہ ہیں سب وہم و پندار

یعنی ارادی موت کے ساتھ جب غفلت کی نیند سے تو جاگے۔ اور تعینات اٹھ کھڑے ہوں۔ اور توحید ظاہر ہو جائے۔ تو تجھے معلوم ہو کہ وجود اکیلا تھا۔ اور تو نے جو خیال غیریت کے باندھے تھے۔ اور انہیں حقیقی جانتا تھا۔ سب کچھ وہم ہی تھا۔ فرماتے ہیں:۔

چو برخیزد خیال از چشم احول۔ — زمین و آسماں گردد مبدل

دوبیں کی آنکھ سے جائے تخیل — زمین و آسماں ہونگے مبدل

یعنی زمین و آسماں تو ہونگے۔ لیکن نہ وہ زمین و آسماں جو پہلے تھے۔ کیونکہ عمر کی رات میں غفلت کی نیند کے اندر جو خیال دیکھتا تھا کہ غیر ہے۔ اب حشر کی صبح میں دیکھا۔ کہ سب عین ہے۔ اور غیریت صرف احول کی آنکھ کا خیال ہے۔ جب ظہور وحدت کا کثرت کے پوشیدہ ہونے کا موجب ہے۔ فرمایا کہ:۔

چو خورشید عیاں بنمایدت چہر — نماند نور ناہید و مہ و مہر

جلال ذات کا سورج عیاں ہو — ستارہ چاند سورج سب نہاں ہو

یعنی جب ذات احدی کی تجلے جس کی عبارت سورج عیاں ہے۔ سالک کے قلب سلیم کے آئینہ میں مونہہ دکھائے۔ اور اس کے نور قاہرہ کی چمک سے زہرہ و چاند سورج

کے نورِ عدم کیطرف لوٹ جائینگے - اور اسی معنے میں فرماتے ہیں :-

فتد یک تاب ازو بر سنگِ خارہ شود چوں پشمِ رنگیں پارہ پارہ

پہاڑوں پر وہ چمکے ایک بارہ وہ بالوں کی طرح ہوں پارہ پارہ

یعنی ایک چمک اس نور کی سخت پتھر آفاقی یا انفسی پر چمکے - تو رنگدار بالوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو کر محو ہو جائیں - اور جب کمال کی تحصیل اسی وجود میں ہے - تو فرماتے ہیں :-

بداں اکنوں کہ کردن می‌توانی چو نتوانی چہ سود آنگہ کہ دانی

توانائی میں کر مقصود حاصل ضعیفی میں نہ ہونگے طے مراحل

یعنی اسوقت معلوم کرنا چاہیئے کہ عمرِ عزیز کا سرمایہ اور اسباب سلوک کا تجھے موجود ہے کہ انسان کو اس طرح کے کمالات کی تحصیل یعنے مذکورہ بالا جہانوں کی اطلاع حاصل کرنی بہتر ہے - بلکہ اسی اطلاع کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے - اور جب قوت قوتِ بدنی ضعف کے ساتھ تبدیل ہو جائے - اور قوت نہ رہے - اور اس علم کے حقوق ادا کرنے کے لئے عمل کرنا تجھے دشوار ہو - اسوقت جاننا - کہ مجھے ان کمالات کی تحصیل بہتر تھی - اوروں کی کچھ فائدہ نہ دیگا - مگر افسوس کو زیادتی ہوگی - اور جب کمالات کا منبع دلِ انسانی ہے - تو فرماتے ہیں کہ :-

چہ میگویم حدیثِ عالمِ دل ترا اے سر نشیب و پائے در گل

جہانِ دل کی باتیں کیا سناؤں ترا سر نیچے اور بندھے ہیں پاؤں

یعنی دِل کے جہان کی بات جو لطیفہ جہانوں پر عروج اور تجلیاتِ الٰہی کے انوار کا مشاہدہ یعنے دیدار ہے - تجھے کیا کہوں کہ سر نیچے ہو کر قلبی و روحی کمالات کی مراتب کی بلندی سے طبیعت کے اسفل السافلین میں تو پڑا ہے - اور تیرے پاؤں سیر اور سلوک کے جسمانی لذات کے گل میں پھنسے ہیں - نظم

اہلِ دل شو یا کہ بندہ اہلِ دل ورنہ ہمچو خر فرو ماندہ بگِل +

(ترجمہ) دل کا صاحب بن یا خادم صاحبدل کا - اگر نہ تو گدھے کیطرح گل میں پھنسا ہے +

ہر کرا دل نیست او بے بہرہ است در جہاں از بینوائی شہرہ است

(ترجمہ) جسے دل نہیں وہ بے نصیب ہے - جہان میں مفلسی سے مشہور ہے

رو باسفل دارد او چوں گاو خر نیستش کارے بجز از خواب و خور

(ترجمہ) گدھے اور بیل کی طرح اسکا منہ نیچے کیطرف ہے کھانے اور سونے کے سوا اسکا کوئی کام نہیں

اور جب جہان معرفت کے لئے انسان کی طفیل پیدا کیا گیا ہے ۔ تو فرماتے ہیں :۔

جہاں آنِ تو و تو ماندہ عاجز ز تو محروم تر کس دید ہرگز

جہاں تیرے لئے تو ایسا عاجز تیرے جیسا نہیں محروم ہرگز

یعنی اے انسان جہان تیرے لئے پیدا کیا گیا ۔ تاکہ تمامی ہتھیار و اسباب تیرے موجود ہوں ۔ اور تجھے اپنی معرفت کے لئے پیدا کیا ۔ اور تو طبیعی لذتوں میں پکڑا گیا ۔ اور دو دن کی جسمانی لذتوں کو فانی کر کے جاودانی کمالات کو جو معرفت کے ضمن میں ہیں ۔ تو ہاتھ میں نہیں لا سکتا ۔ اور ہمیشہ کی محرومی سے آپ کو بچا نہیں سکتا ۔ پس بواسطہ اس کمینہ پن ہمت کے محروم اور پلٹا ہوا تیرے سے بڑھکر موجودات میں کوئی نہیں دیکھا گیا ۔ کیونکہ اور موجودات جس کام کے لئے مخلوق ہوئے ۔ اس امر سے نہیں پھرتے ۔ اور وہ کمال کہ انہیں حاصل ہے ۔ اس کے سوا کسی اور کمال کو نہیں جانتے ۔ اور معذور ہیں ۔ اور تو باوجود جاننے اس امر کے جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے ۔ دنیاوی لذتوں میں پھنسکر دو جہانی مقصود سے پیچھے ہٹ رہتا ہے نظم

ایں چہ نادانی ہست یکدم باخود آے سود میخواہی ازیں سودا بر آئے

(ترجمہ) یہ کیا نادانی ہے ایک دم آپ کو سنبھال ۔ اگر نفع چاہتا ہے تو اس غفلت سے آپکو نکال

اور جب نفسانی لذتوں سے خلاصی نہیں پاتا ۔ تو فرماتے ہیں :۔

چو محبوساں بیک منزل نشستہ بدست عجز پائے خویش بستہ

پھنسے پاؤں کنوئیں میں خوش پڑا ہے ہوس کی قید میں دل پھنس رہا ہے

یعنی ان لوگوں کی طرح جن کے پاؤں پر ایک بھاری قید رکھی ہو کہ جہاں بیٹھے ہیں وہاں سے باہر نہیں چل سکتے ۔ تو بھی طبیعت کی منزل میں قید ہے ۔ اور اپنے سیر و سلوک کے پاؤں عجز کے ہاتھوں سے باندھے ہوئے ہے ۔ اور جب طمع و ہوا کی سردی عورتوں کی مزاجوں پر غالب ہے ۔ تو فرماتے ہیں :۔

نشستی چوں زناں در کوئی ادبار نمیداری ز جہل خویشتن عار

زنانہ گھاٹ پر بیٹھا ہے بیکار نہیں اس جہل سے آتی تجھے عار

یعنی عورتوں کی طرح معرفت کے خزانے کی طرف پیٹھ پھیر کر نفس کی ہوا میں منہ لایا۔ اور بدبختی کے کوچہ میں مقام کیا۔ اور اپنے جہل سے تجھے شرم نہیں آتی۔ اور جب کمالات کا حصول نفس کی مخالفت میں منحصر ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

دلیرانِ جہاں آغشتہ در خوں | تو سر پوشیدہ ننہی پائے بیروں

ہیں ڈوبے خون میں جنگی بہادر | چھپا یا منہ نہیں چلتا تو باہر

یعنی طالبانِ قرب مولےٰ ہمیشہ اپنے نفس کے ساتھ جو دین کا دشمن ہے نہایت دلیری سے قتال میں شاغل ہیں۔ اور اس کے قہر و غضب سے جگر کے خون کے ساتھ آلودہ ہیں۔ اور تو تقلید کا برقعہ سر پر اوڑھکر عورتوں کی طرح طبیعت کے گھر سے ہمت کے پاؤں طلب کے میدان میں نہیں رکھتا۔ اور کنوئیں سے باہر نہیں آتا۔ **نظم**

نفسِ دوں را زیر دستی تابکے | شو مسلماں بت پرستی تا بکے

(ترجمہ) کمینے نفس کی اطاعت کب تک۔ مسلماں ہو جا یہ بتوں کی پوجا کب تک

ہمچو یوسف خوش برآ از قعر چاہ | تا شوی در ملک عزت بادشاہ

(ترجمہ) یوسفؑ کی طرح کنوئیں سے باہر نکل۔ تب تو عزت کے ملک کا بادشاہ ہوجائیگا۔

اور تقلید جب اچھی نہیں ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

چہ کردی فہم زیں دینِ عجائز | کہ بر خود جہل میداری تو جائز

کیا کیا فہم یہ دینِ عجائز | رکھا کیوں جہل ہم آپس میں جائز

یعنی حدیث عَلَیْکُمْ بِدِیْنِ الْعَجَائِزِ سے کیا سمجھتا ہے۔ کہ جہل کو اپنے لئے تو جائز رکھتا ہے۔ اور معرفت میں کوشش نہیں کرتا۔ حقیقت کو سمجھ کہ اس حدیث کا معنے یہ ہے کہ تمامی احکام شرعیہ میں جسے وین کہتے ہیں۔ اطاعت و متابعت کے راہ میں عاجزوں کی مثل ہوں۔ اور فعل و ہوائے نفس کے ساتھ تصرف نہ کریں۔ اور حدیث سے مراد یہ نہیں۔ کہ صرف تقلید پر ہی کفایت کر لینی چاہئے ؀

زناں چوں ناقصانِ عقل و دینند | چرا مرداں رہِ ایشاں گزینند

ہے ناقص دین اور عقل زنانہ | بھلا عاجز ہے کیوں مردِ یگانہ

جیسا حدیث میں آیا ہے کہ عورتیں عقل اور دین میں ناقص ہیں۔ لیس علیکم بدین العجا[illegible]

یہ نہیں کہ دین میں تم عاجزوں کے تابع ہو جاؤ۔ اور ارشاد کے طریق پر فرماتے ہیں کہ :۔

اگر مردی بروں آئے و سفر کن — **ہر آنچہ آید بہ پیشت زاں گذر کن**

جوانمردی دکھا بالا سفر کر۔ — دو عالم کی منازل سے گذر کر

یعنی اگر تو مرد ہے۔ اور تجھ میں عورتوں کی صفت نہیں ہے۔ تو عالم معنے و قرب ہونے کے سفر کے لئے تیار ہو۔ اور جو کچھ دنیا اور عقبٰے کے مراتب سے آگے آئے۔ اور تجھے حق سے مشغول کرے سب سے آگے بڑھ پس فرمایا۔ کہ :۔

میاسا روز و شب اندر مراحل — **مشو موقوف ہمراہ و رواحل**

منازل میں توقف کب روا ہو — خدا کے رہ میں ہمراہ کون سا ہو

یعنی سالک کا شوق اس مرتبہ تک چاہئے کہ منازل کی کسی منزل میں جو بندہ اور حق تعالیٰ کے درمیان میں ہیں۔ توقف نہ کرے۔ اور منازل میں نفس کو آرام نہ لینے دے۔ اور کامل شیخ کے سوا جو اسکا مربی ہے ہمراہ اور قافلہ پر موقوف ہو کر نہ بیٹھے۔ جب ولی کی روش نبی کی متابعت کے طریق سے چاہیئے۔ تو فرمایا کہ۔

خلیل آسا برو حق را طلب کن — **شبے را روز و روزے را شب کن**

طریقت میں خلیل اللہ کے چل — **خدا کی یاد میں دن رات شاغل**

یعنی حق تعالےٰ کی طلب میں ابراہیم علیہ السلام کی مثل بن۔ اور انّا وجدنا اباءنا کی تقلید میں مقید نہ ہو۔ یعنی باپ دادا کے رستہ پر نہ ٹھیر۔ اور توجہ و طلب میں حق تعالےٰ کے اور اس کی یاد میں دن کو رات اور رات کو دن بنا۔ یعنی ایک گھڑی حق تعالےٰ سے غافل مت ہو

نظم

مرد باید کز طلب و ز انتظار — ہر زماں صد جان کند بروے نثار

(ترجمہ) مرد ایسا چاہئے کہ طلب اور انتظار سے ہر گھڑی سو جان اسپر قربان کرے

نے زمانے از طلب ساکن شود — نے دمے آسودنش ممکن بود

(ترجمہ) ایک ساعت طلب سے آرام نہ کرے۔ اور ایک دم آرام کرنا اسے ممکن نہو +

گر فرو استد زمانے از طلب — مرتدے باشد دریں راہ بے ادب

(ترجمہ) اگر ایک گھڑی طلب سے ٹھیرا۔ تو اس رستہ میں مردود اور بے ادب ہوگا +

جب نورانی حجاب بھی مثل ظلمانی کے وصول کو مانع ہیں۔ تو فرمایا کہ :-

ستارہ با مہ و خورشید اکبر | بود حس و خیال عقل انور
ستارہ چاند سورج ہیں نظر میں | مثالات خیالی سب گذر ہیں

اِن ستاروں کا ذکر خلیل اللہ علیہ السلام کے اسم کی مناسبت کے لئے ہے۔ اور حس مشترک کی صورت متمثلہ ستارہ ہے۔ اور قوت خیال کی صورت متمثلہ چاند اور عقل کی صورت متمثلہ سورج ہے۔ اور ان صورتوں کے مشاہدہ میں سالک کے دو حال ہیں۔ ایک وہ کہ صرف یہی ستارہ و چاند و سورج دیکھتا ہے۔ تعبیر کا محتاج ہے۔ کہ صورت سے گذر کر نظر کریں کہ کون سا معنی ہے سو ان صورتوں کے ساتھ ملتبس ہوا۔ دوسرا وہ کہ ستارہ یا چاند یا سورج دیکھنے کی آن میں جانتا ہے۔ کہ یہ حق ہے۔ اور یہ آثاری تجلیات میں داخل ہے اور جب آیت کریمہ میں پہلے معنے کے ساتھ اشارت ہے۔ تو فرمایا کہ :-

بگرداں زاں ہمہ اے راہرو روے | ہمیشہ لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن گوے
تو جہ سب سے پھیر اور پڑھ کلا حول | ہمیشہ لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن بول

یعنی اللہ تبارک و تعالے کے راستہ میں جو کچھ نورانی مراتب سے مقابل ہو۔ ظلمانی مراتب کی طرح ان سے روگردانی چاہیئے۔ اور حضرت ابراہیم خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے ساتھ بحکم لَا اُحِبُّ الْآفِلِیْن کے (یعنی مجھ کو خوش نہیں آتے چھپنے والے) یعنی سب سے اعراض کیا چاہیئے۔ اور جب ذات مطلق کا دیدار اسمائی وصفاتی تجلیات میں بہت آسان ہے۔ تو فرمایا کہ :-

و یا چوں موسیٰ عمراں دریں راہ | برو تا بشنوی اِنّی اَنَا اللہ
و یا مانند موسے چل بدرگاہ | سُنے ہر طرف سے اِنّی اَنَا اللہ

یا موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مانند حق تعالے کے راستہ میں اس قدر چل کہ مظاہر حسیہ کی صورتوں میں حق تعالےٰ کے تجلے کو دیکھ۔ اور جب سالک کے تعین کی موجودگی میں ذات حق تعالے کا دیدار محال ہے۔ تو فرمایا کہ

ترا تا کوہ ہستی پیش باقی است | جواب رَبِّ اَرِنِیْ لَنْ تَرَانِیْ است
ترا جب کوہ ہستی ہو نہ فانی | جواب اَرِنِیْ کا ہو گا لَنْ تَرَانِیْ

جب سالک کا حجاب اُس کی ہستی وہمی ہے۔ تو فرماتے ہیں کہ جب تک تیری ہستی کو بقا ہے اور توئی تیری تیرے ساتھ ہے۔ البتہ حق تعالےٰ اسموں وصفتوں کے پردوں کے نیچے پوشیدہ ہوگا نظم

از ہستی خود چو نیست گشتی　　　از جملہ حجابہا گذشتی

(ترجمہ) اپنی ہستی سے جب تو فانی ہوا۔ تو تمامی حجابوں سے گذرا

جب حق سے حجاب تیرا یہی ہستی اور توئی تیری ہے۔ ورنہ حق تعالےٰ تیرے ساتھ تیرے سے زیادہ نزدیک ہے۔ تو فرمایا کہ :-

حقیقت کہربا ذات تو کاہ ست　　　اگر کوہ توئی نبود چہ راہ ست

تیری ہستی کو ہستی کہربا ہے　　　خودی ٹوٹے سفر پھر کونسا ہے

یعنی اُس کی طرف کشش تیری نہائیت آسان ہے۔ مگر تعین تیرا راستہ میں حجاب ہے۔ اگر خودی کا پہاڑ نہ ہو۔ تو تیرے اور حق تعالےٰ کے درمیان کوئی راستہ یا سفر نہیں نظم

قرب نے بالا و پستی رفتن است　　　قربِ حق از ہستی خود رستن است

(ترجمہ) بلند اور نیچے جانا قرب نہیں ہے۔ (بلکہ تقرب حق تعالیٰ کا خودی سے چھوٹنا ہے

خویش را بگذار و بیخود شو درآ　　　اندرونِ بزم وصل جاں فزا

(ترجمہ) آپ کو چھوڑ اور بے خود ہو کر آ، (اور) محبوب کے وصل کی محفل میں داخل ہو

نیستی از خویش عین وصل اوست　　　بگذر از ہستی دلت گر وصل جوست

(ترجمہ) اپنی فنا عین وصل اس کا ہے۔ ہستی سے گذر اگر تیرا دل وصل کو ڈھونڈتا ہے

جب سالک کی ہستی کو تجلئے الٰہی کے سوا محویت میسر نہیں۔ تو فرمایا کہ :-

تجلّے گر رسد بر کوہ ہستی　　　شود چوں خاک رہ ہستی ز ہستی

چمک نورِ خدا کی گر جھلکتی　　　طرح مٹی کے اُڑ جا کوہ ہستی

اگر حق تعالےٰ کے ذاتی تجلّے کا نور سالک کی ہستی کے پہاڑ پر چمک ڈالے۔ تو اس کی ہستی کا اندھیرا مٹی کی طرح رستہ میں پست و ناچیز ہو کر محو ہو جائے۔ جب سلوک و ریاضت اللہ تبارک و تعالےٰ کے جذبہ کو لائق ہونے کے لئے ہے۔ تو فرمایا کہ :-

گدائے گرددازیک جذبہ شاہے	بیک لحظہ دہد کوہے بکاہے
گدا اک جذبہ سے ہو پھر شہنشاہ	پہاڑوں کو کرے لحظہ میں جی کاہ

یعنی جَذْبَۃٌ مِنْ جَذَبَاتِ الْحَقِّ تُوَازِیْ عَمَلَ الثَّقَلَیْنِ یعنے حق تعالے کی کششوں میں سے ایک جذبہ دوجہان کے اعمال کے برابر ہے **نظم**

دریں دریا فگن خود را مگر دست بدست آری	کہ ریں دریائے بے پایاں گہر بسیار بنجیزد

(ترجمہ) اس دریامیں اپنے آپ کو پھینک شاید تجھے موتی ہاتھ لگ جائے کیونکہ اس دریائے بے پایاں سے بہت سے موتی نکلتے ہیں *

اور جب اعلےٰ مقامات کا وصول متابعت میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے ہے۔ تو فرمایا :-

بروواندر پئے خواجہ باسرے	تفرج کن ہمہ آیات کبرےٰ
نبی کی پیروی میں چل باسرے	زیارت کر سبھی آیات کبرےٰ

فرماتے ہیں کہ متابعت میں خواجہ کے یعنے حضرت رسالت پناہ محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے کیونکہ خواجہ یعنے سردار وہی ہیں - اور دوسرے ان کی طفیل ہیں۔ سیر کو جا۔ کہ مراد معراج سے ہے۔ یعنی ظاہری اور باطنی قیدوں سے اپنے آپ کو چھڑا تاکہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی برکت سے عرش پر تجھے عروج حاصل ہو۔ اور اللہ تبارک وتعالے کے ظہورات کے بڑے بڑے نشانات نظر میں آئیں - اور جب جسمانی تعلقات مانع ہیں۔ تو فرماتے ہیں :-

بروں آ از سرائے اُمّ ہانی	بگو مطلق حدیث مَنْ رَّاٰنِیْ
تعلق توڑ حاصل کر معانی	محمد کی طرح کہہ مَنْ رَّاٰنِیْ

یعنی طبع اور ہوا کی حویلی سے باہر نکل تعلقات کو توڑ۔ ذات مطلق کے دیدار میں فانی ہو۔ حقتعالے کی بقا کے ساتھ درست ہو۔ معنوی کمال حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا وارث بنکر حدیث مَنْ رَّاٰنِیْ فَقَدْ رَاَی الْحَقَّ کہہ یعنے جس نے مجھ کو دیکھا تحقیق خدائے تعالے کو دیکھا۔ اور یہ اشارت بقا باللہ کے ساتھ ہے۔ اور پھر قطع تعلق میں فرماتے ہیں :-

گذارے کن زکاف گنج کونین　　نشیں در قاف قرب قاب قوسین

گذر جائے جبھی گوشہ سے کونین　　جگہ تیری ہو قرب قاب قوسین

یعنی صورت و معنے کے جہان سے گذر جا - اور قاب قوسین کے مقام میں جو الوہیت کی واحدیت کا مقام ہے اور وجوب و امکان کی دونوں کمانوں کا محیط اور جناب محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے - اس میں متمکن ہے - اور جب سالک کو واحدیت کے مقام میں تحقق حاصل ہو - اسکا علم اور ارادہ کلی ہو جاتا ہے - فرماتے ہیں

دہد حق مرترا ہر چہ کہ خواہی　　نمایندت ہمہ اشیا کماہی

تجھے جو کچھ کہ ہے حق سے روا ہو　　حقیقت سب جہانونکی عطا ہو

یعنی صفاتِ الٰہی کے ساتھ درست اور متصف ہونے کے بعد جو کچھ تیرا مقصود ہے حاصل ہوگا - اور اللہ تعالےٰ کے سب اسموں وصفتوں کے حکم اور نشان اپنے نفس میں تجھے مشاہدہ ہونگے - اور اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَآءِ کَمَا ھِیَ کے کہنے والے کی وراثت سے سب چیزوں کی حقیقت جیسے کہ وہ ہے - تجھ کو دکھائیں گے - نظم

یار چوں با یار خوش بنشستہ شد　　صد ہزاراں لوح سر دانستہ شد

(ترجمہ) جب یار کو یار کے ساتھ خوش مجلس نصیب ہوئی - تو لاکھوں کتابیں بھیدوں کی پڑھنے میں آئیں *

اور جب جہان پوشیدہ بھیدوں کے ساتھ ایک کتاب ہے کہ حسب مراتب کلیہ اور اشخاص جزئیہ کے اللہ تعالےٰ کے کلیہ وجزئیہ اسموں کی صورتوں کو حامل ہے - اور قرآن مجید - وکتاب عالم کی مطابقت کے بیان میں فرمایا - کہ قاعدہ ذاتی شغل کا یہی ہے کہ جب سالک تجلے ذاتی میں فنا ہونے کے بعد سرمدی بقا کے ساتھ درست ہوا - اور قاب قوسین کے مقام میں جو واحدیت و علم کا مقام ہے متمکن ہوا اور دوئی کا نقش اس کی بصیرت کی آنکھ سے اُٹھ کھڑا ہوا - پس سبھی جہان بہ نسبت سالک تجلے کے مثل ایک کلی کتاب کے ہوا - جو سب احکام الٰہیہ پر شامل ہے - فرمایا کہ

بنزد آنکہ جانش در تجلے ست　　ہمہ عالم کتاب حق تعالےٰ ست

القاعدۃ الفکر فی اشتغال الذات

دل و جان جس کے ہیں اندر تجلی | جہاں سب ہیں کتابیں حقتعالیٰ

یعنی جس کی جان و دل تجلّے الٰہی کا آئینہ بنا - اور ذرات موجودات کے ورقوں سے بھیدوں کے احکام حقتعالے کے تجلیات سے پڑھتا ہے - سب کے سب غیب اور شہادت کے جہاں اس کے آگے حق تعالے کی کتاب ہے - اور موجودات کے افراد سے ہر ایک فرد اللہ تعالے کے کلمات سے ایک ایک کلمہ ہے - کہ حق تعالے کے اسمار جزئیہ سے ایک خاص معنے پر دلالت رکھتا ہے جو بواسطہ نفس رحمانی کے ہر ایک متنفس کے باطن سے پیدا ہو کر غیب سے شہود میں آئے ہیں **نظم**

ما جملہ جہاں مصحف ذاتت دانیم | از ہر ورقے آیت وصفت خوانیم

(ترجمہ) ہم سب جہانوں کو تیری ذات کی کتاب جانتے ہیں - ہر ورق سے تیری صفت کی آیت پڑھتے ہیں

با آنکہ مدرسیم در مکتب عشق | در معرفت کُنہ تو ما نادانیم

(ترجمہ) عشق کے مکتب میں با وجود اُستاد ہونے کے تیری کُنہ کی شناخت میں ہم نادان ہیں +

مشابہت کی وجہ بیان فرماتے ہیں :-

عرض اعراب و جوہر چون حروف است | مراتب ہمچو آیات وقوف است

عرض اعراب و جوہر ہیں حروفات | مراتب مثل آیات و وقوفات

یعنی جیساکہ جوہر و عرض دو ماہیتیں ہیں - کہ جہان کی کتاب میں جو کچھ ہے - موجودات کے مراتب اور اشخاص دافراد سے دونوں اسکو شامل ہیں - حروف و اعراب بھی کتاب منزلہ میں دو حقیقتیں ہیں - کہ جو کچھ اس کتاب میں سورتوں اور آیتوں سے ہے - اسے شامل ہیں - اور جیسا عالم میں عرض تابع جوہر کا ہے - قرآن میں اعراب تابع حروف کے ہیں - اور جیسا موجودات جواہر و اعراض سے حاصل ہوتے ہیں یہ کلمات و آیات حرفوں و اعرابوں سے ظاہر ہوئے ہیں - اور حسب مراتب کلیہ جہانوں کے تحت میں ہیں - تو فرماتے ہیں :-

از و ہر عالمے چون سورۂ خاص | یکے زاں فاتحہ واں دیگر اخلاص

سبھی عالم ہیں ایک اک سورۂ خاص | کوئی جوں فاتحہ اور کوئی اخلاص

یعنی جہان کی کتاب سے ہر ایک عالم سورۂ خاص کی طرح ہے جو بمنزلہ کتاب میں داخل ہے۔ اور جب ہر ایک سورت کئی آیتیں ہیں جو مختلف احوالوں و احکاموں کے بیان سے متضمن یعنی پیوند کی گئی ہیں۔ ہر ایک عالم کئی مرتبوں پر ہے کہ ہر ایک مرتبہ اسم کلی کے مظہر ہیں جو ان اسموں کے ہر ایک کے تحت میں کئی اسم مختلف احکام کے ہیں اور اسی مطابقت پر اشارت فرماتے ہیں

نخستین آیتے عقلِ کُل آمد — کہ در وَے ہمچو بائے بسمل آمد

ہے پہلی آیت اسکی عقلِ کُلی — مثالِ بائے بسمل ہے وہ جملی

یعنی عالم کی کتاب کی آیتوں سے پہلی آیت عقل کُل ہے۔ اور موجودات کے مراتب میں بسم اللہ شریف کی بے کے برابر ہے۔ جو کتاب آسمانی میں یعنی قرآن شریف میں ہے پس عقل کُل مقابلہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ہے۔ جو اجمالاً تمامی قرآن شریف پر شامل ہے۔ جیسا کہ عقل کُل بھی اجمالاً عالم کے سب مراتب پر شامل ہے۔ اور دوسرا مرتبہ فرمایا۔ کہ :۔

دوئم نفسِ کُل آمد آیتِ نُور — کہ چوں مصباح شد در خانۂ نور

وہ نفسِ کل ہے اسمیں آیتِ نور — چراغوں سے ہی گھر تھا ہے پُر نور

یعنی دوسری آیت کتابِ عالم سے نفسِ کُل ہے کہ دوسرے مرتبہ میں عقلِ کُل سے واقع ہے۔ اور جیسا عقلِ کُل احدیت کی مظہر اور اجمالی احکام کا حامل ہے۔ نفسِ کُل واحدیت کی مظہر اور تفصیلی احکام کا حامل ہے۔ اور آیت نور کے برابر اسواسطے رکھا کہ سب چیزیں نور کے ساتھ ظہور رکھتی ہیں۔ اور نفس کُل میں جو حق تعالےٰ کے علم کا مظہر ہے سب چیزیں اس میں بھی ظاہر ہیں۔ اور یہ نفسِ کُل اس چراغ کی مانند ہے جس کے ساتھ عالم منور ہے۔ اور حیات و علم کے انوار وہی نفس ہے جو عالم کے مراتب پر چمکا۔ اور ہر ایک کو اس کی استعداد کے قدر پر روشن کیا۔ اور جب نفسِ کُل کے بعد عالم جسمانی ہے۔ تو فرمایا کہ :۔

سوئم آیت در وشد عرشِ رحمان — چہارم آیۃ الکرسی ہمی خواں

پھر آیت تیسری ہے عرشِ رحمان — ہے چوتھی آیۃ الکرسی اے جہان

یعنی آیت تیسری کتاب عالم سے عرش ہے جسے فلکِ اطلس کہتے ہیں - اور قرآنی آیات سے مقابلہ میں اس کے آیت اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ہے - اور آیت چوتھی آٹھواں فلک جسے کرسی بولتے ہیں - اور قرآنی آیتوں سے آیت الکرسی ہے - اور جب سات آسمان اور ہیں - تو فرماتے ہیں :-

پس از وے جرمہائے آسمانی است | کہ در وے سورۂ سبع المثانی است
پھر اس کے بعد طبقے آسمانی | ہیں عالم میں وہ جوں سبع المثانی

یعنی ساتوں آسمان مقابلہ میں سبع المثانی کے ہیں یعنی سورۂ فاتحہ کی ہر ایک آیت مقابلہ میں ایک آیت فلکی کے ہے - اور غرض اس سے اشارت ہے ترتیب لازم نہیں اور جب آسمانوں کے بعد عناصر ہیں - تو فرمایا کہ :-

نظر کن باز در جرمِ عناصر | کہ ہر یک آیتے ہستند باہر
نظر کر دیکھ چاروں جرم عنصر | طرح آیات کے ہیں وہ منوّر

عناصر یعنی آگ و ہوا و پانی اور مٹی ہے - کہ ہر ایک عالم کی کتاب میں بصیرت والوں کے آگے آیت روشن ہے - اور مقابلہ میں آیاتِ قرآنی کے ہیں - اور جب تینوں موالید عناصر سے مرکب ہوتے ہیں - تو فرماتے ہیں :-

پس از عنصر بود جرم سہ مولود | کہ نتواں کرد ایں آیات معدود
عناصر سے ہوئے پھر تینوں مولود | نہیں ہوتی ہیں یہ آیات معدود

جامد یعنی پتھر و نبات اور حیوان کو موالید اس واسطے کہتے ہیں - کہ عناصر سے پیدا ہوئے ہیں - اور انواع و اقسام و افراد کی حیثیت سے گنتی میں نہیں آ سکتے ہیں - اور جب انسان آخر و نہایت تنزلات کا ہے - اسواسطے فرمایا کہ :-

بآخر گشت نازل نفسِ انساں | کہ برناس آمد آخر ختم قرآں
ہوا نازل ہے آخر نفس انساں | کہ ہے والنّاس پر جوں ختم قرآں

یعنی اللہ تبارک و تعالےٰ نے اس کے بعد کچھ نہیں پیدا کیا - عالم کی کتاب سے آخری آیت جو نازل ہوتی ہے - وہ نفس انسانی ہے - یعنی حقیقت اور ہیئت اجتماعی انسان ہے

اور غرض پیدائش کی اس کے ساتھ تمام ہوئی۔
اور جب اسبابوں میں فکر کرنے کی آشنا میں مبداء کے ساتھ اشارت ہے۔ جو ظہور ہستی کا نیستی میں ہے۔ اور جہانوں کی طرف تنبیہ اور کمالات معنوی کی تحصیل میں ترغیب دلانی جو معاد کے ساتھ وصول یعنی نیستی کا ظہور ہستی میں ہے۔ اور معارج کی قوس (یعنے سیر الی اللہ کی کمان) کے آخری نقطہ کا اتصال مدارج کی قوس کے پہلے نقطہ پر۔ اور وجود کے دائرہ کا اتمام کتاب عالم کی تطبیق قرآنی کتاب کے ساتھ فرمائی
اب کتاب عالم کے آفاقی احکام میں اشارت کر کے فرماتے ہیں۔ قاعدہ فی الفکر فی الآفاق (آفاق میں فکر کرنے کا قاعدہ) اور یہ قاعدہ اسبابت پر اشارت ہے۔ کہ اعتبار کی نظر سے آسمانوں وستاروں میں اور ان کے سیروں وشکلوں کے اختلاف میں اور انکے اثروں میں جو نیچے کے جہان میں ان سے پہنچتے ہیں۔ فکر کرنا چاہئے تا قدرت الٰہی کا کمال اور اسکی تدبیر کا حکم عالم کے انتظام میں دیکھا جائے۔ اور کمالیت کا سبب ہوجائے۔ اور جب نیچے والے جہان کے انداز پر رہنا کمال سے محروم ہونے کا موجب ہے تو فرمایا

مشو محبوس ارکان طبائع	بروں آئے و نظر کن در صنائع
عناصر اور طبائع سے گذر کر	خدا کی صنعتوں میں جا نظر کر

ارکان طبائع کے عناصر ہیں۔ کہ ہر ایک ترکیب میں مثل رکن کے ہیں۔ اور حرارت ورطوبت و برودت و یبوست یعنی گرمی۔ بلغم۔ سردی۔ خشکی طبائع ہیں۔ اشارت کے طریق سے فرماتے ہیں۔ کہ انہیں میں مت پھنس بلکہ قدم کو آگے بڑھا۔ اور اللہ تعالیٰ کی کاریگریوں میں غور کرنا انسانی خاصیت سے تجھے محرومی نہ ہو۔ اور جب محسوسہ موجودات کے اعظم یعنے سب سے بڑھکر آسمان ہیں۔ اور اُن سے اثر نیچے میں پہونچتا ہے۔ تو فرمایا کہ

تفکر کن تو در خلق سمٰوات	کہ تا ممدوح حق گردی در آیات
خلق میں آسمانوں کی فکر کر	کہا حق نے کرو اس میں تفکر

یعنی آسمانوں کی پیدائش اور ان کی حرکت دائمی میں اور حرکت اور اثروں کے اختلاف میں فکر کرنا قرآنی آیات میں خدا تعالیٰ کا ممدوح ہوجائے۔ فرمایا کہ :-

ببیں یکراہ کہ خود تا عرش اعظم	چگونہ شد محیط ہر دو عالم

ذرا دیکھو کہ کیسے عرشِ اعظم　　لپیٹے اس نے ہیں یہ دونو عالم

مراد دُنیا اور آخرت سے ہے۔ کیونکہ ارض الجنۃ الکرسی وسقفہا عرش الرحمٰن منہا تفجرت الانہار۔ زمین بہشت کی کُرسی اور اسکا چھت اللہ تعالےٰ کا عرش ہے۔ جو اس سے نہریں جاری ہیں۔ پس البتہ جنت و دوزخ اس میں داخل ہونگے۔ پس دونوں عالم کا محیط ٹھیرا +

چرا کردند نامش عرش رحماں　　چہ نسبت دارد او با قلب انساں

رکھا کیوں نام اسکا عرش رحماں　　اسے نسبت ہے کیسے دل سے انساں

جاننا چاہئے کہ اسماء الٰہیہ کی جامعیت کے اعتبار کے ساتھ حق تعالےٰ کا اسم رحمان ہے۔ اور وجود لوازم کا اضافہ وممکنات کا جواہر اور اس اسم کا مظہر شہادت کے عالم میں عرش ہے۔ کہ اس کی حرکت کے ساتھ بے نہایت جنسیں اور قسمیں وافراد واشخاص عناصر کے ظہور سے موالید کے مراتب میں ظاہر ہیں۔ اس واسطے وجہ تسمیہ اس کی عرش الرحمان کے ساتھ ظاہر ہے۔ کیونکہ فلک الافلاک یعنی عرش کی گردش کے ساتھ اسم الرحمان کا تقاضا کامل وجہ پر پیدا ہوتا ہے۔ اور جب آفاق میں اسم الرحمان کا مظہر عرش ہے۔ انفس یعنے انسانی عالم میں دل انسان کا بھی مقام اسم الرحمان کا بلکہ رحمانی ظہورات دل میں زیادہ عرش سے ہیں۔ کیونکہ عالم غیب وشہادت کے درمیان دل ایک برزخ یعنی پردہ ہے۔ جو دونوں عالم کے احکام پر شامل ہے۔ اور عرش صرف عالم شہادت کے لئے ہے۔ اور دل مناسبت کا نقطہ دونوں عالم کے درمیان کئی قسموں کے ساتھ ہے۔ اور جب بندوں کے دل بین الاصبعین من اصابع الرحمٰن یقلبہا کیف یشاء (رحمان کی انگشتوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں پلٹتا ہے انہیں جیسے چاہتا ہے) ہمیشہ عرش کی طرح حرکت میں ہیں۔ فرمایا کہ :-

چرا در جنبش اند ایں ہر دو مادام　　کہ یک لحظہ نمیگیرند آرام

کیوں جنبش میں ہیں یہ دونو مادام　　گھڑی پل بھی نہیں کرتے ہیں آرام

یعنی انسان کا دل و رحمان کا عرش کیوں ہمیشہ حرکت کرتے ہیں۔ مگر اس واسطے کہ شان الٰہی دائمی ظہور کا تقاضا کر رہا ہے۔ اور کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِی شَاْنٍ (یعنے ہر روز وہ ذات ایک کام میں ہے) کے ظہور کا سبب آفاق وانفس میں یہ دونوں مظہر ہیں۔ اور دائمی حرکت

ظہورآت کی محبت کے تقاضا سے ہے۔ مختلف حقیقتوں کے ظاہر کرنے کے لئے۔ اور جب دائمی حرکت عرش کے دور کی طرح ہے۔ اور واقع میں سرکز کی حرکت کے تابع ہے۔ فرمایا کہ

مگر دل مرکز عرش بسیط است — کہ ایں چوں نقطہ آں دور محیط است

مدار عرش کا مرکز ہوا دل۔ — بنا ہے قطب عرشی مرد کامل

بسیط وہ ہے جو طبائع کے محیط کی اجزاؤں سے ترکیب کیا ہوا نہ ہو۔ پس انسان کے دل کی نسبت عرش کے ساتھ جیسے مرکز و محیط یعنی دائرہ و نقطہ کی نسبت ہے۔ اور عرش کی حرکت دوری ہے۔ اور قلب کی حرکت نقطہ کے نفس پر ہے۔ اور جب مراد اس دل سے جسے عرش کا مرکز کہا گیا ہے۔ بحکم قلب العباد بین الاصبعین وقلب المؤمن عرش اللہ الاعظم یعنے بندوں کے دل درمیان دو انگلیوں حق تعالےٰ کے اور مومن کا دل اللہ تعالےٰ کا عرش اعظم ہے حقیقت میں کامل کا دل ہے فرمایا کہ

برآید در شبانروزی کم و بیش — سراپائے تو عرش اے مرد درویش

خدا کے عرش کی ہیں تیز حرکات — کرے طواف تیرا ہی وہ دن رات

یعنی عرش تیرے سر و پاؤں کے گرد جو ایک رات دن کی مدت میں پھر آتا ہے۔ وصاحب دل کا طواف کرتا ہے۔ یہ اشارت اس بات کی طرف ہے کہ آسمانوں کی حرکت کا حقیقی مقصود صاحب دل و صاحب مکاشفات و مشاہدات کے لوگ ہیں۔ اور آسمانوں کا پھرنا ان لوگوں پر و کمی بیشی سے مراد وہ تفاوت ہے۔ جو درمیان حرکت عرشی و حرکت خاصہ شمسی کے ہے۔ کیونکہ آسمان کا دورہ تمام ہو جاتا ہے۔ اور ابھی رات دن تمام نہیں ہوتے۔ کیونکہ سورج اپنے خاصہ سیر کے ساتھ اس نقطہ پر دیر کو پہونچتا ہے۔ جسے ہم عرش و سورج کے دور کا مبداء فرض کرتے ہیں۔ اور جب باقی آسمان عرشی حرکت کے ساتھ متحرک ہیں۔ تو فرمایا کہ:۔

از و در جنبش اجسام مدوّر — چرا گشتند یکراہ نیک بنگر

ستارے اور فلک جو ہیں مدوّر — اسی حرکت سے کیوں کھاتی ہیں چکر

یعنی آسمان و تارے جو مدوّر ہیں عرش کی حرکت سے کیوں جنبش میں ہیں۔ جاننا چاہیئے کہ سبب یہ ہے کہ نفس حرکت کرنے والا قوت و تاثیر میں سب کی تحریک کے مرتبہ کو پہنچا

ہے۔اور بعضوں کا قول ہے کہ ظرف کی حرکت مظروف کی حرکت کا لزوم ہے۔اور حرکت کی جہت کو اشارت فرماتے ہیں:۔

زمشرق تا بمغرب ہمچو دولاب | ہمے گردند دائم بے خور وخواب
چلیں مشرق سے مغرب کو وہ بیتاب | کریں گردش ہمیشہ بے خور وخواب

یعنی یہ حرکت مشرق سے مغرب کی طرف ہے۔اور تحصیل کمال کے نہائیت عشق سے جس کے لئے پیدا ہوتے ہیں کھانے وآرام کرنے کی پروا نہیں رکھتے فرمایا کہ

بہر روز و شبے ایں چرخ اعظم | کند دورِ تمامی گردِ عالم
ہر اِک دن رات میں یہ عرش اعظم | کرے دور تمامی گرد عالم

حرکت عرشی کی تیزی کا بیان ہے۔اور حکما کے نزدیک ثابت ہوا ہے۔کہ کچھ کم اسی ہزار سال کا راستہ ہے۔جو ایک دن رات میں قطع کرتا ہے۔اور اس حرکت کے ساتھ جب باقی آسمانوں کو حرکت دیتا ہے۔فرمایا کہ:۔

وزو افلاک دیگر ہم بہ ینساں | بچرخ اندر ہمی باشند گرداں
اسی حرکت سے ہی یہ سارے افلاک | طرح چرخے کی پھرتے ہیں وہ چالاک

ولے بر دورِ عکس چرخ اطلس | ہمے گردند ایں ہشت مقوس
مگر برعکس چال چرخ اطلس | پھریں مغرب سے یہ آٹھوں مکرس

یعنی یہ آٹھوں آسمان عرشی حرکت کے ساتھ بے اختیار مشرق سے مغرب کو حرکت کرتے ہیں۔اور برعکس اس کے اختیار کے ساتھ مغرب سے مشرق کو پھرتے ہیں۔اور جب معدل النہار یعنی برابر رکھنے والا دنوں کا فلکِ اعظم کا منطقہ یعنی عرش کا جو برجوں کے آسمان کو لپیٹنے والا ہے۔تو فرماتے ہیں:۔

معدل کرسی ذات البروج است | کہ اورا نے تفاوت نے فروج است
بروجی چرخ کی کرسی ہے عادل | جدا ہرگز نہیں اس سے نہ فاصل

معدل النہار یعنی برابر رکھنے والا دنوں کا جو منطقہ عرش دکرسی ذات البروج یعنے

آٹھویں آسمان کی کرسی ہے۔ جو برجوں کو رکھنے والا آسمان اور جو مفروض ہوا ہے اور تفاوت کا لفظ لغت میں دوری ہے۔ یعنی ذات البروج (جسے آٹھواں آسمان فرض کیا) معدل یعنی کرسی سے دور نہیں ہوتا۔ کہ ان میں فرجہ اور انفصال نہیں۔ اور برجوں کے ساتھ اشارت کر کے فرماتے ہیں :۔

حمل با ثور با جوزا و خرچنگ | بر و بر ہمچو شیر و خوشہ او رنگ
حمل ہی ثور اور جوزا و سرطان | اسد جوں شیر اور سنبلہ ہی میزان
دگر میزان و عقرب پس کمانست | زجدی دلو و حوت اینجا نشانست
ہے اس کے بعد عقرب پھر کمان ہے | جدی اور دلو و حوت انکا نشان ہے

یہہ سب باراں برجوں کے نام ہیں ؛

ثوابت یکہزار و بیست و چار اند | کہ بر کرسی مقام خویش دارند
ثوابت یکہزار اور بیس ہیں چار | جگہ انکی ہے کرسی کیا ہے تکرار
بہفتم چرخ کیوان پاسبان است | ششم برجیس را جای دکان است
فلک ہفتم پہ کیواں پاسبان ہے | ششم پر مشتری کا ہی مکاں ہے
بود پنجم فلک مریخ را جائے | بچارم آفتاب عالم آرائے
سماں ہے پانچواں مریخ کی جاہے | ہے چوتھے پر وہ سورج عالم آرائے
سوئم زہرہ دوم جائے عطارد | قمر بر چرخ دنیا گشت وارد
سیوم پہ زہرہ دویم پہ عطارد | قمر ہے چرخ دنیا پہ ہی وارد
زحل را جدی دلو و مشتری باز | بقوس و حوت کرد انجام و آغاز
جدی اور دلو ہیں کیواں کی منزل | ہے قوس اور حوت میں برجیس نازل
حمل با عقرب آمد جائے بہرام | اسد خورشید را شد جائے آرام
جگہ بہرام کی عقرب حمل ہے | اسد سورج کو جائے بے خلل ہے

چو زہرہ ثور میزان ساخت گوشہ | عطارد رفتہ در جوزا و خوشہ
ہے میزان ثور میں زہرا کا گوشہ | عطارد کی جگہ جوزا و خوشہ
قمر خرچنگ را ہم جنس خود دید | ذنب چوں راس شد یک عقل بگزید
قمر سرطان کو ہم جنس دیکھا | ذنب جوں راس ہوکر عقل سیکھا
قمر را بیست و ہشت آمد منازل | شود با آفتاب آنگہ مقابل
منازل چاند کے ہوں جب اٹھائیس | مقابل ہوکے سورج کے کریں ریس
پس از وے ہمچو عرجون قدیم است | ز تقدیر عزیزے کو علیم است
پھر عرجون القدیم اسکا بیاں ہے | کھجوری شاخ سوکھی جوں کماں ہے
اگر در فکر گردی مرد کامل | ہر آئینہ کہ گوئی نیست باطل
اگر ہے فکر میں تو مرد کامل | نہیں بیشک یہ مصنوعات باطل

یعنی اگر تو فکر میں مرد کامل ہو جائے - اور ان کاریگریوں میں جیسا کہ چاہئے - فکر کرے تو دیکھے - کہ آسمان و ستارے اس بزرگی شان اور ہر ایک کی حرکات کے اختلاف کے ساتھ اور نظروں و مزاجوں کے ملنے جلنے سے بہت سی حکمتوں کے لئے ہیں - کہ جیسا چاہئے اطلاع انپر انسانی طاقت سے باہر ہے - اور آثار و احکام ان کے جو نیچے کے جہان میں ظاہر ہوتے ہیں - جیسا کہ یُنَزِّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ (یعنے نازل کرتے ہیں ہم امروں کو بیچ ان کے) کس کیفیت کے ساتھ ہیں - اور کس طرح کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِیْ شَانٍ یعنی ہر روز وہ ایک کام میں ہے اکی مظہر ہوئے ہیں - البتہ کہے تو کہ یہ سب کچھ عبث و باطل نہیں ہیں - اور خدا کی پناہ کہ حکیم سے کوئی چیز بلا حکمت کے صادر ہو

کلام حق ہمی ناطق بر این است | کہ باطل دیدن از ضعف یقین است
کلام اللہ گواہ صادقین ہے | کہ باطل دیکھنا ضعف یقین ہے

بلکہ کفر ہے - کیونکہ فرمایا - کہ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ یعنے نہیں پیدا کیا ہم نے آسمان و زمین اور جو درمیان انکے ہے بیفائدہ یہ گمان ان لوگوں کا ہے جو کافر ہوئے - پس

سخت عذاب ہے ان کے لئے جو کافر ہوئے آگ سے +

جب وہ لوگ جنہیں ایمان یقینی حاصل ہے۔ جانتے ہیں کہ ہر ایک ذرہ کی پیدائش کے ضمن میں حکمت اور ظہور ہے +

وجودِ پشہ دارد حکمتے اخام — نباشد در وجود تیر بہرام

وجودِ پشہ جب ہے حکمتِ تام — نہو پھر کیوں وجود تیر بہرام

وَفِیْ خَلْقِکُمْ وَمَا یَبُثُّ مِنْ دَآبَّۃٍ اٰیَاتٌ لِّقَوْمٍ یُّوْقِنُوْنَ (یعنی تمہاری پیدائش میں اور جو کھنڈائے جاتے ہیں جانوروں سے یقین والوں کے لئے نشانیاں ہیں +

اور جب آسمانوں و ستاروں کی تاثیر استقلال سے نہیں۔ بلکہ حقیقی فاعلِ مختار کے امر کے ساتھ ہے تو فرمایا کہ

ولے چوں بنگری در اصل ایں کار — فلک را بینی اندر حکمِ جبار

مگر جب اصل میں دیکھے تو یہ کار — سبھی ہیں چرخ اندر حکمِ جبار

یعنی اگرچہ ہر ایک خواص و عوام کی نظر میں آسمانوں و ستاروں سے ہی اثر دیکھا جاتا ہے۔ مگر در اصل اس پیدائش کے کام میں جب دیکھیں۔ تو یہ بھی باقی مخلوق کی طرح اس جابر حکم والے کے محکوم ہیں۔ اسواسطے فرمایا کہ

منجم کو ز ایمان بے نصیب است — اثر گوید کزیں شکل غریب است

نجومی بے نصیب اندر ازل ہے — جو کہتا ہے مؤثر یہ شکل ہے

نجومی وہ لوگ ہیں جو ستاروں کو مؤثر حقیقی کہتے ہیں۔ اور خدا تعالےٰ کی وحدت کی تصدیق سے بے نصیب اور مبداء کی طرف راہ پانے والے نہیں ہیں۔ اسواسطے اس شکل عجیب کے ساتھ یعنی آسمانوں اور ستاروں کے ساتھ اثر کی سند پکڑتے ہیں۔ اور بصیرت یعنی معرفت کی آنکھ کی نابینائی سے فرمایا کہ

نمی بینی کہ ایں چرخ مدوّر — ز حکم و امرِ حق گشتہ مسخّر

نہ دیکھا تو نے یہ چرخ مدوّر — خدا کے امر میں ہے وہ مسخّر

یعنی خدا کے امر میں مسخّر و بے اختیار ہے۔ نظم

در گوشِ دلم گفت فلک پنہانی — کاریکہ خدا کند زمن میدانی

(ترجمہ) میرے دل کے کان میں آسمان نے پوشیدہ کہا جو کام خدا کرتا ہے وہ میرے سے جانتا ہے

برکار خودم اگر بدے دستے — خود را بخرید مے زسر گردانی

(ترجمہ) اپنے کام پر اگر مجھے اختیار ہوتا۔ تو آپ کو سرگردانی سے لیتا ۔

اور جب افراط و تفریط کی دونوں طرف کو منع فرمایا۔ کہ آسمان و ستارے باطل و عبث نہیں ہیں۔ بلکہ بے نہایت حکمتیں ان میں درج ہیں۔ اور اپنے استقلال سے مؤثر نہیں مسخر ہیں۔ اب واقع بہ تمثیل کر کے فرماتے ہیں۔ اور یہ اشارت اس بات پر ہے۔ کہ سب چیزوں میں فاعل حق تعالےٰ ہے۔ اور یہ سب اسباب ہیں

تو گوئی ہست ایں افلاک دوار — بگردش روز و شب چوں چرخ فخار

کہ گویا یہ فلک اندر تگ و دو — پھریں دن رات جوں چرخہ ہی گلگو

یعنی جیسا کہ کوزہ گر کا چرخہ برتن بنانے کا اسباب اور بے اختیار ہے۔ آسمانوں کو بھی ویسے ہی جانو فرماتے ہیں :۔

درو ہر لحظۂ دانائے داور — ز آب و گل کند یکظرف دیگر

کہ اسمیں ہر گھڑی دانائے ہر کار — کرے مٹی سے برتن گھڑ کے تیار

یعنی عناصر سے ایک برتن اور یعنے موالید کے افراد میں دوسرے تعین کی کھیل کرتا ہے جیسا کہ کوزہ گر پانی کیچڑ کے مادہ سے برتن بناتا ہے۔ حضرت حق عناصر کے مادہ سے بناتا ہے

ہر آنچہ در زماں و در مکان است — زیک اُستاد دانا کارخانہ است

ہے جو کچھ واقع اندر زمانہ — اسی اُستاد کا ہے کارخانہ

یعنی جو کچھ عناصر و موالید و اشخاص بے نہایت زمانہ و مکان میں واقع ہیں۔ وہ سب ایک اُستاد سے۔ جو حق تعالےٰ ہے اور ایک کارخانہ ایجاد سے حاصل ہوئے ہیں۔ اور اسبابوں کے بے اختیار ہونے کی دلیل فرماتے ہیں۔

کواکب گر ہمہ اہل کمال اند — چرا ہر لحظہ در نقص و وبال اند

ستارے ہیں اگر اہل کمالات — کیوں ہیں ہر گھڑی اندر زوالات

وبال ستارہ کے خانہ کے مقابلہ میں ہے کہ جہاں نہائیت قوت رکھتا ہے۔ اور وبال کے خانہ میں نہائیت ضُعف اور یہ نقص ہے یعنے وہ حالت کہ ستاروں کو اپنے گھروں میں ہے کمال ہے۔ اور اختیار رکھتے ہیں۔ اور مستقل ہیں۔ نہ مجبور۔ پھر کیوں ہر گھڑی نقص میں جو وبال ہے گرفتار ہوتے ہیں۔

همه در جاؤ سیر و رنگ اشکال   چرا گشتند آخر مختلف حال

سبھی کا سیر و منزل رنگ و اشکال   کیوں ہیں ہر صفت میں مختلف حال

یعنی ستارے اگر مستقل ہیں۔ تو ان امروں میں کیوں مختلف ہیں۔ اور ایک روش پر نہیں ہیں۔ اور یہ اختلاف مجبوری کی دلیل ہے۔ فرمایا کہ

چرا گہ بر حضیض و گہ بر اوج اند   گہے تنہا فتادہ گاہ زوج اند

کبھی نیچے کبھی اونچے وہ کیوں ہیں   اکیلے ہیں کبھی ملتے وہ کیوں ہیں

حضیض اوج کے مقابلہ میں ہے جیسے پستی و بلندی اور اوج سطح پر ستارہ کی شکل کا ایک نقطہ ہے۔ کہ جب ستارہ وہاں پہونچا۔ تو زمین کے نقطہ سے بہ نسبت اور مقاموں کے زیادہ دور ہوتا ہے۔ اور اوج ایک ستارہ کی قوتوں سے ہے۔ اور حضیض اس کا عکس ہے۔

دلِ چرخ از چہ شد آخر پر آتش   ز شوقِ کیست او اندر کشاکش

بھری دل میں سماں گر کس نے آتش   لگائی کس کے شوق اسکو کشاکش

کیونکہ کرہ آگ کا شکم میں قمری آسمان کے واقع ہے۔ یعنی اگر آسمان محبوب حقیقی کا مشتاق وڈھونڈنے والا نہیں۔ پس دل میں آگ کیوں رکھتا ہے۔ اور بے آرامی اور سرگردانی کس کے شوق کی کشش سے رکھتا ہے

همہ انجم برو گرداں پیادہ   گہے بالا و گہ شیب اوفتادہ

ستارے سب فلک پر چل رہے ہیں   کبھی اونچے کبھی نیچے پڑے ہیں

یعنی سب ستارے آسمان پر اپنے مطلوب کے پیچھے دوڑتے ہیں۔ اور اس کی طلب میں کبھی اوپر زمین کے اور کبھی نیچے زمین کے ہیں۔

عناصر باد و آب و آتش و خاک گرفتہ جائے خود در زیر افلاک

عناصر واو پانی آگ اور خاک مقام اپنا لیا ہے نیچے افلاک

بلندی کو طلب نہیں کرتے اور عین عاجزی ہیں ڈھونڈنے والے ہیں نظم

از پئے عشقت عناصر سرخوشند از ہوائے روئے تو در آتشند

(ترجمہ) تیرے عشق کے شراب سے عناصر مست ہیں۔ تیرے منہ کی طلب سے شوق کی آگ میں ہیں

آب ہر سو از پیت گشتہ رواں خاک زیں سو اوفتادہ درمیاں

(ترجمہ) پانی ہر طرف تیرے ہی پیچھے چلتا ہے۔ مٹی اس طرف سے راستہ کے بیچ پڑی ہے +

فرمایا :-

ملازم ہر یکے در مرکز خویش کہ ننہد پائے یکذرہ پس و پیش

ملازم ہیں وہ اپنے ہی مراکز نہیں ہلتے وہ آگے پیچھے ہرگز

یعنی عناصر اللہ تعالےٰ کے امر کے ایسے مطیع ہیں۔ کہ اپنے مرکز یعنے نقطہ کے نوکر ہیں۔ اور ایک ذرہ بھر آگے پیچھے نہیں جاتے۔ انتظار کے کوچہ میں قید ہیں۔ اور جب حاکم کے امر کی فرمانبرداری کا کمال ضدوں کا اجتماع ہے۔ تو فرمایا کہ

چہار اضداد در طبع مراکز بہم جمع آمدہ کس دیدہ ہرگز

طبیعت میں ہیں چاروں ضد قائم ہوئے ہیں جمع یکجا وہ ملازم

یعنی عناصر کی چار ضدوں کو کسی نے دیکھا ہے کہ طبع و مرکز میں جمع ہوویں۔ اور پھر صورت اور جدائی کو ظاہر کریں۔ پس ہوالبدیں انکی مجبوری کے سوا کچھ نہیں +

مخالف ہر یکے در ذات و صورت شدہ یک چیز از حکم ضرورت

مخالف ہیں وہ اندر ذات و صورت بنے اک چیز با حکم ضرورت

جان لے کہ آگ خفیف مطلق ہے۔ جو محیط دکھائی دیتی ہے۔ اور خاک ثقیل مطلق ہے کہ مرکز کو طلب کرتی ہے۔ اور ہوا خفیف مضاف و پانی ثقیل مضاف اور ہر ایک کی صورت دوسرے سے جدا ہے۔ اور باوجود اس مخالفت کے ضرورت کے حکم سے ہوالید کے مرکبات کی صورتوں میں ایک چیز ہوئے ہیں فرمایا :-

موالید سہ گانہ گشت زایشاں جماد آنگہ نبات آنگاہ حیواں

موالیدان سے موجود اندر مکاں جمادات و نباتات اور حیواں

تحقیق جان کہ عناصر کیفیتوں میں متخالف ہیں انکے اجزا جب شکستگی طلب کریں اور ایک دوسرے میں ملجائیں۔ تو اختلاط کی تمامیت سے ان کے ہر ایک کی صورت بواسطہ فعل اس دوسرے کے زائل ہو جاتی ہے۔ اور عناصر کے اجزاؤں کے درمیان نفس الامری مشابہت حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کیفیت متشابہ کو مزاج کہتے ہیں۔ اور جو مرکبات مزاج رکھتے ہیں۔ یا یہ ہے کہ نفس رکھتے ہیں۔ یا نہ۔ اگر نہیں رکھتے۔ تو انہیں جماد و معدن کہتے ہیں۔ اگر نفس رکھتے ہیں۔ مگر حس و حرکت ارادی رکھتے ہیں یا نہ۔ اگر نہیں رکھتے تو نہیں نبات اور اگر رکھتے ہیں۔ تو حیوان ہوتے ہیں۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باوجود اس تخالف کے جو عناصر میں واقع ہے نظر کر۔ کہ اجتماعی صورتوں میں حسب امتزاج کے صلح پیدا کر لئے ہوئے ہیں۔ اور بواسطہ اس تصالح کے مرکبات کے تینوں موالید حاصل ہوئے ہیں ❖

ہیولیٰ را نہادہ در میانہ ز صورت گشتہ صافی صوفیانہ

ہیولے کو رکھا جب درمیانہ ہوئے صورت سے صافی صوفیانہ

ہیولے ایک جوہر ہے جو صورت کا محل ہے۔ اور صورت ایک جوہر ہے کہ دونوں میں حال ہے۔ اور حکما کے نزدیک اجسام ان دونوں جوہروں سے مرکب ہیں۔ یعنی عناصر نے امتزاج کے بعد ہیولیٰ کے محل کو درمیان لا ڈالا۔ اور اپنی صورت مخصوصہ سے پاک دل صوفیوں کی طرح صاف ہو گئے۔ تب ہیولائی نے یگانگی کے حکم سے اکیلی صورت کا لباس پہنا۔ اور تعینات کی کثرت وحدت کے رنگ پر ظاہر ہوئی۔ اور عناصر کی اس نیستی کی برکت کے ساتھ موالید کے جہان میں یہ سب انوار کمال کے ان سے ظہور میں پہونچے

ہمہ از حکم و امر داد داور بجا استادہ و گشتہ مسخر

خدا کے حکم سے اور عدل داور کھڑے سب جائے اپنی پر مسخر

جب عناصر و آسمانوں کے بسائط کی فرمانبرداری و شوق کے ساتھ اشارت کی اب مرکبات کے شوق و انقیاد کی طرف تنبیہ کر کے فرمایا کہ

جماد از قہر بر خاک اوفتادہ   نبات از مہر بر پا ایستادہ

جماد از قہر مٹی پر پڑا ہے   نبات از مہر پاؤں پر کھڑا ہے

یعنی تجلّے جمادی جو جلالی ہے۔ اسواسطے بے شعور ہوکر خواری کی خاک پر پڑا ہے اور زمین سے سر اوپر اٹھا نہیں سکتا۔ کہ ذاتی تجلّے کے شراب سے ہمیشہ مست اور بیہوش ہے۔ اور نبات پرتو سے سورج محبت کے جو فاحببت کی مطلع سے اسپر چمکا پاؤں پر کھڑا استظر ہے۔ **نظم**

ریختی یکجرعہ دُردش بر جماد   مست و بیخود گشت و بر خاک اوفتاد

(ترجمہ) اپنے شراب کا ایک گھونٹ تونے پتھر پر چھڑکا مست اور بیخود ہوا اور خاک پر گر پڑا

چوں نبات مُردہ از وے نوش کرد   سر بر آورد از زمین و جوش کرد

(ترجمہ) جب مُردہ نبات نے اس شراب سے نوش کیا تو زمین سے سر باہر لائی اور جوش کیا*

ہر گیاہے کو بر آمد از زمیں   مست عشقت دیدم از عین الیقیں

(ترجمہ) ہر ایک پتا گھاس کا جب زمین سے اُگا۔ عین الیقین سے دیکھا میں نے کہ تیری عشق کا مست تھا

جب حیوانوں کی طبعی میل اپنے جُفت کیطرف حسی حرکت کے تقاضا سے ہے۔ تو ظہور و اظہار کی حکمت کے لئے فرمایا کہ

فروغ جانور از صدق اخلاص   پے ابقائے جنس و نوع اشخاص

محبت جانور کی ہے جو اخلاص   بقائے جنس اپنی کے لئے خاص

یعنی جانوروں کی میل و اشتیاق اپنے جوڑا کی طرف تمام رغبت سے بیفائدہ مت جانو۔ کیونکہ وہ جنس اور قسم اور افراد کے باقی رہنے کے لئے ہے۔ اور جب موجودات اکیلے مطلق کی الوہیت کے مقر ہیں اور اس کی ربوبیت کے گواہ ہیں۔ تو فرمایا کہ

ہمہ بر حکم داور کردہ اقرار   مر او را روز و شب گشتہ طلبگار

سبھی حکم خدا پر کر کے اقرار   ہوئے دن رات اسکے ہی طلبگار

جب ہر ایک چیز حق تعالے کی ربوبیت کے ساتھ فطری معرفت رکھتی ہیں۔ اور سب اس کی عبادت میں اسی کو ڈھونڈتی ہیں۔ اور ہر ایک جس طرف منہ کریں منہ ان کا حق تعالے ہی کی طرف ہے۔ اگرچہ جانیں یا نہ جانیں جس کو غیبی آنکھ دی گئی ہے۔ ظاہر دیکھتا ہے۔ کہ سب

چیزیں زندہ اور حق تعالے کی عارف دعا بد و مطیع ہیں۔ اور زندگی اُنکی حق تعالے کی تسبیح وعبادت واقرار ہے۔ **نظم**

گر ترا از غیب چشمے باز شد ۔ با تو ذرات جہاں دمساز شد

(ترجمہ) اگر تجھے غیبی آنکھ کھولی جائے۔ تو جہان کے ذرات تیرے ساتھ ہمراز ہونگے

اور جب آفاق کی نشانیوں کے بیان سے فارغ ہوئے۔ اب انفسی احکام میں شروع کر کے فرماتے ہیں جو قاعدہ فکر کا نفس میں ہے۔ اور یہ قاعدہ حقیقت انسانی اور اس کی جامعیت کے بیان پر شامل ہے جو آیات متقابلہ کے درمیان نسخہ جامع ہے۔ فرماتے ہیں

باصلِ خویش یکرہ نیک بنگر ۔ کہ مادر را پدر شد باز مادر

اصل کو اپنی خوبی سے نظر کر ۔ جو مادر کو پدر ہے پھیر مادر

یعنی اپنے اصل کو جو عقل کُل ہے ایک بار اچھی طرح دیکھ کہ ماں کا یعنی نفسِ کُل کا باپ ہوا ہے۔ پھر دوسری وجہ سے ماں ہے۔ اب جان کہ عقل کُل جو حقیقت انسانی کا اصل ہے۔ نفس کُل کے ظہور کا واسطہ و مفیض ہونے کی جہت سے جو نفسِ کُل کہ عقلِ کُل سے پیدا ہوا ہے۔ عقل کُل بہ نسبت نفس کُل کے ماں ہے۔ اور جب عقل کُل وجوب و امکان کا برزخ اور دونوں طرفوں کا لپیٹنے والا ہے۔ وجوب دائیں طرف اور امکان بائیں طرف اس کی ہے۔ پس نفس کُل بائیں طرف سے حاصل ہوا ہے۔ اور حقیقت کی وجہ سے آدم عقل کُل کی صُورت ہے۔ اور حوا نفس کُل کی صُورت اور اس معنی سے طالب خبردار ہو جاتا ہے۔ یعنے آدم کی بائیں طرف سے حوا کے ظہور کی کیفیت کے ساتھ خبر پاتا ہے۔ اور جب سب جہان حقیقت انسانی یعنی عقل کُل کی صُورت ہے۔ تو فرمایا کہ

جہاں را سر بسر در خویش مے بیں ۔ ہر آنچہ آید بآخر پیش می بیں

جہاں یہ سب کا سب تو آپ میں دیکھ ۔ ہے آخر میں جو اول بھی اُسی دیکھ

تحقیق جان کہ انسان سب کے سب روح و جُثہ و ہیئت اجتماعی سے عبارت ہے۔ اور حقیقت اس کی روح اعظم ہے۔ جو عقل کُل و مخلوق اول اور وجود کی دوسرے مرتبہ پر واقعہ ہے۔ اسواسطے (ب) کے حرف سے اشارت کرنے والا ہے۔ اور ذات احدیت نے پہلے حقیقت انسانی کی صُورت پر تجلی کی۔ اور اپنے تمامی اسموں و صفتوں کو

تفصیل علمی کے ساتھ اس میں مشاہدہ کیا - اور علمی کمالات کی تحقیق کے لیے اس مرتبہ علم سے عین میں انتشار یہ صورت کے ساتھ ممکنات عالم کے مراتب میں ظاہر ہوا تا مرتبہ انسانی تک منتہی ہوا - جو تمامی مراتب کے رنگوں سے رنگین ہے - اور اس وجود حسی انسانی میں عینی شہود سے تمامی کمالات اسمائی و صفاتی کے ساتھ اپنے آپ کو مشاہدہ کیا - اور جو کمال کہ پوشیدہ تھا - اس آخری وجود میں ظہور کی حد کو پہونچا - فرماتے ہیں کہ سب کے سب جہان اپنے نفس میں مشاہدہ کر - اور دیکھ کہ سب تیری ہی حقیقت کی صورت ہیں - اور من حیث الحقیقت تو ہی ہے جس نے عالم کے مراتب میں ظہور کیا اور سب جہان تیرے اجزا ہیں پس علت غائی تو ہی ہے جو ذہن میں مقدم یعنی اول ہے اگرچہ خارج میں آخر ہے - نَحْنُ الْاٰخِرُوْنَ السَّابِقُوْنَ یعنے ہم پچھلی صورت کے پہلے ہیں معنے کے ۔

درآخر گشت پیدا نفس آدم طفیل ذات او شد ہر دو عالم

ہوا آخر میں پیدا نفس آدم طفیلِ ذات اس کی ہیں دو عالم

یعنی آدم کے نفس کی ذات جو ہیئت اجتماعی سے مراد ہے آخر میں پیدا ہوئی - اور غیب و شہادت کے دونوں جہان آدم کی ذات کی طفیل ہیں - اور سب اس کے اسباب و ہتھیار ہیں - تا علت غائی کا آخر میں ظاہر ہونا موجب شرافت کا ہے - فرمایا کہ

نہ آخر علت غائی در آخر ہمیں گردد بذات خویش ظاہر

وہ تھا جب علت غائی در آخر ہوا بالذات اپنے ہی وہ ظاہر

یعنی وجود انسانی کا آخر تک ہونا اسواسطے ہے - کہ وہ علت غائی ہے - کہ باوجود اولیت و تقدم ذاتی کے آخر میں اپنی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے - کیونکہ انسان مقصود بالذات ہے - پس وہ اپنی ذات کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے - اور جہان بسبب اس کی ذات کے نظم

عالم بطفیل ماست موجود ما ہم ز کائنات مقصود

(ترجمہ) جہان ہمارے ہی طفیل موجود ہوا - (اور) دونوں جہان کا مقصود ہم ہی ہیں

ہم مبداء اولیم و آخر ہم غایت باطنیم و ظاہر

(ترجمہ) شروع اول اور آخر کا بھی ہم ہیں (اور) نہایت باطن اور ظاہر کا بھی ہم ہیں

اور جب تنزل کا آخر ہے - تو ایک وجہ اس کی خلاصائی عدمی ہے - اور اس جہت سے

وجود کے ظہور کی حقیقت کا حاصل ہے۔ فرمایا کہ

ظلومی وجہولی ضد نور اند — ولیکن مظہر عین ظہور اند

ہیں ضد نور گر ظلم و تجاہل — ظہور ان کے تنزل سے ہو کامل

اشارت آیت کریمہ اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَۃَ عَلَی السَّمٰوٰتِ الخ کے ساتھ ہے۔ یعنی جامعیت کی امانت جو معرفت تامہ کا موجب اور ایجاد کا مقصود ہے۔ آسمانوں و ارواحوں و زمینوں و جسموں و پہاڑوں پر ہم نے اسے ظاہر کیا۔ یعنی انکی قابلیتوں کا وزن کیا گیا۔ اور امانت کے اُٹھانے سے سب نے سر پھیرا۔ کیونکہ انکی استعداد میں نہیں تھا۔ اور انسان نے اُسے اُٹھالیا۔ کیونکہ اس کی استعداد میں تھا۔ تحقیق انسان ظلوم و جہول ہے اور یہ نہایت مدح ہے۔ اگرچہ ذم کی شابہ ہے۔ کیونکہ ممکن ہے۔ کہ لفظ ظلوم کا ظلمت یعنی اندھیری سے مشتق ہو نہ ظلم سے۔ اس واسطے نور کی ضد فرمایا۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ الظلم ظلمات یوم القیمۃ قیامت کے دن دو اندھیرے ہونگے یعنی انسان کی طرح جو ایک طرف اس کی ظلمانی عدمی ہے۔ جو کوئی چیز اس کے پیچھے پیدا نہیں ہوئی۔ قابلیت اس بات کی رکھتا ہے۔ کہ امانت کو اُٹھانے والا بنجائے اور جہول ہے۔ کہ جو سب ہی خدا ہی سے جانتا ہے۔ حق تعالےٰ کے غیر کو فراموش کرتا ہے اور نہیں جانتا مگر ممکنات کے مراتب انسانی مرتبہ کے سوا دونوں طرف سے وجود حق میں لپیٹے ہوئے اور پوشیدہ ہیں۔ گویا کہ اندھیرا نہیں رکھتے۔ پس ضد نور کی گویا یہی انسانی اندھیرا ہے۔ اور اسی واسطے وجود کے ظہور کی حقیقت کا حامل ہو کر عین حقیقت ظہور کی وہ ہے ؂

چو پشت آئینہ باشد مکدر — نماید روی شخص از روی دیگر

نہ ہو بیٹھ آئینہ کی جب مکدر — دکھائے کب وہ منہ اپنے بیاں کر

شیشہ کے انعکاس یعنی عکس دکھانے کی شرائط یہ ہیں۔ کہ پیٹھ اس کی سیاہ ہو۔ تب منہ کو دکھلائے۔ یعنی ایک طرف انسان کی اگر ظلمانی عدمی نہ ہوتی۔ اور دوسرے مراتب کی طرح دونوں طرف وجود میں پوشیدہ ہوتی۔ تو سب اسماء و صفات حق اس میں منعکس نہ ہوتے ؂

شعاع آفتاب از چارم افلاک — نگردد منعکس جز بر سر خاک

چمک سورج کی چرخ چار میں سے | نہیں ہے منعکس جز سر زمیں سے

یعنی سورج کی روشنی آسمان چوتھے سے زمین کے سوا کہیں نہیں چمکتی۔ باوجود اس بات کے کہ تینوں آسمان اس کے نیچے میں ہیں۔ یا تینوں عناصر سورج کو خاک سے نزدیک ہیں۔ پہلے ان پر روشنی پہونچتی ہے۔ مگر جب اندھیرا و کدورت نہیں رکھتے۔ چمک دکھائی اُن سے حاصل نہیں اور مٹی سے حاصل ہے۔

تُو بُودی عکس معبود ملائک | از آں گشتہ تو مسجودِ ملائک

تو ہی تھا عکسِ معبودِ ملائک | ہوا تب تو ہی مسجودِ ملائک

جب ذات و صفات اللہ تعالےٰ کی انسان کے شیشہ میں منعکس ہوئیں۔ تو فرشتوں کے معبود کا عکس جامعیت کے حکم پر تو ہی تھا۔ جب اپنے معبود کی صورت سب نے تیرے وجود میں دیکھی تو تماموں نے سجدہ کیا۔ یعنی اطاعت تیری اختیار کی۔ نظم

ہر دو عالم گشتہ است اجزائے تو | برتر از کون و مکان ماوائے تو

(ترجمہ) دونوں جہان تیرے اجزا ہیں (اور) تیری جگہ کون و مکان سے بلند ہے

لامکان اندر مکان کردہ مکان | بے نشان گشتہ مقیّد در نشان

لامکان نے مکان میں جگہ پکڑی۔ بے نشان نشان میں مقید ہوا۔

جب حقیقتِ انسانی سب حقیقتوں کی جامع ہے۔ تو فرمایا کہ

بود از ہر تنے پیشِ تو جانے | وزو در بستہ با تو ریسمانے

دو عالم میں تو ہی ہر تن کی جان ہے | تعلق تن کا جان سے ریسمان ہے

یعنی موجودات حقیقت انسانی کے مظاہر ہیں۔ اور اصل انسان ہے جس نے سب کی صورتوں میں ظہور پایا۔ پس چیزوں کی نسبت انسان کے ساتھ مثل بدن کے ہے اور انسان سب کی جان ہے۔ اور ریسمان تعلق سے عبارت ہے جو بدن کو روح کے ساتھ ہے۔ کیونکہ موجودات انسان کے ساتھ رابطہ معنوی رکھتے ہیں نظم

جملہ عالم ہست حاجتمندِ تو | تو گدا یانہ چہ گردی کو بکو

(ترجمہ) تمامی جہان تیرے حاجتمند ہیں۔ بھیک مانگنے والوں کی طرح کوچہ بکوچہ کیوں پھرتا ہے

مانع راہ تو ہم ہستی تُست | نیست شو تا زہ بخود یابی درست

(ترجمہ) تیری خودی ہی راہ سے تجھے روکتی ہے اپنے سے فانی ہو تب اپنے میں راہ سیدھی پائے۔

جب جہان کی جان انسان ہے اور بدن جان کا مسخر ہے۔ تو فرماتے ہیں :-

ازاں گشتند امرت را مسخر　　　　که جان ہر یکے در تست مضمر

ہوئے سب امر میں تیرے مسخر　　　　کہ جاں ہر ایک کی تجھ میں ہے مضمر

یعنی جب موجودات کی روح اور جان حقیقتِ انسانی کا عکس ہے۔ اور حیات وعلم وشعور سب کے سب انسان کے ساتھ مستفید اور اس سے مستفاض ہیں۔ تو ضرور سب انسان کامل کے مسخر ہیں اور اصل سب کا وہ ہے

تو مغزِ عالمی زاں درمیانی　　　　بداں خود را کہ تو جانِ جہانی

جہاں کا مغز تو ہے بیچ میدان　　　　جہان کی جان ہے تو خوب پہچان

یعنی انسان جب جہان کا خلاصہ ہے۔ تو آسمانوں کے دَور کی نسبت نقطہ کی طرح ہے۔ اور جب اُس کا مغز ہے۔ تو جہان کے اندر واقع ہوا ہے۔ اے انسان اپنے آپ کو پہچان۔ کہ حیف ہے۔ جو سب کمالات تیری حقیقت میں ہوں۔ اور تو اپنے آپ کو نہ پہچانے۔

ترا رُبع شمالی گشت مسکن　　　　کہ دل در جانبِ چپ باشد از تن

ہُوا رُبعِ شمالی تیرا مسکن　　　　کہ ہے پہلو میں بائیں تن کے یہ من

زمین کو چار حصوں میں فرض کرتے ہیں۔ ایک حصہ بائیں طرف یعنی بنات النعش کے ہے۔ جسے شمالی کہتے ہیں۔ عمارات وہاں پر واقع ہیں پس فرماتے ہیں کہ اے انسان رُبعِ شمالی میں تیرا مکان اس واسطے ہوا کہ تو جہان کا دل ہے۔ اور دل بائیں طرف یعنی شمالی میں ہوتا ہے۔ اور انسان کو دل اس واسطے کہتے ہیں۔ کہ علوم ومعارف کے نزدیک کا محل اور چیدہ و برگزیدہ ہے۔ جیسے دل سے تمام اعضاء کو حیاتی پہنچتی ہے انسان سے سب جہان کو فیض پہنچتا ہے۔ فرماتے ہیں۔

جہان عقل وجاں سرمایۂ تست　　　　زمین و آسماں پیرایۂ تست

جہانِ عقل وجاں دفتر ترا ہے　　　　زمین وآسماں زیور ترا ہے

یعنی عقلِ کُل کا جہان جو حقیقتِ انسانی ہے۔ اور نفسِ کُل جس کے ساتھ موجودات کی

زندگی ہے تیری اصل ہے جس نے تجھ میں ظہور پایا۔ تا تیری معرفت الٰہی کا نفع تجھے میسر ہو۔ اور زمین اور آسمان تیرا زیور ہیں۔ جو تیرے گرد پھرتے ہیں۔ اور تیرے وجود میں پہنچکر اپنا کمال حاصل کرتے ہیں نظم

رُو بما دارند ذرّاتِ جہاں　　چشمۂ خورشید رخشانی منم

(ترجمہ) جہان کے ذرّات میری طرف ہی متوجہ ہیں چمکنے والے سورج کا چشمہ میں ہی ہوں۔

ہر دو عالم شُد شکارِ جانِ ما　　شاہباز دستِ سُلطانی منم

(ترجمہ) دونوں جہان میری ہی جان کے شکار ہیں۔ بادشاہ کے ہاتھ کا شاہباز میں ہی ہوں

مصحف آیات جملہ کائنات　　چوں اسیری گر ہمی خوانی منم

(ترجمہ) تمامی کائنات کی آیتوں کا قرآن میں ہی ہوں۔ اگرچہ اسیری کے نام سے تو مجھے بلاتا ہے

جب انسان کامل برزخ ہے تو فرمایا کہ :۔

ببیں آں نیستی کو عین ہستی است　　بلندی آنکہ کو ذاتِ پستی است

یہاں اب نیستی ہے عین ہستی　　بلندی دیکھ جو ہے ذات پستی

تعجب کے طریق سے فرماتے ہیں کہ اعتباری آنکھ کے ساتھ انسان کو دیکھ کہ امکانی عدمیت رکھنے کی جہت سے نیستی ہے۔ اور ذات واجب کے تمامی اسموں وصفتوں کے ساتھ انسان کی صُورت میں ظاہر ہونے کی جہت سے عین ہستی ہے اور اسکی نیستی کے آئینہ میں ہستی مطلق دیکھی گئی۔ اور بلندی کو یعنی روح اعظم کو جو وجوب و امکان کا جامع ہے دیکھ کہ پستی کی ذات اور انسان کی ہیئت اجتماعی کی حقیقت جو وجود کے مراتب سے آخری مرتبہ ہے بن گیا۔ نظم

اں امانت کاسمانش بر نتافت　　وز قبول او زمین هم روے تافت

(ترجمہ) وہ امانت جس کو آسمان نہ اُٹھا سکا۔ اور زمین نے بھی اسکو قبول کرنے سے منہ پھیرا

در دلِ یک ذرہ ماوے میکند　　در درونِ حبۂ جا میکند

(ترجمہ) ایک ذرہ کے دل میں جگہ کرتی ہے۔ اور ایک دانہ کے اندر مکان کرتی ہے۔

آنچہ مطلوبِ جہاں شد در جہاں　　ہم تو داری باز جو از خود نشاں

(ترجمہ) وہ جہان کا مقصد جو جہان میں ہے۔ تو ہی رکھتا ہے اسکا نشان اپنے نفس سے ڈھونڈ

مَنْ عَرَفْ زیں گفت شاہِ اولیا　　عارفِ خود شو کہ بشناسی خدا

(ترجمہ) اولیا کے بادشاہ (صلے اللہ علیہ وسلم) نے مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ اسی واسطے کہا کہ اپنا عارف

بن جو خدا تعالےٰ کو پہچانے ÷

جب انسان اکیلا و کثیر اور فرد و جامع ہے ۔ تو فرماتے ہیں :۔

طبیعی قوت تو دہ ہزار است ارادی برتر از حصر و شمار است

ہزاروں قوتیں طبعی تیری ہیں ارادی بہت سی تجھ میں بھری ہیں

قوت آثار و افعال کے مبدا سے عبارت ہے ۔ اور طبیعی یہاں ارادت سے مراد ہے اور طبیعی قوتوں کے اصل دس ہیں ۔ غاذیہ ۔ نامیہ ۔ مولدہ ۔ مصورہ ۔ جاذبہ ۔ ہاضمہ ۔ ماسکہ دافعہ ۔ مدرکہ ۔ محرکہ ۔ اور جب یہ حیوانات کی قسموں و انواعوں و افرادوں میں فراخ ہوتی ہیں اور کمال کی حد میں ہر ایک ۔ ان دس اصلوں کی ہزار تک بلکہ زیادہ ہو سکتی ہے کثرت کا بیان مراد ہے نہ انحصار ۔ یعنے اے انسان تیری طبع کی قوتیں دس ہزار ہیں اور ارادی کا شمار سے زیادہ ہونا بباعث زیادتی ارادت ۔ کے اختلاف و کمالات و افعال اختیارات کے سبب ہے اور یہ یعنی وجدانی یعنی تجربہ سے دریافت ہو سکتا ہے تفصیل کا محتاج نہیں ۔ اور جب فعلوں کا مبادی سے صادر ہونا ان کے اسبابوں پر موقوف ہے تو فرمایا کہ :۔

وزاں ہر یک شدہ موقوف آلات ز اعضاء و جوارح وز رباطات

انہیں سے ہیں سبھی موقوف اسباب جو اعضاء ہیں جوارح اور اعصاب

یعنی طبعی و ارادی قوتوں سے ہر ایک فعل کے صادر ہونے کے لئے اعضاء و جوارح کی موقوف ہے یعنی سر و ہاتھ و پاؤں و رباطات یعنی رگیں جو ایک بازو کو دوسرے بازو کے ساتھ پیوند کا موجب ہیں ۔ اور ان کے ہر ایک میں اللہ تعالےٰ کو ایک خاص اسم کے ساتھ تجلّی ہے ۔ اور ان کی تمامی حکمتوں پر اطلاع پانی انسان کا مقدور نہیں ۔ اور جب انسان کے بدن کی تشریح سے جو علم طب کے فنون سے ہے اختلاف واقع ہوا تو طبیبوں کو فرمایا کہ :۔

پزشگان اندریں گشتند حیران فرو ماندند در تشریح انسان

طبیب اس میں ہوئے ہیں جملہ حیران کریں تشریح کیا وہ بدن انسان

فارسی لفظوں میں پزشک طبیب کو کہتے ہیں یعنی رگ و ریشہ کی تفصیل و تعداد میں طبیب حیران ہیں ۔ اور انسان کے بدن کی تشریح عاجز و متحیّر ہیں فرمایا

بزرّہ ہیچکس رہ سوے این کار | بعجز خویش ہر یک کردہ اقرار

کسی کو کُنہ میں اس کی نہیں راہ | ہوئے سب عجز سے اپنے وہ آگاہ

یعنی کوئی بھی بدنِ انسان کی تشریح کے کمال کی حقیقت سے اور رابطوں اور جزیرہ قوتوں کی تفصیل سے کماحقہ واقف نہیں ہُوا۔ اور حقیقت حال یہ ہے کہ جیسا کہ حضرت الوہیت کُنہ سے سمجھی نہیں جاتی۔ انسان بھی جو جامعیّت کا مظہر ہے کُنہ سے سمجھا نہیں جاتا ؛

زحق با ہر یکے خطّے و قسمے است | معاد و مبدا ہر یک زاسمے است

یہ موجودات سب ایک اک قسم ہے | معاد و مبدا انکا اِک اسم ہے

یعنی حضرت حق تعالےٰ نے ان مذکورات انفسی و موجودات آفاقی کے ہر ایک کے ساتھ ایک اسم وصفت کی خصوصیت کے ساتھ تجلّے فرمایا۔ اور ان کے ہر ایک کا مبداء و معاد اسی اسم کی طرف ہے۔ کیونکہ ممکنات کے اعیان جنہیں اعیان ثابتہ کہتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کے اسموں کی صورتیں معقولہ ہیں۔ جو خدا تعالےٰ کے علم میں ہیں۔ اور اعیان کا ہر ایک۔ یعنی عالم علم و علین ہیں مربوب یعنی تربیت یافتہ اسی اسم کا ہے جس کی صورت ہے۔ بلکہ اس چیز کی حقیقت وہی اسم ہے۔ اور اس اسم کے سوا وہ شئے معدوم صرف ہے۔ جب چیزوں کے قیام اسموں کے ساتھ ہیں۔ تو فرمایا کہ

ازاں اسم اند موجودات قایم | بداں اسم اند در تسبیح دایم

ہر ایک اسم کی شکلیں ہیں قائم | بقا شکلوں کی ہے تسبیح دائم

جب اعیان ثابتہ اللہ تعالےٰ کے اسموں کی صورتیں ہیں۔ تو مانند بدنوں کی ہیں جو اُن کی جانیں وہ اسماء ہیں۔ اور جیسے بدن جان کے ساتھ قائم ہے۔ موجودات اللہ تعالےٰ کے اسموں کے ساتھ قائم ہیں۔ اور جیسے اعضاء و جوارح بدنی نقائص سے جو ان کے کمالات کی ضد ہیں۔ روح کو تسبیح و تنزیہ کرنے والے ہیں۔ موجوات نفسی اور آفاقی کی صورتوں سے ہر ایک ہمیشہ تسبیح و تنزیہ اس اسم کی جس کا مظہر ہیں کرتا ہے اور ہر ایک حق تعالےٰ کے اسی اسم کے عارف ہیں۔ اور ہر ایک کو اس اسم کے ساتھ اور ہی بھید ہے ؛

بمبداء ہر یکے زاں مظہرے شد　　بوقت باز گشتن چوں درے شد

بدایت میں وہ اسما ہیں مصادر　　وہی پھر پلٹ جانے کو کھلے در

یعنی ان اسماء الٰہیہ سے ہر ایک ایک موجودہ خاص انفسی یا آفاقی کے لئے مصدر ہوا ہے اور پھر اس موجود کے پلٹ جانے اور اپنے معاد کی طرف رجوع کرنے کے وقت وہی اسم جو مصدر تھا شل کھلے دروازے کے ہوتا ہے کہ جیسے کہ اس در سے باہر آکر ظہور کیا تھا۔ پھر اسی کے اندر جاتا ہے اور مخفی ہوتا ہے +

ازاں در کامد اوّل ہم بدر شد　　اگرچہ در معاش از در بدر شد

وہ جس در سے اِدھر آیا اُدھر ہے　　جہاں میں گرچہ پھرتا در بدر ہے

مبداء وجود علمی کے مرتبہ سے عبارت ہے۔ دمعاش وجود عینی کے مرتبہ سے اور معاد مبداء کی طرف رجوع ہے۔ اور جیسے کہ وحدت کے خلوت خانہ سے ہر ایک تعین انفسی و آفاقی تعینات کا پہلے یعنی اپنے مبداء میں ایک اسم کے دروازہ سے ظہور کے صحرا میں آیا تھا۔ اور اسی دروازہ سے باہر گیا۔ اور وحدت اصلی کی طرف راجع ہوا اگرچہ مبداء کی قوت باطنہ کے ظہور کے باعث معاش میں یعنی میدان دنیا میں غلبۂ احکام کثرت سے در بدر پھرا۔ اور اپنے اصلی مبداء کو فراموش کیا۔ اور بحکم شامل ہونے ہر ایک اسم کے سب اسموں کے ساتھ ہر ساعت میں نشان و ظہور دوسرے نے جلوہ دکھایا۔

شعر

چند روزے ہر کجا خواہی برد　　باز گشت آخر کارت منم +

(ترجمہ) یعنی چند روز دنیا میں جہاں چاہتا ہے جا۔ آخر کار پلٹنا تیرا میری ہی طرف ہے +

جب انسان جامع ہے۔ تو فرمایا کہ

ظہور قدرت و علم ارادت　　بہ نسبت بندۂ صاحب سعادت

خدا کی قدرت و علم و ارادت　　ہیں ظاہر تجھ میں اے اہل سعادت

سمیعی و بصیر و حی و دانا　　بقا داری نہ از خود لیک زانجا

تو سامع ہے بصیر اور حیؔ و دانا　　بقا تیری اگر ہیں حق کے اسماء

یعنی تمامی اسموں وصفتوں ذاتیہ نے اے انسان تیرے وجود میں ظہور پایا۔ اور تو بقا رکھتا ہے۔ اور بقا تیری حق تعالٰے سے ہے۔ یعنی انسان بنفسہٖ عدم ہے۔ نہ ذات رکھتا ہے نہ صفات۔ ہاں قابلیت اس امر کی رکھتا ہے کہ اللہ تعالٰے کی ذات وصفات اس کے آئینہ میں عکس دکھلائے۔ اور وہ سب کو اپنے آئینہ میں مشاہدہ کرلے۔ اور جب یہ انسان ظہور و بطون کا برزخ ہے۔ تو فرمایا کہ

زہے اول کہ عین آخر آمد　　　زہے باطن کہ عین ظاہر آمد

زہے اول کہ وہ ہے عین آخر　　　عجب باطن کہ ہے وہ عین ظاہر

تعجب کے ساتھ فرماتے ہیں کہ کیا اول ہے جو الوہیت سے مراد ہے۔ اور عین آخر یعنی حقیقت انسانی جو موجودات کے مراتب کا آخر ہے اور انسان باعتبار آخر ہونے ظہور کے آخر ہوا۔ اور عجب باطن اللہ تعالٰے سے مراد ہے۔ عین ظاہر آمد یعنی انسان کی روح کی حقیقت ہوا اور عین ثانیہ انسانی بنا۔ جو مظہر اسم اللہ کا ہے۔ اور جب وجود انسانی کی معرفت کے کمال میں چیدہ برگزیدہ لوگوں کی نظریں حیران ہیں تو فرمایا کہ:۔

تو از خود روز و شب اندر گمانی　　　ہماں بہتر کہ خود را ہمی ندانی

ہے اپنی معرفت میں جب تو جاہل　　　تو بہتر ہے کہ چھوڑے سب دلائل

یعنی تو اپنی معرفت میں دلائل وشہادتوں کے ساتھ یقینی مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ گمان وظن کے مقام میں رہتا ہے۔ تو بہتر ہے کہ اپنی شناخت کے پیچھے نہ لگ۔ اور دعوئے شناخت اور معرفت کا اپنے اوپر مت باندھ۔ کیونکہ نظر وفکر کے طریق پر اس حقیقت سے اطلاع پانی عالم کے لئے یہ امر غیر ممکن ہے۔ مگر وہ لوگ جو نفوس قدسیہ کے صاحب اور من عند اللہ تائید کئے گئے۔ یعنی اللہ کی محض بخشش وامداد وعنایت کے ساتھ حقیقت امر کی بلا تصرف ان کے اُن پر منکشف ہوئی۔ اور خدائے تعالٰے اور اپنے عارف ہوئے۔

چو انجام تفکر شد تحیر　　　بدینجا ختم شد بحث تفکر

ہے جب انجام فکروں کا تحیر　　　ہوئی اب ختم یہ بحث تفکر

جب بیان کیا۔ کہ اللہ تعالٰے کے تمامی اسموں وصفتوں کا ظہور انسانی وجود میں حاصل

ہوا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کی ذات وصفات حقیقت انسانی کے شیشہ میں منعکس ہوئی ہے اور اسیواسطے انسان فرشتوں کا مسجود بنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ چو انجام تفکر شد تحیر یعنی جب اس قاعدہ فکر انفسی میں جس کا بیان ہو چکا ہے تفکر اس حیرت کے ساتھ متحیر ہوا ہے جو اللہ تعالےٰ کے پے درپے تجلیات ذاتی وصفاتی سے بے نہایت اسموں کے انواروں کے چمکارے انسانی وجود میں حاصل ہیں۔ اور منشار اس حیرت کا جو عبودیت وربوبیت کے احکام کا عدم امتیاز ہے بِیْ یُبْصِرُ وَبِیْ یَسْمَعُ ہے۔ یعنی وہ انسان جو میری آنکھوں سے دیکھتا ہے اور میرے کانوں سے سنتا ہے! ورَبِّ زِدْنِیْ تَحَیُّراً یعنے اے پروردگار حیرت میری بڑھا اسی معنی کی طرف اشارہ ہے۔ نظم

من ندانم من منم یا من ویم　　　　در عجائب حالتم من من نیم

(ترجمہ) میں نہیں جانتا کہ میں میں ہوں یا میں وہ ہوں عجب حالت میں ہوں میں میں نہیں ہوں۔

عاشقم معشوقم وعشقم چہ ام　　　　هست جام حیرتم من من نیم

(ترجمہ) عاشق ہوں یا معشوق عشق ہوں یا کیا ہوں۔ حیرت کے شراب کا مست ہوں میں میں نہیں ہوں

من چیم عنقائے بے نام ونشاں　　　　من بقاف قربتم من من نیم

(ترجمہ) میں کیا ہوں عنقائے بے نام ونشان ہوں۔ کوہ قاف قربت میں رہتا ہوں میں میں نہیں ہوں

من بجاں فانی بجاناں باقیم　　　　من باوج رفعتم من من نیم

(ترجمہ) اپنی جان سے فانی اور جاناں کے ساتھ باقی ہوں بلندی کے سرے پر ہوں میں میں نہیں ہوں

زیر پا آرم آسیری بادو کون　　　　شاہباز ہمتم من من نیم

(ترجمہ) دونوں جہان کو اے اسیری پاؤں کے نیچے لاتا ہوں۔ شاہباز ہمت کا ہوں میں میں نہیں ہوں ۔

سوال تیسرا انانیت کی حقیقت میں اور اس کے جواب میں

یہ سوال انانیت کی حقیقت میں آنا یعنی میں کی طرف اشارہ کر رہا ہے ۔

کہ باشد من مرا از من خبر کن　　　　چہ معنی دارد اندر خود سفر کن

یہ میں کیا ہے مجھے میں سے خبر کر　　　　ہے کیا معنی جو آپ اندر سفر کر

یعنی اَنا جو میں ہے مشارٌالیہ اس کا کون ہے۔ اور جب مطلوب حاضر ہے۔ تو سفر

کیا معنی رکھتا ہے ؟

جواب

دگر کردی سوال از من کہ من چیست	مرا از من خبر کن تا کہ من کیست
تو سائل ہے یہی ہے میں ہا تو کیا ہے	مجھے میں سے خبر دہ کون سا ہے
چو ہست مطلق آمد در اشارت	بلفظ من کنند از وے عبارت
اشارت میں جب آئی ہست مطلق	عبارت میں یہی ہو اسکا ادا حق *

فرماتے ہیں کہ جب ہستی مطلق نسبتوں سے کسی نسبت کے واسطہ سے متعین ہو اشارہ کے ساتھ مشار ہوتی ہے ۔ کیونکہ لاتعین کی اشارت محال ہے پس اس مطلق متعین کی تعبیر میں کے لفظ سے کرتے ہیں ۔ چاہے تعین روحانی ہو ۔ چاہے جسمانی اور اسی واسطے ہر ایک فرد موجودات کے افراد کا میں کہتا ہے ۔ استقرار کے واسطے تکرار فرمایا ۔ کہ :-

حقیقت کز تعین شد معین | تو او را در عبارت گفتۂ من
متعین ہو تعین سے حقیقت | اسے میں ہی کہیں یہ ہے طریقت

تحقیق جان کہ میں اور تو اور وہ تینوں کا مشار الیہ دراصل ذات مطلقہ اکیلی ہے ۔ جو مختلف اعتباروں کے موافق مختلف عبارتوں سے تعبیر کی جاتی ہے ۔ اور کبھی باعتبار اس بات کے کہ دوئی کو توحید کے مقام میں دخل نہیں ۔ مَن و انا یعنی میں کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے ۔ اور کبھی باعتبار اس امر کے کہ وہ حقیقت جو تعینات کی صورتوں میں ظاہر ہو کر سب کے ساتھ حاضر ہے ۔ صورتوں کے ملاحظہ میں لفظ تو و انت کے ساتھ مشار ہوتی ہے ۔ اور کبھی باعتبار اس حکم کے کہ وہ حقیقت اطلاق کے ملاحظہ پر سب تعینات سے منزہ ہے ۔ اور حسب کنہ کے کہ جو ادراک سے غائب ہے لفظ او و ھُو کے ساتھ معتبر ہوتی ہے ۔ نظم

ہم انجا کہ توئی چو من نیاید | کس محرم این سخن نیاید

(ترجمہ) جہاں تو ہے وہاں جب میں نہیں سمائی ۔ تو اس سخن کا محرم کوئی نہیں آتا *

اے برتر از آنکہ برتر آمد — ہم تو ز تو بانو درخور آمد

(ترجمہ) جو سب سے بڑھکر ہے تو اس سے بالا ہے تو ہی اپنے سے اپنے ساتھ لائق ہے ÷

بیرون ز ہمہ فراز و پستی — ہستی نہ بگفتِ ما کہ ہستی

(ترجمہ) اور نیچ نیچ سب سے تو الگ ہے وجود تیرا ہمارے ہست کہنے کا موقوف نہیں ÷

اور جب تعدد یعنی اضافتوں کی کثرت اعتباری ہے۔ تو فرمایا:۔

من و تو عارضِ ذاتِ وجودیم — مشبکہائے مشکاتِ وجودیم

مظاہر ذات کے ہیں تو بنی ہم — اسی مشکات کی ہیں روزنیں ہم

یعنی میں اور تو جو خاص تعین سے عبارت ہے۔ صفات کے تقاضا پر ہم وجود مطلق کی ذات کے عارض یعنے مظاہر ہیں۔ اور ہر ایک ذاتی مشکوٰۃ یعنی آئینہ کی باریوں کی مثال پر ہیں جو وجود یعنے ذات کی شمع کا نور ان مخصوصہ تعینات کی باریوں سے تاباں ہے۔ فرمایا کہ:۔

ہمہ یک نور داں اشباح و ارواح — گہ از آئینہ پیدا گہ ز مصباح

ہے اکو نور جیسے جاں ہویدا — کہیں جاں سے کہیں جسموں سے پیدا

تو گوئی لفظِ من در ہر عبارت — بسوئے روح میباشد اشارت

تو کہتا لفظ میں ہے جو عبارت — ہے جاں کیطرف ہی اسکی اشارت

یعنی وہ انوار جو جانوں اور جسموں کے تعینات کی مشکوٰۃ کی باریوں سے چمک رہے ہیں۔ ایک ہی نور ہے جو کبھی جسموں کے آئینوں سے پیدا ہے۔ اور کبھی جانوں کے چراغوں سے ہے۔ جیسا کہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنے اللہ تعالیٰ زمین اور آسمانوں کا نور ہے الخ۔ اور جب حکیم اس اعتقاد پر ہیں۔ کہ انا یعنے میں کے لفظ کا مشارٌ الیہ نفس ناطقہ یعنے جان ہے۔ ان کے قول کا رد کر کے فرماتے ہیں:۔

چو کردی پیشوائے خود خرد را — نمیدانی ز جزو خویش خود را

نہ کام آئے عقل کی پیشوائی — کہاں ہو جزو سے کل کی لکھائی

یعنی جب عقل اپنے کو اپنا پیشوا بنا کر تو اس بات پر قائل ہے کہ عقل کا مقبول ہے

اور رد کیا ہُوا اُس کا مردود اور حالانکہ عقل مکشوفات کے سمجھنے میں ایسی ہے جس طرح معقولات کی سمجھ میں حواس ہیں - اور از جزوِ خویش خود را یعنے جان سے تیں کی حقیقت کو نہیں جانیگا - اور تو جانتا ہے کہ لفظ تیں جان سے عبارت ہے - اور حالانکہ اہلِ کشف کی نظر و تحقیق میں لفظ میں اس حقیقت سے عبارت ہے جو ہُویات کی تمامی حقائق کو شامل ہے - اور جان و بدن اس حقیقت کے مظاہر سے ایک ایک مظہر ہیں

بروائے خواجہ خود را نیک بشناس | کہ نبود فربہی مانند آماس

تو اپنے آپ کو چل ٹھیک پہچان | بھلا اس سوج کو جوں فربہی جان

یعنی جو کچھ عقلا اور حکماء کے علم میں آیا - وہ آنا یعنے میں کا لفظ جان کی طرف ہی اشارت ہے - اور یہ حق معرفت کا نہیں ہے - اور اپنے آپ کو جس کی عبارت میں سے ہے ٹھیک پہچاننا چاہیئے - اور کوشش کرنی چاہیئے تاکہ اہلِ شہود سے منکر چیزوں کی حقیقتوں سے کشفی طریق کے ساتھ عارف ہو - کیونکہ کشفی معرفت فربہی کی مانند ہے - یعنی جیسا کہ دیکھا جاتا ہے واقع میں یُوں ہی ہے - اور استدلالی معرفت مثل سوج کے ہے یعنی جیسا کہ حقائق الامور کے عالم و عارف ہونے کا دعوٰے رکھتا ہے بیان واقع کا اس طرح پر نہیں *

من تو بر تر از جان تن آمد | کہ ایں ہر دو ز اجزائے من آمد

تن و جان سے وہ بڑھکر ہے میں و تو | یہ اجزا اُسکی ہیں وہ جُوں کا توں ہے

یعنی لفظ میں کا جو کہا جاتا ہے جان اور تن سے بالائی پر ہے - صرف جان کیطرف اشارت نہیں ہے - کیونکہ میں سے مراد ذات اکیلی بلا جسم و جان کے ہے - اور یہ دونوں اس حقیقت اجزاؤں میں مشابہ ایک جزو کے ہیں نظم

گردد در ہر مظہرے نوعی ظہور | گاہ ظلمت می‌نماید گاہ نُور

ترجمہ ہر مظہر میں علیحدہ قسم کا ظہور کیا - کبھی اندھیرا دیکھا جاتا ہے اور کبھی روشنی *

گہ کثیفِ محض گردد گہ لطیف | می‌نماید گہ وضیع و گہ شریف

(ترجمہ) کبھی غلیظ محض ہوتا ہے - اور کبھی لطیف - کبھی چھوٹا دکھائی دیتا ہے اور کبھی بزرگ *

جب وہ حقیقتِ مطلقہ اکیلی ہر ایک نفس میں لفظ آنا و من یعنی میں کے ساتھ اشارت

کی جاتی ہے۔ تو یہ نہیں کہ تعینات کے مراتب سے کسی مرتبہ کے ساتھ مخصوص ہو فرمایا کہ

بلفظ من نہ انسانست مخصوص	کہ تا گوئی بدو جانست مخصوص
نہ لفظ میں سے انساں ہی مخصوص	گمان ہے یہ کہ اس سے جاں ہے مخصوص

یعنی وہ حقیقت تعینات کے ہر ایک فرد میں لفظ میں کے ساتھ تعبیر کی جاتی ہے۔ صرف انسان ہی لفظ میں کے ساتھ مخصوص نہیں **نظم**

گفتی کہ ز جسم و جاں برونم | پوشیدہ لباس جسم و جاں کیست

(ترجمہ) تونے کہا کہ میں جسم و جاں سے الگ ہوں۔ تو جسم و جان کا لباس کس نے پہنا ہے

آنکس کہ بصد ہزار صورت | ہر لحظہ ہمی شود عیاں کیست

(ترجمہ) لاکھوں صورتوں پر جو ہر ساعت ظاہر ہوتا ہے۔ وہ کون ہے

گوئی کہ نہانم از دو عالم | پیدا شدہ در یگاں یگاں کیست

(ترجمہ) تو کہتا ہے کہ میں دونوں جہان سے پوشیدہ ہوں تو ایک ایک میں ظاہر ہوا ہوا کون ہے

جب وحدت ذاتی پر حقیقی اطلاع سے واقف ہونا اکوانی قیدوں کے رفع ہونے سے ہے۔ تو فرمایا کہ :-

یکے رہ برتر از کون و مکاں شو	جہاں بگذار و خود در خود جہاں شو
گذر کون و مکاں سے ایکبارہ	جہاں کو چھوڑ کر اپنا نظارہ

یہ بیت ہمارا در بیتوں کے ساتھ جو آتا ہے۔ دوسرے سوال کے جواب میں اشارت ہے جیسا کہ فرما چکے ہیں کہ اپنے میں سفر کرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یعنے ایک دفعہ بطریق سیر معنوی کے کون و مکان یعنی اُن اسماء و صفات سے بالائی پر جا۔ جن کے مظاہر جہان ہیں۔ اور کثرات کی سرحدوں سے گذر کر اطلاق ذاتی کے مقام میں عروج حاصل کر۔ اور جسمانی اور روحانی تعین سے فانی ہو کر باقی باللہ ہو۔ اور آپ اپنے میں جہاں بنجا۔ اور دیکھ کہ جہان سب کچھ تو ہی ہے۔ اسوقت جیسا کہ چاہئے اس حقیقت پر جو میں کی مشار الیہ ہے۔ تو واقف ہو گا۔ یعنی طریق شہود کے ساتھ خبر پائیگا۔ اور جب ذات ملاحظہ صفات و افعال کے ساتھ کثرت کا تقاضا کرتی ہے۔ تو فرمایا :-

ز خط وہمی ہائے ہویت	دو چشمی میشود در وقت رویت
ہویت کی وہ ہا کو خط وہمی	نظر میں تیرے کرتا ہے دو چشمی

یعنی ہویت کی ہا جو ذات مطلق کا تعین ہے۔ خط وہمی برزخی کے سبب جو اسکا مظہر ہوا ہے۔ ہا کا دائرہ دو آنکھ کی طرح دو قسم دیکھا جاتا ہے۔ جو دیکھنے کے وقت میں ایک کو دو دکھاتا ہے۔ کیونکہ ذات مطلق باعتبار نفی نسبتوں کے اسم باطن و غیب کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور باعتبار نشر کرنے نسبتوں کے اسم ظاہر و شہادت کے ساتھ منسوب ہے۔ اور مفہوم ہر ایک کا مختلف ہے۔ اور اسموں کی کثرت معانی و اعتبارات کے تغائر سے پیدا ہوتی ہے۔ اور خط وہمی صفات سے عبارت ہے۔ اور وہمی اسواسطے فرمایا۔ کہ اس کی غیریت اعتباری ہے۔ زیرا کہ وجود مطلق کی ذات کا غیر موجود ہی نہیں ہو سکتا۔ اور ہویت کی ہا کا دو چشمی ہونے سے مراد کثرت کے وجوہات کی غیریت کی نمود ہے۔ جو بذریعہ صفات کے حاصل ہوتی ہے۔

نماند در میانہ رہرو راہ چو ہائے ہو شود ملحق باللہ

کہاں رستہ میں ٹھیرے سالک راہ دو چشمی ہا ملے جب ساتھ اللہ

جس وقت ھو کی ہا کی دونوں آنکھیں جو ہیں اور وہ۔ کثرت وحدت دونوں کے مفہوم سے عبارت ہے۔ اللہ کے ساتھ جو ذات اس کی تمامی صفتوں کے ساتھ موصوف ہے۔ ملحق ہو جائے۔ اور وہ دونوں آنکھیں اُس کی اللہ کے ساتھ مل کر ایک آنکھ بن جائے۔ اور خط وہمی وسط سے اُٹھ کھڑا ہو۔ تو سالک کا سلوک درمیان میں نہ ٹھیرے گا۔ اور کثرت اعتباری جو دکھائی دیتی تھی محو ہو کر حقیقی توحید ظاہر ہوگی۔ اور جب تعینات ہستی و نیستی کا برزخ ہیں۔ تو فرمایا کہ

بود ہستی بہشت امکاں چو دوزخ من و تو درمیان مانند برزخ

وجود حق بہشت امکان ہی دوزخ یہ میں تو درمیان انکی ہیں برزخ

یعنی ہستی جو وجود حقانی ہے بہشت کی طرح ہے جو اس کے ملایم کی دریافت سے مراد ہے۔ اور جب تمامی کمالات ذات ہستی کے لازم ہیں۔ تو مظاہر امکانی میں اس کے ظہور سے قطع نظر کرکے نقائص و نا ملایم و امکان وجود کے مرتبہ میں بے شک دوزخ کی مثالیں ہیں۔ جو نا ملایم اور تمامی مکروہات اور ضد بضد ہونے اور مقابل ہونے اور خبیث ہونے اور نقص کی صفتیں جو وجود میں واقع ہیں ان کے اور اک سے عبارت ہے۔ کیونکہ ان لوازمات امکانی کے نتائج کا نام دوزخ ہے۔ اور میں اور تو تعینات سے عبارت

ہے۔ جو برزخ کی مانند ہستی کے درمیان حائل یعنی وہ ہستی جس کی صفت خاص وجوب ہے۔ اور صفتِ ممکن کی امکان ہے ہم واقع ہوئے ہیں۔ کیونکہ حقیقت انسانی دونو طرف وجوب و امکان کی مجمع ہے

نظم

چوں شود اوصاف و اخلاقت نکو ۔۔۔ ہشت جنت خود توئی اے نیکخو

(ترجمہ) جب خُو اور صفتیں تیری اچھی ہوں آٹھوں بہشت آپ تو ہی ہے اے اچھی خو والے

گر گرفتارِ صفاتِ بد شدی ۔۔۔ ہم تو دوزخ ہم عذاب سرمدی

(ترجمہ) اگر بُری صفتوں میں تو قید ہو گیا۔ تو دوزخ اور عذاب ہمیشہ کا بھی تو ہی ہے +

ہر کہ دارد در جہاں خُلقِ نکو ۔۔۔ مخزنِ اسرارِ حق شد جانِ او

(ترجمہ) جو کوئی جہان میں اچھی خو رکھتا ہے۔ اُس کی جان خدا کے بھیدوں کا خزانہ ہے +

مایۂ دوزخ چہ باشد خُلقِ بد ۔۔۔ خُلقِ بد آید براہِ دوست سد

(ترجمہ) بُری خو دوزخ کی اصل ہے۔ دوست کے راستہ میں بُری خو دیوار ہے +

جملۂ اخلاق و اوصاف اے پسر ۔۔۔ ہر زماں گردد ممثل در صور

(ترجمہ) اے لڑکے سب خوئیں اور صفتیں ہر ساعت میں صور تو ںکی مثال پر ہوتی ہیں +

گاہ نارت مینماید گاہ نُور ۔۔۔ گاہ دوزخ گاہ جنات است و حور

(ترجمہ) کبھی تجھے آگ نظر آتی ہے کبھی نُور۔ کبھی دوزخ کبھی بہشت اور حوریں +

آنچہ گفتم ہست گر عین الیقیں ۔۔۔ نے ز استدلال و تقلید است ایں +

(ترجمہ) میں نے جو کچھ کہا ہے اگر عین الیقین ہے تو استدلال و تقلید سے نہیں کہا +
اور جب شرعیہ تکلیفات میں اور تو کے تعیّن کو لازم ہیں۔ تو فرمایا کہ

چو برخیزد ترا ایں پردہ از پیش ۔۔۔ نماند نیز حکم مذہب و کیش

نظر سے جب یہ میں تو اٹھ کھڑا ہو ۔۔۔ کہاں حُکم مذاہب کو بقا ہو

یعنی جب فنا فی اللہ کے مقام میں پردہ میں و تو کا عارف کی نظر کے آگے سے اٹھ کھڑا ہو۔ مذہب کا حکم جو میں اور تو پر منحصر ہے وہ بھی نہ رہیگا۔

ہمہ حکم شریعت از من و تُست ۔۔۔ کہ آں بربستہ جانِ تن تُست

شریعت کا مدار اب میں و تو ہے ۔۔۔ تن و جاں پر ہی اسکا رنگ و بُو ہے

جاننا چاہیئے کہ جب تک فیض مبدا سے نزول کرکے وسط کے دائرہ میں نہ پہونچے

عروج متصور نہیں ہوتا۔ کیونکہ ترتیب کا ظہور مظاہر سے لازم ہے۔ اور جب کلیت کے ساتھ ترتیب فعل میں آتی ہے۔ تو نبی کی بعثت اور نفسوں کی تکلیف اور معاد کی طرف دعوت متصور ہوتی ہے۔ اور جب وسط کا دائرہ انسانی مرتبہ ہے۔ جو نزول کی نہایت اور عروج کی بدایت ہے۔ تو بے شک احکام شرعیہ انسان کے تعین وہیئت اجتماعی پر ہی منحصر ہونگے۔ اور اضافت کے طریق پر میں اور تو انسان ہی کا وجود ہے۔ جو تمامی من و ما کا جامع ہے۔ کیونکہ اگر جان و تن کی ہیئت اجتماعی نہ ہوتی۔ تو یہ مکلف نہ ہوتے ✤

من و تو چوں نماند در میانہ　　چہ کعبہ چہ کنش چہ دیر خانہ

نہیں جب میں و تو اندر نشانہ　　ہے کعبہ کیا کنش کیا دیر خانہ

یعنی میں و تو کا تعین جو حقیقت مطلقہ کے جمال کا پردہ ہے۔ تو تعینات کی استعدادوں کے اختلاف کے تقاضا کے مطابق دینوں اور مذہبوں مختلفہ نے منہ دکھایا۔ اور جب وہ تعین اطلاقی وحدت کے تجلے میں محو ہو جائے۔ تو مسلمانوں اور جہودوں کا قبلہ ایک ہی ہوگا **نظم**

بے نشاں شو از ہمہ نام و نشاں　　تا بہ بینی روئی جاناں را نشاں

(ترجمہ) سارے ناموں اور نشانوں سے بے نشان ہو جا۔ تاکہ تو محبوب کے چہرہ کا نشان دیکھے ✤

از خمار ما و من ہر کو برست　　از شراب وصل جاناں مست گشت

(ترجمہ) جس شخص نے ما و من کے نشہ سے خلاصی پائی وہ محبوب کے وصال کے نشہ سے مست ہو گیا ✤

کے مقید واصل مطلق شود　　عارف حق آں بود کو حق شود

(ترجمہ) مطلق کے ساتھ مقید کب مل سکتا ہے۔ خدا تعالےٰ کا عارف وہ ہوتا ہے جو مطلق ہوتا ہے ✤

در حقیقت ما و من سد رہست　　من نگوید ہر کہ از حق آگہ ہست

(ترجمہ) دراصل یہ ما و من یعنی میں راستہ کی رکاوٹ ہے۔ جو خدا تعالےٰ کا عارف ہے وہ میں نہیں کہتا ✤

تعین نقطۂ وہمی است در عین — چو عینت گشت صافی غین شد عین

یہ وہمی نقطہ سے ہی عین ہی غین — تعین کو اٹھا پھر غین ہے عین

جیسا کہ حرف غین کا امتیاز حرف عین سے نقطہ کے سبب ہے ممکن کا امتیاز واجب سے تعین کے ساتھ ہے۔ اور تعین وہمی اعتباری امر ہے۔ جو حقیقی وجود نہیں رکھتا۔ اسواسطے فرماتے ہیں کہ تعین نقطہ وہمی کے مشابہ ہے جو اس حقیقت کا مظہر ہوا ہے۔ اور عین اس نقطہ کے سبب غین دیکھا گیا۔ اور بواسطہ تعین کے مطلق مقید ہوا۔ اور واجب ممکن دیکھا گیا۔ تعین کا پردہ جب اُٹھ کھڑا ہو۔ غین جو کثرت سے مراد ہے عین وحدت ہوگی۔ پہلے مصرعہ کا عین حقیقت سے مراد ہے۔ اور عینت کا عین جو دوسرے مصرعہ میں ہے آنکھ کے معنے پر ہے۔ اور آخر کا غین حرف غین سے مراد ہے

دو خطوہ بیش نبود راہ سالک — وگرچہ دارد ایں چندیں مہالک

کہیں دو نوں قدم ہیں راہ سالک — اگرچہ رکھتا ہے لاکھوں مہالک

یعنی حقیقی مطلوب کی طرف سالک کا راستہ دو قدموں سے زیادہ نہیں ہے ایک یہ کہ سب چیزوں کو خدا ہی دیکھے۔ دوسرا یہ کہ سالک کی ہستی مجازی کا میدان طے ہو جائے مگر ان دو قدموں کے درمیان ہلاکت کی جگہیں اور آفاقی و انفسی قدموں کے نزولات ان گنت ہیں۔ اور ان کے کلیات کو بزرگان طریقہ نے لکھا ہے۔ اور دو قدموں کا بیان فرماتے ہیں:۔

یک از ہائے ہویت در گذشتن — دوم صحرائے ہستی در نوشتن

ہویت کی دو ہا سے گذر جانا — قدم صحرائے ہستی سے بڑھانا

ہویت کی ہا سے مراد ذات مطلقہ کے تعینات ہیں۔ یعنی پہلا قدم یہ ہے کہ تعینات سے عبور کرے۔ دوسرا اپنے پندار کی ہستی اور سب چیزوں کی محو دفانی پائے فرماتے ہیں

دریں مشہد یکے شد جمع افراد — چو واحد ساری اندر عین اعداد

یہاں اب متحد ہیں سارے افراد — ہے واحد ساری اندر عین اعداد

یعنی اس دیدار کے مقام میں جو سالک ہستی مجازی کے فرش کو جو تعینات کا وجود ہے

طے کر کے دیکھا کہ جو کچھ ہے وہی ذات ہے۔ یک شد جمع افراد یعنی اگر یہ کہا جائے۔ کہ باعتبار اسموں کے سب وہی ہے تو بھی راست ہے۔ اور اکیلے مطلق سریان کثرت کے مراتب میں اکیلا ہے۔ جو اعداد کے سب مراتب میں ساری ہے۔ اور جب ساری ذات عارف کی ہے۔ تو فرمایا کہ:۔

تو آں جمعی کہ عین وحدت آمد   تو آں واحد کہ عین کثرت آمد

تو وہ جمع ہے کہ ہے وہ عین وحدت   تو وہ واحد کہ ہے وہ عین کثرت

یعنی اے عارف تو جو انسان ہے صورت و معنی و روحانی و جسمانی قوتوں کے اجتماع کے مطابق تو وہ جمع ہے۔ جو بوسطہ ترقی اور احدیت کے مقام میں واصل ہونے اور فنا فی اللہ ہونے کے عین وحدت ہوا۔ اور اے انسان تو وہ اکیلا ہے۔ جو بقا باللہ کے ساتھ حدیت ہونے کے بعد احدیت کے مقام سے اسماء و صفات کے مراتب میں تنزل کر کے عین کثرت ہوا۔ اور صورت میں تمامی چیزوں کے ظہور پایا۔

کسے ایں سر شناسد کو گزر کرد   ز جزوی سوئے کلی یک سفر کرد

وہ جانے بھید کو جسکا گذر ہو۔   خودی سے طرف کلی اک سفر ہو

یعنی انسان کامل کے عین وحدت میں جمع ہونے اور عین کثرت میں واحد ہونے کا بھید وہ جانتا ہے جو اپنی خودی سے جو اس کے تقید کا موجب ہے گزر جائے۔ اور اپنے تشخص کی جزویت سے کلی کی طرف جو وحدت مطلقہ کی حقیقت ہے۔ سفر کر سکے۔ اور سارے ظہورات میں اپنے آپ کو مشاہدہ کر سکے۔

چوتھا سوال مسافرونکی کیفیت کی تحقیق اور اُسکے جواب میں

مسافر چوں بود رہرو کدام است   کرا گویم کو مرد تمام است

مسافر کون ہے رستہ میں بیباک   کہیں کامل جسے وہ کون ہے پاک

پہلے مصرعہ کے جواب میں فرماتے ہیں

جواب

دگر گفتی مسافر کیست در راہ　　کسے کو شد ز اصلِ کار آگاہ

مسافر پوچھتے ہیں کونسا ہے　　جو اصلیت سے اپنی آشنا ہے

یعنی مسافر و سالک اسے کہتے ہیں کہ جس مقام میں پہونچے - اپنی اصل اور حقیقت سے واقف ہو - اور تحقیق سے جانے کہ وہ اس صورت سے جو دیکھی جاتی ہے بڑھکر کچھ نہیں - اور اصل و حقیقت اُس کی الوہیت کے مرتبہ جامع کے برابر ہے **نظم**

من آفتاب وحدتم تاباں بانساں آمدہ　　من نورِ اسم اعظمم بیش از تن و جاں آمدہ

(ترجمہ) میں وحدت کا سورج انسانی صورت میں چمکتا ہوں - میں اسم اعظم کا نور تن و جان سے پہلے آیا ہوں +

ہم نورِ سُبحانی منم ہم گوہرِ کانی منم　　ہم بحرِ عمانی منم در قطرہ پنہاں آمدہ

(ترجمہ) ذاتِ پاک کا نور بھی میں ہی ہوں اور کان کا موتی بھی میں ہی ہوں - اور بڑا دریا قطرہ میں پوشیدہ ہو کر میں ہی آیا ہوں +

ہم نور و ہم پرتو منم ہم سایہ ہم پرتو منم　　ہم راہ و ہم راہرو منم ہم پیر رہ داں آمدہ

(ترجمہ) نور بھی اور عکس نور کا بھی سایہ بھی پرتو بھی میں ہی ہوں - راہ بھی مسافر بھی میں بوڑھا خدا کا واقف آیا ہوں +

جب حال کی حقیقت پر واقفیت اس وقت میسر ہو سکتی ہے - کہ اصل انسان کا جو حقیقت مطلقہ ہے تعین کی قید سے معرا و مبرا ہو جائے - تو فرمایا کہ :-

مسافر آں بود کو بگذرد زود　　ز خود صافی شود چوں آتش از دود

منازل نفس سے جو گذر جائے　　مثالِ آگ ہستی کو جلائے

یعنی طبعی و نفسانی منازل کو قطع کر کے گذر جائے - اور بشری صفات کے لباس سے برہنہ اور اپنے تعین کے اندھیرے سے صاف ہو جائے - اور آگ کی مثل دھوئیں سے روشن ہو جائے - اور کیفیت فرماتے ہیں :-

سلوکش سیر کشفی دان ز امکاں　　سوئے واجب بترکِ شین و نقصاں

چلا امکان سے با سیر کشفی　　وجوب اس کے کیئے سب عیب صافی

یعنی منازل کا قطع کرنا جو سلوک سے عبارت ہے امکان و تعینات سے واجب کی

طرف کشفی سیر کے ساتھ ہے جو بُرے فعلوں اور قولوں کے عیب اور شبہات کی ترک اور ردیہ صفتوں کے نقصان کی ترک پر موقوف ہے

بعکس سیرِ اوّل در منازل   رود تا گردد او انسان کامل

نزولی سیر کے اُلٹا پڑے چل   فنا فی اللہ میں ہو انسان کامل

یعنی سالک مسافر پہلے سیر کے برعکس جو اطلاق سے تقیید کی طرف ہے سیرِ الی اللہ کے ساتھ جو اطلاق کی طرف جاتا ہے چلے۔ اور فنا فی اللہ کے مقام میں پہونچے تا انسان کامل ہو جائے۔ نظم

کشفِ ایں معنی اگر خواہی بیا۔   تیغ لا زن بر سرِ غیرِ خدا +

(ترجمہ) اس معنی کا کشف یعنی کھُلنا اگر تو چاہتا ہے تو آ۔ اور تو خدا تعالےٰ کے غیر پر نفی کی تلوار کھینچ +

بعد نفی خلق کُن اثباتِ حق   تا کہ گردی غرق بحرِ ذاتِ حق

(ترجمہ) خلقیت کی نفی کے بعد حق تعالےٰ کا اثبات کر۔ تا کہ حق تعالےٰ کی ذات کے دریا میں تو ڈوب جائے +

اور اس بھید کے واضح کرنے کے لئے قاعدہ فرمایا۔ اور یہ قاعدہ بیان میں عروج فیض کے یعنی آخری نقطہ کا اتصال پہلے نقطہ کے ساتھ فرماتے ہیں :۔

بداں اوّل کہ تا چوں گشت موجود   کہ تا انسان کامل گشت مولود

دیکھو وہ کس طرح پہلے تھا موجود   ہوا صورت میں کامل پھر وہ مولود

یعنی پہلے یہ معلوم کر کہ انسان کیسے موجود ہوا۔ اور اس کے وجود کا ابتداء کو کسی قسم پر تھا۔ یہانتک کہ کامل الخلقت موجود یعنی ماں کے شکم سے پیدا ہوا۔ اور کونسے وجودات اور ظہورات و مثالات میں عبور کر کے انسانی صورت کا وجود جو سب مرکبات کا احسن و اعدل ہے نطفہ سے موجود ہوتا ہے۔ اور رحم میں جنین کی موجودگی کے ابتدا سے لیکر پیدا ہونے کے وقت تک کسقدر حالات اسے واقع ہیں اسپر تنبیہ کر کے فرماتے ہیں :۔

در اطوارِ جمادی بود پیدا   پس از روحِ اضافی گشت دانا

جمادی حالتوں میں تھا وہ ظاہر   اضافی روح سے پر تھا وہ ماہر

جاننا چاہئے کہ تجربہ کے صاحبوں نے کہا ہے۔ کہ جب نطفہ رحم میں قرار پکڑتا ہے۔ تو انڈے کی مانند گول ہوتا ہے +

پہلا حال جو اس پر واقع ہوتا ہے۔ زُبدیت ہے۔ یعنی قوت مصورہ کے فعل کے ساتھ وہ منی کف باہر لاتی ہے۔ اور اس حالت میں قوتِ مصورہ کی تحریک کے ساتھ اس میں تین نقطے دیکھے جاتے ہیں۔ ایک وسط میں جو دل کا محل ہے۔ دوسرا دائیں طرف جو جگر کا محل ہے تیسرا ان دونوں کے سرے پر جو دماغ کا محل ہے۔ اس کے بعد ناف کا محل متعین ہوتا ہے۔ یعنی پردہ باریک پیدا ہوتا ہے۔ جو صورت جمعیہ انسانی کو احاطہ کر کے ٹھنڈ جانے سے نگہبان ہوتا ہے۔ اور حق بات یہ ہے۔ کہ پہلا عضو جو موجود ہوتا ہے۔ وہ دل ہوتا ہے۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ دماغ و آنکھ ہے +

اور دوسری حالت یہ کہ خونی نقطے صفات میں اس پردہ باریک کے جو اس کے گرد پر محیط تھا ظاہر ہوتے ہیں۔ اور اس حالت میں وہ نقطے رغوی جو کف سے بنے ہوئے تھے۔ نقاطِ خونی میں حل ہو جاتے ہیں۔ اور ناف کا نقطہ حالت محسوسہ ناف پر مستحیل ہو کر صورت ناف کی اختیار کرتا ہے +

اور تیسری حالت میں وہ علقہ بنجاتا ہے۔ یعنی ایک نقطہ خون غلیظ کا +

اور چوتھی حالت میں وہ مضغہ ہو جاتا ہے۔ یعنی ایک ٹکڑا خام گوشت کا۔ اور اس حالت میں اعضائے رئیسہ مثل دل و دماغ اور جگر کے ظاہر ہوتے ہیں +

اور پانچویں حالت اس کی یہ ہے کہ ہڈیاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور اعضا ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں۔ سر گردن سے ہاتھ پہلو سے۔ اور شکم متصل ہوتا ہے۔ اور حرارت غریزی کے مجاری اور رستے ظاہر ہو کر غاذیہ۔ نامیہ قوتیں کا فعل میں آ کر روح حیوانی اور روح انسانی کا قابل و مستعد ہوتا ہے +

اور جاننا چاہئے کہ مدت کف کی جو حالت پہلی ہے چھ یا سات روز ہے۔ ان دنوں میں قوت مصورہ بلا مدد لینے رحم کے نطفہ میں تصرف کرتی ہے۔ دوسری حالت جو خطوط و نقاط خونی اس میں پیدا ہوتے ہیں تین روز ہے۔ اور جیسا کہ ابتدا سے لیکر یہاں تک نو روز ہوتے ہیں۔ ممکن ہے کہ ایک روز آگے یا پیچھے ہو جاوے۔ اور تیسری حالت علقہ کی مدت کی چھ روز ہے۔ جیسا کہ ابتدا سے آخر تک سب چند ان روز ہوتے ہیں ایک یا دو روز کے آگے یا پیچھے ہونے کا بھی احتمال ہے۔ اور چوتھی حالت مضغہ کی مدت کی باراں روز ہے۔ اور کبھی ایک آگے پیچھے

بھی ہوتا ہے - اور پانچویں حالت کی مدت جو ایک دوسرے سے اعضاء الگ ہوتے ہیں - نو روز ہے - اور ان نو روزوں میں بعضے اعضا جنین کے تمام محسوس ہوتے - اور بعضے اعضاء دوسرے جو ابھی بالکل تمام نہیں ہوئے ہیں - چہار روز کی مدت تک تمام ظہور میں آتے ہیں - چنانچہ چالیس روز میں تمام ظہور ہو جاتا ہے - اور جنین کے اعضاء کی نقل مدت تیس ۳۰ روز ہے - و اوسط پینتیس روز چالیس تک - اور اکثر مدت پینتالیس روز اور ان ایام میں حالت مذکورہ کے ایک حال سے دوسرے حال میں انتقال کرنے میں مادہ سے نرتیز ہوگا - اور اس کے ظہور کے ایام کم ہیں - کیونکہ نر میں بہ نسبت مادہ کے حرارت کم ہے - اور امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں - کہ اگر کہیں کہ یہ بات حدیث کے معنے کے خلاف ہے - کیونکہ عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کی ہے -
اِنَّ اَحَدَکُمْ یُجْمَعُ خَلْقَتُہٗ فِیْ بَطْنِ اُمِّہٖ اَرْبَعِیْنَ یَوْمًا نُطْفَۃً ثُمَّ یَکُوْنُ عَلَقَۃً مِثْلَ ذٰلِکَ ثُمَّ یَکُوْنُ مُضْغَۃً مِّثْلَ ذٰلِکَ یُرْسِلُ اللّٰہُ اِلَیْہِ مَلَکًا یَنْفُخُ فِیْہِ فَیُؤْمَرُ بِاَرْبَعِ کَلِمَاتٍ فَیَکْتُبُ رِزْقَہٗ وَ اَجَلَہٗ وَ شَقِیٌّ اَوْ سَعِیْدٌ - تحقیق ایک تمہارا جمع کی جاتی ہے اس کی خلقت ان کی ماں کے شکم میں نطفہ کی حالت میں اس کے بعد علقہ بنتا ہے - اسی مثال پر اس کے بعد مضغہ بنجاتا ہے - اسی طرح پر پھر بھیجتا ہے اللہ تعالےٰ ایک فرشتہ کو اس کی طرف پھونکتا ہے بیچ اس کے روح پس امر کرتا ہے چار کاموں کے ساتھ پھر لکھتا ہے رزق اس کا اور موت اُس کی اور بدبخت ہونا یا نیکبخت ہونا اس کا فقط

جواب یہ ہے کہ اگرچہ چالیس روز کی مدت میں جنین کے اعضاء ظہور میں آتے ہیں مگر ان حالات کا کمال اس وقت ہوتا ہے - جب چار مہینے گذر جائیں - اس کے بعد اس بات کے قابل ہوتا ہے - کہ حضرت وہاب کی درگاہ سے روح حیوانی جو ایک بخار لطیف حیات وحس وحرکت کا قابل ہے اسپر فائض ہوتا ہے - اور روح حیوانی کے اعتدال کے دروازہ سے روح انسانی کا نور جسے روح اضافی بھی کہتے ہیں اسپر چمک ڈالتا ہے - اور حضرت علیم سے علم کی شعاع اسپر چمکتی ہے - صورت انسانی کمال کو پہونچکر خلعت تمام اوڑھتی ہے - فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ پس بزرگی اللہ کے لئے ہے اچھا پیدا کرنے والوں کا - اور اطوار جمادی پہلی چار حالتوں کی طرف اشارت ہے - اسواسطے جمع کے صیغہ پر ادا کیا - اور اس حالت میں مضغہ کو جماد - کے ساتھ منسوب کرنا اسواسطے ہے جو مرکب ہے - اور نفس نہیں رکھتا - پس از روح اضافی گشت دانا - یعنی پانچویں حالت کے انتہا

ہیں جو تمامی اعضاء جدا جدا ہو جاتے - اور صُورتِ انسانی تکمیل پا کر فیض کے قبولیت پر مستعد ہوتی - اور روح حیوانی اس پر فائز ہوتا ہے - اور بحکم اَوَّلُ مَا یَتَعَیَّنُ بِہِ الذَّاتُ الْعِلْم یعنے علم وحیات کے ظہور کا قابل ہوا - اور ممکن ہے کہ جسے روح اضافی کہا وہی روح حیوانی ہو - بہ نسبت پہلی چار حالتوں کے اور حالت پانچویں احتمال ہے کہ روح انسانی سے مراد ہو - اس تقدیر پر معنی یوں ہونگے - کہ حالت پانچویں کی اشنار میں روح حیوانی اس پر فائض ہوا - اور روح انسانی کا نُور حیوانی پر چمکنے لگا - اور علم کی صنعت ظہور میں آئی -

پس آنگہ جنبشے کرد او ز قدرت ۔۔۔ پس از وے شد ز حق صاحب ارادت

مقرر ہے کہ جنین یعنی بچہ کے اعضاؤں کی صُورت حاصل ہونے کی مُدت سے جب دُگنی گذر جائے - تو رحم میں بچہ حرکت کرنے لگتا ہے - اور جب حرکت کے دنوں سے دو حصہ گذر جائے - تو پیدا ہوتا ہے - مثلاً تیس روز میں جو ظہور کے ایام کا اقل ہے - تو ساٹھ روز میں جو تیس سے دوگنا ۶۰ ہے - متحرک ہوتا ۱۸۰ ہے - اور ساٹھ کے دو حصہ ایک سَو بیس ۱۲۰ روز ہے جب حرکت کے ایام سے گذریں - جو تمامی ایک سَو اسی روز یعنے چھ مہینے ہوتے ہیں تو پیدا ہوتا ہے - اور یہ بیان تجربہ پر ہے نہ تقریب وتحقیق پر

پس آنگہ جنبشے کرد او ز قدرت ۔۔۔ پس از وے شد ز حق صاحب ارادت

ہوا قدرت سے جنبش کرنیوالا ۔۔۔ ارادت سے ہے باہر آنے والا

یعنی بچہ کو رحم میں روح حیوانی فائض ہونے کے بعد حرکت پیدا ہوتی ہے - اور حرکت کے ظہور کے پیچھے جو قدرت کا اثر ہے - وہ بچہ جو مربد کلی ہے - خدا تعالےٰ سے صاحب اردہ کا ہوتا ہے - اور تنگ جگہ رحم سے وغذائے ناملائم سے دُنیا کے میدان میں خروج کرکے تولّد ہوتا ہے - اور جب ارادہ کی صفت کے بعد اور صفتوں کے آثار ظہور میں آتے ہیں - تو فرمایا کہ :-

بطفلی کرد باز احساس عالم ۔۔۔ درو بالفعل شد وسواس عالم

جہاں کی لذتیں طفلی میں پائیں ۔۔۔ ہوائیں وسوسہ عالم کی چھائیں

لڑکپن میں حسب ظہور سماعت وبصارت کے اثروں کے عالم نورانی کا تجربہ کیا وغذائے لذیذ چکھی - نفع وضرر دینے والی چیزوں کی تمیز ظہور میں آئی - اور اس تجربہ کی جہت سے

جہان کا وسواس جو اس میں پردہ کے اندر تھا فعل میں یعنی ظہور میں آیا۔ اور دُنیا کا طلبگار ہوا

چو جزویات شد بروے مرتب   بکلیات رہ برد از مرکب

ترتب جبکہ جزویات کا ہو۔   چلا پھر طرف کلیات رہ رو

یعنی جب نفس انسانی ظاہری باطنی حواس کے ساتھ جزویات یعنے صورتیں و معانی جزئیہ کو ادراک کرکے انسان میں آمادہ و مرتب ہوا۔ تو اس وقت قوت عاقلہ کے ساتھ جو نطق ہر اور کلیات کی پانے والی بالذات ہے۔ سمجھنے والی چیزوں کے درمیان تمیز کرتا ہے۔ اور جزئیہ صورتوں کو پوشیدہ معقولات سے دُور ہٹا کر کلی وجہ پر ملاحظہ کرتا ہے۔ اور حسب احتیاج وترتیب وترکیب کے معلومہ امور کا ملاحظہ کرکے کلیہ امروں اور حقیقتوں اور صنعتوں کے ساتھ عارف ہوتا ہے۔ اور جب حرکت دینے والی قوتیں سمجھنے والی قوتوں کے پیچھے ہیں۔ کیونکہ تحریک ارادہ پر موقوف ہے۔ اور ارادہ ادراک یعنے علم پر موقوف ہے۔ تو فرمایا کہ

غضب گشت اندرو پیدا ز شہوت   وزیشاں خاست بخل و حرص و نخوت

غضب شہوت سے کتنا یادہ خر ہے   تکبر بخل و حرص انکا اثر ہے

جاننا چاہیے۔ کہ قوتیں محرکہ یعنے تحریک کرنے والی باعثہ ہیں یا فاعلہ۔ فاعلہ وہ ہے جو رگوں اور پٹھوں کی امداد و تحریک کے ساتھ اس سے فعل حاصل ہوتے ہیں۔ اور باعثہ یا منافع کوشش کرنے والی کی طرف کھڑی ہوتی ہے۔ یعنے جسے شہوت کہتے ہیں یا دفع کرنے والی ضرروں کی طرف جسے غضب بولتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں کہ قوتیں مدرکہ کے ظہور سے یہ دو قوتیں فاعلہ اور باعثہ ظہور میں آئیں۔ اور یہ بُری صفتیں ظاہر ہوئیں۔ حرص قناعت کی ضد ہے۔ اور شہوی قوت کے افراط سے کھڑی ہوتی ہے۔ اور بخل سخاوت کی ضد ہے۔ اور شہوی قوت کی تفریطوں سے ہے۔ اور نخوت عاجزی اور سکینی کی ضد ہے۔ اور غضبیہ قوت کے افراط سے ہے +

بفعل آمد صفتہائے ذمیمہ   بتر شد از دد و دیو و بہیمہ

شیاطینی صفاتیں غُل مچایا   درندوں چارپایوں سی بڑھایا

یعنے جب سبعی و بہیمی نفس جو قوت غضبی و شہوی اور بُرے فعلوں کی کان ہیں۔ نفس ناطقہ پر جو انسان کو حیوانات سے جُدا کرنے والا ہے غالب آتے ہیں۔ اور

قوتِ ناطقہ کو جسے نفس ملکی کہتے ہیں۔ اور اپنے داعیوں کی تحصیل کا وسیلہ جانتے ہیں مغلوب کردیتے ہیں۔ تو ہر آئینہ سب صفاتِ ذمیمہ اور افعال قبیحہ جو اس میں درپردہ تھے۔ فعل میں آتے ہیں۔ بسببِ جامعیت انسانی کے جو صفات حیوانوں میں منتشر نہیں۔ اس اکیلے سے ظہور پاتی ہیں۔ پس بیشک درندوں اور شیطانوں اور حیوانوں سے بدتر اور نیچ میں بڑھ کر ہوتا ہے۔

نزول را بود ایں نقطۂ اسفل — کہ شد با نقطۂ اوّل مقابل

نزولی سیر کا یہ نقطہ اسفل — ہوا وحدت کے نقطہ پر مقابل

یعنی دائرہ وجود میں ظہوری قوس کا آخری نقطہ مرتبہ انسانی ہے۔ جو نقطہ وحدت کے مقابلہ پر واقعہ ہے۔ اور اب مکرر ذکر کیا گیا ۱۲

شد از افعال کثرت بے نہایت — مقابل گشت زیں رو با بدایت

ہوئے جب فعل بڑھکر بے نہایت — مقابل ہو گیا وہ با بدایت

یعنی جب انسان تمامی اسموں کے لئے فی الواقعہ مظہر ٹھیرا۔ اور ہر ایک اسم کے حکم کا ظہور فعل خاص انسانی کے ساتھ موقوف اور ہر فعل اللہ خاص کے ساتھ موقوف ہی پس بے نہایت فعلوں سے صورت انسانی میں کثرت بیحد ظاہر ہوئی۔ اسلئے بدایت کے ساتھ جو وحدت حقیقی ہے مقابلہ میں آیا۔ فرماتے ہیں کہ:۔

اگر گردد مقید اندریں دام — بگمراہی بود کمتر ز انعام

مقیّد ہو گر اں جانوں کے اندر — بہائم سے ہے گمراہی میں بڑھکر

جب انسان میں بری صفتیں ظاہر ہوئیں۔ پھر اگر انہیں صفتوں کھانے اور پینے اور شہوت و حکم رانی اور طبیعت کے تقاضوں میں جو ہر ایک روح انسانی کے شاہباز کے لئے مثل دام کے ہیں پاؤں پھنس رہے تو چارپایوں سے بھی پیچھے ہٹ رہا۔ اور جب طبعی تقاضوں کا خلاف اللہ تعالےٰ کی ہدائت کے نور کے سوا میسر نہیں تو فرمایا:۔

وگر نورے رسد از عالم جان — ز فیض جذبہ یا از عکس برہان

جہانِ جاں سے نورِ حق ہو پیدا — یقینی نور یا جذبہ ہو مؤثر

یعنی اگر ہدایت اللہ تعالےٰ کی راہبر ہو۔ اور واردات والہامات کا نور اور کشش ربانی وعلوم لدنی عالمِ روحانی سے جو الوہیت کا مقام اور اس کے اسماء کا مرتبہ ہے۔ پہونچے فیض جذبہ کے ساتھ یا دلیل کی چمک سے جو جذبہ کے برعکس اور محض عنایت ہے۔ یعنے یقینی دلیل کے ساتھ معلوم کرے کہ نفس انسانی بدن کی جدائگی کے بعد البتہ باقی رہیگا۔ اور اگر مہلکات ردیہ وصفات ذمیمہ کے تبدیل صفات حسنہ کے ساتھ نہ کی ہوگی۔ تو عالم برزخ یعنی موت کے بعد اُن بُری خصلتوں کے نتیجوں کی صورتوں میں گرفتار ہو کر عذاب دیا جائیگا۔ پس طبعی تقاضوں سے مُنہ پھیر کر عالمِ بالا کی طرف توجہ کرے۔ اور فضائل واخلاق مرضیہ یعنے خدائے تعالےٰ کی رضامندی کے درپے ہو کر کوشش اور جد وجہد کیا کرے۔ تاکہ ان کی خاصیتوں سے آراستہ ہو جائے ✦

دلش با نورِ حق ہمراز گردد وزاں راہے کہ آمد باز گردد

خُدا کے نور سے ہمراز ہو دِل اسی راہ سے جو آیا پھر ہو واصِل

یعنی جذبۂ باطنی یا دلیل یقینی کے سبب عارف عالم کے دِل پر اللہ تعالےٰ کا نور چمکے۔ اور مبداء کی طرف توجہ کرے جیساکہ اطلاق سے تقیید کی جہت کو نزول کیا تھا پھر کثرت سے وحدت میں واصِل ہو جائے۔ اور رجوعی سیر کو انجام تک پہونچائے۔ اور وحدت کی طرف توجہ اس کو مُنہ دکھائے ✦

ز جذبہ یا ز برہان یقینی۔ رہے یابد ز ایمانِ یقینی

کشش سے یا کہ بُرہانِ یقینی وہ پائے رستہ ایمانِ یقینی

یعنی جذبہ یا دلیل یقینی کے ساتھ جو شبہ وظنّ سے دور ہو۔ ایمان یقینی کی طرف راستہ حاصِل کرے ✦

کند یک رجعت از سجین فجار رُخ آرد سوئے علیین ابرار

رجوع سجین فجاروں سے کر کر لے علیین ابراروں کو منہ دھر

اور نیچے والے مراتب سے روحانی مقام میں وصول پائے۔ اور حصول اس کا حضرت آدم علیہ السلام سے ہے ✦

بتوبہ متصف گردد در آندم	شود در اصطفا اولاد آدم

بتوبہ متصف ہو جائے اُس دم	خدا کا برگزیدہ ابنِ آدم ؛

رجوعی سیر کے مقاموں سے پہلا مقام توبہ ہے۔ اور صوفیائے کرام کی اصطلاح میں اسے باب الابواب کہتے ہیں۔ اور حسب لغت کے رجوع اور حسب شرع کے گناہوں پر پشیمانی ہے۔ اور معاصی کی طرف رجوع نہ کرنے کی نیت۔ اور حسب طریقت اور حقیقت کی توبہ یہ ہے کہ جو کچھ دُنیا اور عقبیٰ کے کاموں سے وصول کے مانع ہیں اُن سے روگردانی کر کے حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہو جائے۔ فرماتے ہیں کہ علیین کی طرف رجوع کرنے کے وقت میں توبہ کے ساتھ موصوف ہوگا۔ اور مخالفت کے دُور ہو جانے کے باعث برگزیدگی میں اولاد آدم علیہ السّلام کی بنجائے۔ جیسا کہ الولد سرّ لابیہ یعنی بیٹا باپ کا بھید ہے۔ نظم

اے خلیفہ زادۂ بے معرفت	با پدر در معرفت شو ہم صفت

(ترجمہ) یعنے اَے خلیفہ کے بیٹے جاہل۔ باپ کے ساتھ معرفت میں ہمصفت ہو جیو ؛

ز افعالِ نکوہیدہ شود پاک	چو ادریس نبی آید بر افلاک

بُرے فعلوں سے جب ہو صاف اور پاک	طرح ادریس کے آئے بر افلاک

جب انبیاء علیہم السّلام کی متابعت کے سوا سلوک میسّر نہیں۔ تو بُرے فعلوں سے صاف ہو کر حضرت ادریس علیہ الصلوٰۃ و السّلام کی مانند موانع سے ہٹ جانے کے بعد آفاقی اور انفسی معراجوں پر چڑھ جاتا ہے ؛

چو یابد از صفاتِ بد نجاتے	شود چوں نوح ازاں صاحب ثباتے

بُری صفتوں سے جب وہ چھوٹ جائے	ثباتِ نوح اسمیں کوٹ جائے

یعنی سالک جہانتک تلوین کے مقاموں میں ہے۔ انبیاء علیہم السّلام کے معنوی کمالات اسپر ظاہر نہیں ہوتے۔ اور جب ان بُری صفات سے خلاصی پا جائے۔ تو بباعث ترک ان صفتوں سے نوح علیہ السّلام کی مانند صاحب ثبات و تمکین ہوگا ؛ نظم

نوح نہصد سال دعوت مینمود	دمبدم انکار قومش مے فزود ؛

(ترجمہ) نوح علیہ السّلام نَوسو برس تک دعوت کرتے رہے۔ اُن کی قوم کا ہر وقت انکار ہی بڑھتا تھا

جور کُفرِ نوحیان و صبرِ نوحؑ نُوح را شد صیقل مراتِ رُوح

(ترجمہ) قوم کے کُفر کا ظلم اور نوح علیہ السلام کا صبر نوحؑ کے لئے جان کے شیشہ کو صیقل ہوا

چونکہ دعوت وارد است از کردگار با قبول و لا قبول او را چہ کار ٭

(ترجمہ) جب کہ حکم دعوت کا اللہ تعالےٰ سے وارد ہے قبولیت یا نہ قبولیت کے ساتھ اسے کیا کام ہے

نماند قوتِ جزویش در کل خلیل آسا شود صاحب توکل

ہوئی جب قدرت اُسکی فانی کل خلیل حق بنے اندر توکل

یعنی جب سالک صاحب تمکین ہوا - تو اُس پر یہ بات منکشف ہوئی - کہ اللہ تعالےٰ کے سوائے کوئی قادر اور مختار نہیں - تو ضرور جزئی قدرت جسے سالک اپنی طرف منسوب رکھتا تھا - قدرت کُلی اپنی میں محو ہو جاتی ہے - اور فنا کا مقام جسے جماعت صوفیائے کرام طمس کہتے ہیں اسے حاصل ہوتا ہے - اور حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرح متوکل ہو جاتا ہے ٭ نظم

چوں خلیل اللہ در نزع اوفتاد جاں بعزرائیل آساں می نداد

(ترجمہ) جب حضرت خلیل اللہ علیہ السلام پر نزع کا وقت آیا - تو آسانی سے حضرت عزرائیلؑ کو جان نہ دیتے تھے ٭

گفت واپس رو بگو با بادشاہ کز خلیلِ خویش آخر جاں مخواہ

(ترجمہ) کہا - پھر جا اور بادشاہ کو کہو - کہ اپنے دوست سے جان نہ لے ٭

حاضرے گفتش کہ اے شاہِ جہاں از چہ می نہ دہی بعزرائیل جاں

(ترجمہ) حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ اے شاہِ جہاں آپ عزرائیل کو کیوں جان نہیں دے دیتے ٭

گفت چوں من گویم ایندم ترک جاں پائے عزرائیل آید درمیاں ٭

(ترجمہ) فرمایا - کہ اس وقت جان کو کیسے چھوڑ دوں - حالانکہ عزرائیل کا واسطہ درمیان ہے

بر سرِ آں آتش آمد جبرائیل گفت از من حاجتے خواہ اے خلیل ٭

(ترجمہ) چخہ کی آگ کے وقت جبرائیلؑ آیا - اور کہا کہ میرے سے کوئی حاجت مانگ ٭

من نہ کردم سوئے او آندم نگاہ زانکہ بند راہم آمد جز الٰہ ٭

(ترجمہ) میں نے اُس کی طرف ایسے وقت میں التفات نہ کی - کیونکہ غیر خدا تعالےٰ کا میرے راہ میں بندش ہے ٭

چوں بر پیچیدم سر از جبریل من — کے دہم جاں را بعزرائیل من

(ترجمہ) جب میں نے جبرائیل سے مُنہ کو پھیر لیا - تو عزرائیل کو کیسے جان دے دوں

در دو عالم کے دہم جاں را بکس — تا نہ او گوید سخن اینست وبس

(ترجمہ) دونوں عالم میں کسی کے ہاتھ میں جان نہ دوں گا جب تک کہ وہ خود نہ کہے - سخن یہی ہے اور بس *

ارادت با رضائے حق شود ضم — رود چوں موسیٰ اندر باب اعظم

رضائے حق سے ملجائے ارادت — ہے موسیٰ کی طرح دُنیا ہی جنّت

یعنی حق تبارک وتعالےٰ کی رضا کے سوا کسی امر میں خواہش نہ کرے - اور اپنے ارادہ کو بیچ سے اُٹھالے - اور حضرت موسےٰ علیہ الصّلوٰۃ والسلام کی مانند رضا کے مقام میں اللہ تبارک وتعالےٰ کی طرف لوٹ جائے - جیسا کہ کہا - وَعَجِلْتُ اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى یعنی اَے پروردگار میں نے تیری طرف جلدی کی تاکہ تو راضی ہو جائے - اور مشائخوں نے فرمایا ہے - کہ اَلرِّضَا بَابُ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ وَجَنَّۃُ الدُّنْیَا یعنے بڑا بزرگ دروازہ اللہ تبارک وتعالےٰ کا اُس کی رضا ہے - اور دُنیا میں بہشت *

ز علمِ خویشتن یابد رہائی - چو عیسےٰ نبی گردد سمائی -

شعور اپنے تئیں کر دے وہ فانی — بنے عیسےٰ کی مانند آسمانی

یعنی علم اُس کا اللہ تعالےٰ کے علم میں محو ہو جائے - اور عیسےٰ علیہ السّلام کی طرح اسم علیم کے ساتھ متحقق یعنی درست ہو کر کثرت تعینات کی زمین سے وحدت صفاتی کے آسمان پر جو اللہ تعالےٰ کے علم کُلی کا مرتبہ ہے وصول پائے *

دہد یکبارہ ہستی را بتاراج — برآید در پئے احمد بمعراج

اُڑائے وہم ہستی کو بتاراج — چلے احمد کے قدموں پر وہ معراج

جاننا چاہیئے - کہ توحید شہودی ذوقی کے لئے تین مرتبہ ہیں - پہلا یہ کہ حضرت حق تعالےٰ افعالی تجلّی کے ساتھ سالک کے دل پر متجلی ہو - اور صاحب اس تجلّی کا موجودات کے تمامی فعلوں کو اللہ تعالےٰ کے افعال میں فانی پائے - اور حق تعالےٰ کے سوا کسی کو مؤثر نہ دیکھے - اور اس مقام کو محو کہتے ہیں - دوسرا یہ کہ حضرت حق صفاتی تجلّے کے ساتھ سالک

کے دل پر متجلی ہو۔ اور سالک اشیاء کی تمامی صفتوں کو حق تعالےٰ کی صفات میں فانی پائے۔ اور اشیاء کی صفات کو حق تعالےٰ کی صفات ہی دیکھے۔ اور خدا تعالےٰ کے غیر کے لئے مطلق کوئی صفت نہ دیکھے۔ اور اس مقام کو طمس بولتے ہیں۔ تیسرا وہ ہے جو حضرت حق تجلّیٔ ذاتی کے ساتھ اسپر متجلّی ہو۔ اور وہ سالک اشیاء کے تمامی ذرات کو پرتو میں نور تجلّی ذات احدیت کے فانی دیکھے۔ اور توحید ذاتی میں فنا ہونے کے ساتھ عدمی وجودی تعیّنات اُٹھ کھڑے ہوں۔ اور خدا کے سوا کسی چیز کے لئے وجود نہ دیکھے اور اشیاء کے وجود کو حق تعالےٰ کا وجود پہچانے۔ اور اس کو محق کہتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اشیاء کے وجود کو یکبارگی فنا کرے۔ اور اس کے بعد احمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیچھے بقا بعد الفنا کے معراج پر چڑھے۔ اور سیر باللہ جو تمکین کا مقام ہے اسکا مقام ہو جائے ✦

رسد چوں نقطۂ آخر باوّل　　　درانجا نہ ملک گنجد نہ مرسل

ملے جب نقطہ آخر ساتھ اوّل　　　فرشتہ کب سٹے وہاں یا کہ مرسل

یعنی انسان کامل کا تعین احدیت کے ساتھ متّصل ہوتا ہے۔ جو اطلاق کا مقام ہے۔ اور رب و مربوب کا امتیاز اُٹھ کھڑا ہوتا ہے نہ فرشتہ کی سمائی ہوتی ہے۔ نہ مرسل کی۔ اور جب نبی و ولی لی مع اللہ[۱] کے مقام میں مرتبہ اتحاد کے ساتھ ملے ہوئے ہیں۔ تو امتیاز کے ساتھ اُن کے درمیان اشارہ فرمایا

تمثیل

اور اس تمثیل میں فرماتے ہیں۔ کہ غیر نبی کا وہ ولی ہے جو ولائیت کے انواروں کا استفاضہ نبی کے کمالات سے حاصل کرے۔ زیرا کہ اگرچہ نبی کی نبوت کا مبدا بھی ولائیت ہی ہے۔ مگر غیر کا محتاج نہیں ہے۔ اور نبیوں و ولیوں کے درمیان عموم اور خصوص مطلق ہیں۔ جب ہر ایک نبی کو لازم ہے کہ ولی ہو۔ مگر ہر ایک ولی کو لازم نہیں جو نبی ہو۔ مثل محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیاؤں کی جو نبوت کے سوا ولایت رکھتے ہیں ✦

نبی چوں آفتاب آمد ولی ماہ　　　مقابل گردد اندر لی مع اللہ

نبی مانند سورج ہے ولی ماہ۔　　　مقابل ہونگے اندر لی مع اللہ

۱۔ یہ اشارہ حدیث کیطرف ہے جو یہ ہے لی مع اللہ وقت لا یسعنی فیہ ملک مقرب ولا نبی مرسل ۱۲

یعنی جب نبی نبوت کا نور اپنی ولایت کی کمالیت کے سورج سے پکڑتا ہے اور غیر کا محتاج اور دوسرے کا تابع نہیں۔ تو آفتاب کے مانند ہے۔ جو آپ ہی روشن ہے۔ اور ولی ہر چند کمال ولائیت کے نور سے روشن و نورانی ہے۔ مگر نور اس کا نبی کی نبوّت کے سورج سے مستفاد یعنی فائدہ لینے والا ہے۔ کیونکہ اگر تابع نہ ہوتا تو کمال ولایت کے مرتبہ کو نہ پہونچتا۔ پس کمال نوریت کے مرتبہ میں جو لِیْ مَعَ اللّٰہِ کا مقام ہے۔ ولائیت میں مقابل نبی کے ہوتا ہے۔ کیونکہ وحدتِ اطلاقی میں تعیّن ولی کا جو موجب دوئی کا ہوتا ہے۔ وحدت کے رنگ پر باہر آتا ہے۔ اور لفظ مقابل کا سورج و چاند کی مناسبت ہے ✦

نبوّت در کمالِ خویش صافی است — ولایت اندر و پیدا نہ مخفی است

نبوت ہی کمال اپنے میں صافی — ولائیت اس میں ظاہر ہے نہ مخفی

جب نبوّت کی قوّت حسب قوت ولائیت کے ہے۔ اور جب تک ولایت کمال کو نہ پہونچے۔ نبوت ظاہر نہیں ہوتی۔ پس نبوت حسب اپنے کمال لازمی ذاتی کے فطری صفائی تامہ کی مستلزم ہے۔ جیسا کہ آئینہ روشن ہو۔ اور ولایت کی صورت جو خلق میں قوت متصرّفہ حقانی ہے۔ نبوّت کے مراتب میں پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی۔ بلکہ معجزہ کا اظہار جو ولائتی کمال کے آثاروں سے ہے۔ واجب ہے ✦

ولائیت در ولی پوشیدہ باید — ولے اندر نبی پیدا نماید

ولائیت در ولی پوشیدہ چاہئے — مگر اندر نبی پیدا ہی چاہئے

یعنی ولی کو چاہئے۔ کہ ولائیت کو جو تصرفِ حقانی ہے مخفی رکھے۔ اور اپنے عدمیّت کے مقام میں متمکن ہو۔ اور نبی کے لئے تصرف کا ظاہر کرنا ضروری امر ہے ✦

ولی از پیروی چوں ہمدم آید — نبی را در ولایت محرم آید

ولی قدموں نبی پر ہو روانہ — ولائیت میں نبی کے ہو یگانہ

یعنی ولی نے جب نبی کی متابعت فرمائی۔ سرّ و جہر اور ظاہر و باطن اور اقوال و اعمال میں متابعت سے تجاوز نہ کر کے شریعت و طریقت میں ہمراز و ہمدم نبی کا ہوا۔ اور جیسا کہ نبی نے محبوبیت کے مقام میں وصول پایا۔ ولی بھی حسن متابعت کے ساتھ مرتبہ محبوبی

تک پہونچتا ہے۔ ولایت اور قرب کا محرم ہوتا ہے۔ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اَلْعَلِیُّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْہُ یعنے علیؓ میرے سے ہے۔ اور میں علیؓ سے۔ اور مثل اس حدیث کے

از اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْن یابد او راہ بخلوتخانہ یُحْبِبْکُمُ اللہ

نبی کی پیروی سے پائے وہ راہ مقام خاص ہیں یُحْبِبْکُمُ اللہ

آیت کی طرف اشارہ ہے یعنی جب خدا تعالےٰ کے دوست کو معلوم ہوا۔ کہ محبوب کا وصال متابعت میں حضرت محمد ﷺ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منحصر ہے۔ تو حسب المقدور متابعت میں کوشش کر کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر راستہ میں چلتا ہے۔ اور یُحْبِبْکُمُ اللہُ کے خلوت خانہ میں جو محبوبیت کا مرتبہ ہے راہ پاتا ہے۔ نظم

از محبت گرد داو محبوب حقّ گرچہ طالب بود شد مطلوب حقّ

(ترجمہ) محبت کے ذریعہ خدا کا محبوب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ طالب تھا۔ اب خدائے تعالےٰ کا مطلوب ہو گیا +

شد محبت را ظہور از اعتدال بے محبت نیست عالم را کمال

(ترجمہ) محبت کا ظہور محبوب کے اعتدال سے ہوا۔ بغیر محبت کے جہان کو کمال حاصل نہیں ہے +

از محبت نار نورے مے شود واز محبت دیو حورے میشود

(ترجمہ) محبت سے آگ نور بن جاتی ہے۔ اور محبت سے جن فرشتہ بنجاتا ہے +

واز محبت خار ہا گل میشود واز محبت سرکہ ہا مُل مے شود

(ترجمہ) محبت کے سبب سے کانٹا پھول بن جاتا ہے۔ اور محبت سے سرکہ شراب بن جاتا ہے +

آفتاب عشق چوں تابندہ شد بندہ خواجہ گشت وخواجہ بندہ شد

(ترجمہ) عشق کا آفتاب جب چمکنے لگا۔ تو غلام مولا بنگیا۔ اور مولا غلام کی صفت ہوا +

از اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ یابد او راہ یعنے اگر تم خدائے تبارک وتعالےٰ سے دوستی اور محبت رکھتے ہو۔ تو پیروی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کرو۔ جب پیروی سے رستہ پاتا ہے پس اس واسطے فرمایا:۔

درآں خلوت سرا محبوب گردد ۔ بحق یکبارگی مجذوب گردد

وہ درگاہ خاص میں محبوب ہوگا ۔ خدا کی ذات میں مجذوب ہوگا

یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کے سریان کے سبب ولی محبوب ہوتا ہے۔ اور حق تعالےٰ کی طرف کلیت سے کشش کئے جاتا ہے۔ اور دوئی اٹھ کھڑی ہوتی ہے

بود تابع نبی از روئے معنے ۔ بود عابد ولے از روئے معنے

وہ ہے تابع نبی پر معنوی ہے ۔ ہے عابد گرنہ صورت میں فہی ہے

یعنی جب ولایت کے مقام میں جو فنا فی اللہ ہے پہونچا۔ اور دوئی کا تعین جو تبعیت وعبودیت کا مستلزم ہے۔ احدی تجلے میں مستہلک یعنے فنا کو پہونچا۔ اور جہانتک اس سکر و استغراق میں ہوگا۔ تابعیت اور عبودیت حسب صورت کے بالاتفاق اس سے مرتفع ہیں۔ مگر حقیقت و معنے کی رو سے یہ مقام جب بواسطہ متابعت وعبادت کے اسے حاصل ہئوا پھر جس وقت حصول اس کا معنًا میسر ہے۔ تو از روئے معنے طریق معنے میں عین عابد و تابع ہے۔ کیونکہ عین ثابتہ یعنی حقیقت اس کی اس معنی کو تقاضا کرنے والی ہے۔ نہ صورت کی رو سے ہے۔ اور جب بقا بعد الفنا مرتبہ کمال کا ہے۔ تو فرمایا کہ

ولے آنگہ رسد کارش باتمام ۔ کہ باز آغاز گردد باز انجام

تمام اس وقت ہوگا کام اُس کا ۔ شروع پھر ہوکے ہو انجام اُسکا

یعنی مرتبہ ولائیت کو واصل ہونے سے دائرہ کا اتمام ابھی کاملوں کے مرتبہ کمال تک نہیں پہونچا۔ کیونکہ مقام استغراق میں واصل ہونے سے پہلے اشیاء کو ہر ایک وجوہ سے غیر ہی دیکھتا تھا۔ اب استغراق میں کثرت کو نہ حقیقی دیکھتا ہے۔ اور نہ اعتباری اور حالانکہ کمال حقیقی یہ ہے کہ کثرت کے آئینہ میں وحدت کو دیکھے۔ اور پھر کثرت اسکی وحدت پر حجاب نہ بنے۔ اور خلق کو حق میں اور حق کو خلق میں مشاہدہ کرے۔ پھر جیسا کہ تعین سے جو رجوعی سیر کا مبدا ہے اطلاق کے مقام میں پہونچا تھا۔ اب ناقصوں کی تکمیل کے لئے انجام کے مرتبہ سے جو اطلاق ہے۔ سیر باللہ کے ساتھ پھر شروع اور تقید کے مرتبہ میں آتا ہے۔ اور پہلی ہی طرح پر عبودیت و متابعت کے مقام میں رہتا ہے ؎ نظم

باہمہ قربے کہ دارد باخدا   از ریاضت نیست یکدم اوجدا

(ترجمہ) باوجود تمامی قرب کے جو خدائے تعالےٰ کے ساتھ رکھتا ہے۔ عبادت سے ایک دم بھی فارغ نہیں *

زانکہ ہر کو مقتدائے راہ شد   از بد و نیکِ جہاں آگاہ شد

(ترجمہ) کیونکہ جو کوئی راستہ کا پیشوا ہوا۔ جہان کے نیک و بد سے خبردار ہوا ہے *

گر نباشد در عمل ثابت قدم   چوں رہاند خلق را از دستِ غم

(ترجمہ) اگر عبادت میں ثابت قدم نہ ہو۔ تو خلق کو غم کے ہاتھ سے کیسے چھوڑائیگا *

مقتدا چوں در ریاضت قائم است   تابعش را کیں طاعت دائم است

(ترجمہ) پیشوا جب عبادت میں قائم ہوتا ہے۔ تو اُس کے مرید کو بھی عبادت کی محبت ہمیشہ ہوتی ہے *

زانکہ باشد تابع اعمالِ پیر   ہر مریدے صادق از صدقِ ضمیر

(ترجمہ) کیونکہ ہر ایک مرید صادق صدقِ دل سے اپنے ہی پیر کے عملوں کا تابع ہوتا ہے *

دیگر آنکہ شانِ حق بے غایت است   ہر زمانش نوعِ دیگر آیت است

(ترجمہ) دوسرا یہ کہ خدائےتعالےٰ کے شان بے نہایت ہیں۔ ہر ساعت اُسے دوسری قسم کا ہی نشان ہے *

چونکہ معروف است بے حد لاجرم   معرفت بےغایت آید نیز ہم

(ترجمہ) جبکہ معروف بے حد ہے۔ تو ضرور ہے۔ کہ معرفت بھی بے نہایت ہو *

عمرہا گر او ریاضت مے کشد   روز و شب را صرفِ طاعت میکند

(ترجمہ) بہت سا زمانہ اگر بوجھ ریاضت کا کھینچتا ہے۔ اور دن رات کو عبادت میں صرف کرتا ہے *

دمبدم بیند جمالِ دیگر او   لاجرم دائم بود در جستجو *

(ترجمہ) ہر ایک دم میں اور ہی جمال دیکھتا ہے۔ ضرور ہمیشہ جستجو میں رہتا ہے *

حالِ پیغمبر نگر باایں کمال   فَاسْتَقِمْ بودش خطاب از ذوالجلال

(ترجمہ) پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے حال کو دیکھ کہ باوجود اس کمال کے خدائےتعالےٰ سے اُنہیں خطاب فَاسْتَقِمْ تھا۔ یعنی قائم رہو *

رہنمائی لائقِ ایں کامل است   کز خودی فانی بجاناں واصل است

(ترجمہ) رہنمائی ایسے کامل کو ہی زیبا ہے۔ جو خودی سے فانی۔ اور خدائےتعالےٰ کیساتھ ملا ہُوا ہے۔

جب پہلے سوال کے جواب سے فارغ ہوئے۔ اب دوسرے سوال کا جواب جو سائل نے مصرعۂ ثانی میں کیا تھا۔ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

کسے مرد تمام است از تمامی | کند با خواجگی کارِ غلامی

کمالیت میں ہے وہ مرد نامی | جو ہو خواجہ کرے کارِ غلامی

یعنی مرد تمام کامل وہ ہے جو باوجود اس بات کے کہ تعین کے مرتبہ سے جو عبودیت کا مستلزم تھا۔ فناءِ خودی کے مرتبہ اور بقا باللہ میں وصول یافتہ وعین مطلق ہوا۔ اور جہان کا سردار ہوا۔ اور باوجود اس خواجگی کے غلامی کا کام جو متابعت وعبودیت سے عبارت ہے۔ کرتا ہے۔ اور فرمانبرداری کے طریقہ سے تجاوز نہیں کرتا۔

پس آنگاہے کہ ببرید او مسافت | نہد حق برسرش تاجِ خلافت

جبھی طے ہو چکی اس کی مسافت | ملا حق سے اُسے تاجِ خلافت

یعنی سالک دوری کی مسافت قطع کرنے کے بعد جو بندہ اور حق تعالےٰ کے درمیان بواسطہ تعینات کی کثرت کے واقع ہے۔ اور بشری صفتوں سے دور ہو کر اصل حقیقت کے ساتھ ملا۔ اور خلافت کے لائق ہوا۔ اور ذاتی تجلّی کے ساتھ متحقق یعنی درست ہو کر اللہ تعالےٰ کے سارے اسموں اور صفتوں کا مظہر ٹھیرا۔ تو حق تعالےٰ نے خلافت کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ اور دوسروں کی تکمیل کے لئے اطلاق کے مرتبہ سے تقیید کے مقام میں روانہ کیا۔ اور خلیفہ کی اطلاق انسان پر اس وقت واقع ہوتی ہے۔ جب اس مقام میں درست ہو۔ فَإِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيهِ مِن رُّوحِي فَقَعُوا لَهُ سَاجِدِينَ (یعنی پھر جب ٹھیک کروں اس کو۔ اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے۔ تو گر پڑو اس کے سجدے میں) اشارت اسی معنی کے ساتھ ہے۔

بقائے یابد او بعد از فنا باز | رود ز انجام رہ دیگر بآغاز

بقا حق سے ملے پیچھے نہایت | پھرے انجام سے طرف بدایت

تعین ہستی کا نیست ہونے کے بعد حقانی وجود کے ساتھ موجود ہوتا ہے۔ اور استغراق وفنا مرتبہ کے مرتبہ سے یقینی لقاء کے مقام میں آتا ہے۔ اور راہِ سلوک کے انجام سے جو رجوعی سیر کے ساتھ چلا تھا۔ جو سکر و اطلاق کا مقام ہے۔ دوسرے مرتبہ پھر شروع کی طرف

جو صحو اور تقید کا مرتبہ ہے آتا ہے۔ اور مقام تمکن و تعین پر متمکن ہو کر خلیفہ حق و ہادی مطلق اور گمراہوں کا رہنما ہوتا ہے **نظم**

آنجماعت کز خودی وارستہ اند در مقام بیخودی پیوستہ اند

(ترجمہ) وہ لوگ جو خودی کے دام سے چھوٹ گئے ہیں۔ بیخودی کے مقام میں واصل ہوئے ہیں +

فانی از خود گشتہ و باقی بدوست جملگی مغز آمدہ فارغ ز پوست

(ترجمہ) اپنے آپ سے فانی ہو کر دوست کے ساتھ باقی ہیں۔ سب کے سب مغز ہو گئے اور چھلکے سے فارغ +

مقصد و مقصودِ ایجادِ جہاں محرمانِ بزم وصل دلستاں

(ترجمہ) جہان کی پیدائش کا مقصد اور محبوب کے وصال کی محفل کے محرم +

مقتدا و رہنمائے انس و جاں آمدہ لولاک اندر شانِ شاں

(ترجمہ) جنوں اور آدمیوں کے راہنما اور پیشوا۔ لولاک ان کے شان میں ہی وارد ہو

گر قبولِ خاطرِ ایشاں شوی شد مسلّم بر تو مُلکِ معنوی +

(ترجمہ) اگر ان کے دل میں تجھے قبولیت حاصل ہو جائے۔ تو باطنی ملک کی شاہی تجھ پر مسلّم ہو جائیگی +

جب بیکامل حسب خلافت الہیہ کے تمامی مراتب اور شیونات کے حقوق و لوازم کی ادائگی میں قائم ہے۔ تو فرمایا۔

شریعت را شعارِ خویش سازد طریقت را دثارِ خویش سازد

شریعت کو شعار اپنا بنائے طریقت سے وہ پردہ اسپہ پائے

یعنی بقا بعد الفنا کے مقام میں آنے کے بعد چاہیئے کہ شریعت کو اپنا شعار یعنی اپنے ظاہر کو شرع کے لباس میں پوشیدہ رکھے۔ تا اوروں کو ارشاد کر سکے۔ اور طریقت کے پردہ کو جو قرب والے لوگوں کی روش ہے شرعی لباس کے اوپر پہنے +

حقیقت را مقام ذات او داں شدہ جامع میانِ کفر و ایماں

حقیقت کو مقام اسکا ہی پہچان اکیلا ہے وہ اندر کفر و ایماں

حقیقت سے مراد حق تعالیٰ کی ذات کا ظہور تعینات کے حجابوں کے سوا جیسا کہ ساتی

کوثر یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کمیل کے جواب میں فرمایا کہ مَحْوُ الْمَوْهُوْمِ مَعَ صَحْوِ الْعُلُوْمِ یعنے تعینات موجودات کی محویت باوجود قیام وصحت علموں کے حقیقت اس مرتبہ سے عبارت ہے یعنی حقیقت جو ولایت کا مقام ہے اس کا س کا ذاتی مقام ہے ۔ اور درمیان کفر کے جو اسمائے جلالیہ کے تقاضوں سے ہے ۔ اور ایمان جو اسمار جمالیہ کی مقتضیات سے ہے جامع ہے ۔ کیونکہ وہ مظہر اس ذات کا ہوا جو تمامی اسمار کے جمع ہونیکا محل ہے

باخلاقِ حمیدہ گشت موصوف بعلم وزہد وتقوے بودہ معروف

حمیدہ خصلتوں سی ہے وہ موصوف علوم اور زہد تقوے اپہ موقوف

یعنی تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ (یعنے خدا تعالےٰ کی عادت پر خو پکڑو) کے حکم پر کامل کو چاہیئے ۔ کہ اچھی خصلتوں کے ساتھ درست اور پسندیدہ صفتوں کے ساتھ موصوف ہو جائے ۔ اور ولی کامل کے کمال کا نہایت یہ ہے ۔ کہ ظاہری باطنی اور عقلی و حکمتی اور تعینات (حقائق اور معارف تعینیہ کے سب علموں میں ماہر ہو تب ظاہر اور باطن میں وارث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہو سا ور دنیا اور خواہشوں سے جو دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں باہر آنا زہد ہے ۔ اور امروں کے اوا خر میں خدا سے ڈرنا اور اپنے نفس سے کہ نہو کہ ہلاکتوں میں ڈالے یہ تقوے ہے ۔

ہمہ با او ولے او از ہمہ دور بزیر قبہائے ستر مستور

سبھی کام اس کے ہیں وہ سب سے دور چھپا نیچے قبار ذاتِ غیور

یعنی اچھی خصلتوں اور صفتوں سے جو مذکورات ہوئے ہیں ۔ وہ سب سی ولی کامل کے ساتھ ہیں ۔ اور سب کے حقوق کی ادائگی میں قائم ہے ۔ لیکن سب مذکورات سے دور اس واسطے ہے کہ فنار مطلقہ کے مقام میں ہے ۔ اور تمام مراتب پر تنبیہ کے لئے فرماتے ہیں

تمثیل سلوک

اور یہ اشارہ اسبات کی طرف ہے کہ شریعت اور طریقت کے سوا حقیقت زندہ اور الحاد ہے

تبہ گردد سراسر مغزِ بادام گرش از پوست بخراشی گہ خام

تبہ ہے سب کا سب وہ مغز بادام جسے چھیلا گیا جبکہ وہ تھا خام

ولے چوں پختہ شد باپوست نیکوست | اگر مغزش برآری برکنی پوست
مگر جب پختہ ہو بہتر ہے باپوست | اتار اب چھیل کھالے اسکو اے دوست

شریعت پوست مغز آمد حقیقت | میان این و آں آمد طریقت
شریعت پوست و مغز اسکا حقیقت | ہے دونوں کے میاں سمجھو طریقت

یعنی شریعت احکام ظاہرہ بہ نسبت طریقت کے جو اہل لوگوں کی روش ہے مثل پردہ کے ہے۔ پھر طریقت بہ نسبت حقیقت کے جو توحید حقیقی کا ظہور ہے بمنزلہ لباس کے ہے اور جیسا کہ چھیل کے سوا مغز کمال کو نہیں پہونچتا۔ حقیقت بھی شریعت و طریقت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔

خلل در راہ سالک نقص مغز است | چو مغزش پختہ شد بی پوست نغز است
خلل راہ میں ہی نقص مغز سالک | ہوا جب پختہ کب ہوتا ہی ہالک

یعنی اگر سالک مقصد حقیقی کے راستہ میں شریعت اور طریقت کی محافظت میں جو حقیقی وصال کے لئے ہے۔ خلل پاتا ہے۔ یعنی عبادت پورے طور پر بجا نہیں لاتا۔ قصور کرتا ہے۔ تو حقیقت کا مغز نقصان پائیگا۔ اور سالک بسبب ترک کے عبادت میں مطلوب کو نہیں پہونچیگا۔ اور جسوقت پوست کے وسیلہ سے مغز پختہ ہوا۔ تو نقصان کے خلل سے بے فکر ہے۔ اگر چھیل اتاری جائے۔ تو مغز کھرا ہے۔ اور خلل نہیں پاتا +

چو عارف بایقین خویش پیوست | رسیدہ گشت مغز و پوست بشکست
یقین اپنے سے عارف جبکہ ہو شاد | وہ مغز اور پوست سے بڑھکر ہی آزاد

یعنی جسوقت عارف صاحب شہود اپنے یقین کیساتھ جو وحدت اور کشف حقیقی کا مقام ہے ملجاتا ہے۔ دوسری دفعہ اس شہود سے حجاب میں نہیں رہتا۔ قطع نظر اسبات سے کہ مجذوب مطلق ہوکر سکر میں رہے۔ یا کہ صحو کے مقام میں یعنی درستی ظاہر میں

نظم

گفت لقمان سرخسی کاے اللہ | پیرم و سرگشتہ و گم کردہ راہ

(ترجمہ) کہا لقمان سرخسی نے کہ اے خدائے تعالیٰ میں بوڑھا اور حیران اور راہ گم کردہ ہوں +

بندہ بس غم گشتہ ام شادیم بخش پیر گشتم خطِ آزادیم بخش

(ترجمہ) بندہ گشتۂ غم ہوں۔ مجھ کو خوشی بخش۔ میں بوڑھا ہوں مجھ کو آزاد کر +

بندہ چوں شد پیر دلشادش کنند پس خطش بدہند و آزادش کنند

(ترجمہ) غلام جب بوڑھا ہو جاتا ہے تو اُسے خوش کرتے ہیں۔ اور آزادی کا خط اُسے دیدیتے ہیں +

ہاتفے گفتا اے حرم را خاص خاص ہر کہ او از بندگی خواہد خلاص

(ترجمہ) ہاتف نے آواز دی کہ درگاہ کے خاص الخاص بندگی سے جو کوئی خلاصی چاہے

محو گردد عقل و تکلیفش بہم ترک گیر ایں ہر دو را در نہ قدم

(ترجمہ) پہلے اس کا عقل محو ہوتا ہے پھر تکلیف بھی۔ دونوں کو چھوڑ اور قدم اندر رکھ +

گفت الٰہی من ترا خواہم مدام عقل و تکلیفم نباید والسلام

(ترجمہ) کہا اے خدایا میں ہمیشہ تجھ کو ہی چاہتا ہوں۔ مجھے عقل اور تکلیف کہاں چاہئے اور سلام +

اور جمع الجمع کا مرتبہ اوروں کی راہبری کے لئے چاہئے۔ مگر تحقیق کی مشہد اور اکیلے مطلق کے منہ کے مشاہدہ سے ہرگز محجوب نہیں ہوتا۔ رسیدہ اور پختہ ہوا۔ اور شریعت کے پردہ کو توڑا یعنی مجذوب اگر کاملوں سے ہے۔ تو اپنے نفس کی تکمیل کے لئے وسیلوں کی رعایت کا محتاج نہیں ہے +

وجودش اندریں عالم نیاید بروں رفت و دگر ہرگز نیاید

جہاں پھر نہ ہوگا اس کا آنا گیا باہر عجب ہے اُسکا جانا

یعنی عارف کا وجود اس عالم کثرت میں پھر نہیں آتا۔ اور اگر کبھی حسب ظہورات کی جامعیت کے عالم تفرقہ میں آپڑے۔ تو پھر دریائے الٰہیہ کی موج اُسے تفرقہ کے کنارے سے جمع کے غرقاب میں ڈال دیتی ہے +

وگر با پوست تابد تابش خور دریں نشاۃ کند یک دور دیگر

کہیں پوست پہ گر پڑجائے وہ نور کرے اسمیں وہی اب دوسرا دور

یعنی حقیقت کو جو مغز بادام کے ساتھ تشبیہ فرمائی سالک کے کشف حقیقی میں واصل ہونے سے بعد جو مغز کے لئے رسیدگی و پختگی ہے۔ اگر اسی سالک کی پرورش میں یا اگر طالبوں کی

استعداد کی زمین میں شریعت کے پوست پر ارشاد کے سورج کی چمک پڑ جائے۔ تو وہی حقیقت جو دانہ بامغز کے مرتبہ پر ہے قابل مرید کے وجود میں اس کامل کی پرورش کے ساتھ ایک دور اور کرے گی۔ یعنے جیسے اس کامل کے وجود میں دور کیا تھا۔ اس مرید کے وجود میں ایک دور دوسرا کرتی ہے۔ اور دائرہ حقیقت کا اس وجود میں بھی تمام ہوتا ہے

درختے گردد او از آب و از خاک — کہ شاخش بگذرد از ہفتم افلاک

اگا اک پیڑ وہ پانی سے اور خاک — بسیں نیچے ہیں جس کی ساتوں افلاک

یعنی وہ حقیقت کا دانہ پانی سے ارشاد کامل کے اور خاک سے استعداد مرید قابل کے درخت بنجاتا ہے جس کی ترقی اور کمال کی شاخ ساتویں آسمان سے گذر جاتی ہے۔ اور یہ مثال اس کے قدر کی بلندی سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ ساتوں آسمان ساتوں صفات ذاتیہ سے عبارت ہے۔ یعنے صفات کے مراتب سے گذر کر ذاتی اطلاق کے مقام میں قیام پاتا ہے

ہماں دانہ بروں آید دگر بار — یکے صد گشتہ از تقدیر جبار

وہی دانہ جو تھا اب دوسری بار — اکیلا سو بنا قدرت سے جبار

یعنی جیسے کہ پہلے کامل سے اس کے مرید میں سرایت کی تھی۔ اب اس مرید کے مرید میں سرایت کرتی ہے۔ تاکہ مرید اسکا پہلے مرید کی مانند درخت ہو جاتا ہے۔ اور وہ حقیقت جو اس میں ظاہر ہوئی تھی۔ زیادتی ظہور اور کمال کے ساتھ اس کے تابع میں ظاہر آتی ہے۔ کیونکہ صفات کمالیہ کا ظہور حسب اشخاص و افراد کی خصوصیات کے زیادہ ہوتا ہے۔ یعنے نکروں کے تلاحق سے زیادہ ہوتا ہے۔

چو سیر حبہ بر خط شجر شد — ز نقطہ خط ز خط دورے دگر شد

ہو سیر دانہ جب خط شجر پر — کرے اب خط یہاں دور مکرر

یعنی جب حقیقت کے دانہ کا سیر بواسطہ شریعت کے پوست کی پرورش کے خط پر درخت وجود کامل کے واقع ہوا تو اس حقیقت کے دانے سے جس کی تعبیر نقطہ کے ساتھ کی گئی۔ عدم تجربہ کے لئے مراتب شیونات سے انسان کامل کے وجود تک جو مرتبہ تنزل کا ہے۔ اس کے سیر کے سبب ایک خط وہمی تصور ہوا۔ اور اس خط سے بطریق رجوع کے ظہور سے بطون کی طرف دور دوسرا واقع ہوا۔ اور خط کا نقطہ اخیرہ پہلے کے ساتھ متصل ہو کر دائرہ کمال کا ظہور

میں پہونچا۔ چو شد در دائرہ سالک مکمّل رسد ہم نقطۂ آخر باوّل

وہ سالک دائرہ میں ہے مکمّل ملا جب نقطہ پچھلا ساتھ اوّل

یعنی حقیقت کے دائرہ میں بہت سے اطواروں کا سالک مکمل ہُوا۔ اور وحدت کے مقام میں وصول پایا۔ اور سالک کے وجود میں دائرہ کی ہر دو کمانوں نزولی و عروجی نے سرے ملائے۔ اور سالک بسبب جامعیت ہر دو کمال تعین و وحدت کے مکمل اور تمام ہُوا۔

دگر بارہ شود مانندِ پرکار بداں کاریکہ اوّل بود برکار

طرحِ پہلی وہ پھر مانند پرکار اسی خط پر مسافر ہے وہ ہر بار

یعنی جمع وحدت کے مرتبہ سے مراجعت کرنے کے بعد کثرت و تفرقہ کے مقام میں وہی عبادت اور سلوک جو وہی ابتدا میں رکھتا تھا رعایت کرتا ہے تاکہ جیسے واصل ہونے سے بعد معاد سے مبداء کی طرف آیا۔ پھر مبداء سے معاد کو جاتا ہے۔ اور وحدت کا مقام اس کی مِلک ہوتا ہے۔ اور ہر ساعت پرکار کی شکل دائرہ وجود کو تمام کرتا ہے۔ اور تعینات ہرگز اس کا حجاب نہیں بنتے۔ ہر ایک بار جو وحدت سے کثرت و تعین میں آتا ہے اسی خط پہلے پر پرکار کی طرح پھر کام میں ہوتا ہے۔ تاکہ نزول اور عروج کے ساتھ پھر دَور کرے۔ جب سالک کے سیر کا نہائیت کثرت کے حجابوں کا رفع ہونا ہے۔ تو وحدت کی فراخی کی وجہ سے فرمایا:۔

چو کرد او قطع یکبارہ مسافت نہد حق بر سرش تاجِ خلافت

تمامی اسکی ہو جب طے مسافت ملے حق سے اُسے تاجِ خلافت

یعنی سالک جہانتک تلوین یعنی کئی رنگ کی حالتوں کے مرتبہ میں ہے۔ اور بہت سے آثاروں کے ظہور میں وحدت کے جمال سے محجوب ہوتا ہے۔ ابھی خلافت کے مقام میں قیام نہیں کر سکتا۔ کیونکہ ابھی حجاب میں ہے۔ اور تحقق یعنی درستی کا آبِ حیات برد الیقین کے مشرب سے نہیں پیا۔ جسوقت وہ سالک دوری کا سفر یکبارگی قطع کر چکا۔ اور استقامت اور یقین کے مقام میں وطن کر کے انبیاء کا وارث کائنات کی مدار خلیفۃ اللہ جہان میں ہو جاتا ہے۔ اور اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً یعنے تحقیق میں پیدا کرنے والا ہوں زمین میں خلیفہ) کے حکم پر کرامت اور خلافت کا تاج اُس کے سر پر رکھ کر اسے ہر دو عالم کا مقصود کر دیا جاتا ہے نظم

ہفت دریا اندرو یک قطرۂ   جملہ ہستی پیش مہرش ذرۂ +

(ترجمہ) ساتوں دریا اس میں ایک قطرہ ہیں۔ ساری موجودات اس کے سورج کے آگے ایک ذرہ ہیں +

یک دہاں خواہم بہ پہنائے فلک   تا بگویم وصف آں رشک ملک

(ترجمہ) ایک آسمانی کی فراخی کا منہ چاہتا ہوں۔ تاکہ اس فرشتہ کی رشک کے اوصاف بیان کروں +

وصف ایں آدم کہ نامش میبرم   تا قیامت گر بگویم قاصرم +

(ترجمہ) اس آدم کی صفت جس کا میں نام لیتا ہوں۔ قیامت تک اگر بیان کرتا رہوں۔ تو بھی قاصر ہوں +

جب اس بیان سے جو فرمایا گیا۔ کہ حقیقت کا دانہ شریعت کے پوست میں پرورش پانے کے سبب کامل سے مرید با اخلاص میں ظہور پاتا ہے۔ اور اس مرید سے مرید کے مرید میں پس یہاں ممکن ہے کہ جو لوگ بسبب کمی فہم کے حقیقت حال پر مطلع نہیں ہوئے اس سخن سے معنے تناسخ کی بو سونگھ لیں۔ تو اس کی وہم کو دفع کر کے فرمایا:۔

تناسخ نیست ایں کز روئے معنیٰ   ظہوراتیست در عین تجلّی

تناسخ کو یہاں پر انقلاب ہے   ظہور اندر تجلّی کے سرا ہے

یہ تناسخ نہیں ہے کہ ایک کامل کے وجود سے حقیقت کا ظہور دوسری مظہر میں اس کامل کے ارشاد کے ساتھ ہو جائے۔ پھر اس مظہر سے کمال ہونے کے بعد دوسری مظہر میں بلکہ یہ کاملوں کے ظہورات ہیں۔ کہ ظلمانی حجابوں کو پھاڑ کر نہایت سے بدایت کی طرف۔ اور بدایت سے نہایت تک دوران کرتے ہیں۔ اور یہ ظہورات عین تجلّی میں ہیں اور تجلّی میں یہ بات لازم نہیں۔ کہ پہلی مظہر فانی ہو جائے۔ تب دوسری ظہور پائے۔ جیسا کہ تناسخ میں پہلا بدن نیست ہوئے۔ تب دوسرے بدن کے ساتھ تعلق دیدیں۔ بلکہ تجلّی میں تکرار ہرگز نہیں۔ اور وحدت کی حالت میں اکیلا مطلق کئی ہزاروں مظاہر کی صورتوں پر ہر ایک جگہ علیحدہ قسم کا ظہور دکھاتا ہے نظم

ہر لحظہ بشکل بت عیار بر آمد   ہر دم بلباس دگر آں یار بر آمد

(ترجمہ) ہر ساعت آزاد بت کی شکل پر باہر آیا۔ ہر دم دوسرے لباس میں وہ یار باہر آیا +

القصہ ہمو بود کہ می آمد و میرفت تا عاقبت آں شکل عرب وار برآمد

(ترجمہ) القصہ وہی تھا جو آتا اور جاتا تھا۔ تاکہ آخر میں وہ عرب کی طرح شکل بنا کر باہر آیا۔

ایں نیست تناسخ سخن وحدت صرفست کافر شود آنکس کہ بانکار برآمد

(ترجمہ) یہ تناسخ نہیں ہے وحدت صرفہ کا سخن ہے۔ کافر ہوگا وہ جو انکار کے ساتھ باہر آیا

فرمایا:- وَقَدْ سَالُوْا وَقَالُوْا مَا النِّهَایَتْ فَقِیْلَ هِیَ الرُّجُوْعُ اِلَی الْبِدَایَتْ

ہوئے سائل کہ کیا ہے وہ نہایت بدایت کو وہ جب پلٹے نہایت

اور یہ مکرر بیان کیا گیا اور قاعدہ نبوت کے مبداء اور خاتم کے درمیان اور خاتم الانبیاء کی ولایت ختم ہونے کے بعد ظہور ولایت کا +

نبوت را ظہور از آدم آمد کمالش در وجود خاتم آمد

نبوت کا ظہور آدم سے جانو کمال اس کا نبی خاتم میں مانو

یعنی نبوت کے دائرہ کا پہلا نقطہ حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اور آخری نقطہ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کا وجود اور دائرہ کی تمامی صفات وکمال کے مظہر کے لئے آخریت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں +

ولایت بود باقی تا سفر کرد چو نقطہ در جہاں دور دگر کرد

ولایت کا ابھی تھا دور باقی کیا عالم میں سیر اطلاقی

یعنے جب نبوت ختم ہو چکی۔ تو ولایت اتمام نبوت کے پیچھے باقی رہی۔ اور نبوت کے لباس سے برہنہ ہو گئی۔ اور سیر و سفر کے طریقہ پر اولیاء کی مظاہر میں ظاہر ہوئی۔ اور سیر کرنے والے نقطہ کی مثال جہان میں دوسرا دور شروع کیا۔ یعنے جیسا کہ صورتوں میں مظاہر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نبوت کے لباس کے ساتھ دور کیا تھا۔ اور شرائع کے احکام کی تبلیغ کی۔ اب اولیاء کے مظاہر میں دوسرا دور فرمایا۔ اور بھید دل کی حقیقتوں کا بیان کیا۔ مثنوی

گہ نبی بود وگہے آمد ولی گہ محمد گشت وگاہے شد علی

(ترجمہ) کبھی نبی تھا۔ اور کبھی ولی بنکر آیا۔ کبھی محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) ہوا۔ اور کبھی علی (رضی اللہ عنہ)

در نبی آمد بیانِ راہ کرد	در ولی از سرِ حق آگاہ کرد

(ترجمہ) نبی کے وجود میں آیا تو رستہ کا بیان کیا - اور ولی کی مظہر میں خدا کے بھید سے آگاہ کیا *

فرمایا:- ظہور کلّی او شند بخاتم - بدو یابد تمامی ہر دو عالم

کمال اُس کا وہ ختم الاولیا ہے	دو عالم کا تمام اسپر سزا ہے

یعنی ساری ولایتیں اور ان کے کمال کا ظہور خاتم الاولیاء محمد مہدی علیہ الصلوٰۃ و السلام کے ساتھ ہوگا - جو موجود (موعود) ہیں - اور عالم کا دور اسی حضرت کے ساتھ تمامیت وکمالیت پائیگا - اور اللہ تعالےٰ کے بھیدوں کے حقائق ان کے زمانے میں تمام ظاہر ہونگے جیساکہ زمانے میں خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احکام شریعت کا کمال ظہور کو پہونچا - اور جاننا چاہیئے - کہ تمامی طوائف جو عالم کے حدوث پر یعنے نو پیدا ہونے پر قائل ہیں - عالم کی فناء کے جائز ہونے پر متفق ہیں - مگر فناء کے وقوع میں اختلاف ہے یعنے کہتے ہیں کہ یہ نہیں کہ جو کچھ جائز ہے وہ لازم الوقوع ہے - باوجود قول حدوث کے ہمیشگیٔ عالم پر قائل ہیں - اور عالم کی فناء پر آیات دالّہ کی تاویل دور عالم کے اتمام کے ساتھ کرتے ہیں - جو بعثت و نشر اور مُردوں کے زندہ ہونے اور جو قبروں میں ہیں ان کے خارج ہونے اور قیامت صغرےٰ کے تجلّے کے ساتھ دور عالم کی نفی سے عبارت ہے - اور تحقیق بیان کرتا ہوں انہیں دور قیامت کبرےٰ کا

وذالک معادی فی قیامتی الّتی	اقوم الذی المعبود فیہا بجمّتی

(ترجمہ) یہ میرا بازگشت اس قیامت کے بیچ ہے - جہاں کھڑا ہوتا ہوں میں معبود کے آگے وجود کے ساتھ *

ولیس اذا حققت ذات ہنا سخ	فتخلف الا اخی کلّ دعوتی

(ترجمہ) جب پالیا تونے ذات کو غیر کا ناسخ - پس نہیں خلیفہ بن سکتا بھائی میرا ہر ایک دعوت کیلیے

اور خاتم الاولیاء یعنی امام محمد مہدی رضہ ولائیت کی حقیقت کے نقطہ کا مظہر ہے اور تمامی اولیاء کے مراتب کا جامع فرمایا کہ

وجود اولیا او را چو عضو اند	کہ او کُل است ایشاں ہمچو جزو اند
تمامی اولیاء ہیں اس کے اعضاء	تمامی ہیں اسی کل کے یہ اجزا

یعنی ولائیت مطلقہ کے دائرہ میں جس کا مظہر خاتم الاولیا ہے۔ اولیاؤں کے وجود ول کے نقطے صفات کاملہ کی ایک ایک صفت کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ اور تمامی صفات کاملہ کے ساتھ یہ نقطہ اخیرہ محمد مہدی علیہ السلام ہی ظہور پائینگے۔ نظم

جملہ گشتہ خوشہ چین خرمنش　　دست امید ہمہ در دامنش

(ترجمہ) ساری موجودات اُس کے انبار کے خوشہ چین ہیں۔ اور سب کی امید کا ہاتھ اُسی کے دامن میں ہے۔

چو او از خواجہ یابد نسبت تام　　از و تا ظاہر آمد رحمت عام

نبی سے جب اسے ہے نسبت تام　　ہوا تب ہی وہ مظہر رحمت عام

جاننا چاہئے کہ فرزندی کی نسبتیں تین ہیں۔ ایک صُلبی جو مشہور ہے۔ دوسری قلبی جو ارشاد کی نیکوئی کے ساتھ تابع کا دل متبوع کے دل کی مثل ہو جائے۔ تیسری حقیقی کہ تابع متبوع کے حسن متابعت کی برکت سے نہائیت کمال کو جو مرتبہ جمع و تفرقہ بعد الجمع ہے پہونچے۔ اور تابع اور متبوع ایک ہو جائیں۔ اور جب خاتم الاولیاء علیہ السلام البتہ محمد صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی آل سے ہیں۔ تو نسبت صُلبی ثابت ہے اور جب اُس کا دل مبارک خاتم الانبیاء صلوات اللہ علیہ و آلہ کے حسن متابعت کے ساتھ اللہ تعالےٰ کے تجلیات بے نہائیت کا آئینہ ہُوا۔ تو نسبت قلبی واقع ہے اور جب لِیْ مَعَ اللہ کے مقام کا وارث ہوا ہے۔ تو نسبت حقیقی درست ہوئی۔ پس بلاشک نسبت تامہ تین قسم کی واقع ہے۔ اور جب دونوں خاتم کے درمیان یہ نسبت تامہ درست ہے۔ تو اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ کے حکم پر یعنے بیٹا باپ کا بھید ہے۔ خاتم الاولیا بھی رحمانیہ رحمت کا مظہر ہو کر طرف ولائیت کے دائرہ کے مخالفات کو جامع ہوگا۔ اور دوجہانی سعادت اس حضرت کی متابعت میں منحصر ہوگی۔ اور اصول ہر ایک کے قرار پکڑینگے۔ اور اختلاف کثیرہ بحکم ظہور وحدت کے بیچ سے اُٹھ جائینگے۔ اور وہ جو حضرت سعد الدین حمویہ نے فرمایا ہے۔ کہ لن یخرج المھدی حتّٰی یتمم من شراک نعلہ اسرار التوحید یعنے امام محمد مہدی ظاہر نہیں ہونگے۔ مگر تاکہ اس کی کھیڑی رشتہ سے توحید کے بھید سنے جائینگے۔ یعنی یہ بات ظہور کے مرتبہ پر پہونچیگی

شود او مقتدائے ہر دو عالم　　خلیفہ گردد از اولاد آدم

وہ ہوگا پیشوائے ہر دو عالم — خلیفہ آخری اولاد آدمؑ

یعنی خاتم الاولیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام جو خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا باطن اور ایک حسنہ ایک حسنات سے اور مقتدا دو سطر دونوں عالم ملک و ملکوت کے فیض کا ہوگا۔ اور خلافت اور تصرف ان سے ظہور کو پہونچیگا نظم

اے زبدۂ مجمل و مفصل — وے در مفصلات مجمل

(ترجمہ) اے مرتبہ وحدت اور واحدیت کے برگزیدہ اور تفصیلاتِ اسمائی میں مجمل

آیاتِ جمال دلربائی — در شانِ تو گشتہ است منزل

(ترجمہ) محبوبیت کے جمال کی نشانیاں تیرے شان میں ہی نازل ہوئیں

تو آئینۂ جہاں نمائی — در تو ہست ہمہ جہان ممثل

(ترجمہ) تو شیشہ جہاں جہان دکھانے والا۔ سارے جہان کی مثالیں تیرے وجود میں

اور تمثیل

بیان انبیاء و اولیاء کے مراتب میں بہ نسبت محمدی صلے اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ جامع کے

چو نور آفتاب از شب جدا شد — ز صبح او طلوع و استوا شد

چمک سورج کی جب شب سے جدا ہو — فجر ہو پھر طلوع و استوا ہو

یعنے سورج کا نور بہ نسبت چاند کے کہ جس نے رات سے جدائی پکڑی اندھیرا کم ہوا۔ صبح ظاہر ہوئی۔ سورج کے نور نے زمیں کے منہ پر چمک ڈالی۔ اور زیادہ ہوا اور افق کے دائرہ سے گذر کر مشرق کی طرف سے طلوع کیا۔ اور بلندی کے درجات میں سیر کیا تا کہ سر کی جانب میں برابری پر پہونچا

دگر بارہ ز دور چرخ دوار — زوال و عصر و مغرب شد پدیدار

تو دورِ چرخ سے ہوں پھر پدیدار — زوال و عصر و مغرب سب نمودار

جب یہ حرکت فلکی دورکی حرکت سمجھی جاتی ہے۔ تو دائرے نصف النہار یعنے آدھے دن سے سورج کے گذر جانے کے بعد مغربی طرف سے پستی کے درجات زوال اور دیگر و شام پیدا ہوتے ہیں۔ جب سر کی برابری سے گذرا۔ تو زوال ہوا۔ جب ہر ایک چیز کا سایہ دو مثل اس کے ہوا۔ تو عصر ہے۔ جب غربی افق میں گم ہوا۔ تو شام ہے۔

معقول کا قیاس محسوس کے ساتھ کیا۔ فرماتے ہیں۔ کہ:۔

بود نور نبی خورشید اعظم گہ از موسےٰ پدید و گہ ز آدم

بڑا خورشید وہ نور نبی تھا کبھی آدم کبھی موسٰی سے پیدا

بواسطہ عموم فیض کے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور کاملوں کی ذات میں انبیاء و اولیا علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے جو آنحضرت کے جمال کے لئے مظاہر ہیں خورشید اعظم کی مانند ہے۔

اگر تاریخ عالم را بخوانی مراتب را یکایک باز دانی +

اگر تاریخ عالم کو پڑھو تم یکایک سب مراتب جان لو تم

یعنے انبیاؤں کا سیر آدم علیہ السّلام کے زمانہ سے لیکر خاتم النبیّین علیہ الصلوٰۃ والسّلام تک اگر ترتیب کے ساتھ پڑھو۔ تو ایک ایک مراتب کے پہچان لوگے۔ کہ کمال کے دائرہ کی عروجی قوس میں ہر ایک کی نبوّت بہ نسبت حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کیا کیا مرتبہ رکھتی تھی

ز خور ہر دم ظہور سایہ شُد کہ آں معراج دیں را پایہ شد

نیا ہر دم ہوا سورج کا سایہ کہ تھا معراج دیں کو مثل پایہ

حسب بلند ہونے درجات کے ہر ایک گھڑی سورج سے سایہ دوسرا ظاہر ہوتا ہے تو فرماتے ہیں۔ کہ حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سورج سے ہر قرن یعنی صدی و زمانہ میں سایہ وجود ایک کامل کا انبیاء علیہم الصّلوٰۃ والسّلام سے ظہور پاتا ہے اور وہ سائے سورج کے عروج کی نردبان کے لئے سیڑھیوں کی مانند مختلف ہیں۔ تاکہ نہایت بلندی کے درجہ تک پہونچے۔ اور ان مختلف سایوں کے ظہور کے ساتھ سورج کا اظہار نہائیت کو پہونچتا ہے۔ اور یہ کاملوں کے وجود محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دین کی نردبان ہے +

زمانِ خواجہ وقتِ استوا بود کہ از ہر ظل و ظلمت مصطفےٰ بود

نبی کا دور وقتِ استوا ہے ظلال اور ظلمتوں سے مصطفےٰ ہے

یعنی جیسا کہ سورج کے سر برابر آنے کے وقت میں سایہ چھپ جاتا ہے۔ حضور خاتم الانبیاء محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زمانہ جو نور نبوت کے ظہور کا مرتبہ آخری ہے۔ اور ہر ایک سائے واندھیرے سے سورج کے سمت الراس یعنے سر برابر پہونچنے کے مشابہ ہے۔ اور سایہ اور اندھیرے سے مراد تھوڑا اور بہت ہے۔ یعنی ہر ایک سے خلاصہ و برگزیدہ کیا گیا۔ اور ظاہر اور باطن کے سارے اطوار آنحضرت کے زمانہ میں کمال کی حد کو پہونچے تھے۔ نظم

ہست راہِ او صراط المستقیم گفتہ حق اور اعلیٰ خلق عظیم

(ترجمہ) راستہ اُس کا سیدھی راہ ہے۔ خدا تعالےٰ نے اُس کے خلق کو عظیم یعنی بزرگ کہا

از جمالِ اوست عالم را صفا۔ گشتہ از خوانش دو عالم با نوا

(ترجمہ) اس کے جمال سے ہی عالم کو صفا ہے۔ اس کے خوانِ نعمت سے دونوں عالم دولتمند ہوگئے

بخطِ استوا بر قامتِ راست ندارد سایہ پیش و پس چپ و راست

وہ خطِ استوا پر جبکہ تھا راست نہ تھا پھر سایہ پیش و پس چپ و راست

خطِ استوا ایک دائرہ ہے جو آسمان پر ظاہر کیا گیا ہے۔ اور ہمیشہ اپنی جگہ دن کے لئے مساوی ہے۔ اور جب آفتاب خط استوا کے خط میں رہنے والوں کے سر کی طرف گیا تو سیدھے قدوالے شخصوں کا بالضرورت سایہ نہ ہوگا۔ کیونکہ سایہ اشخاص کا بواسطہ سورج کے سمت الراس یعنی سر برابری سے چاروں طرف مذکورہ کی ایک طرف میں میل کرنے کے ہوتا ہے۔

چو کرد او بر صراطِ حق اقامت بامرِ فاستقم میداشت قامت

وہ سیدھی راہ پر تھا جبکہ قائم تو امرِ فاستقم ہے اسکو لازم

یعنی حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہمیشہ اخلاق و اوصاف اور ظاہری باطنی اعمال کے اعتدال کی سیدھی راہ پر خطِ استوا کی مانند قیام رکھتے تھے۔ اور تفرقہ بعد الجمع کے مقام میں ہمیشہ مقیم تھے۔ جو فردانیت میں واحدانیت کے ظہور کا مرتبہ ہے۔ یعنی اسمائی انواروں کا ظہور اکیلے ذاتی نور میں اور کثرت کی رات اور وحدت کا دن وہاں برابر ہے۔ نہ کثرت کا غلبہ وحدت پر۔ تاکہ پوشیدگی کے اندھیرے کا موجب ہو۔ اور وحدت بھی کثرت پر غالب نہیں۔ جو ہر ایک نیک و بد

کی عدمیت کی مستلزم ہو۔ بلکہ کثرت و وحدت ایک دوسرے کو متلازم ہو کر مشاہدہ دکھاتی ہیں۔ اور جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا قیام صراطِ مستقیم پر تھا۔ تو فاستقم یعنی قائم رہ کے امر کے ساتھ ہمیشہ قدلپنے یعنے ظاہر اپنے کو آراستہ رکھتے تھے۔ اور جب باطن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے انحراف یعنی ایک طرف میل کرنا نہیں ہوتا۔ تو البتہ ظاہر میں بھی نہیں ہوتا ✦

نبودش سایہ کاں دارد سیاہی　　　زہے نُورِ خدا ظلِّ الٰہی

نہ تھا سایہ اسے کیوں ہو سیاہی　　　وہ ہے نورِ خدا ظلِّ الٰہی

وحدت حقیقی کا سُورج ذاتی تجلّے کے سمت الراس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر چمکتا تھا۔ اور اُس کی ہستی کو امکانی اندھیرے پر نہ چھوڑا۔ اور تمامی اپنی ذات اور صفات کے نور کے ساتھ منور کیا ✦ نظم

مارمیتَ اذ رمیتَ احمد است　　　دیدنِ او دیدنِ خالق شد ست

(ترجمہ) یعنی احمد (صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم) کا کام خدا تعالےٰ کا کام۔ اور دیدار آپ کا خدا تعالےٰ کا دیدار ہے ✦

من چرا بالا کنم رو در عیوق　　　چوں ز روئے ایں زمیں تابد شروق

(ترجمہ) میں کیواں کی طرف منہ بلند کیوں کروں۔ جب اس زمین کے منہ سے آفتاب چمکتا ہے ✦

دو مگو و دو مخوان و دو مداں　　　بندہ را در خواجگی خود مخواں

(ترجمہ) دو نہ کہو اور دو نہ پڑھ اور دو نہ جان۔ اپنی خواجگی کے حال میں بندہ کو مت یاد کر ✦

تعجب سے فرماتے ہیں کہ زہے خدائے تعالےٰ کا نور اور اللہ تعالےٰ کا سایہ یعنی حقیقت کی وجہ سے عین نورِ خدا ہے۔ اور تعین اور تشخص کی حیثیت سے خدا کا سایہ ہے۔ علیہ السلام

ورا قبلہ میان غرب و شرق است　　　ازیں او درمیان نُور غرق است

تھا قبلہ ان کا جامع شرقینی　　　اسی سبب تھا وہ حق کا نور عینی

یعنی قبلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا دو جہت صورت و معنی کے وسط

اعتدال پر ہے۔ اور موسیٰ علیہ السلام کا قبلہ اسم الظاہر کے غلبہ کے بر حکم تشبیہ کی طرف تھا۔ جو مغرب کی طرف اشارہ اسی کے ساتھ ہے۔ جو اپنی امت کو جسمانی افعال کی نگہبانی کے لئے دعوت فرماتے تھے۔ اور قبلہ عیسیٰ علیہ السلام کا بحکم غلبہ اسم الباطن کے تنزیہ کی طرف تھا۔ اور مشرق کی طرف توجہ اسی پر اشارہ ہے۔ اسی واسطے اپنی امت کو دل کی پاکی اور طہارت کے ساتھ اور کمالات معنویہ کی سیر۔ خلوت و انقطاع کی طرف دعوت کرتے تھے۔ اور حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبلہ اسم اللہ کی مظہریت جامع کے حکم پر ہے۔ جو تمامی روحانیات اور جسمانیات کو شامل اور تجلیات الٰہی کے انوار موجودات کی تمامی ذاتوں میں آنحضرت (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے شہود میں ہیں۔ پس بیشک الواروں کے دریا میں تجلیات جمالی و جلالی کے مستغرق ہوگا۔ اور عین تنزیہ میں تشبیہ اور عین تشبیہ میں تنزیہ کا مشاہدہ کرتا ہے

بدستِ او چو شیطاں شد مسلماں — بزیر پائے شد سایہ پنہاں

ہے شیطاں ہاتھ پر اُن کی مسلماں — تو سایہ پاؤں کے نیچے ہے پنہاں

یہ اشارت حدیث کی طرف ہے۔ جو اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ عَلٰی یَدَیَّ یعنی شیطان میرا میرے ہاتھوں پر اسلام لایا۔ لفظ شیطان کا شطن سے مشتق ہے یعنی دوری کے۔ اور جو اطاعت سے دور ہو۔ اُسے شیطان کہتے ہیں۔ اور جب نفس پاک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پھرنے اور دوری اور افراط اور تفریط سے پاک تھا۔ اور اعتدال کے ساتھ موصوف تھا۔ تو ہر آئینہ ان کے ہاتھ مبارک پر شیطان مسلمان ہے۔ اور اسی استقامت کے سبب سایہ جو پھرنے یا کسی طرف میل کرنے سے ظاہر ہوتا ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے زیر قدم پوشیدہ رہتا ہے۔ کیونکہ سایہ اشخاص کے لیے ہوتا ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہمت کا قدم ایسے مقام پر تھا جو انکا شخصی تعین پر تو میں نور تجلے کے فانی تھا۔ اور تمامی نور ہوا تھا۔ نظم

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود — او محمد وار بے سایہ شود

ترجمہ جب اسکی فقر کے لئے فنا زیور ہوئی۔ تو وہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی مانند بے سایہ ہوگا

فقر فخری را فنا پیرایہ شد — چوں زبانہ شمع او بے سایہ شد

(ترجمہ) نبوی فخر والے فقر کو فنا زیور ہوئی۔ شمع کے زبانے کی مثل وہ بے سایہ ہوا۔

شمع چوں گردد زبانہ پاؤ سر — سایہ را نبود بگرد او گذر

(ترجمہ) شمع جب پاؤں سے سر تک زبانہ ہوتی ہے۔ تو سایہ کو اس کے گرد میں گذر نہیں ہوتا۔

شمع چوں در نار کلی شد فنا — نے اثر بینی ز شمع و نے ضیا

(ترجمہ) شمع جب آگ میں تمامی فنا ہوئی۔ تو پھر شمع سے نہ اثر دیکھو گے نہ روشنی

جب مرتبہ بلند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا موجودات کے مراتب سے اعلےٰ ہے۔ تو فرمایا:۔

مراتب جملہ زیر پایۂ اوست — وجود خاکیاں از سایۂ اوست

مراتب سب ہیں نیچے اُنکے پایہ — وجود کاملاں ہے انکا سایہ

کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم تجلّے ذاتی کے ساتھ مخصوص تھے۔ اور باقی انبیاء علیہم السلام صفاتی تجلّے کے ساتھ۔ اور خاکیوں سے مراد کامل لوگ ہیں

ز نورش شد ولایت سایہ گستر — مشارق با مغارب شد برابر

ولائیت ہے انہیں سے سایہ گستر — مشارق اور مغارب ہیں برابر

یعنی حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور نے نبوت کے مشارق ہیں ظہور پایا تھا۔ تا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں استوار کے مرتبہ تک پہونچا۔ وہی نور مذکور مغرب کی طرف میں ولایت کے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا باطن ہے۔ سایہ کو ملیا کرنے لگا۔ اور اولیاؤں کے تعینات کے سائے ظاہر آئے۔ اور مشارق اور مغارب ایک دوسرے کو مقابل ہوئے۔ پس مقابلہ میں ہر ایک وجود انبیاء علیہم السلام کے ایک تعین امت مرحومہ کے تعینات یعنے اولیاؤں سے واقع ہے۔

ز ہر سایہ کہ اوّل گشت حاصل — در آخر شد یکے دیگر مقابل

ہر اک سایہ ہوا جو پہلے حاصل — ہے آخر دوسرا اُسکے مقابل

مقابلہ میں ہر ایک نقطہ کے شرقی نقاط سے ایک نقطہ غربی نقاط کا خواہ مخواہ ہوگا مثال یہ کہ بہ نسبت زمانہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے نبوت کے درجات جو

شرف کے شناسا ہیں۔ کوئی نبی مرسل حضرت عیسٰے علیہ السّلام سے نزدیک نہیں تھا جیساکہ فرمایا۔ انی اولی الناس بعیسی ابن مریم فانہ لیس بینی و بینہ نبی (تحقیق میں عیسٰے بیٹے مریم علیہما السّلام کے ساتھ آدمیوں سے نزدیک ہوں۔ اور تحقیق وہ ہے جو اس کے اور میرے درمیان میں کوئی نبی نہیں) اور مغرب کی جانب کے جو ولایت کی طرف ہے۔ ولایت کے بھید کا ظہور حضرت مرتضٰے علی علیہ السّلام ہوئے جیساکہ فرمایا۔ ان علیاً منی وانا منہ وھو ولی کل مؤمن (تحقیق حضرت علی علیہ السّلام میرے سے ہیں اور میں علی رضؓ سے۔ اور وہ ہر ایک ولی کے ولی ہیں) ایضاً لکل نبی وصی و وارث وان علی وصیی و وارثی (ہر ایک نبی کا وصی و وارث ہے اور تحقیق میرا وصی اور وارث علیؓ ہے) ایضاً انا اقاتل علےٰ تنزیل القرآن وعلی یقاتل علےٰ تاویل القرآن (میں جہاد کرتا ہوں قرآن کی تنزیل پر اور علی رضؓ جہاد کرتا ہے قرآن کی تاویل پر*

ایضاً۔ یا ابا بکر کفی وکف علی فی العدل سواء۔ (اے ابابکر میرا ہاتھ اور علی کا ہاتھ عدل میں برابر ہیں)*

ایضاً۔ انا مدینۃ العلم وعلی بابھا۔ فمن اراد العلم فلیأت الباب۔ (میں علم کا شہر ہوں۔ اور علی رضؓ اُس کا دروازہ ہے۔ پس جو کوئی علم کا ارادہ رکھتا ہے۔ دروازہ کی طرف آئے)*

ایضاً۔ انا وعلی من شجرۃ واحدۃ والناس من اشجار شتّٰی۔ (میں اور حضرت علی علیہ السّلام ایک درخت سے ہیں۔ اور دوسرے آدمی سب متفرقہ درختوں سے ہیں)*

ایضاً۔ قسمت الحکمۃ عشرۃ اجزاء فاعطی علےٰ تسعۃ والناس جزء واحد (حکمت کی تقسیم دس حصوں پر ہے۔ نو حصے حضرت علی رضؓ کو دیئے گئے۔ اور ایک حصہ سب آدمیوں کو)*

ایضاً۔ اوصی من امن بی وصدقنی بولایۃ علیؓ ابن ابی طالب فمن تولّٰہ فقد تولّینی ومن تولّینی فقد تولّی اللہ (وصیت کرتا ہوں میں اسکو جو مجھ پر ایمان لایا۔ اور سچا جانا علی ابن ابی طالب کی دوستی کے ساتھ۔ پھر جس نے دوست رکھا اسکو۔ پس دوست رکھا مجھ کو۔ اور جس نے دوست رکھا مجھ کو پس دوست رکھا اللہ کو*

ایضاً - لمّا اسری فی لیلۃ المعراج فاجتمع علی الانبیاء فی اسماء فاوحی اللہ تعالیٰ الی سلھم یا محمد بماذا بعثتم فقالوا بعثنا علی شھادۃ ان لا الٰہ الا اللہ وعلی الاقرار بنبوتک والولایۃ لعلی ابن ابی طالب - (جس وقت سیر کرائی گئی مجھے معراج کی رات میں - پس جمع ہوئے مجھ پر سارے نبی اپنے اسموں کے ساتھ - پس وحی کیا اللہ تعالیٰ نے میری طرف - کہ اے محمد - سوال کر ان سے کس چیز کے ساتھ بھیجے گئے تم پس کہنے لگے - پیدا کئے گئے ہم گواہی پر کہ نہیں کوئی معبود لائق عبادت کے - مگر اللہ تعالیٰ - اور اقرار کرنے پر تیری نبوت کے - اور علی ابن ابی طالب کی ولایت کے) - اور دلیل اس بات پر کہ علی علیہ السلام ولایت کے بھید کے لئے مبدا رہیں - یہ ہے کہ اولیاء اللہ کے تمامی کاملوں کا سلسلہ علی علیہ السلام کے ساتھ ملتا ہے * نظم

داری دلا ہوائے سلوک طریق دوست   باید قدم نہی برہ شاہِ لافتےٰ

(ترجمہ) اے دل اگر دوست کے راہ میں چلنے کی خواہش رکھتا ہے - تو تجھے علی رضا کے راستہ پر قدم رکھنا چاہیئے * (شاہِ لافتیٰ سے مراد لافتیٰ الا علی ہے) الحدیث *

شاہے کہ از بلندی قدرش خبر دہد   ایزو بہل اتیٰ و بتا کید اِنّما

(ترجمہ) وہ بادشاہ جس کی قدر کی بلندی سے خبر دیتا ہے اللہ تعالیٰ سورہ ہل اتیٰ میں - اور انّما کی تاکید سے * (ویطعمون الطعام الخ آیت

بر تخت ملک فقر چو او شاہِ مطلق است   شاہانِ فقر جملہ باو کردہ اقتدار

(ترجمہ) ملکِ فقر کے تخت پر جب وہ بادشاہ مطلق ہے - تمام فقر کے شاہوں نے اس کے ساتھ اقتدار کیا *

وصفِ کمالِ اوست سلونی ولو کشف   کس را نبود عرصہ ایں بعد انبیاء

(ترجمہ) اس کے کمال کی صفت سلونی اور لو کشف ہے - انبیاؤں کے بعد کسی کو یہہ حوصلہ نہ تھا * (سلونی ما دون العرش قول علی)

پس ہر آئینہ علی مرتضیٰ علیہ السلام عیسےٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ہوگا - فرماتے ہیں

کنوں ہر عالمے باشد ز امّت   رسولے را مقابل در نبوت

اب اُمت سی جو ہر اک اولیا ہیں   نبوت میں مقابل انبیا ہیں

یعنی اب جو دور نبوت کا اختتام کو پہونچا - اور دور ولایت کا باقی ہے - علمائے

زبانی کا ہر ایک عالم مقابلہ ایک رسول کے پہلے رسولوں سے ہوگا۔ اور اس نبی کے شرب پر ہوگا۔ اور فیض الہی کی قبولیت میں دونوں کے دل ایک دوسرے کی شکل ہونگے

نبی چوں در نبوت بود اکمل — بود از ہر ولی ناچار افضل

نبوت میں نبی تھا جبکہ اکمل — تو بیشک ہر ولی سے ہے وہ افضل

یعنی حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سارے انبیاؤں اور اولیاؤں سے افضل ہیں۔ کیونکہ متعلق انبیاء اولیاؤں سے اکمل ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام انبیاؤں سے افضل ہیں۔ پس اولیاؤں سے ضرور ہی افضل ہوں گے +

ولایت شد بخاتم جملہ ظاہر — بر اول نقطہ ہم ختم آمد آخر

ولائیت ساری ظاہر ہے بخاتم — ہے پہلے نقطہ پر پچھلا ہوا تم

یعنی سارے کمال خاتم الانبیاء کے ساتھ جو محمد مہدی علیہ السلام ہیں ظاہر ہوں گے۔ اور کمالات کا دائرہ پہلے نقطہ پر جو حقیقت محمدی ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) ولائیت ختم ہوگی۔ کیونکہ خاتم الاولیاء (خاتم الانبیاء) کی نیکیوں کا باطن ہے (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اسواسطے فرمایا۔ یوالی طی اسمہ اسمی وکنیتہ کنیتی (میں دوست رکھتا ہوں۔ جو نام اس کا میرا نام اور لقب اسکا میرا لقب ہے +

از و عالم شود پُر امن و ایماں — جماد و جانور یابد از و جاں

بھر ینگے وہ جہاں میں امن و ایماں — جماد اور جانور بھی پائینگے جاں

جب وہ حضرت اسم العدل کے مظہر ہیں۔ تو عالم ان سے امن کے ساتھ پُر ہوگا اور زمانہ ان کا حقیقت کے ظہور کا زمانہ ہے پس جہان ایمان سے پُر ہوگا۔ اور تمامی چیزیں توحید حقیقی کی نصیحتوں پر زبانیں کھولیں گی۔ اور اس کے زمانہ کے نہایت اعتدال سے تینوں کمال جو جماد جیسے پتھر اور نبات اور حیوان ہیں بالقوہ یعنی پوشیدہ ہیں۔ فعل میں آئینگے۔ اور ہر ایک اپنے کمال کو پہونچیں گے۔ اور آنحضرت کے ظہور کے آثار ہیں۔ کہ سارے حجاب رفع ہوکر کمال کی تمامی صفات پتھروں اور جانوروں میں دیکھی جائینگی +

نماند در جہاں یک نفس کافر   شود عدل حقیقی جملہ ظاہر

مٹیگا اس جہاں سے نام کافر   سبھی عدل حقیقی ہوگا ظاہر

جب آنحضرت علیہ الصلٰوۃ والسلام کی ذات توحید کے بھیدوں کے انکشاف کی مستلزم ہے۔ کفر و شرک جو جہل کے لوازم سے ہیں نہ رہینگے۔ اور سبھی عارف و موحد ہوں گے۔ اور عدل حقیقی جو وحدت حقیقی کا ظل یعنے سایہ ہے اور شریعت اور حقیقت کے علوم پر شامل ہے۔ تمام و کمال کے ساتھ ظاہر ہوگا۔ جیساکہ انبیاء علیہم السلام کی شریعتوں کے اختلاف نے خاتم الانبیاء صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے وجود کے ساتھ تسویہ یعنی برابری اور کمال پایا۔ اور اصلوں نے ایک بنا پر قرار پکڑا۔ پھر خاتم الاولیاء علیہ الصلٰوۃ والسلام کے ظہور کے ساتھ مخالف احکام تسویہ پائیں گے۔ اور مخالفات اٹھ کھڑی ہوں گی۔ اور عدل حقیقی ظاہر ہوگا + نظم

یک ترش در شہر ما اکنوں نماند   زانکہ شیریں خسرواں بر نشاند

(ترجمہ) اب ایک ترش ہمارے شہر میں نہیں رہا۔ کیونکہ شیریں نے خسرو جیسوں کو تخت پر بٹھایا ہے +

نقل بر نقل ہست و می بر می ہلا   بر منارہ رو بزن بانگ صلا

(ترجمہ) کھانے پر کھانا شراب پر شراب جلدی کر۔ منارے پر جا۔ اور بلانے کی آواز دے +

آفتاب اندر فلک دستک زناں   ذرہ ہا چوں عاشقاں بازی کناں

(ترجمہ) آسماں میں سورج تالی مار رہا۔ عاشقوں کیطرح ذرے کھیل کر رہے ہیں

چشم دولت سحر مطلق میکند   روح شد منصور انا الحق میزند

(ترجمہ) دولت کی آنکھ جادو مطلق کر رہی ہے۔ منصور روح محض بن کر انا الحق کہہ رہا ہے

گوش را بر بند و افسوں ہا مخر   جز فسون آں ولی داد گر +

(ترجمہ) کانوں کو ڈھانک جادو گری مت سیکھ۔ اس ولی عادل کے جادو کے سوا۔

فرمایا۔ بود از ستر وحدت واقف حق   در و پیدا نماید وجہ مطلق

وہ وحدت سے ہی ہوگا عارف حق   ظہور اسمیں کرے دیدار مطلق

یعنی جب خاتم الاولیاء توحید ذاتی کے صاحب ہیں۔ تو وحدت کے بھید سے خدا تعالٰی کے عارف ہوں گے۔ اور جب آنحضرت ولایت مطلقہ کے مظہر ہیں۔ تو کمال اطلاق کے ساتھ دیدار مطلق ان میں ظہور پائے گا۔ اور حقیقت انسانی کا کمال جیسا کہ اس کا حق ہے۔ ان کے وجود میں ظاہر ہوگا ❖

پانچواں سوال توحید کے بھید پر واقف ہونیکی کیفیت سے

شناسائے چہ آمد عارف آخر　　　که شد بر سر وحدت واقف آخر

لیا کس چیز کو پہچان عارف　　　ہوا بھید وں پہ وحدت کون واقف

پہلے مصرعہ کے سوال کے جواب میں

کسے بر سر وحدت گشت واقف　　　که او واقف نشد اندر مواقف

وہی بھیدوں میں وحدت کے ہے کامل　　　که وہ ٹھیرا نہیں اندر منازل

حاصل کلام کا یہ ہے کہ جہاں تک وہ جہانی مقاصد سے یک طرف نہ ہونگے۔ بندش کے مقاموں سے گذر نہیں سکیں گے ❖

دوسرے کے جواب میں فرماتے ہیں

دل عارف شناسائے وجود است　　　وجود مطلق او را در شہود است

دل عارف میں ذات بے نشانی ہے　　　وجود مطلق اسکو ہی عیاں ہے

یعنی وہ صاحب دل عارف پہچان لیتا ہے۔ کہ وجود اکیلا مطلق ہے۔ ایک وجود کے سوا دوسرا وجود نہیں۔ اور حوادث محسوس ہیں۔ سب نمائیش اور اس کے عکوس ہیں۔ جو تعینات کے شیشوں میں سے دیکھے گئے۔ اور ہمیشہ وجود مطلق اس کے شہود میں ہوتا ہے

بجز ہستی حقیقی ہست نشناخت　　　و یا ہستی کہ ہستی پاک در باخت

بجز ذات حقیقی کچھ نہ جانا　　　ہے یا پھر بود کو اس میں جلانا

یعنی عارف جو وجود مطلق کے پہچاننے والا ہے۔ دو طریق کے ساتھ اس معرفت کو حاصل کرتا ہے :۔

ایک یہ کہ قطعی یقینی دلیل کے ساتھ جانتا ہے۔ کہ ہستی حقیقی یعنے موجود حقیقی کے سوا جو وجود مطلق حق تعالےٰ کا ہے کوئی دوسرا وجود ہست نہیں ہے۔

دوسرا یہ کہ مکاشفہ اور حال کے طریق پر تجلئے احدیت کے نور کی چمک میں اپنے مجازی وجود کو بالکلیہ فانی کر دیتا ہے۔ تو اگر عین الیقین اور حق الیقین کے ساتھ اللہ تعالےٰ کا عارف ہو جائے۔ اور دیکھے کہ حق تعالےٰ کے سوا کوئی موجود نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہوا ؛

وجودِ تو ہمہ خار است و خاشاک | بروں انداز خود را جملہ پاک

میاں تو ہی یہاں ہے خار و خاشاک | یہ کوڑا پھینک باہر ہو جو پاک

یعنی تیرا وجود تیری راہ کے کنڈے اور کوڑا ہے۔ اسکو محو کر۔ اور اپنے آپ سے بیخود ہو۔ تا حق تعالےٰ کے وجود کی وحدت میں راستہ میسّر ہو سکے ؛

برو تو خانۂ دل را فرو روب | مہیّا کن مقام جائے محبوب

چلو جھاڑ و کر واب خانۂ دل | کہ تا محبوب کی ہو صاف منزل

دل کے گھر کو جو جناب کبریائی کا محل ہے۔ غیروں کے کوڑے سے جھاڑو کر کے صاف کر۔ اور خدا ہی کے لئے دل کے گھر کو چھوڑ ؛

چو تو بیروں شدی او اندر آید | بتو بے تو جمالِ خود نماید

تو جب باہر گیا وہ ہو گا داخل | دکھائیگا تجھے مُنہ بے مقابل

یعنی جب سالک کا تعین جو اس کا حجاب ہے۔ رفع ہو جائے۔ تو حق ظاہر ہوتا ہے۔ اور سالک بلا حجاب خودی کے حق تعالےٰ کی آنکھ کے ساتھ حق تعالےٰ کا جمال دیکھتا ہے ؛

کسے کو از نوافل گشت محبوب | بلائے نفی کرد او خانہ جاروب

ہوا جو قرب نفلی سے ہی محبوب | کیا اس لا الٰہ سے گھر میں جاروب

یعنی جو کوئی حدیث کے مقتضا پر نفلی عبادت کے ساتھ خدا تعالےٰ کا محبوب ہوا اور لا اِلٰہَ کی نفی کے ساتھ دل کے گھر کو جھاڑو کیا۔ اور غیریت کے کوڑے اور اپنی ہستی

کو بھی دُور پھینکا۔ اور خانہ کو صاحب خانہ کے لئے چھوڑا۔ تو البتہ اپنی پیدائش کا جو کچھ مقصود ہے۔ ہاتھ میں لائیگا۔ فرمایا کہ:۔

دردلِ جائے محمود آں مکاں یافت | زبی یسمع زبی یبصر نشاں یافت

مقام خاص محمود اُسکی جا ہے | یہاں بی یسمع اس کو برملا ہے

محمودی جگہ کے اندر جو مقام محمدی ہے (صلے اللہ علیہ وسلم) جو بقا کا مرتبہ پیچھے فنا کے ہے مکان پاتا ہے۔ اور اوصاف الٰہیہ کے ساتھ متحقق یعنی درست ہو کر بی یسمع و بی یبصر یعنے میرے کانوں سے سُنتا ہے۔ اور میری آنکھوں سے دیکھتا ہے کے مقام سے نشان پاتا ہے۔

نظم

کشف ایں معنی اگر خواہی بیا | تیغِ لا زن بر سرِ غیرِ خدا

(ترجمہ) اس معنی کا اگر تو کشف چاہتا ہے۔ تو آ۔ سر پر غیر خدا کے نفی کی تلوار مار۔

بعد نفی خلق کُن اثباتِ حق | تا کہ گردی غرقِ بحرِ ذاتِ حق

(ترجمہ) خلق کی نفی کے بعد حق تعالےٰ کا اثبات کر تا کہ تو خدا تعالےٰ کی ذات کے دریا میں غرق ہو جائے۔

از میاں برخیز دایں ما و منی | پس گدا گردد بحق شاہ و غنی

(ترجمہ) میں اور خودی بیچ سے اُٹھ کھڑی ہو۔ پس خدا تعالےٰ کے ساتھ بھیک مانگنے والا غنی اور بادشاہ ہو۔

عالمِ توحید رو بنمایدت | ہر چہ گفتم جملہ باور آیدت

(ترجمہ) توحید کا جہان تجھ کو مُنہ دکھائے گا۔ اور جو کچھ میں نے تجھ کو کہا ہے تجھے یقین آ جائے گا۔

قولِ عارف نیست از تقلید و ظن | محض تحقیق و یقین است ایں سخن

(ترجمہ) عارف کا قول تقلید اور شک والا نہیں ہوتا۔ یہ سخن محض تحقیق اور یقین ہے۔

زہستی تا بود باقی بروشیں | نیابد علم عارف صورتِ عین

خودی کا جب تلک فانی نہو شیں | کہاں ہو علم اسکا صورتِ عین

یعنی جب تک ہستی کے بقایا سے عارف پر زنگ و عار باقی ہو۔ اور فنا فی اللہ نہوا

ہو۔ علم عارف کا جو خدا تعالےٰ کا غیر ہے عین کی صورت یعنی حقیقت کی اور شہود حاصل نہیں کرتا۔ اور اس کی علمی توحید عیانی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جسمانی تعلقات اور نفسانی تعینات عین توحید کے مشاہدہ سے اس کے لئے مانع ہونے والے ہوئے +

موانع تا نگردانی ز خود دور | درونِ خانۂ دل نایدت نور
علائق جب تلک تجھ سے نہوں دُور | نہیں چمکیگا دل میں تیرے وہ نور

موانع چون درین عالم چہار است | طہارت کردن از وے ہم چہار است
موانع راہ کے چاروں ہیں بیشک | طہارت اُنکی چاروں قسم ہو یک

یعنی از روئے کلیت کے موانع چار ہیں :۔

نخستین پاکی از احداث انجاس | دوم از معصیت وز شرّ وسواس
نجاست حدث سے پاکی ہے پہلی | گناہ اور شرّ و وسواسوں سے پچھلی

سوم پاکی ز اخلاقِ ذمیمہ ست | کہ با او آدمی ہمچون بہیمہ ست
بُری خوؤں سے پاکی تیسری ہے | کہ آدم میں بہیمہ خُو بُری ہے

چہارم پاکیِ سرّ است از غیر | کہ اینجا منتہی میگردد ش سیر
سمائے بھید میں تیرے نہیں غیر | ہے چوتھی اب ہوا ایماں منتہی سیر

اس جگہ سرّ اور قلب یعنی دل ایک معنی پر ہیں (ورنہ لطیفہ سرّ لطیفہ قلب سے دو مرتبہ پر اقرب ہے) ابیات کے معانی ظاہر ہیں +

ہر آنکو کرد حاصل این طہارات | شود بیشک سزاوار مناجات
ہوئیں حاصل جسے چاروں طہارات | ہوا بے شک وہی لائق مناجات

یعنی جس نے ان چاروں پاکیزگیوں اور طہارتوں کو حاصل کیا۔ ظاہراً اور باطناً پاک ہو جاتا ہے۔ اور لائق مناجات یعنی نماز کے ہوتا ہے۔ جیسا کہ المصلی یناجی ربّہ یعنے نماز پڑھنے والا اپنے پروردگار کی مناجات کرتا ہے۔ یعنی رازداری میں ہے +

تو تا خود را بکلی در نبازی　　نمازت کے شود ہرگز نمازی

خودی سے جب تلک کلی نہ ہو پاک　　نماز اب کیسی ہے جب تو ہی ناپاک

یعنی جب تک تو فانی مطلق نہ ہو جائے نماز تیری نیاز کے مقام میں ہرگز نہیں پہنچیگی اور حقیقی وصلت تک تجھ کو رسائی نہ ہو گی ۔

چو ذاتت پاک گردد از ہمہ شین　　نمازت گردد آنگہ قرۃ العین

تیری جب ذات کو پاکی ہو کونین　　نماز اب تیری ہو گی قرۃ العین

حدیث شریف کی طرف اشارہ ہے جیسا کہ قرۃ عینی فی الصلوٰۃ - یعنی میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں ہے ۔

نماند در میانہ ہیچ تمییز　　شود معروف و عارف جملہ یکچیز

تمیز اب بیچ سے ہوتی ہو سو گم　　ہوا اک چیز عارف اور معروف

جب حقیقت میں حق تعالےٰ کے سوا کوئی موجود نہیں - تو عارف اور معروف کا فرق جو صرف یہی اطلاق و تقیید کا اعتبار ہے - محو اور فانی ہوتا ہے ۔

چھٹا سوال اس امر کی تحقیق سی کہ کوشش کا کیا سبب ہے؟

اگر معروف و عارف ذات پاک است　　چہ سودا در سر این مشت خاک است

اگر معروف و عارف اک خدا ہے　　یہ سودا خاک میں کیوں بس رہا ہی

جواب

مکن بر نعمت حق ناسپاسی　　کہ تو حق را بنور حق شناسی

نہ ہو کیوں نعمتوں پر شکر لازم　　جو نور حق سے ہو تو اسکا علم

یعنی حق تعالےٰ کی نعمت جو اس کے وجود کا فیض ہے - ان اوصاف کمال کے لوازم پر ناشکری مت کر - اور یقین سے جان کہ تو حق تعالےٰ کے وجود کے ساتھ موجود ہے - اور تیری معرفت کا علم وجود کے تابع ہے - اور جسکا وجود ہی اپنے آپ سے نہ ہو اسکا علم اور

معرفت بھی اپنے نفس سے نہ ہوگا۔ پس بیشک تو خدا تعالےٰ کا عارف خدا کے ساتھ ہی ہوا اور یہ نہیں جانتا۔ کہ دراصل عارف اور معروف وہی ہے نظم

گر تو بینائی ز انوار یقیں ۔ عارف و معروف جز حق را مبیں

(ترجمہ) یقینی انواروں سے اگر تجھے بینائی ہے۔ تو حق تعالےٰ کے سوا عارف اور معروف مت دیکھ *

جز او معروف و عارف نیست دریاب ولیکن خاک می‌یابد ز خور تاب

وہی معروف و عارف سمجھ لے بس مگر سورج سے ہے مٹی کو ہی تابش

جیسا کہ خاک بواسطہ قابلیت کے سورج کی چمک اور عکس سے حرارت کو حاصل کرتی اور اس میں گرمی ظاہر ہوتی ہے۔ تجلّے الٰہی کے نور کے پرتو سے۔ جو اعیان ثابتہ انسانی پر حسب اس کی قابلیت کے چمکتا ہے عشق کی حرارت و طلب کی گرمی اس سے ظہور میں آتی ہے۔ اور حقیقت میں عارف اور معروف حق ہے *

عجب نبود کہ ذرہ دارد امید ہوائے تاب مہر و نور خورشید

عجب کیا ہی کہ چمکے ذرہ ناپید کشاکش میں ڈالے نور خورشید

ممکنہ اعیان کو جو خدا تعالےٰ کے علم میں درج ہیں ذرہ کے ساتھ تشبیہ فرمائی۔ کیونکہ جیسے ذرہ آفتابی نور کے سوا ظہور نہیں رکھتا۔ اعیان ثابتہ بھی اس امر کے سوا کہ آفتاب ذات الٰہی کے تجلّے کا نور اُنپر چمکنے والا ہو۔ عینی عالم میں ظہور نہیں کر سکتے۔ پس عجب نہیں کہ ذرہ ناچیز طالب اسبات کا ہو کہ فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ (یعنے دوست رکھا میں نے کہ پہچانا جاؤں۔) کی محبت کا سورج اسپر پڑے۔ اور اسی محبت کے سبب ذاتی نور صفاتی آسمان سے اسپر چمکے۔ اور عدم کے اندھیرے سے وجود کے میدان میں لائے۔ تب جو کچھ اسکی استعداد میں در پردہ تھا۔ بواسطہ اس نور کے فعل میں آئے۔

بیاد آور مقال حال فطرت کز آنجا باز دانی اصل فکرت

ذرہ وہ قول ازلی یاد لانا اصول فکر کو وہاں سے چلانا *

یعنی اصلی فطرت کا حال یاد میں لا۔ کہ وجود کے لباس سے برہنہ تھا۔ اور غیبی عالم میں لَمْ یَکُنْ شَیْئًا مَّذْکُوْرًا کے یعنی عدم میں پوشیدہ تھا۔ ایسے حال میں اس امر کا تقاضا

رکھتا تھا۔ کہ نیستی سے ہستی میں آئے۔ اور سبدار کی معرفت تیری سے ظہور میں آئے۔ اور اصل فکر کا جو سیر اور سلوک ہے۔ اور تیرے سے وجود حسی میں ظاہر ہوتا ہے۔ تیرے ذاتی تقاضا کا مقتضا ہے۔ جو تجھ کو اس معنی پر رکھتا ہے۔ کہ تو عارف ہو جائے۔

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ ایزد کرا گفت　　　که بود آخر که آنساعت بَلیٰ گفت

الستُ بربکم کس کو کہا حق۔　　　بلیٰ کس نے کہا ہو کرکے ناطق

یعنی فطرت کے مقام میں حقیقت انسانی اور آدم کی قدیات یعنے اولاد کے سوا کون تھا جس نے بَلیٰ کا جواب کہا۔ اگر اللہ تعالے کی معرفت ان کے لئے ذاتی نہ ہوتی۔ تو حق تعالےٰ کی ربوبیت کے ساتھ اقرار کیسے کرتے۔ پس یہ عشق کا سودا اور معرفت کی طلب حالت نابودگی میں ہو چکی ہے۔ **نظم**

ما در ازل بعشق تو افسانہ بودہ ایم　　　ما مست و رند و عاشق فرزانہ بودہ ایم

(ترجمہ) ہم ازل میں تیرے عشق کا قصہ ہو چکے۔ ہم مست اور رند اور عاشق اور دانا ہو چکے ۔

پیش از ظہورِ آدم و عالم بنزمِ عشق　　　با تو حریف ساغر و پیمانہ بودہ ایم

(ترجمہ) عشق کی محفل یعنی عالم اور آدم ؑ کے ظہور سے پہلے ہم تیرے ساتھ شریک پیمانہ کے ہو چکے ہوئے ہیں ۔

نام و نشانِ لیلیٰ و مجنوں نہ بُد کہ ما　　　از عشقِ عقل سوز تو دیوانہ بُودہ ایم

(ترجمہ) لیلیٰ اور مجنوں کا ابھی نام و نشاں نہ تھا۔ کہ ہم تیرے عقل جلانے والے عشق سے دیوانہ ہو چکے ہوئے ہیں ۔

حسب قابلیت اور استعداد اشیاء کے اعیان یعنی حقیقتوں کی تجلّےٰ اقدس یعنے پہلے میں حاصل ہوئی۔ تو فرمایا :-

دراں روزیکہ گلہا می سرشتند　　　بدل در قصۂ ایماں نوشتند

مخمّر جب کیا طینت کو انساں　　　لکھا لوح دلوں پر قولِ ایماں

ازل کے روز میں حقیقتِ انسانی کی طینت معرفتِ تامہ کی مظہریت کی قابلیت کے ساتھ جمالی اور جلالی تجلّی اقدس میں اپنے ہاتھوں سے خمیر یعنے گوندھ کر معرفت کے زیور اور تصدیق ذاتی کی زینت کے ساتھ جس کی عبارت اُولٰٓئِکَ کَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ

ہے۔ یعنی وہ لوگ جن کے دلوں میں ایمان نقش کیا گیا۔ حق تعالےٰ کے علم میں ظہور پایا۔ اور علمی وجود کے ساتھ کمال عرفان کے لئے مستعد و قابل کے اسم سے صفت کیا گیا تھا ✦

اگر آں نامہ را یکرہ بخوانی — ہر آنچیزے کہ میخواہی بدانی

اگر لوح ازل کو درس کیجے — ہر اک سودا کو واں سے جان لیجے

یعنی اگر استعداد ذاتی کی رقمیں اور خطوط جو ہر ایک کی عین ثابتہ کی کتاب میں لکھی ہیں تیرے پڑھنے میں آئے۔ تو تجھے معلوم ہو کہ ہر ایک فعل جو ہر ایک سے ظہور میں پہونچکر خارج میں آتا ہے۔ اس کا تقاضا ذاتی ہے ✦

تو بستی عقد عہد بندگی دوش — ولے کردی بنادانی فراموش

تو ہی باندھا تھا پیمان بندگی کل — فراموشی کا رستہ اب لیا مل

تجلّے اقدس نے جو اعیان و اُنکی استعدادوں کے لئے مددگار ہے ظہور کیا۔ جس کی تعریف میں مصرعہ درآں روزے کہ گلہا مے سرشتند۔ فرمایا۔ کیونکہ وہ تجلی اسموں سے پہلے مقام پر ہے۔ اور واحدیت کے مرتبہ سے جو اسماء و اعیان کے علم کا مقام ہے رات کے ساتھ تعبیر کر کے دوش یعنی کل کا لفظ اسواسطے فرمایا۔ کہ اطلاقی ظہور کے کمال اسمائی حجابوں میں چھپے ہوئے سے یہ مرتبہ تنزل کا ہے۔ یعنے اے انسان واحدیت اور علم کے مقام میں عہد الست کا پیمان بلیٰ کے قول کے ساتھ تو نے قبول کیا۔ مگر وہ پیمان کہ جو علمی وجود میں تو نے باندھا تھا۔ عینی وجود میں بواسطہ غلبہ جلالیہ اسموں کے جو جسمانی علاقوں کے ساتھ جہل کا موجب ہے۔ تو نے بھلا دیا۔ اور فطرت سے غافل ہوا ✦

کلامِ حق بدان گشت ست منزل — کہ تا یادت دہد آں عہدِ اوّل

کلام اللہ اسی باعث ہی نازل — دلائے یاد تجھ کو عہد اوّل

تا تجھے یاد دلائے۔ یعنی تجھے کسب میں لگائے۔ اسواسطے اکثر آیتیں اسباب میں تنبیہ اور تذکیر یعنی یاد دلانے کے صیغہ پر وارد ہیں ✦

اگر تو دیدہ حق را بآغاز — درینجا ہم توانی دید نش باز

ازل میں گر خدا ہے تیرا مشہود — یہاں پر بھی اسے دیکھیگا موجود

یعنی فطرت کے مرتبہ میں اگر حق تعالےٰ کے جمال کو دیکھنے کی قابلیت تو رکھتا ہے اور خدا تعالےٰ کو دیکھا ہے۔ تو اس کوئی وجود میں بھی طاقت پھر دیکھنے کی تجھے ہوگی کیونکہ یہ وجود پہلے وجود کے طبق پر ہے۔

صفاتش را ببیں امروز اینجا | کہ ذاتش را توانی دید فردا
صفات حق کو چاہیئے دیکھنا اب | تو کل دیدار ذاتی کر سکے تب

یعنی حق تعالےٰ کی صفتوں کو آفاقی اور انفسی نشانیوں میں اسا دُنیا ئے وجود کے درمیان جہاں اب تو موجود ہے۔ مشاہدہ کر۔ اور دیکھ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ کے اسموں اور صفتوں نے صورتوں میں مظاہر عالم کے عالم کا ظہور کیسے کیا۔ تا بدنی علاقوں سے مجرد ہونے کے بعد آخرت کے عالم میں کل خدا تعالےٰ کی ذات کو دیکھ سکے۔

وگرنہ رنجِ خود ضائع مگرداں | برو بشنو تو لاتہدی ز قرآں
نہیں ست کر تو ضائع رنج و تکلیف | ہے لاتہدی ہی قرآں میں تیری تعریف

یعنی کمالات کی تحصیل کے لئے فطری قابلیت چاہیئے۔ جس کی عبارت ہدایت ہے

تمثیل

اس بات کے بیان میں کہ جو شخص حسب فطرت کے کسی چیز کی قابلیت نہیں رکھتا۔ حقیقت میں منکر وہ ہے۔

ندارد باورت اکمہ ز الواں۔ | اگر صد سال گوئی نقل و برہاں
دلائل رنگ کے سو سو اٹھانے | وہ اندھا مادری ہرگز نہ مانے
سفید و سرخ زرد و سبز کاہی | بنزد او نباشد جز سیاہی
سفید اور سرخ و زرد و سبز کاہی | سجانے وہ مگر ایک سیاہی
نگر تا کورِ مادر زادِ بد حال | کجا بینا شود از کحل کحال
دیکھو کیا مادری اندھا ہی بد حال | نہ بینا ہوگا وہ سرمہ سے کحال

جیساکہ مادری اندھے کا معالجہ نہیں کیا جاسکتا - اور اُس کے مرض کا ازالہ نہیں ہوسکتا ہاں اگر پہلے بینا تھا - اور نابینائی کی علت نے اسپر غلبہ کیا ہو - تو اکثر یہ ہے - کہ اس کا معالجہ استاد کامل کی قوت میں ہوتا ہے - ویسے ہی وہ ٹھیرا ہوُا جو اصل فطرت میں اس کی آنکھ حق تعالےٰ کی طرف بینا ہے - اور کونی وجود میں جسمانی حسّی علاقوں کے باعث نابینائی اس پر غالب ہوئی ہو - تو مرشدانِ کامل جو طبیب باطنی ہیں حسن ارشاد کے ساتھ اسکو دفع کرکے فطریِ بینائی پر اعادہ کرتے ہیں - تا اس وجود میں بھی حق تعالےٰ کا مشاہدہ کرسکے - مگر وہ شخص جو فطرت میں اندھا ہو چکا - خدا تعالےٰ کی پناہ سارے انبیاء واولیاء اس مرض کو دفع نہیں کرسکتے +

خرد از دیدنِ احوالِ عُقبےٰ　　بود چوں کور مادر زاد دُنیا

عقل بھی دیکھنے سے حالِ عُقبےٰ　　مثال اندھے کی ہے وہ بیچ دُنیا

یعنے عقل سمجھنے سے حالات آخرت کے جو ان حالات سے ایک خدا تعالےٰ کے جمال کا دیدار ہے - بمطلق دُنیا کے اندھے مادر زاد کی مانند بہ نسبت سمجھنے رنگوں کے ہے +

ورائے عقل طورے دارد انساں　　کہ بشناسد بداں اسرار پنہاں

علیحدہ عقل سے ہی طور انساں　　پہچانے جس سے وہ اسرار پنہاں

یعنی نظری عقل کے سوا جو مقدمات کی ترتیب کے ساتھ مجہول کے علم کو حاصل کرتا ہے انسان کو ایک اور طریقہ ہے جس کے ساتھ عقل سے چھپے ہوئے بھیدوں کو پہچان لیتا ہے اور وہ طور دل کا تصفیہ اور عبادت اور سلوک اور دائمی توجہ کا طریق ہے - جو تمامی انبیاؤں اور اولیاؤں کا رستہ ہے - فرمایا کہ :-

بسانِ آتش اندر سنگ و آہن　　نہاد ست ایزد اندر جان و در تن

لوہے پتھر میں جیسے آگ پنہاں　　رکھا حق نے اسے اندر تن و جاں

یعنی اللہ تعالےٰ کی حکمت نے جیساکہ آگ کو پتھر اور لوہے میں روک رکھا ہے - کہ جب دونوں کو آپس میں ماریں - تو آگ باہر آتی ہے - اور ہر ایک سے جُدا جُدا ظاہر نہیں ہوتی - اور وہ عشق کا طور جو صفائی کا طریقہ ہے - انسانی جان اور تن کے اندر رکھدیا اور جب جان اور تن کو آپس میں مارا جائے تو وہ عشق کی آگ ظہور میں آتی ہے - اور

غیبی بھید روشن ہوتے ہیں۔ اور ہر ایک جان و تن سے تنہائی میں یہ معنے حاصل نہیں ہوتا۔ اور جان و تن کو آپس میں مارنے سے مراد خطرات کی نفی اور ریاضت اور عادت کے خلاف۔ اور نفس کی شکست میں مشغول ہونا ہے ✦ **نظم**

آتشِ از عشقِ جاناں بر فروز ۔۔۔ بود و نا بودت دراں آتش بسوز

(ترجمہ) محبوب کے عشق سے آگ جلا۔ (اور) اپنی بود اور عدم کو اس آگ میں جلا ✦

ہر کجا سلطانِ عشقش جا کُند ۔۔۔ صد جہاں در یک نفس برہم زند

(ترجمہ) اس کے عشق کا بادشاہ جہاں خیمہ لگاتا ہے۔ سو جہان کو یک دم میں فنا کرتا ہے ✦

فرمایا:-

ازاں مجموع پیدا گردد ایں راز ۔۔۔ چو بشنیدی برو با خود بپرداز

انہیں دونوں سے پیدا ہوگا یہ بھید ۔۔۔ سُنا جب تو نے جا پھر توڑ دے قید

یعنی جب تُو نے یہ معنے سُن لئے۔ تو عقلی دلائل سے ہاتھ اُٹھا۔ اور محل کی صفائی اور پاکی کے طریقہ میں مشغول ہو۔ اور غیروں کے نقش دِل کی تختی سے محو کر۔ اور آپ کو خود ہی سے اُٹھا لے ✦

چو برہم اوفتاد آں سنگ و آہن ۔۔۔ ز نورش ہر دو عالم گشت روشن

بھڑیں جب آپ میں یہ سنگ و آہن ۔۔۔ دو عالم نور سے اُنکے ہوں روشن

یعنی جب جان اور تن کا پتھر اور لوہا آپس میں بھڑیں۔ اور ان کے ٹکرانے کے نور سے دونوں عالم روشن ہوئے۔ اس معنے سے کہ بیخود ہو کر دونوں عالم کو وحدت حقیقی کے نُور سے روشن دیکھا۔ **نظم**

چونکہ خالی کرد خود را از خودی ۔۔۔ یافت خود را عین نور ایزدی

(ترجمہ) جب اپنے آپ کو خودی سے خالی کیا۔ تو آپ کو خدا تعالےٰ کا عین نُور جانا ✦

چوں بعشقِ دوست گشتی جاں فشاں ۔۔۔ پُر ز خود بینی ہمہ کون و مکاں

(ترجمہ) جب دوست کے عشق میں تو نے جان دیدی۔ تو دونوں جہانوں کو اپنے آپ سے بھرا ہُوا دیکھے گا ✦ فرماتے ہیں:-

توئی تو نسخۂ نقشِ الٰہی۔ ۔۔۔ بجو از خویش ہر چیزیکہ خواہی

خُدا کی ذات کا نُسخہ توئی ہے ۔۔۔ طلب کر تجھ میں ہر نعمت چھپی ہے

یعنی تو اگر اس بات کا طالب ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کو ظاہر دیکھ لے۔ تو بحکم مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ۔ یعنی جس نے پہچانا اپنے نفس کو پس بیشک پہچانا اپنے پروردگار کو۔ چاہیئے کہ اپنے آپ کو تو پہچانے۔ تب جمال الٰہی کے مشاہدہ تک پہونچے اور اس دولت عظمےٰ کا حصول عقل و دلیل کے ساتھ میسّر نہیں +

ساتواں سوال ارباب کمال کی تحقیق اور اُسکے جواب میں

یعنی اس بات کی تحقیق میں کہ ارباب کمال حالی زبان کے ساتھ مثل انا الحق کے جو کچھ اظہار کرتے رہے +

چہ گوئی ہرزہ گو بود آں مزبق | کہ ایں نقطہ را نطق است انا الحق
وہ بے معنیٰ تھا یا مردِ خدا ہے | انا الحق کس نے بولا کونسا ہے

یعنی وہ کون ہے جو انانیت کے ساتھ کلمہ انا الحق یعنے میں خدا کا ناطق ہوا۔ آیا یہ کمال واقعی ہے جو کاملوں کو حاصل ہوتا ہے۔ یا بیہودہ و بے معنے تھا۔ وہ فریق یعنے ملمع کیا گیا۔ آیا حسین منصور حلاج جو اس قول کا قائل تھا۔ درہم فریق کی مانند تھا۔ یعنے جیسا کہ درہم زیبق یعنی ملمع کے ساتھ روشن کی جاتی ہے۔ اور نقرہ کی مانند ہوجاتی ہے۔ وہ بھی وجود الٰہی کے نور کے ملمع سے روشن ہوا تھا۔ کہ انا الحق کہنے لگا +

جواب

حاصل جواب کا یہ ہے۔ کہ نقطہ وحدت کا حقیقت ہے۔ جو ہر ایک مظہر میں اس کلمہ سے ناطق ہوتی ہے +

فرمایا کہ:

انا الحق کشف اسرار است مطلق | بجز حق کیست تا گوید انا الحق
انا الحق بھید کا کھلنا ہے مطلق | بجز حق کون ہے بولے کہ میں حق

لفظ مطلق اس بیت میں مراد بے شک و شبہ ہے +

ہمہ ذرات عالم ہمچو منصور | تو خواہی مست گیر و خواہ مخمور
سبھی ذرات عالم کے ہیں پُر جوش | مثل منصور یا ہیں مست و مدہوش

اشارت اس بات پر ہے۔ کہ سر حقیقت کا افشا بحالت مستی اور بیخودی مطلق کے یا مخموری کی حالت میں جو بیخودی تمام نہیں ہے۔ اور سکر ی فنا کے مقام سے تنزل پر ہے جائز نہیں۔ اور شریعت اور طریقت میں ممنوع ہے۔ فرماتے ہیں کہ کہاں گنجائش ہے کہ صاحب کمال اور اہلِ حال اس نطق سے ناطق ہو۔ کیونکہ عالم کے تمامی ذرات منصور کی شکل ہیں۔ فرماتے ہیں:۔

دریں تسبیح و تہلیل اند دائم　　بدیں معنی ہمے باشند قائم

ہمیشہ کہہ رہے تسبیح و تہلیل　　تمام انکا ہی معنے ہے بے قیل

یعنی انا الحق کا قول حق تعالےٰ کی تنزیہ ہے۔ غیر کی شرکت سے اسکی ذات و صفات میں اور سارے ذرات تسبیح اور تہلیل میں کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ہیں۔ یعنی غیر کی نفی اور حق تعالےٰ کا اثبات کرنے میں ہیں۔ اور اصل میں تسبیح اور تہلیل کا کمال یہ ہے کہ تسبیح اور تہلیل کہنے والا کلمہ انا الحق کا ناطق ہو جائے۔ کیونکہ ھُوَ و اَنْتَ کے کلموں یعنی وہ اور تو میں غیبت اور خطاب کی جہت ہے۔ اثنینیت یعنی دوئی کا شائبہ واقع ہی پس نفی تمام نہیں ہوتی۔ اور مصرعہ ثانی یعنی ساری موجودات انا الحق کے ساتھ قائم ہے اور حق تعالےٰ کی ذات ساری موجودات کے لئے قائم اور قیوم ہے۔ نظم

خواہی کہ شود کشف برت سر انا الحق　　فانی ز خودی باش و بحق باقی مطلق

(ترجمہ) اگر تجھے خواہش ہے۔ کہ انا الحق کا بھید کھُل جائے۔ تو خودی سے فانی ہو کر خدا کے ساتھ باقی مطلق ہے ۔

اور دلیل اس کی فرماتے ہیں:۔

اگر خواہی کہ گردد بر تو آساں　　وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ را یکرہ فرو خواں

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ پڑھو قول الٰہی　　کھلے ہر چیز کا رازِ کما ہی ۔

یعنی تو اگر عالم کے ذرات کی تسبیح کہنے اور ذات و صفات میں حق تعالےٰ کے غیر کی شرکت سے تنزیہ کرنے کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ تو آیت کریمہ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ یعنے کوئی چیز نہیں۔ مگر کہ خدا تعالےٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ اس کی تعریف کے ساتھ ایک دفعہ پڑھ تا تجھے معلوم ہو کہ تمامی چیزیں تسبیح و تنزیہ میں ہیں۔ اور تمام تنزیہ جیسا کہ مذکور ہو چکا یہ ہے کہ انا الحق کے کلمہ سے ناطق ہو۔ کہ یہ صفات کاملہ الٰہی

کا تمام اظہار ہے۔ پس ہر ایک چیز کا حمد یعنی تعریف اسی صفت کا اظہار ہوگا جس کی وہ مظہر خاص ہیں۔ اور ساری صفتوں کے ساتھ حق تعالےٰ کا حامد انسان کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا +

چو کردی خویشتن را پنبہ کاری تو ہم حلاج وار اں دم برآری

خودی کو شل روئی کے اڑاؤ طرح حلاج دم باہر کو لاؤ

یعنی جب اپنے وجود خیالی کو تو نے توڑا۔ اور نیچے پھینکا۔ اس وقت تو بھی منصور کے نطق سے ناطق ہوگا +

برآور پنبۂ پندارت از گوش ندائے واحد القہار بنیوش

نکال اب کانوں سے روئی کو پندار ابھی سن لے کیا کہتا ہے قہار

جب غفلت اور گمان حقیقت پر مطلع ہونے سے مانع ہیں۔ تو یہ وہم کا پنبہ اپنی ہوش کے کانوں سے نکال۔ تا اسی وقت وہی آواز تجھ کو سننے میں آئے۔ اور معلوم کرے کہ خدا تعالیٰ کے سوا کوئی موجود نہیں +

ندا مے آید از حق بر دوام چرا گشتی تو موقوف قیامت

ندائے حق سے ہو برپا قیامت ابھی کیوں ہے تو موقوف اقامت

جب ذات موجود کی ہمیشہ یگانگی مطلق کا اقتضا کرتی ہے۔ کیونکہ غیر ہستی کا نیستی کے سوا کچھ نہیں۔ اور وہ اسکا تقاضا ذاتی ہے۔ جو لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارُ۔ (یعنے کس کے لئے ہے آج ملک۔ اللہ اکیلے زبردست کے لئے ہے) کی آواز کے ساتھ تعبیر کیا گیا۔ پس ہمیشہ اللہ تعالےٰ سے یہ ندا عالم پر وارد ہے۔ تو باوجود اس آواز کے تو تعینات پر کیوں موقوف ہوا۔ یعنی غافل ہوا ہے +

درآ در وادی ایمن کہ ناگاہ درختے گویدت اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ

سنو وادی سے دل کی ہو کر آگاہ درختوں کی ندا اِنِّیْ اَنَا اللّٰہ

وادی ایمن مراد تصفیہ کا طریقہ ہے۔ اور درخت سے مراد اثباتی وجود ہے جس میں کمال انسانی کا ظہور ہر گز نہیں۔ یعنے باطن کی صفائی میں کوشش کرتا کہ دوئی

میل دل سے چلی جائے۔ اور سب وجودوں سے انا اللہ یعنی میں خدا کی آواز تجھے کان میں پڑے اور یقین سے جانے کہ جب درخت تجلی الٰہی کا مظہر ہو سکتا ہے۔ تو انسان جو موجودات کا اشرف ہے۔ بطریق اولےٰ ہوگا۔ **نظم**

زنگ دوئی ز آئینۂ دل زدودہ ایم — تا حسن جانفزائے تو با تو نمودہ ایم

(ترجمہ) دوئی کا زنگ یعنی آلائش دل کے شیشہ سے ہم نے دور کی تب تیرا جاں بخش حسن یعنی روپ تجھے ہم نے دکھایا ✦

ہمچوں کلیم تا کہ بطور دل آمدیم — انی انا اللہ از ہمہ عالم شنودہ ایم

(ترجمہ) موسیٰ علیہ السلام کی مثل جسوقت سے دل کے طور پر ہم آئے ہیں۔ انی انا اللہ یعنی میں خدا سارے عالم سے ہم نے سنا ✦

فرمایا کہ:۔ روا باشد انا اللہ از درختے — چرا نبود روا از نیک بختے

روا ہے جب درختوں سے انا اللہ — روا مردوں سے کیوں نہیں کر تو آگاہ

ان لوگوں کی طرف اشارہ جنہیں منصور کے قتل کرنے پر فتوٰے دیا **نظم**

چوں قلم در دست غدارے بود — لاجرم منصور بر دارے بود

(ترجمہ) جب قلم غدار کے ہاتھ میں ہے۔ تو ضرور منصور سولی پر ہے ✦

چونکہ حکم اندر کف رنداں بود — لاجرم ذوالنون در زنداں بود

(ترجمہ) جب حکم رندوں کے ہاتھ پر آیا۔ تو ضرور ہے۔ کہ ذوالنون قید خانہ میں ہو ✦

یعنی درخت کے سے انی انا اللہ جائز رکھتے ہیں۔ انکار نہیں کرتے۔ اور ایک نیک بخت سے جو منصور ہے کیوں روا نہیں رکھتے۔ اور منکر جانتے ہیں ✦

ہر آنکس را کہ اندر دل شکے نیست — یقین داند کہ ہستی جز یکے نیست

جسے دل میں نہ ہوگا وہم اور شک — یقین جانے اکیلا ہی خدا ایک

یعنی وہ لوگ جو دلائل یقینی یا کشف حقیقی کے ساتھ وہم اور گمان سے گذر گئے ہیں یقین سے جانتے ہیں کہ اکیلے وجود کے سوا جو وجود واجب ہی کوئی نہیں اور اشیاء کا وجود اسکی تجلی ہے

انانیت بود حق را سزاوار — کہ ہو غیب است و غائب وہم پندار

انانیت خدا کو ہے سزاوار — کہ ھُو ہے غیب و غیبت وہم و پندار

یعنی اس لئے کہ ذاتِ ہستی یعنی حق تعالےٰ کی یگانگی مطلق کا تقاضا کرتی ہے۔ انانیت جو انا اللہ یا انا الحق سے ناطق ہوتا ہے حق تعالےٰ کو لائق ہے۔ اور کلمہ ھو جب غیبت کے ذات کا اعتبار ہے۔ اور غائب وہم و گمان ہے۔ کیونکہ حق حاضر ہے۔ پس جو کچھ کہ غیریت وعینیت اور اثنینیت یعنے دوئی کا موجب ہے اس حضرت کے لائق نہیں

جنابِ حضرتِ حق را دوئی نیست   درآں حضرت من و ما و توئی نیست

جنابِ حق کو دوئی کب روا ہے   من و ما اور توئی واں پر فنا ہے

یعنی جناب الوہیت وحدت حقیقی کے ساتھ اکیلی ہے۔ دوئی کو اس درگاہ میں راہ نہیں تاکہ کلمہ ھو کے ساتھ اس سے تعبیر کریں۔ بلکہ مَن و مَا کہ کلمہ افراد و جمعیت کے ہیں اور توئی اس حضرت کی جو خطاب ہے۔ یہ بھی نہیں۔ کیونکہ آنحضرت کی ذات سارے کثرات سے چاہے حقیقی چاہے اعتباری ہیں منزہ ہے +

من و ما و تو و اوہست یک چیز   کہ در وحدت نباشد ہیچ تمیز

یہ میں تو وہ ہیں بلکہ ایک ہی چیز   کہ وحدت میں کسے ہوگی نہ تمیز

کیونکہ وحدت کے مرتبہ میں یہ عبارتیں جو انا یعنی ہیں کے ساتھ نسبت رکھتی ہیں۔ ساری مرفوع ہیں +

ہر آنکو خالی از خود چوں خلا شد   انا الحق اندرو صوت و صدا شد

خودی سے جب کوئی خالی ہو لاشئی   انا الحق اسکی ہے ساری پیاپے

یعنے وہ شخص جو خودی اور اپنے تعین سے مثل خلا کے یعنے لاشئے محض یا مقدار مجرد کے جو مادہ سے بسیط ہے خالی ہوا۔ اس میں اس کے سوا انا الحق کی صدا پیدا ہوئی نظم

از زبانم چوں تو خود گفتی انا الحق آشکار   پس چو منصورم چرا بردارِ عشق آویختی

(ترجمہ) میری زبان سے آپ تو نے انا الحق کہا ظاہر۔ پھر منصور کی طرح عشق کی سُولی پر مجھے کیوں لٹکایا +

فرماتے ہیں: شود با وجہ باقی غیر ہالک   یکے گردد سلوک و سیر و سالک

بقائے حق میں ہوگا غیر ہالک   وہی ہے یاں سلوک اور سیر و سالک

جاننا چاہیئے کہ موجودات متعینہ سے ہر ایک موجود دو جہتیں رکھتا ہے۔ ایک تعین کی حیثیت سے اور اس جہت سے اسے غیر کہتے ہیں جو مقید غیر مطلق کا ہے۔ دوسری حقیقت کی حیثیت سے جو واحد یعنی اکیلے کے وجدان سے عبارت ہے اور ساری صورتوں میں تجلی ہے۔ اور یہ وجہ باقی ہے۔ جیسا کہ وَ مَا عِندَ اللّٰہِ بَاقٍ یعنے جو خدا تعالےٰ کے نزدیک ہے باقی ہے۔ فرماتے ہیں کہ جب تعین جو معنی مطلق کا عارض تھا نیست ہو جائے۔ تو باوجود وجہ باقی یعنے وجہ ربانی کے غیر فانی ہو گا۔ تو ایک حقیقت بیشک ایک چیز ہوگی اور امتیاز یعنی تفاوت نابود ہوگی *

حلول و اتحاد اینجا محال ست | کہ در وحدت دوئی عین ضلالت
حلول اور اتحاد اب ہے محالات | ہے وحدت میں دوئی عین ضلالات

یعنی حلول جو حق تعالےٰ کا اپنے غیر میں گھس جانا اور اتحاد جو بعینہ دوسری چیز بن جانا ہے۔ یہاں پر محال ہے۔ یعنی اشیاء کی صورتوں میں حق تعالےٰ کا ظہور جس طریقہ پر معتقد علیہ صوفیہ کا ہے۔ وہ حجلی میں وجود کے خدا کا غیر موجود ہی نہیں۔ اور وحدت حقیقی میں دوئی اور غیریت عین گمراہی ہے۔ **نظم**

اینجا حلول کفر بود اتحاد ہم | کیں وحدتے ست لیک بتکرار آمدہ

(ترجمہ) یہاں حلول اور اتحاد کفر ہے۔ کیونکہ یہ وحدت ہے۔ مگر تکرار کے ساتھ ظاہر ہوئی ہے *

اینجا چہ جائے وصف حلول ست اتحاد | کیں جا حقیقتے ست باطوار آمدہ

(ترجمہ) یہاں حلول اور اتحاد کی وصف کو کہاں جگہ ہے۔ کیونکہ یہاں ایک حقیقت کئی طوروں پر آئی ہے *

فرماتے ہیں:- حلول و اتحاد از غیر خیزد | ولے وحدت ہمہ از سیر خیزد
حلولیت کا حاصل ہے تغائر | مگر وحدت کا ہر جا سیر ظاہر

یعنی حلول اور اتحاد گزشتہ معنوں کے ساتھ غیر سے حاصل ہوتا ہے۔ جہاں تک دو چیزیں نہ ہوں کہ ایک انکی دوسری میں حل ہو جائے۔ متحد نہیں ہونگی۔ مگر وحدت نے تنزلات اور ظہورات کے مراتب میں اکیلی ذات کے سیر سے ہر جگہ ہر ایک صورت میں اعتباری قیدوں کا سبب ظاہر کیا ہے۔ اور وہ صورتیں حقیقت میں عدم ہیں۔ اکیلی

حقیقت کی بہتات کا موہوم بنگی ہیں +

تعیّن بود کز ہستی جدا شد — نہ حق بندہ نہ بندہ با خدا شد

تعیّن تھا جو اب حق سے جدا ہے — نہ حق بندہ نہ بندہ با خدا ہے

یعنی وہ جو کہا گیا۔ کہ آپ کو خودی سے خالی اور فانی کر یہ معنے مراد نہیں ہے۔ کہ تیرا وجود تھا کوشش کر کہ وہ عدم ہو جائے۔ بلکہ مراد یہ ہے۔ کہ حق تعالےٰ کے وجود مطلق سے تعینات رفع ہو جائیں تا ظاہر ہو۔ کہ غیر حق کا موجود نہیں۔ نہ یہ کہ حق بندہ ہوا۔ یا بندہ خدا ہوا جس سے حلول اور اتحاد ممکن ہو +

وجود خلق و کثرت در وجود است — نہ ہر چہ آں مے نماید عین بود است

نمود خلق و کثرت ہے جو ظاہر — ہیں بے بود ہیں اس کے برابر

یعنی مخلوقات کا وجود نمود بے بود ہے۔ کیونکہ بہت سی چیزیں ہیں جو نمود رکھتی ہیں۔ اور فی حد ذاتہ وجود نہیں رکھتیں۔ اور حقیقت میں ممکنات انہیں کے جملہ سے ہیں + **تمثیل بے بود نمودوں کے بارہ میں:۔**

بنہ آئینۂ اندر برابر — درو بنگر ببیں آں شخص دیگر

رکھو آئینہ کو منہ کے برابر — دیکھو اس میں وہ شخص مکرر

یکے رہ باز بیں تا چیست آں عکس — نہ ایں است و نہ آں پس کیست آں عکس

تو پھر دیکھو کہ وہ عکس اب یہ کیا ہی — نہ یہ ہے اور نہ وہ پس کونسا ہے

یعنی شیشہ میں دیکھ کہ وہ شخص دوسرا دیکھا جاتا ہے۔ پھر فکر کر اور یہ دیکھ کہ وہ عکس جو شیشہ میں ہے۔ کیا ہے۔ کیونکہ یہاں اب بغیر شیشہ اور شخص مقابل کے دوسرا کوئی نہیں۔ اور یہ عکس دراصل نہ وہ شخص آئینہ کا مقابل ہے۔ اور آئینہ میں بھی نہیں۔ کیونکہ اگر شیشہ میں ہوتا۔ تو مقابلہ کے سوا دیکھا جاتا۔ پس شخص رائی اور شیشہ کے درمیان خیالی صورت اور مثالی ہے۔ جو حضرت حقؔ نے بندوں کے لئے اس کا اظہار کیا۔ تا نمود بے بود کے ہونے پر مثال ہو جائے۔ تا جسے فطری قابلیت ہو۔ چیزوں کی عدمیت پر باوجود ان کی نمود کے راہ پائے۔ اور حقیقت پر ان کے مطلع ہو جائے +

چو من ہستم بذات خود معیّن ندانم تا چہ باشد سایہ من

میں ہوں جب ذات اپنی سے ہی موجود کیا یہ سایہ میرا نہیں ہے بے بود

بواسطہ چمکنے روشنی کے میرے حجاب سے جو درمیان سایہ اور نور کے خطِ فاصل کی طرح ہوں۔ سایہ دیکھا جاتا ہے۔ کیونکہ حقیقت میں وہ سایہ نہ میں ہوں۔ اور نہ نور ہے۔ پس نمود بے بود ہوگی ۔

عدم با ہستی آخر چوں شود ضم نباشد نور و ظلمت ہر دو باہم

عدم ہستی کو کیسے ہو سکے ضم اندھیرا نور کب ملتے ہیں باہم

یعنی نیستی ہستی کے ساتھ اور نور اندھیرے کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ دو ضدوں اور مقابلوں کا آپس میں جمع ہونا بالکل عدم بلکہ محال ہے۔ اور ممکن اپنی ذاتی حد میں نہ ہست ہے۔ اور نہ نیست ہے۔ یعنی امکان ایک اعتبار ہے۔ جو خارج میں وجود نہیں رکھتا۔ تو ممکن در مقابلہ ہستی واجب الوجود کے نیست ہے۔ اور اپنی عدمی اصلیت پر باقی یعنی قائم ہے۔ ورنہ انقلاب حقیقتوں کا لازم آتا ہے۔ اور وجود ممکن کا بسبب وجود واجب کے اعتبار دوسرا ہے۔ اور ویسے ہی واجب بھی اپنے وجوب ذاتی پر باقی ہے۔ اور ممکن کی صورت میں اس کے ظہور کرنے سے اس کے ذاتی وجوب میں تغیر نہیں آتا اور واجب کی ذات میں ممکنات کے وجودات نمود بے بود ہے ۔

چو ماضی نیست مستقبل مہ و سال چہ باشد غیر ازاں یک نقطۂ حال

نہ ماضی ہے نہ مستقبل نہ ماہ سال تو پھر کیا ہے سوا اک نقطۂ حال

جاننا چاہیے۔ کہ زمانہ عرش اعظم کی حرکت کا مقدار ہے۔ اور جب حرکت اس کی دائمی ہے۔ تو ہر ایک حرکتی تعین جو اس میں فرض کیا جاتا ہے۔ البتہ یہ نسبت بعضے تعینات کے مسبوق یعنے پیچھے آنے والا ہوگا۔ اور بعضوں کی نسبت سابق یعنے پہلے ہوگا۔ اور بقا کی حالت میں اجتماع تعین کا محال ہے۔ اور زمانہ کی لمبائی جو اس حرکت عرشی سے دیکھی جاتی ہے۔ اور اس لمبائی کی ہر جگہ میں کوئی جز جو فرض کی جائے۔ البتہ بہ نسبت بعضے اجزاؤں کے مسبوق یعنے پیچھے ہوگی۔ اور وہ پہلی اجزائیں جو نیست ہو چکی ہیں۔ زمانہ ماضی یعنی گذشتہ کے ساتھ نام رکھتی ہیں۔ اور بعضے دوسری اجزاؤں کی نسبت جو ابھی وجود میں نہیں آئیں

وہ جز پہلے ہے۔ اور وہ اجزائیں مسبوقہ غیر موجودہ زمانہ مستقبل کے ساتھ مسمیٰ ہیں۔ اور وہ جز جو فرض کی گئی تھی۔ حال کے ساتھ مسمّٰے ہے۔ اور وہ حال ماضی کا نہائیت اور مستقبل کا ابتدا اور دونوں کے درمیان فاصل ہے۔ اور بہ نسبت حال کے یہ ہر دو ایک دوسرے میں مشترک ہیں۔ اور وہ حال زمانہ کی درازی میں دونوں طرف سے ایک خط غیر متناہی فرض کئے ہوئے کے ساتھ بہ نسبت نقطہ کے ہے۔ اسواسطے فرمایا کہ زمانہ کی درازی میں ماضی گذر چکا۔ اور عدم ہے۔ اور مستقبل ابھی آیا نہیں اور نیست ہے۔ اور مہینہ اور سال جو زمانہ پر مبنی ہیں۔ ویسے ہی معدوم ہیں۔ اور اگر گذشتہ و غیر موجودہ عدم ہیں۔ تو زمانہ کی درازی میں ایک نقطہ حال کے سوا جو تو نے دیکھا ہے۔ کوئی اور چیز دوسری نہیں ہے۔ اور تعینات کے تجدد سے یہ نقطہ حال کا ہی زمانہ کی لمبائی مثل خط لمبے غیر متناہی کے دیکھا گیا ہے۔

یکے نقطہ است وہمی گشتہ ساری ۔۔۔ تو اورا نام کردہ نہر جاری

ہوا وہمی اکیلا نقطہ ساری ۔۔۔ رکھا تو نام اس کا نہر جاری

ایک نقطہ حال کا وہمی ہے بہ نسبت تجدد کے جو اسکو فلکِ اعظم کی حرکت دائمی کے سبب حاصل ہوتا ہے صورت سریانی اس سے وہم وخیال میں آتی ہے مثل قطرہ بارانی کے جو نزول کے وقت میں رشتہ کی طرح دیکھا جاتا ہے۔ یا نقطہ گردش کرنے والا جو بواسطہ تیزی اس تجدد کے دائرہ کی طرح نظر میں آتا ہے۔ اور اس وہمی نقطہ کا نام پانی روان کی نہر کر دیا۔ جو ہمیشہ چلتی ہے۔ اور ابتدا اور انتہا نہیں رکھتی۔ اور حال یہ کہ ایک نقطہ وہمی کے سوا اس صورت میں زیادہ کچھ نہیں سلو ر نہر جاری نمود بے بود ہے

بجز من اندریں صحرا دگر کیست ۔۔۔ بگو با من کہ ایں صوت و صدا چیست

نہیں صحرا میں جب کوئی دوسرا کہ ۔۔۔ کہو کس کا یہ غوغا اور صدا ہے

صدا آواز کا عکس ہے جو صلب کے جسم سے آواز دینے والے کے مقابل ہوتا ہے یعنی تعین کے ساتھ متعین ہو کر خدا تعالےٰ کے سوا اس وجود کے صحرا میں دوسرا کون ہے اور جب سب کچھ حق ہے۔ سوا اس کے کچھ نہیں۔ تو یہ آواز اور صدا جو اس وجود کے جنگل میں دیکھی جاتی ہے۔ یعنی ممکنات کا وجود کیا ہے۔ پس جیسا کہ وہ آواز اور صدا وجود میں تحقیق نہیں رکھتی۔ اور بے بود نمائشوں سے ہیں۔ خلق کا وجود بھی اسی صدا کے مانند ہے جو قول کن کے نغمہ اور آوازہ سے جو اپنے کمال کے اظہار کے لئے حق تعالےٰ سے

ظاہر ہوا۔ اور اعیانِ ممکنہ سے جو عدم اضافی ہیں۔ اور صلبی جسم کی طرح مقابلہ میں واقع ہیں منعکس ہو کر دیکھا جاتا ہے۔ **نظم**

مطربِ عشق مے نواز دساز — عاشقے کو بشنود آواز +

(ترجمہ) عشق کا قوال سازوں کو بجا رہا ہے۔ کہاں وہ عاشق آواز سننے والا ہے +

رازِ او از جہاں بروں افتاد — خود صدا کے نگاہ وارد راز +

(ترجمہ) بھید اُس کا جہان سے باہر گیا۔ بھید کو خود صدا کیسے چھپا سکتی ہے +

جب اعراض سے ترکیب جواہر کی ایک بے بونیاد ستون سے ہے تو فرمایا کہ :-

عرض فانی است جوہر زو مرکب — بگو کے بود یا خود کو مرتب

عرض سے کرتے ہیں جوہر مرکب — کہو فانی سے کب ہو گا مرتب

متکلمین جو مادہ سے موجودگی جواہر مجردہ کے قائل نہیں ہیں۔ اُنکے نزدیک جواہر ایک جوہر فرد ہیں جس سے ترکیب پاتے ہیں۔ یعنے اجسام میں منحصر ہیں۔ اور ایک طائفہ ان سے اس قول پر ہیں کہ مجموع یعنی سارے جواہر اعراض مجتمعہ ہیں۔ اور ایک طائفہ اس پر ہیں۔ کہ ہر ایک جسم کی حقیقت میں اعراض داخل ہیں۔ اور جوہر وہ چیز ہے جو اپنی ذات سے قائم ہے۔ اور عرض وہ ہے جو قائم نہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ کہ العرض لا یبقی زمانین کے حکم پر یعنے عرض دو گھڑی تک باقی نہیں رہتا۔ عرض فانی ہے۔ اور ہر لحظہ نیست ہوتا ہے۔ پھر نو پیدا ہوتا ہے۔ اور بقول اس طائفہ کے کہ سارے جواہر کو اعراض مجتمعہ کہتے ہیں۔ یہ جواہر مرکب اعراض سے ہیں۔ یا عرض کو حقیقت میں جوہر کے داخل رکھتے ہیں۔ اور جس وقت کہ جوہر اپنی ذات سے قائم ہے۔ عرض سے مرکب ہونے کی حالت میں فانی اور عدم ہو گا پس کہو کہ جس چیز نے نابود سے ترکیب پائی وہ کب ہوئی۔ اور مرکب کہاں ہے +

ز طول و عرض و از عمق است اجسام — وجودے چوں پدید آید ز اعدام

ہیں طول اور عرض وہمی اعتبارات — وجود ان سے کہاں پائیں عمارات

یعنی اجسام جو وجود میں ہیں تحقیق میں آتا ہے۔ کہ لمبائی چوڑائی اور عمق سے پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ تینوں امر اعتباری وہمی عدمی ہیں۔ اور وجود ایک جسم ان تین عدموں سے پیدا ہو کر ظاہر ہوا۔ اور عدم ہرگز وجود نہیں ہو سکتا۔ کہ حقائق کا انقلاب محال ہے اور

عدم سے بھی وجود حاصل نہیں ہو سکتا +

از یں جنس است اصل جملہ عالم　　چو دانستی بیار ایمان فالزم

انہیں جنسوں سے ہی عالم کی بنیاد　　لیا جب جان ایماں کر تو آباد

یعنی عالم کی اصل اور وجود درحقیقت ان بے بود نمودوں کی جنس اور قبیل سے ہے۔ جو مذکور ہو چکی +

تمثیلات

جب تجھے معلوم ہوا کہ خلق کا وجود نمود بے بود ہے۔ تو حقیقی توحید پر ایمان لا۔ اور تصدیق کر کہ جو کچھ ہے حق ہے۔ اور غیر حق کا عدم ہے۔ اور اس ایمان کا ملازم ہو + **نظم**

گر دراں کوچہ باریابی تو　　تو ازاں کوچہ باز گردی کے

(ترجمہ) اگر اس گلی میں تجھے دخل ہو۔ تو پھر اس کوچہ سے تو کبھی نہ پلٹیگا +

نقش خود بر تراش و اورا باش　　تا شود جملہ جہاں یک شئے

(ترجمہ) اپنے نقش کو تراش کر اس کے لئے ہو۔ تب سارا جہان ایک چیز ہو جائے +

جب معلوم ہوا۔ کہ حق تعالےٰ کے سوا کوئی موجود نہیں۔ تو فرمایا کہ:۔

چو از حق نیست دیگر ہستی الحق　　ہو الحق گوئی گر خواہی انا الحق

نہیں حق کے سوا موجود مطلق　　ہو الحق اب کہو چاہے انا الحق

حاصل قصہ یہ کہ عارف اس حقیقت سے جس عبارت کے ساتھ تعبیر کرے۔ جب ہست کو جانتا ہے۔ تو راست اور سچا ہے +

نمود وہمی از ہستی جدا کن　　نہ بیگانہ خود را آشنا کن

نمود وہمی اب حق سے جدا کر　　یگانہ حق ہو تو ہے اب وفا کر

یعنی جب بواسطہ تعین کے یہ توہم غیریت اور دوری اور بیگانگی کا نمود وہمی ہے جو ہستی مطلق کا عارض ہوا ہے۔ اور یہ تعین جو حق تعالےٰ کی ہستی سے ہے۔ اس سے جدا کر۔ تا تجھے ظاہر ہو کہ تو آشنا ہے۔ بیگانہ نہیں ہے +

آٹھواں سوال مخلوق کے احوال میں

چرا مخلوق را گویند واصل　　سلوک و سیر او چوں گشت حاصل

بتا بندے کو کیوں کہتے ہیں واصل　　سلوک راہ اسے کیسے ہو حاصل

یعنی سالک کو باوجود مخلوق ہونے کے واصل یعنی ملا ہوا کیوں کہتے ہیں۔ اور سلوک کے حاصل ہونے کی کیا وجہ ہے جس سے مخلوق کو وصال میسر ہوا +

جواب

فرماتے ہیں

وصال حق ز خلقیت جدا ئیست　　ز خود بیگانہ گشتن آشنا ئیست

جدائی بود سے وصل خدا ہے　　خودی سے گم ہوا جو آشنا ہے

یعنی وصال دراصل اس امر سے عبارت ہے کہ تعین اور ہستی مجازی سے جو خلق کے ساتھ موہوم ہے۔ سالک کو جدائی ہو۔ اور حق تعالے کی آشنائی یہ ہے۔ کہ اپنی خودی سے بالکلیت بیگانہ ہو جائے + نظم

یار با ما است از ما کے جدا ست　　ما ئی ما پردۂ ادبار ما ست

ترجمہ۔ ہمارا یار ہمارے ساتھ ہے۔ کہاں جدا ہے۔ ہماری بدبختی کا پردہ ہماری خودی ہی ہے +

ہر کہ از ما و منی بیگانہ شد　　بے حجاب جاں بجاناں آشنا ست

ترجمہ۔ جو کوئی میں اور خودی سے بیگانہ ہوا۔ اپنے ذاتی حجاب کے سوا محبوب کا آشنا ہے

جب حقیقی ملاقات امکانی تعین کے رفع ہونے سے عبارت ہے۔ تو فرمایا:۔

چو ممکن گرد امکاں بر فشاند　　بجز واجب دگر چیزے نماند

اڑے ممکن سے جب یہ گرد امکاں　　ہو واجب کے سوا سب چیز پنہاں

یعنی ممکن جو حال میں ہستی واجب کے تعین عدمی کی قید کے ساتھ جو امکان کے گرد و غبار کی طرح ہے صفوٰ مطلق یعنے چہرہ مطلق پر بیٹھا ہے۔ جس وقت اس گرد و غبار کو جھاڑ کر محو کرے تو پھر واجب کے سوا کچھ نہ رہیگا۔ کیونکہ امکانی حرف ہی نمود بے بود تھی۔ جب نمود وہی چلی گئی

توجیساکہ تھا دیکھا گیا۔ نظم

قصۂ ما و او مگو با او۔ یا تو باشی دریں میاں یا او

(ترجمہ) اپنا اور اس کا قصہ اس کے ساتھ مت کہو۔ کیونکہ یا تو ہوگا درمیان یا وہ ہوگا ۔

رہنمائی من و تو در قرآں از قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ خواں

(ترجمہ) میں اور تو کا رہنما قرآن میں قل اللہ ثم ذرہم کو جان یعنے کہہ اللہ پھر چھوڑ ماسوا کو

وجودِ ہر دو عالم چوں خیال است کہ در وقتِ بقا عینِ زوال است

دو عالم کا وجود اب ہے خیالی عدم ہے جُز بقائے لایزالی

یعنی جب وجود واجب ہے جو عالم کی صورت پر تجلی ہے۔ اور غیر حق کا ہمیشہ عدم ہے پس جسے عالم کا وجود کہتے ہیں خیالی صورتوں کی مانند ہے۔ جو کوئی حقیقت نہیں رکھتا اور حق تعالےٰ کے ساتھ بقا پانے کی حالت میں موجود ہے۔ اور وجود یعنی ہستی مطلق سے انفراد کی حالت کے اعتبار سے بیشک زوال ہوگا اور عدم نظم

مشو جانا گرفتارِ خیالات کہ در وقت بقا عینِ زوال است

(ترجمہ) اے جان خیالی صورتوں میں مت پھنس۔ کیونکہ حق تعالےٰ کی بقا کی حالت میں انھیں عین زوال ہے ۔

فرمایا کہ:۔

نہ مخلوق است آنکو گشت واصل نگوید ایں سخن را مردِ کامل

وہ بندہ نہیں ہے جو ہوتا ہے واصل نہیں قائل ہے اُسکا مرد کامل

یعنی مخلوق کا لفظ تعین سے عبارت ہے۔ ورنہ وجود ہر ایک مرتبہ میں جو ہے واجب ہے۔ اور جہانتک شخصی تعین اُٹھایا نہ جائے۔ وصول حاصل نہیں۔ پس واصل مخلوق نہیں ہے۔ اور جب تک مخلوقیت کا اثر باقی ہوگا۔ واصل نہ ہوگا۔ اور مخلوق کے واصل ہونے کے سخن کو مرد عارف کامل ہرگز نہیں کہیگا۔ کیونکہ واصل خُدا کا خود خدا ہے

عدم کے راہ یابد اندریں باب چہ نسبت خاک را با ربِ ارباب

عدم کو اس یہاں پر دخل کیا ہے کہاں مٹی کو نسبت با خدا ہے

جب ممکنات کی صورتوں میں واجب کی ذات کے تجلے سے قطع نظر کی جائے۔ تو یہ عدم ہیں۔ تو وصول کے دروازہ تک کہاں رستہ پائینگے۔ اور جب تک ادراک کرنے والے اور

ادراک کئے گئے کے درمیان مناسبت درست نہ ہووے - ادراک میسر نہیں ہوتا - اور خاک کو باوجود کثافت اور اندھیرے کے خداوندوں کے خدا کے ساتھ جو لطیف محض اور نور مطلق ہے کیا نسبت ہے - تاکہ اسکی عارف و واصل ہو جائے ◆

فرمایا کہ

عادم چہ بود کہ باحق واصل آید وز و سیر و سلوکے حاصل آید

عدم کیا ہے جو ملجائے خدا کو سلوک اور سیر طاقت کیا فناء کو

یعنی عدم جو کہ نیستی محض ہے خدا کے ساتھ کیسے مل سکتی ہے - اور سیر و سلوک جو وجود و علم و حیات کے تابع ہے - اس سے کیسے حاصل ہو سکتا ہے ◆

اگر جانت شود زیں معنی آگاہ - بگوئی در زماں استغفر اللہ

تری جاں ہو گر اس مطلب سے آگاہ کہے جلدی یہاں استغفر اللہ

اگر نفس ناطقہ تیرا خدا کے غیر کو عدم ہونے کے سننے سے واقف ہو جائے - تو اعتقاد واصل ہونے مخلوق کے اسی ساعت بلا تردد کے تو بخشش کو طلب کرے - کیونکہ یہہ گمان بُرا ہے

تو معدوم و عدم پیوستہ ساکن بواجب کے رسد معدوم ممکن

عدم کی قید میں ممکن پڑا ہے بھلا واجب کو کیسے چل ملا ہے

یعنی تو باوجود ممکن ہونے کے اپنی ذات کو کیا دیکھتا ہے معدوم اور عدم ہمیشہ ساکن یعنی بے حرکت ہے - کیونکہ حرکت مطلقاً وجود کی تابع ہے - اور خدا کی طرف سیر و سلوک مراد معنوی سفر ہے - اور واجب کو پہنچنا جو اس کے ساتھ ملنا ہے معدوم سے کہاں حاصل ہوتا ہے - کیونکہ یہ ذات کو منافی ہے ◆

ندارد ہیچ جوہر بے عرض عین عرض چہ بود کہ لا یبقیٰ زمانین

نہیں ظاہر کوئی جوہر بلا عرض دو ساعت تک بقا رکھتا نہیں عرض

یعنی سارا عالم جواہر و اعراض ہیں - اور وہ جوہر جو وجود کا لباس پہنے ہوئے ہے بلا عرض کے عین یعنی خارج میں کچھ حقیقت نہیں رکھتا - کیونکہ اگر جواہر بسیط ہیں - تو عوارض اور تشخصات کے ساتھ متلبس نہیں ہو سکتے - اور عین میں ظہور نہیں پا سکتے - اور اگر جسم سے مرکبہ ہیں تو البتہ اعراض سے متحقق ہیں - اور وہ جوہر جس کا تحقق یعنی درستی عرض کے ساتھ ہے

بحکم لایبقی زمانین یعنے وہ دو ساعت تک بقا نہیں رکھتا کے عدم ہے۔ پس عرض بغیر عدم کے کیا ہوگا۔ اور وجود کا تحقق عدم کے ساتھ کیسے ہوسکیگا ✦

حکیمی کاندریں فن کرد تصنیف　　بطول و عرض و عمقش کرد تعریف

حکیم اس جسم میں کرتا ہے تصنیف　　ہے لمبا چوڑا موٹا اسکی تعریف

یعنی علم طبیعی کے فن میں وہ حکیم کہ طبیعہ اجسام سے بحث کرتا اور تصنیف کرتا ہے طبیعی جسم کی تعریف اس طرح پر کرتا ہے۔ کہ جسم ایک جوہر ہی جس کے قائمہ گوشوں میں قطع کے طریق پر تین جہتوں کی فرضیت پائی جاتی ہے۔ حالانکہ یہ جہتیں عدمی امور ہیں۔ اور عدموں کے وجود کی ترکیب کوئی ثبوت یا حقیقت یعنے اصلیت نہیں رکھتی ✦

ہیولی چیست جز معدوم مطلق　　کہ میگرد د بدو صورت محقق

ہیولیٰ ہے مگر معدوم مطلق۔　　ہے جس کے ساتھ صورت کا تحقق

جاننا چاہئے کہ جوہر کی تقسیم میں حکما کہتے ہیں کہ جوہر یا دوسرے جوہر کا محل ہی یا حال ہے۔ اگر محل ہے تو ہیولی ہے۔ اور اگر حال ہے۔ تو صورت ہے۔ اور اگر دونوں سے مرکب ہے تو جسم ہے۔ شیخ فرماتے ہیں کہ ہیولیٰ بلا صورت کے جدا جیسا کہ حکما کے قول سے ظاہر ہوا ہے۔ ہو نہیں سکتی۔ اور صورت ہیولیٰ کے ساتھ متحقق ہوتی بلکہ اس کا لازم ہے کیونکہ حال کی تحقیق محل کے ساتھ ہے۔ اور وہ چیز کہ عدم کے ساتھ متحقق یعنے ثابت ہو۔ اس کا حال کیا ہوگا پس یہاں سے قیاس کرنا چاہئے۔ کہ یہ جواہر جو جسموں کے اصل ٹھیرائے گئے۔ اُنکی اصلیت یہی ہے۔ جو تو نے سن لی۔ اور وہ اجسام جو ان سے مرکب ہیں کیسے اور کس طرح ہونگے ✦

چو صورت بے ہیولی در قدم نیست　　ہیولی نیز بے او جز عدم نیست

ہیولیٰ کے سوا صورت عدم ہے　　تو صورت سے جدا وہ بھی عدم ہی

جاننا چاہئے کہ عقلی دلیل کے ساتھ ثابت ہوا۔ کہ صورت و ہیولیٰ ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں پس بلاشک دونوں طرف سے لزوم ہوگا۔ اور صورت بھی ہیولیٰ کے سوا عدم ہوگی۔ اور قدم کا لفظ حکماء کے معتقد کی طرف اشارہ ہے۔ جو ہیولیٰ کو قدیم کہتے ہیں ✦

شدہ اجسامِ عالم زیں دو معدوم کہ جز معدوم ازیشاں نیست معلوم

دو معدوموں سے ہیں عالم کے اجسام کیا جانوں مگر ہیں سب یہ اعدام

یعنی حکماء کے نزدیک ہیولیٰ وصورت سے عالم مرکب ہے - اور یہ ایک دوسرے سے جداگانہ قدم میں معدوم ہیں پس سارا عالم ان دونوں معدوموں سے ہی موجود ہوا ہوگا - کیونکہ ہیولیٰ اور صورت سے معدومیت کے سوا کوئی اور چیز معلوم نہیں - کہ کیا چیز ہیں - اور حالانکہ معدوم سے کسی چیز کا موجود ہونا محال ہے -

ببیں ماہیتِ را بے کم وبیش نہ موجود و نہ معدوم است در خویش

دیکھو ہستی میں اپنے کیا ہے معلوم نہ خود موجود ہے وہ اور نہ معدوم

یعنی اپنی ماہیت واصلیت کو دیکھ کہ بلا کمی بیشی کے اپنی ذات کی حد میں نہ موجود ہے اور نہ معدوم ہے - کیونکہ اگر موجود تھا - تو معدوم نہ ہوتا - اور اگر اپنے نفس میں معدوم تھا - تو ممتنع یعنے عدمی ماہیتوں کی طرح موجود نہ ہوتا - کیونکہ حقیقتوں کا الٹنا محال ہے - پس معلوم ہوا - کہ ممکن ایک امر اعتباری ہے - کہ وجود اور عدم کے اور اک سے عقل اُس کو آپس میں ترکیب کرتی ہے - اور اصل میں وجود نہیں رکھتی اور وجود ہمیشہ واجب ہے اور عدم ہمیشہ ممتنع - یعنے وجود کے احکاموں سے خالی اور اجتماع دو ضدوں کا محال ہے +

نظر کن از حقیقت سوئے امکان کہ بے او ہستی آمد عین نقصان

حقیقت کی نظر سے دیکھ امکان سوا اس کے ہی ہستی عین نقصان

یعنی مجازاً نہ بلکہ حقیقت اور اعتبار کی آنکھ سے امکان اور ممکن کی طرف نظر کر کہ بلا سرپان وجود کے اس میں وہ عین نقصان ہے - کیونکہ عدم ہے - اور ہستی سے بڑھ کر زیادہ کوئی نقصان نہیں ہے +

وجود اندر کمالِ خویش ساری است تعینہا امورِ اعتباری است

ہے ذات اپنی کمالاتوں میں ساری تعین سب ہیں قیدیں اعتباری

یعنی وجودِ مطلق بواسطہ اپنی حب ذاتی کے اپنے کمال میں جو وحدت اور انبساط یعنے

اُس کے ذاتی مقتضیات میں ساری و تجلی ہے۔ اور تمامی موجودات ممکنہ ازل سے ابد تک اور اُن کے تعینات جو ظہور کے مراتب میں اعتباری قیدوں کے سبب اس حقیقت کے عارض ہوئے ہیں تمامی امور اعتباری اور نمود وہمی ہیں۔

امورِ اعتباری نیست موجود — عدد بسیار و یک چیز ست معدود

نہیں حدوں میں اپنے کوئی موجود — اکیلا ہے کئی عددوں سے معدود

یعنی تعینات فی نفس الامر موجود نہیں ہیں۔ صرف یہ اعتبار ہی معتبر ہے۔ جیسے اکیلے کی گنتی۔ کہ دو دفعہ گنو۔ تو دو ہے تین دفعہ شمار کرو تو تین ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اکیلے کے تکرار کے اعتبار سے اعداد بے نہایت ظاہر ہونگے۔ اور شمار کیا گیا ایک ہی ہوگا ❊

جہاں را نیست ہستی جز مجازی — سراسر کارِ او لہو ست و بازی

جہاں کی بُود ہے سب ہی مجازی — ہے سارا کام اُسکا کھیل بازی

اِس آیت کے معنے کیطرف اشارت ہے۔ کہ اِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ یعنے سوا اس کے نہیں کہ دُنیا کی زندگی کھیل ہے۔ اور بازی ہے ❊

تمثیل

مراتب میں ظہور کرنے وجودِ مطلق کے بیان میں اور عالم کے وجود کی بے اعتباری میں **نظم**

ایں عمرِ بے بقا کہ ندارد بکس وفا — ویں دولت دو روزۂ بے اعتبار ہیچ ❊

(ترجمہ) یہ زندگی بے بقا جو کسی کے ساتھ وفادار نہیں۔ اور یہ دو روزہ دولت بے اعتبار ہے اور کچھ نہیں ہے ❊

ایں تخت و تاج و سلطنت و جاہ و کوکبہ — ویں لشکر و خزانہ وایں دار و گیر ہا ہیچ ❊

(ترجمہ) یہ تخت اور تاج اور بادشاہی اور مرتبہ اور فوج۔ یہ لشکر اور خزانہ یہ پکڑنا اور جمع کرنا یعنے لین دین وغیرہ کے امورات کچھ نہیں ❊

ایں جستجوئے منصب و اسباب حرص جاہ — ویں کاروبارِ دُنیا وایں سعیِ کار ہیچ ❊

(ترجمہ) یہ منصب اور اسباب کی ڈھونڈ اور مرتبہ کی خواہش یہ کارخانہ دُنیا کا اور کوشش کاموں کی کچھ نہیں ہے۔ فرماتے ہیں

بخارے سر تفع گردد ز دریا — بامرِ حق فرو بارد بصحرا۔

بلند ہوتے ہیں دریا سے بخارات — گرے صحرا میں امرِ حق سے برسات

جاننا چاہئے کہ چاروں عناصر کے عالم کو کون و فساد کہتے ہیں - ایک صُورت کے بعد دوسری صُورت کی قبولیت سے مراد کون ہے - اور صُورت کی فروگذاشت سے مراد فساد - اور ہر ایک عناصر سے اپنی صورت کو چھوڑ کر دوسری صُورت ہوتا ہے - جیسا کہ ہم دیکھتے ہیں - کہ لوہار کے چولہے میں ہوا آگ ہو جاتی ہے - اور اکب کے عمل میں پتھر پانی ہوتا ہے - اور پانی سنگِ مرمر ہوتا ہے - اور مثل شبنم کے ہوا پانی ہوتی ہے - اور گرمی کی تاثیر سے پانی ہوا ہو جاتا ہے - اسواسطے فرماتے ہیں - کہ آفتاب کی حرارت کے باعث دریا سے بخار بلند ہوتا ہے - اور وہ بخار ہوائی اجزاؤں سے مرکب ہے - کہ بہایت لطافت سے امتیاز نہیں کیا جاتا - اِس واسطے محسوس ہوتا ہے - کہ وہ بخار پانی اور ہوا کے سوا کوئی اور چیز ہے - جب وہ بخار طبقہ زمہریری تک پہونچتا ہے - تو سردی کے کمال قوت سے برف اور اولوں کی صُورت میں باہر آتا ہے - اور اگر سردی کم ہو - تو وہ بخار مجتمع یعنے ابر کی صُورت ہو کر قطرہ قطرہ برسنے لگتا ہے - اس واسطے فرمایا - کہ خدا کے امر سے جنگل میں برستا ہے - یعنی وہ بخار خدائے تعالےٰ کے امر کے ساتھ طبقہ زمہریری میں برف اور باراں ہو کر جنگل میں نیچے برستا ہے ٭

شعاع آفتاب از چرخ چارم	بروافتد شود ترکیب باہم
شعاع سورج کی پڑتی ہے زمیں پر	مرکب خاک میں ہوتی ہے ملکر

یعنی چوتھے آسمان سے جو سورج کی جگہ ہے - سورج کی چمک اس مٹی میں ملے ہوئے سیٹہ پر پڑتی اور ترکیب پاتی ہے ٭

کند گرمی دگرہ عزمِ بالا -	درآویزد بدو آں آبِ دریا
حرارت پھر وہ دوڑے طرف بالا	ملا اس میں ابھی وہ آب دریا

یعنی آفتابی چمک کی حرارت اس پانی اور مٹی کے ساتھ ترکیب پاکر پھر دوسری دفعہ وہ گرمی کُرۂ آتشی تک بلند ہونے کی نیت کرتی ہے - جو اس کا مرکز ہے - اور جب ترکیب یافتہ ہے - تو بلاشک دریا کا پانی جو ابر اور سیٹہ اور ہوا تھا - اس گرمی کے ساتھ ملجاتا ہے -

فرماتے ہیں :-

چو با ایشاں شود آب و ہوا ضم	بروں آید نبات سبز و خرّم
ہوا اور پانی انہیں ملگئے جب	نبات سبز باہر آتی ہے تب

جب پانی اور ہوا گرمی کی مناسبت کے ساتھ اور خاک سردی کی مناسبت کے ساتھ ملجاتی ہیں۔ اور بباعث چھوٹے ہونے اور ملجانے اور شکستگی اور عاجزی کے ترکیبی صورت کو قبول کرکے نباتی صورت میں ظہور کرتی ہیں۔ کیونکہ گرمی اور ہوا بلندی کی طرف کھینچتی ہیں اور پانی اور مٹی نیچے کی طرف کو روک رکھتی ہیں۔ پس انگوری درمیان میں کھڑی ہوتی ہے۔

غذائے جانور گردد ز تبدیل — خورد انسان و یابد باز تحلیل

نبات اب جانور سے ہو مبتدل — تو حیواں ہوگیا انسان میں حل

جب عالم کے پیدائش سے پھر غرض معرفت کی ہے۔ اور وہ انسان کے وجود سے حاصل ہوتی ہے۔ پس موجودات سے جو کچھ کہ ہے۔ اس کوشش میں ہے کہ انسانی مرتبہ کو پہونچے۔ اور جب ترقی قدیم ہے۔ تو نبات بباعث اس بات کے کہ حیوانیت کے ساتھ مل جائے۔ حیوانات کی خوراک ہوتی ہے۔ پھر حیوان کو انسان کھاتا ہے۔ تو وہ حیوان انسان میں تحلیل پاتا ہے۔ اور حیوانیت سے انسانیت میں ترقی پاتا ہے۔

شود یک نطفہ گردد در اطوار — وزاں انساں شود پیدا دگر بار

وہ نطفہ بن کے دیکھے کتنے اطوار — بنے انسانکی صورت دوسری بار

یعنی جب حیوان انسان میں تحلیل پاکر انسان کی جز ہوا۔ اور مرد اور عورت کے ملنے سے نطفہ کی صورت پیدا کرتا ہے۔ اور جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے علقہ اور مضغہ کے طوروں میں پھرتا ہے۔ تب انسانی صورت دوسری دفعہ پیدا کرتا ہے

چو نورِ نفس گویا در تن آید — یکے جسمِ لطیفے روشن آید

کمالِ ناطقہ جب تن میں آئے — لطائف روشنائی کے بڑھائے

یعنی حیوانی روح کی برابری کے کمال سے پیچھے جو نفس ناطقہ کا نور ہے۔ انسانی تن میں چمکتا ہے۔ تو وہ صورت انسانی ایک جسم لطیف اور باریک علوم کے انواروں سے روشن ہوکر ظاہر آتا ہے۔

شود طفل و جوان و کہل و کم پیر — بداند عقل و رائے و علم و تدبیر

وہ لڑکا ہو جواں پھر کہل پھر پیر — کرے معلوم عقل و فکر و تدبیر

جب ماں سے پیدا ہوتا ہے۔ تو کچھ مدت لڑکا ہے۔ اور بھلے بُرے کی تمیز نہیں رکھتا۔ اِس کے بعد باتمیز ہوتا ہے۔ اور جب واقفیت کے سالوں تک پہونچتا ہے نوجوان ہوتا ہے۔ اور جب جوانی سے تجاوز کرتا ہے۔ تو ضعیف عمر میں پہونچتا اور بوڑھا ہوتا ہے اور عقل کے زمانہ سے آخر عمر تک علم و فکر اور عقل اور تدبیر میں سیکھتا ہے۔ اور کمالیت کی صفتوں کی قسمیں اس سے ظہور میں آتی ہیں ؞

رسد آنگہ اجل از حضرت پاک — رود پاکے بپاکے خاک با خاک

خدا کے حکم سے اب موت آئے — اصول اپنے کو سب اجزا چلائے

یعنی بارگاہِ اقدس سے ان مراتب کے پانے سے پیچھے موت آجاتی ہے۔ یعنی عمر ظاہری کی مدت تمام ہوتی ہے۔ پھر کَمَا بَدَاَکُمْ تَعُوْدُوْنَ کے حکم پر یعنے جیسا کہ تمہیں پیدا کیا گیا۔ پھر اعادہ کئے جاؤ گے۔ پاک پاکی کو مٹی مٹی کو جاتی ہے۔ یعنے پاک جو سورج قدسی اضافی ہے قطع تعلق کر کے اپنے مبداء و اصل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ اور عناصر ہر ایک اپنے مرکز تک جاتے ہیں۔ اور جب اس تمثیل سے غرض بیان کرنا وحدت کے ظہور اور کثرت کی صورت کا تھا۔ تو فرماتے ہیں:۔

ہمہ اجزائے عالم چوں نبات اند — کہ یک قطرہ ز دریائے حیات اند

نبات اجزائے عالم کو ہی ڈھونڈ — حیاتِ حق کے دریا سے ہیں اک بوند

یعنی جیسا کہ وہ نبات بارانی قطرہ سے حاصل ہوتی تھی۔ سارے جہان اصل میں وحدتِ حقیقی کے دریا سے ایک قطرہ ہیں۔ اور ایک قطرہ اسواسطے فرماتے ہیں کہ تمامی موجودات ایک تجلی شہودی کے ساتھ جو عینی موجودات کی صورتوں میں ظہور کرنے حق تعالےٰ سے عبارت ہے حاصل ہوئے ہیں۔ ورنہ موجودات کی اجزاؤں میں سے ہر ایک جزو توحید کے دریا سے ایک ایک قطرہ ہے ؞

زماں چوں بگذرد بر وے شود باز — ہمہ انجام ایشاں ہمچو آغاز

بقا کی آن اُن پر جب ہوئی تمم — زوال اُنکا ہے پھر آغاز عالم

یعنی عالم کے اجزاؤں پر جب ساعت ظہور کی گذر جاتی ہے۔ تو پھر جیسا کہ نیستی سے ہستی میں آئیں پھر ہستی سے نیستی میں جاتی ہیں۔ اور عالم کے اجزاؤں کا معاد مبداء

کی مانند ہوتا ہے +

رود ہر یک از ایشاں سوئے مرکز ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ که نگذارد طبیعت خوئے مرکز

اصول اپنے کو جاتی ہیں سب اجزا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ طبائع کیسے چھوڑیں خوئے مبداء

مرکز سے مراد مبداء ہے جو سب کا اصلی محل ہے۔ ہر ایک عالم کے اجزاؤں میں سے ظہور کی مدت گذرنے کے بعد اپنے اصلی مبداء کی طرف جاتے ہیں۔ کیونکہ طبیعت اپنے مرکز کی خو کو نہیں چھوڑتی۔ اور عالم کے تعینات کا مرکز عدم ہے۔ البتہ اپنے اصلی مبداء کی طرف رجوع کرنا چاہتے ہیں +

چو دریائے ست وحدت لیک پُرخوں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کزو خیزد ہزاراں موج مجنوں

چلا وحدت کا دریا لیک پُرخوں ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہزاروں بہتی اسمیں موج مجنوں

خُون سے بھرے ہوئے ہونا فنائے موجودات کی جلدی کے اعتبار سے جیسا کہ ہمیشہ بہ نسبت سارے عالم کے فنا کی تیزی باعتبار نفی کرتے اور نو پیدا کرنے تعینات کے واقع ہے۔ اور یہ نسبت موالید کے زوال اور انتقال کے اعتبار پر دیکھی جاتی ہے۔ اور موج مجنون یعنے دیوانوں کی موج جو آتی اور نیچے بیٹھتی ہے یہ تشبیہ نہائیت تک مناسب ہے۔ کہ دیوانے کی مانند قرار و ثابتی نہیں رکھتی +

نگر تا قطرہ باران ز دریا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ چگونہ یافت چندیں شکل و اسماء

ندی سے بوند بارانی ہے اب دیکھ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کئی شکلوں سے گردانی ہے وہ دیکھ

بخار و ابر و باران و نم و گِل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نبات و جانور انسان کامل

بخار و ابر و بادل پھر نَم و گِل ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ نبات و جانور انسان کامل

یعنے پہلے جب دریا سے ظاہر ہوا۔ تو بخار کہتے ہیں۔ جب طبقہ زمہریر میں پہونچکر جمع ہوا تو ابر نام رکھتے ہیں۔ جب قطرہ قطرہ ہوا۔ تو باران یعنی مینہ بولتے ہیں۔ جب زمین میں پہونچا۔ تو تری ہوا۔ جب خاک میں ملا۔ تو کیچڑ نام رکھتے ہیں۔ جب ترکیبی صورت پاکر زمین سے باہر آیا۔ تو نبات سے نامزد ہوا۔ جب جانور کی خوراک بنا۔ تو حیوان سے ہستے ہوا۔ جب انسان کے کھانے میں آیا۔ تو نطفہ ہوا۔ پھر علقہ۔ پھر مضغہ ہوا۔ اور رحم میں

انسانی صورت پیدا کر کے متولد ہوا- اور انسان کامل حقیقت والا ہوا- فرمایا:-

ہمہ یک قطرہ بود آخر در اوّل | کز و شد ایں ہمہ اشیا ممثّل
اکیلی بوند تھے پہلے وہ سارے | سبھی چیزوں کی شکلیں بن سنوارے

یعنی یہ سارا مذکور جو بخار سے انسان تک ہوا ہے نظر کر- کہ پہلے حال میں ایک قطرہِ پانی کا تھا جو ایک صورت سے دوسری صورت میں آیا- اور یہ چیزیں شکل اور صورت پکڑتی گئیں ❖

جہاں از عقل و نفس و چرخ و اجرام | چو آں یک قطرہ داں ز آغاز و انجام
جہاں بھی عقل و نفس اور چرخ و اجرام | مثال بوند ہیں مبدا سے انجام

یعنی سارے جہان عقل کُل اور نفس اور افلاک اور ستاروں اور بسائط اور مرکبات سے تمثیل میں اس قطرہ کی مانند جان جو مذکور ہو چکا یعنی وحدت حقیقی کے دریا سے عقل نے جو ایک قطرہ کی مثل ہے- ظہور پایا- اور تعینات عالم کے مراتب میں سیر کیا ہے ❖

اجل چوں در رسد در چرخ انجم | شود ہست ہمہ در نیستی گُم ❖
اجل پہونچے سفر تاروں کا ہو تم | عدم میں گم ہووے سب بو د عالم

یعنی جب انکی ہستی کی مدت گذر جاتی ہے- تو مجازی ہستیاں عالم کی جو نمود بے بود ہیں نیستی میں گُم ہو جاتی ہیں- اور اپنی اصلی عدمیت میں رجوع کرتی ہیں- اور حق کے سوا کوئی نہیں رہتا ❖

چو موجے بر زند گردد جہاں طمس | یقیں گردد کأن لّم تغن بالامس
تمھاری موج میں عالم نہاں ہے | کأن لّم تغن بالامس اب عیاں ہے

جب وحدت حقیقی کا دریا اسم القاہر کے تجلّے کے ساتھ ظاہر ہوا- تو جہان نابود ہو جاتا ہے اور یقین سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے دُنیا کی حیاتی کی تمثیل میں جو کچھ فرمایا ہے جیسا کہ کأن لّم تغن بالامس یعنے تجھے معلوم ہوگا کہ کل نیست تھا- یہ بیان واقع کا ہے ❖

خیال از پیش بر خیزد بیکبار | نماند غیر حق در دار دیّار
خیال اور وہم اُٹھ جاوینگے یکبار | خدا کے ماسوا ہوگا نہ دیّار

یعنی حق تعالٰے کے ذاتی تجلے سے جو مظاہر کی فنا کو تقاضا کرنے والا ہے ممکنات کی ہستی جو اصل میں خیال اور نمود بے بود تھیں بالکل محو اور اُڑ جائیں گی - اور حقیقی وجود اپنی اطلاق کی صرافت پر ظہور کریگا ✦

ترا قربے شود آں لحظہ حاصل شوی تو بے توئی با دوست واصل

تجھے قُرب اُس گھڑی میں ہوگا حاصل بلا توئی کے تو ہوا اسکا واصل

یعنی جب تعین وہمی جو غیریت کا موہوم تھا - بالکل اُٹھکھڑا ہو - تو تجھے خاص حقیقی قُرب حاصل ہوگا - اور معلوم کرے گا کہ دُوری جو دیکھی جاتی تھی بسبب اس وہمی تعین کے ہی تھی - اور بلا خودی کے دُوست کے ساتھ تو ملجائیگا - کیونکہ یہ خودی جو دوئی کا موہوم تھا نہ رہیگی ✦

وصال اینجا بگہ رفع خیال ست خیال از پیش برخیزد وصال ست

خیالوں کا اُٹھانا یہاں وصل ہے وصل میں کب توہم کا خلل ہے

یعنی اہلِ توحید کے آگے وصال خدائیتعالٰے کا اس بات کی عبارت ہے - کہ تعین جو خیال و نمود بے بود ہے - فانی ہو جائے - اور جب تعین یعنی خیال اور وہم محو ہوا - تو پھر وصال ہے ✦

مگو ممکن ز حدِ خویش بگذشت نہ او واجب شد و نہ واجب او گشت

گذر حد اپنی سے ممکن کو مت جان وجوب اللہ کو ہے بندے کو مکان

اس وہم کو دفع کرنے کے لئے اشارت ہے کہ جب ممکن تجلے واجب کے ساتھ موجود ہے - تو عدم کس طرح ہوگا - فرماتے ہیں کہ اس جہت سے کہ ممکن بسبب واجب الوجود کے ظہور کرنے کے اُس کی صُورت میں غیر کے ساتھ وجوبیت رکھتا ہے مت کہو - کہ اپنی حد عدمیت سے گذر گیا - کیونکہ جیسے واجب الوجود کا وجوب اپنی ذاتیت سے ہے ممکن کا امکان بھی جو اعتباری اور عدمی ہے - اس کے لزوم ذاتی سے ہے - اور ہرگز واجب نہیں ہوتا - ہمیشہ اپنی عدمیت پر ہے ✦

ہر آنکو در معانی گشت فائق نگوید کیں بود قلب حقائق

معانی میں ہوا جو شخص فائق محال اسکو ہے یہ کروٹ حقائق

یعنی جو شخص تقلید اور وہم سے گذرا - اور معانی اور حقائق میں حقیقت کے دانا گواہ

فائق ہوا۔ چاہیے کہ یہ سخن نہ کہے۔ کہ ممکن واجب یا واجب ممکن ہوتا ہے ۔کہ حقیقتوں کا پلٹنا محال ہے۔

ہزاراں نشأ داری خواجہ درپیش　　　　بروآمد شدِ خود را بیندیش

تجھے درپیش ہیں خواجہ کئی کام　　　　معاد اور مبدا اپنے کو تو لے تھام

مراد کثرت سے ہے نہ حصر سے یعنے اے انسان بہت سے ظہورات و نشأتیں تجھے درپیش ہیں۔ کیا ظاہری کیا باطنی اور ان دوروں مبدائی و معادی و معنوی کے ہر ایک میں اپنے مبدا کے ظہور کا فکر کرنا اور یاد کرنا کیا کر جو آمد تیری کی اشارت اس کی طرف ہے۔ اور ظہور معادی تیرا جس پر جانے کی تنبیہ ہے فکر کر۔ اور اپنے سے غافل مت ہو۔ کیونکہ تجھے بہت سے کام درپیش ہیں۔ اور بجے اکیلا ہی معاشی دنیاوی ظہور نہیں ہے۔ جسے تو اب رکھتا ہے۔ کیونکہ جیسے دنیا کی آبادی اس ظہور کے ساتھ ہے۔ عاقبت کی عمارت بھی اسی کیساتھ

ز بحثِ جزو و کل نشأت انساں　　　　بگویم یک بیک پیدا و پنہاں

سوال جزو کل میں شان انسان　　　　کہینگے ہم سبھی ظاہر و پنہاں

یعنی بحث میں سوال جزو و کل کے جو اور دو سوالوں کے بعد آئیگا۔ یعنی ۵
چہ جزو است آنکہ او از کل فزون است (ترجمہ) کونسی جز ہے جو کُل سے زیادہ ہی)
انسان کے ظہورات کو ایک ایک ہم بیان کریں گے۔ پیدا و پنہاں یعنی ظاہری اور باطنی ظاہر کرینگے۔

نانواں سوال پہلے سوال اور جواب کے طبقہ پر

سوالِ ممکن و واجب بہم چیست　　　　حدیث قرب و بعد بیش و کم چیست

خدا بندے کا جوڑ آپس میں کیا ہے　　　　کمی بیشی جو قرب اندر ہی کیا ہے

یعنی بیان کر کہ ممکن کا واجب کے ساتھ ملجانا کونسی کیفیت کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور فلاں خدا کو نزدیک اور فلاں دور اور قرب کا فیض بیانپر ایک کو کم ایک کو زیادہ کیا معنے ہی۔ اور یہ فرق کہاں سے ہے۔

جواب

جب بیان وصال کا کر چکے تھے۔ اب تفصیلاً دوسرے جواب کیطرف متوجہ ہوئے

زمن بشنو حدیث بے کم و بیش	ز نزدیکی تو دُور افتادی از خویش
میرے سے لیجئے سُن بات پُوری	ہے قُرب حق تجھے اپنے سے دُوری

جب موجودات کے سب ذرات کی نمود حق تعالےٰ کی ہستی کے ساتھ ہے - اور کوئی چیز اس کے فیضِ عام سے بے بہرہ نہیں ہے - تو فرماتے ہیں کہ میرے سے واقعی بات بلا نقصان اور زیادتی کے جیسی کہ ہے سُن - کہ یہ تیرا اپنے آپ سے دور پڑے رہنا باعث بہت نزدیکی کے ہے - تو نہیں جانتا - کہ حق تعالےٰ نے تیرے نفس میں ظہور کیا ہے - اور یہ ہستی تیری حق تعالےٰ کے ساتھ جیسا کہ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِیْدِ (ترجمہ) (اور ہم شاہ رگ سے بھی زیادہ اس سے نزدیک ہیں) **نظم**

میانِ آبِ حیاتی و آب میجوئی	فراز گنجی و از فاقہ در تنگ و پوئی

(ترجمہ) تو باوجود آبِ حیات کے اندر ہونے کے پھر پانی کو ڈھونڈتا ہے خزانے کے پاس ہے اور پھر فاقہ سے ڈرتا ہے ؛

تو کوئے دوست میجوئی و نمیدانی	کہ گر نظر بحقیقت کنی تو آں کوئی ؛

(ترجمہ) تو دوست کی گلی ڈھونڈتا پھرتا ہے - اور نہیں جانتا - کہ اگر حقیقت پر نظر ڈالے تو وہ کوچہ تو ہی ہے ؛

جب تجلی حقانی ہر ایک چیز کی صورت پر اس چیز کی قابلیت کے انداز پر ہو سکتا ہے تو فرماتے ہیں :-

چو ہستی را ظہورے در عدم شد	از آنجا قُرب و بعد بیش و کم شد
کیا ہستی ظہور اندر عدم ہے -	وہیں پھر قرب و دوری بیش و کم ہے

یعنی جب ہستی مطلق کا ظہور عدم میں یعنے اعیان ممکنہ ثابتہ میں ہوا - اور ان اعیانوں کی استعدادیں مختلف ہیں - تو ضرور ان قابلیتوں کی تفاوت سے نزدیکی اور دوری زیادہ اور کم ظاہر دیکھی گئی ؛ **نظم**

ہر چہ ہست از قامتِ ناساز بے اندام ماست	ورنہ تشریف تو بر بالا کس کوتاہ نیست

(ترجمہ) جو نقصان ہے ہمارے قد ناموافق نا تمام سے ہے - ورنہ تیری تشریف کسی پر کم نہیں

قریب آنست کورا رشِّ نور است	بعید آں نیستی کز ہست دور است
ظہور نور سے ہے ایک نزدیک	عدم میں رہ گیا اک دور و تاریک

یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی خَلَقَ الْخَلْقَ فِیْ ظُلْمَتِہٖ ثُمَّ رَشَّ عَلَیْھِمْ مِنْ نُّوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ ذٰلِکَ النُّوْرُ اھْتَدٰی وَمَنْ خَطَاہُ ضَلَّ وَغَوٰی (ترجمہ) تحقیق اللہ تعالےٰ نے خلقت کو اندھیرے میں پیدا کیا پھر مینہ برسایا انپر اپنے نور سے پس جو کوئی پہونچا اس نور کو ہدایت پاگیا۔ اور جو کوئی بھول گیا اس کو گمراہ اور سرکش ہوا)

اندھیرا اعیان ثابتہ سے عبارت ہے۔ کیونکہ عدم اضافی ہیں۔ اور فیض اور تجلے اقدس کے ساتھ علم میں حق تعالےٰ کے ظہور یافتہ ہیں۔ اور خلق سے مراد یہاں پر تقدیر ہے۔ (تقدیر معنی اندازہ) یعنے پیدا کرنے سے تقدیر پہلے ہے۔ اور نور کی رش اشارہ ظہور سے نور وجود کے ان کی صورتوں میں ہے۔ جو تجلی شہودی سے موسوم ہے۔ فمن اصابہ ان اعیانوں کی طرف اشارہ ہے جنہوں نے وجود خارجی پایا۔ اور علم سے عین میں آئے اور آئینگے۔ ومن اخطاہ ان اعیانوں کی طرف اشارہ ہے جو حکمت الہی کے تقاضا سے علم سے عین میں نہیں آتے۔

جاننا چاہئے۔ کہ قرب دو قسموں پر ہے۔ ایک ایجادی یعنے پیدا کرنا۔ اور ثمّ رش اسی قرب کے ساتھ اشارہ ہے۔ اسی واسطے فرمایا۔ کہ جو کوئی نور سے رش یافتہ ہے نزدیک ہے۔ اور بعید مقابلہ میں اس کے وہ ہے جو نور کے وجود سے دور ہے **نظم**

ہر کس بیار دست در آغوش وبیخبر	جویدہ خبر زیار کہ آں یار ما کجاست

(ترجمہ) ہر ایک کے ہاتھ یار کی بغل میں اور بے خبر۔ یار کا پتہ ڈھونڈتا ہے۔ کہ وہ یار کہاں ہے * **نظم**

با تو است آں یار دائم از تو یکدم دور نیست	گرچہ تو مہجوری از وے او ز تو مہجور نیست

(ترجمہ) وہ یار ہمیشہ تیرے ساتھ ہے اور ایک دم بھی تجھ سے دور نہیں ہے۔ اگرچہ تجھے اس سے جدائی ہے۔ وہ تیرے سے جدا نہیں ہے *

دوسرا قرب شہودی ہے۔ جس کے ساتھ اشارہ فرماتے ہیں۔ کہ :۔

اگر نورے ز خود در تو رساند	ترا از ہستی خود وا رہاند
تجھے گر نور حق سے ہو رسائی	تیری ہستی سے اپنی ہو رہائی

جاننا چاہیئے کہ اعیان علمیہ کی ذاتوں کو خارجی وجود سے پہلے الست بربکم قالوا بلیٰ کے حکم پر (یعنی میں کیا تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ بولے کہ ہاں) اور اک بسیط

حاصل تھا۔ جو بے اختیاری عبارتوں اور عامہ رحمت ایجادی رحمانی کا مقتضی اور قُرب ایجادی کا مُستلزم ہے۔ اور وہ ادراک اس ادراک سے علیحدہ ہے جو خارجی وجود کے مرتبہ میں تکلیف کا محل ہے۔ اور جب وہ ادراک بسیط ذات سے جدا اور فکر کا محتاج نہیں ہے۔ اور پیدا کرنے کی حکمت اور تفکر کے ساتھ امر کرنے اور ظہوری عبارتوں کا سبب وہی ادراک ہے۔ اور اس ادراک کی غلطیوں اور اندھیروں کا محل وہ ادراک ہے۔ جو اختیاری عبارتوں اور سلوک الی اللہ اور خاصہ رحمت رحیمی اور قرب شہودی کا مستلزم یعنی یہ امور اسے لازم ہیں۔ اور اس قرب کا حصول ہدایت الٰہی کے نُور کے سوا میسر نہیں ہے۔ اس واسطے فرمایا۔ کہ اگر حضرت ربّ العزت پہلے حسن ازلی کی بنا پر اپنے نور خاصہ سے جو انبیا ؤ اولیاء علیہم السّلام کے لئے مخصوص ہے تجھے پہونچائے تو بیشک تجلی ذاتی کے انواروں کی چمک کہ سے جو مظاہر کی فنا کا موجب ہے تجھ کو اپنی ہستی مجازی سے خلاصی دیگا۔ اور حقیقی قُرب سے مقرب کرے گا۔

چہ حاصل مرترا زیں بود و نابود ۔۔۔ کزو گاہیست خوف و گہ رجا بود

میاں ہستی سے حاصل تجھ کو کیا ہے ۔۔۔ کبھی خوف اور کبھی حسن رجا ہے

یعنی اپنے امکانی وجود میں جسے بود و نابود یعنی وجود اور عدم سے عقل نے ترکیب کیا ہی تو نے کیوں پنجہ مارا ہے۔ اور اپنے آپ کو خدائیتعالے کی راہ میں سپرد نہیں کرتا۔ تاکہ اُس خاصہ نور الٰہی کے ساتھ فیضیاب ہو کر خودی اپنی سے چھوٹ کر آرام کر کے بیٹھے کیونکہ جہانتک امکانی وجود تیرا باقی ہوگا۔ گو ظہور میں برزخ مثالی کے ہو۔ کبھی خوف اور نابودگی میں کبھی امید میں رہنا ہوگا۔ نظم

در عشق مجوی ما و من را ۔۔۔ صد بار بگفتم ایں سخن را

(ترجمہ) عشق میں بود اور خودی کو مت ڈھونڈ۔ میں نے یہ سو دفعہ سخن کہدیا ہے

اے ابجد عشق او نخوانده ۔۔۔ در وصل و فراق خویش مانده

(ترجمہ) میاں اس کے عشق کا حساب تو نے نہیں سیکھا اپنے ہی وصال اور فراق میں پڑا ہے

نہ عشق و نہ شک و نہ یقین است ۔۔۔ نہ خوف و رجا نہ کفر و دین است

(ترجمہ) نہ عشق کا نام نہ گمان نہ یقین ہے نہ خوف و امید ہے نہ کفر اور دین ہے۔

آں سرور دیں چو رفت ایں راہ ۔۔۔ بنگر کہ چہ گفت لی مع اللہ +

(ترجمہ) او دین کے سرور محمد صلے اللہ علیہ وسلم جب اس رستہ پر گذرے تو دیکھ کہ کیا فرمایا یعنی لی مع اللہ

(جس میں کسی چیز کو گنجائی نہیں ہے)

جب عارف کا یہ مرتبہ ہے کہ وہم سے وصول اور محرومی کے جنہیں خوف اور امید لازم ہیں خلاصی پا جاتا ہے۔ تو فرمایا کہ:۔

نترسد زو کسے کو را شناسد کہ طفل از سایۂ خود مے ہراسد

پہچانا جس نے حق کو وہ نڈر ہے عجب کیا طفل کو سایہ ہی ڈر ہے

یعنی جو شخص خدا کی پہچان والا اور عارف ہے حق تعالےٰ سے نہیں ڈرتا۔ کیونکہ اپنے وجود سے فانی ہوا ہے۔ اور مطلقاً خوف وجود پر ہی مترتب ہے۔ اور فانی کو خوف نہیں ہے۔ ساری صورتیں حسی اور مثالی کو ذات حقیقی کے نشانوں کے سائے اور ظل ہی جانتا ہے۔ وہ لوگ طفل ہیں جو اپنے سایہ سے ہراس میں ہیں۔ عاقل تمیز والے کو کہاں ڈر ہے۔ فساد

خلق اطفال اند جز مست خدا نیست بالغ جز رہیدہ از ہوا +

(ترجمہ) سب مخلوق لڑکے ہیں مگر خدا کے دیدار پر جو مست ہے۔ ہوا سے بیگانے کے سوا کوئی بالغ نہیں ہے + فرمایا کہ

نماند خوف گر گردی روانہ نخواہد اسپ تازی تازیانہ

کہاں ڈر ہے اگر ہے تو روانہ نہ تازی کے لئے ہی تازیانہ

یعنی سالک جسے طلب کا درد دامنگیر ہے۔ عارف کا کیا نام اس سالک کو بھی خوف نہیں ہے۔ اور جب محبوب کے ملنے کا طالب ہے۔ تو جو چیز وصول سے روکنے والی ہے۔ دل سے باہر نکال رہا ہے۔ اور غضب الٰہی کا ڈر اور عذاب دوزخ کا خوف انسانی نفسوں کے لئے کوڑا ہے جو کھانے اور سونے کی خواہش انپر غالب ہے۔ اور عبادت میں تقصیر کرتے ہیں۔ اور بواسطہ اس خوف کوڑا کے خدا تعالےٰ کی طرف چلنے کو سخت اور تیز ہوں۔ اور جلدی منزل کمال کو پہونچیں۔ اور عاشق صادق جو عربی گھوڑے کی مانند دوڑنے والا ہے۔ کوڑے کی حاجت نہیں رکھتا + نظم

عاشق آں باشد کہ چوں آتش بود گرم رو سوزندہ و سرکش بود

(ترجمہ) عاشق وہ شخص ہے جو آگ کی مانند ہو۔ گرم چلنے والا ساڑنے والا اور سرکش ہو +

لحظۂ نہ کافری داند نہ دیں ذرہ نہ شک شناسد نہ یقیں

(ترجمہ) ایک ساعت بھی کفر اور دین کو نہ جانے۔ گمان اور یقین کا ایک ذرہ بھی نہ پہچانے +

عشقِ جاناں ہر کجا منزل گرفت جانِ آنکس را ز ہستی دل گرفت

(ترجمہ) محبوب کے عشق نے جہاں منزل کی۔ اُس کی جان کا دل ہستی سے لے لیا۔ فرمایا کہ:-

ترا از آتشِ دوزخ چہ باک است کہ از ہستی تن و جانِ تو پاک است

میاں تو آگ دوزخ سے ہے بیباک تن و جاں تیری ہی جب بود سے پاک

یعنی مجازی ہستی سے جب تو فانی اور پاک ہوا۔ اور بُرے کاموں اور قبیح خصلتوں سے تیرا نفس صاف ہے۔ اور نفسانی خواہشوں سے جو مثالی برزخ میں آگ اور سانپ اور بچھو کی صورتوں میں متجسد ہوتی ہیں۔ تو نے عبور کیا ہے۔ اوروں کا دوزخ تیرے لئے عین بہشت ہے۔ کیونکہ تیرے قول اور فعل حوروں غلمانوں اور بہشتی محلوں اور نہروں اور درختوں اور انواروں سے وجود پکڑتے ہیں۔ فرمایا کہ:-

ز آتش زرِ خالص بر فروزد چو غشے نیست اندر وے چہ سوزد

زرِ خالص کو آتش کیا ڈر ہے نہیں کھوٹ اسمیں تب پھر کیا جلا ہے

یعنی جب سالک طبیعی اور شہوانی اور نفسانی مقتضیات سے گذرا۔ اور پاک ہوا تو زرِ خالص کی مانند اُسے آگ سے ڈر نہیں ہے۔ اور بُری خصلتیں زر کے کھوٹ کی مانند ہیں جنہیں آگ میں جلاتا ہے +

ترا غیر از تو چیزے نیست در پیش ولیکن از وجودِ خود بیندیش

سوا تیرے تجھے کیا ہوگا در پیش خودی سے ڈر گذر جا بود خویش

یعنی بغیر اپنی خودی کے تجھے کوئی چیز در پیش نہیں ہے۔ جو تیرے عذاب اور کراہت کا باعث ہو۔ اور جو کوئی اپنی خودی سے چھوٹ گیا۔ پھر ہرگز مکروہات کو نہیں دیکھیگا۔ اور مت جانو کہ خودی سے گذر جانا آسانی کا کام ہے۔ البتہ وجود اور نیستی مجازی اپنی کا اندیشہ اور فکر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اُتر جانا اس تعین کا اور رجوع کر آنا اپنی اصلی نیستی کا بہت سے مقدمات پر موقوف ہے۔ یعنی ازلی استعداد اور

مجاہدہ اور رہبری مرشد کامل اور محنت ریاضت شاقہ کی

اگر در خویشتن گردی گرفتار — حجاب تو شود عالم بیکبار

پھنسا ہی جب خودی میں ابن آدم — حجاب اسکا ہوئے اب سارے عالم

یعنی جب حقیقت انسانی سارے جہانوں سے منتخب نتیجہ ہے۔ پھر جس وقت یہ خودی میں گرفتار رہے۔ تو اصل میں سارے عالم کے حجابوں میں گرفتار ہے نظم

گفتم چہ دورم از تو چیا مارا گناہ نیست — گفتا کہ ہست ہستی تو بد ترین گناہ نیست

(ترجمہ) میں نے کہا کہ میں تیرے سے کیوں دور ہوں جب میرا کوئی گناہ نہیں۔ کہا کہ ہستی تیری سب گناہوں سے بُری ہے * فرماتے ہیں:۔

توئی در دور ہستی جزو اسفل — توئی با نقطۂ وحدت مقابل

تو ہے دورہ میں ہستی کی جب اسفل — نزولی سے ہی وحدت کے مقابل

جب مرتبہ انسانی نزولی کمان کا آخری نقطہ اور عروجی کمان کا شروع ہے۔ تو بیشک نیچے کی جزو وحدت کے نقطہ سے مقابلہ میں ہو گی *

تعینہائے عالم بر تو طاری است — ازاں گوئی چو شیطاں ہمچو من کیست

ہیں سارے جب جہاں تجھ میں ہی ظاہر — کہا مانند شیطاں میں ہوں بہتر

یعنی حق تعالےٰ کے سارے اسموں اور صفتوں کی خصوصیتیں جو عالم کے تعینات کا سبب بنی ہیں تیرے پر غالب اور تجھ میں ظہور یافتہ ہیں۔ بلکہ در اصل مطلق جہان حقیقت انسانی کے ہی وجودات ہیں۔ اور بباعث اس کے کہ ذاتی اور صفاتی کمال کے ساتھ حق تعالےٰ نے صورت میں تیرے تجلے کی۔ اور سارے عالم بہ نسبت تیری حقیقت کے مثل اجزاؤں کے ہیں۔ اور تو کُل ہے اور تو مجموعہ جہان کا پھر آپ کو دیکھتا ہے۔ تو خود ہی سارے عالم کی تجھ میں جمع ہو چکی ہے۔ تو ضرور شیطان کیطرح جو بہ نسبت آدم علیہ السلام کے آنا خیر منہ کہتا تھا (یعنے میں آدمؑ سے بہتر ہوں) تو بھی کہتا ہے۔ کہ میرے جیسا کون ہے۔ میں سب سے بہتر ہوں

ازاں گوئی مرا خود اختیار است — تن من مرکب جانم سوار است

اسی باعث تو کہتا میں ہوں مختار — میرا تن گھوڑا جان ہی اسپہ اسوار

یعنی اختیار کی نسبت اپنی طرف کرنا انسانی ظہور میں یہ عکس الٰہی ہے۔ اور عالم کے تعینات کا اجتماع انسانی صورت میں نقطہ وحدت کے ساتھ تقابل کا باعث ہے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی قدرت اور ارادت اور اختیار کے نشان اپنے نفس میں دیکھتا ہے اور حالانکہ امر کی حقیقت سے غافل ہے۔ کیونکہ جیسے وجود کی نسبت اس کے لئے مجازی ہے۔ صفات اور افعال جو ذات کے تابع ہیں۔ اُنکا انتساب بھی اس کے ساتھ مجازی اور وہمی ہے۔ اور دراصل اسکی نہ ذات ہے۔ نہ صفات ہے۔ اور جب اونچ نیچ کے مراتب کی جامعیت اپنے وجود میں مشاہدہ کرتا ہے۔ اور فعلوں کا صادر ہونا عقل کے تصور اور نفس کی تدبیر سے اور اعضاؤں کا حرکت کرنا اپنے سے جانتا ہے۔ اور صفات کی نسبت اپنی طرف کرتا ہے۔ تو کہتا ہے کہ میرا تن گھوڑا اور جان میری اسپر سوار ہے۔ اور اختیار کی مہار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ فرمایا:۔

زمام تن بدستِ جاں نہادند	ہمہ تکلیف زاں برمن نہادند
مہار تن کیا جاں کے حوالے	سبھی تکلیف بولے اب اُٹھالے

محجوب یعنی جاہل جو اختیار کی سند اپنی نسبت رکھ کر اعتقاد کر چکا ہے کہ میرے اختیار کی باگ میری ہی عقل اور جان کے ہاتھ میں ہے۔ کہ جس وقت چاہوں اس سے فعل صادر ہوتا ہے۔ پہلے عقل اس کی صورت پیدا کرتی ہے۔ پھر نفس تدبیر میں اُس کے حصُول کی کوشش کرتا ہے۔ اور باعثہ اور فاعلہ قوتوں کی تحریک سے فعل ظہور میں آتا ہے۔ پس آپ کو فعل میں مستقل جان کر کہتا ہے۔ کہ فعلوں میں تکلیف کا محل میرا ہی اختیار ہے۔

ندانی کیں رہِ آتش پرستی است	ہمہ ایں آفت وشومی زہستی است
نہیں دانش یہ ہے آتش پرستی	ہے سب آفات کا گھر تیری ہستی

مجازانہ بلکہ استقلال کے ساتھ فعلوں کی نسبت اپنی طرف کرنا آگ پوجنے والوں کا طریق ہے۔ یعنی نیکی اور بدی کے لئے آپ کو مبدا ثابت کرتے ہیں۔ اور یہ بُرے اعتقاد کی بدی ہستی سے پیدا ہوئی۔ یعنی ہستی کو اپنی طرف نسبت کرنے سے ان سب آفتوں نے منہ دکھایا۔

کدامیں اختیار اے مرد جاہل	کسے راکو بود بالذات باطل

اُسے کیا اختیار اے مرد جاہل — جو ہووے ذات میں اپنی ہی باطل

بندہ کی اس بے اختیاری پر دلیل فرماتے ہیں کہ جو اپنی حد ذات ہی میں باطل ہے اور نیست ہے اُسے اختیار کونسا ہے۔

چو بودِ تُست یکسر ہمچو نابود — نگوئی کاختیارات از کجا بود

ہے جب یہ بود تیری مثل نابود — کہاں سے اختیار آ ہوگا موجود

یعنی تیری ذات پر نظر ڈالنے سے وجود تیرا مطلق نابود کی طرح ہے۔ پھر تو نظر نہیں کرتا۔ کہ اختیار کہاں سے ہو سکتا ہے۔ پس جو چیز کہ معدوم ہو اس کے ساتھ اختیار کی نسبت جہل ہے۔

کسے کورا وجود از خود نباشد — بذاتِ خویش نیک و بد نباشد

ہے جسے اپنے سے ہستی کچھ نہیں ہر — بدی نیکی سے ذات اندر ہی لاشے

یعنے جب افعال صفات کے تابع ہیں اور صفات ذات کے تابع ہیں پس جو چیز ذات سے معدوم ہو اسکی طرف وجود کی نسبت مجازی ہوگی۔ اور وہ بالذات نہ نیک اور نہ بُرا دیکھا جا سکیگا۔

کرا دیدی تو اندر جملہ عالم۔ — کہ یکدم شادمانی یافت بی غم

تو کس کو دیکھا اندر سارے عالم — کہ شادی ہو اسے اک پل بلا غم

افعال کے صادر ہونے میں اگر کسیکو اختیار ہوتا۔ تو البتہ اس کے مقصد کی روش پر ہر اک امر وقوع میں آتا۔ پس انصاف کے سرے سے اپنی وجدان کی طرف رجوع کر کہ سارے جہان میں تو نے کسی کو دیکھا ہے کہ ساعت بھر بھی اسے بلا غم کے خوشی حاصل ہوئی ہو۔ حالانکہ بہت یہ بات ہے کہ اس شخص کی خواہش کے برعکس امور واقع ہوتے ہیں۔ اور جو کچھ امیر المؤمنین حضرت مرتضےٰ علی علیہ السلام کا فرمودہ ہے۔ کہ عَرَفْتُ اللّٰہَ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ یعنے اپنے ارادوں کے توڑ دینے میں اللہ تعالےٰ کو میں نے پہچانا۔ یہ قول اختیار کی عدمیت کو قوت دیتا ہے۔

کرا شد حاصل آخر جملہ امید — کہ ماند اندر کمالِ خویش جاوید

امیدیں ساری کسکو ہوئیں حاصل — کمال اب کونسا جو ہو نہ زائل

دوسری دلیل اختیار کی عدمیت پر یہ کہ کوئی شخص کسی مرتبہ کمال میں جو اسکو حاصل ہو ہمیشہ نہیں رہتا۔ اور باوجود قدرت معنوی کے جو انبیاؤں اور اولیاؤں کو اور قدرت ظاہری جو حکماؤں اور بادشاہوں کو ہے۔ زوال اور انتقال ان کا اختیار کی عدمیت پر دلیل ہے۔

نظم

درنگر اے سالکِ صاحب نظر ۔۔۔ تا محمدؐ کو و آدم ورنگر

(ترجمہ) یعنے اے صاحب نظر سالک ذرا دیکھ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کہاں اور آدم علیہ السلام کہاں پھر دیکھ۔

آدم آخر کو و ذریات کو ۔۔۔ نام کلیات وجزویات کو۔

(ترجمہ) آخر آدمؑ کہاں اور اُس کی اولاد کہاں۔ کلیات کا نام کیا اور جزئیات کا کیا۔

مراتب باقی واہلِ مراتب ۔۔۔ بزیرِ امرِ حق واللہ غالب

مراتب قائم اور اہلِ مراتب ۔۔۔ ہیں نیچے امر حق واللہ غالب

یعنی کمال کے مراتب ہر ایک نوع میں نبوت و ولایت اور سلطنت اور امارت وغیرہ سے جو فرض کئے جائیں قائم ہیں۔ اور ان مراتب کے صاحب اللہ تعالےٰ کے امر و تصرف کے نیچے ہیں۔ جو انکو متغیر اور متبدل کرتا ہے۔ اور اہل مراتب کو زوال اور انتقال ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ اپنے امر پر غالب ہے جو کچھ کہ چاہتا ہے ویسا ہی کرتا ہے

مؤثر حق شناس اندر ہمہ جائے ۔۔۔ ز حدِ خویشتن بیروں منہ پائے

خدا کو سب جگہ جانو مؤثر ۔۔۔ نہ رکھنے پاؤں حد اپنی سی باہر

ساری صورتوں مظاہرہ میں اور سب مقاموں اور محلوں خدا ہی کو مؤثر جاننا چاہئے۔ کیوں کہ وجود و افعال حق تعالےٰ ہی کے ہیں جنہوں نے اشیاء کے وجودوں اور افعالوں کی صورتوں میں ظہور کیا ہے۔ اور حد سے امکانی عدمی ذاتی اپنی کے پاؤں باہر مت بڑھا۔ کیونکہ جس چیز کا وجود ہی اپنے سے نہ ہو پھر توابعات وجود کے بھی اس سے نہ ہونگے

نظم

او بصنعت آذر است و من صنم ۔۔۔ آلتے کو سازدم من آن شوم

(ترجمہ) وہ اپنی صنعت کے ساتھ آذر ہے۔ اور میں بُت ہوں۔ جس طرح کا آلہ مجھے بنائیگا۔ میں وہی ہوں گا۔

گر مرا چشمہ کند آبے دہم ‌ ‌ ‌ ‌ ور مرا آتش کند تابے دہم

(ترجمہ) اگر مجھے چشمہ بنائے تو پانی دوں گا۔ اور اگر آگ بنائے تو سوزش دوں گا +

گر مرا شکر کند شیریں شوم ‌ ‌ ‌ ‌ ور مرا حنظل کند تلخیں شوم

(ترجمہ) اگر مجھے شکر سا کرے تو میٹھا ہو جاؤں۔ اور اگر حنظل بنائے تو کڑوا ہوں گا +

من چو کلکم درمیانِ اصبعین ‌ ‌ ‌ ‌ ہستم اندر صفِ طاعت بین بین

(ترجمہ) میں دو انگشتوں کے بیچ قلم کی مانند ہوں۔ فرمانبرداری کے صف کے بیچ بیچ ہوں +

فرماتے ہیں:- زحالِ خویشتن پرس ایں قدر چیست ‌ ‌ ‌ ‌ وزآنجا باز داں کاہلِ قدر کیست

یہ حال اپنے سی پوچھ اب ہی قدر کیا ‌ ‌ ‌ ‌ خبر ہو تجھ کو ہیں اہلِ قدر کیا

جاننا چاہیئے۔ کہ اشاعرہ معتزلہ کو بندوں کے ساتھ قدرت کی سند پکڑنے کے لئے قدریہ کہتے ہیں۔ اور معتزلہ اشاعرہ کو جو بندہ کے لئے اثبات قدرت کا نفی کرتے اور سارے فعلوں کو حق تعالےٰ کی تقدیر کے ساتھ جانتے ہیں۔ قدریہ کہتے ہیں۔ اور قدریہ کے معنوں پر نظر ڈالنے سے اِس لفظ کا استعمال دونوں طائفوں پر اطلاق کیا جاسکتا ہے۔ اشاعرہ پر اس نام کا اطلاق دو حدیث کے ساتھ سند لیا جاتا ہے ایک القدریۃ مجوس ھٰذہ الامۃ یعنی فرقہ قدریہ اس اُمت کے مجوس ہیں۔ کیونکہ حدیث قدریہ کو مجوس کا شریک بنانے کے لئے اس امر میں تقاضا کرتی ہے کہ فرقہ مجوس مشہور ہیں جو دو خالق کا اثبات کرتے ہیں۔ ایک خالق نیکی کا اور دوسرا بدی کا۔ اور معتزلہ اس معنی میں شریک ہیں۔ کہ بندہ کو اپنے بُرے فعلوں کا خالق جانتے ہیں۔ اور حدیث دوسری یہ کہ فرمایا القدریۃ خصماء اللہ فی القدر۔ اور خصومت اور قدر اس کے لئے ہوتا ہے جو اعتقاد کرلے کہ بندہ تقدیر اور پیدا کرنا ایسے چیز کا کرسکتا ہے جس سے حق تعالےٰ کو کراہت ہو۔ اسواسطے فرمایا۔ کہ اپنے حال سے پوچھ یعنے اپنے وجدان کی طرف رجوع کر اور احوال سے اپنے پوچھ کہ احوالوں اور افعالوں کی نسبت اپنی طرف کرتا کیا ہے۔ کیونکہ وجدان دیکھتا ہے۔ کہ بندہ کو اختیار نہیں ہے۔ اور جب تو اپنے حال کو دیکھیگا کہ بہت افعال تیری خواہش کے برخلاف واقع ہوتے ہیں تو اس حال سے معلوم کریگا کہ دو طائفہ اہلِ قدر کون ہیں

ہر آنکس را کہ مذہب غیر جبر است ‌ ‌ ‌ ‌ نبی فرمود کو مانندِ گبر است

بغیر جبر جسکا راہ قدر ہے ‌ ‌ ‌ ‌ نبی فرماتے ہیں مثل گبر ہے

جبر مقابلہ میں اختیار کے ہے۔ اور جبریہ ایک طائفہ ہیں جو بندہ کے فعلوں کی سند حق تعالیٰ کے ساتھ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ بندہ کو ہرگز طاقت اور قدرت نہیں ہے نہ قدرت مؤثرہ جیسے معتزلہ کہتے ہیں۔ اور نہ قدرت کاسبہ جیساکہ اشاعرہ قائل ہیں کہ بندہ کو قدرت و اختیار نہیں ہے۔ افعال حق تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ ہیں۔ اور جبریہ کہتے ہیں کہ بندہ فعلوں کے صادر ہونے میں مثل پتھر کے ہے۔ پس فرمایا۔ کہ جس کا مذہب اور اعتقاد جبر کے مذہب اور اعتقاد پر نہ ہو۔ حدیث نبوی کے مطابق جیساکہ القدریۃ مجوس ھذہ الامۃ گبر کے مانند ہے۔ اور یہ سخن اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ قدرت اور باقی صفتوں اور فعلوں کی نسبت اپنی طرف کرنا جس قسم کے ساتھ ہو عارفین اور محققین کا معتقد نہیں ہے۔ اور اس سخن میں معتزلہ اور اشاعرہ دونوں کو قدریہ شمار کیا گیا ٭

چناں کاں گبر یزداں و اہرمن گفت	ہمیں ناداں احمق و ومن گفت
ہے جیسے گبر دو خالق کا قائل	ہے یہ جاہل بھی حق کیساتھ شامل

یعنی جیساکہ فرقہ مجوس نیکی کے خالق کو یزداں یعنی رحمان اور بدی کے پیدا کرنیوالے کو اہرمن یعنی شیطان کہتے ہیں۔ یہ جاہل احمق جسکا مذہب جبر کے سوا ہے۔ وہ بھی او رمیں بھی کہتا ہے۔ کیونکہ معتزلہ کہتے ہیں۔ کہ نیکی خدا سے ہے۔ اور بدی ہمارے نفس سے اور اشاعرہ بولتے ہیں۔ کہ سب حق تعالیٰ کی تقدیر کے ساتھ ہیں۔ مگر ہمارے کسب کو بھی اس میں دخل ہے۔ پس وہ دونوں وہ بھی اور میں بھی کہتے ہیں۔ فرمایا

ہمہ افعال را نسبت مجاز یست	نسب خود در حقیقت لہو و بازیست
ہے نسبت فعلونکی ہم پر مجازی	حقیقت نسبتونکی کھیل و بازی

یعنی فعلوں کی نسبت ہم مظاہر کیطرف عین مجازی ہے۔ کیونکہ نفس الامر میں ہمارا کوئی وجود حقیقی نہیں ہے۔ پس توابع وجود کے بھی نہ ہوں گے۔ اور نسبتیں صرف اعتباری ہیں۔ زیادہ کچھ نہیں ہیں یعنی طفلوں کی کھیل کی مانند ہیں ٭

نبودی تو کہ فعلت آفریدند	ترا از بہر کارے آفریدند
نہ تھا تو جبکہ پیدا تھے تیرے کام	تجھے پیدا کیا تا تجھ سے ہوں کام

یعنی یہ جو تو آپ کو اپنے فعل کا فاعل تصور کرتا ہے یہ امر کیسے واقعی ہوگا کہ عین کے

عالم میں ابھی تو موجود نہ تھا - کہ تیرے فعل علم میں حق تعالےٰ کے معین تھے - اور جو چیز تیرے سے پہلے مخلوق یعنی پیدا ہو چکی تیری قدرت کے ساتھ کیسے ہوگی - اور تجھے روح حقانی کی تشریف اسلئے نہیں بخشی گئی - کہ تو اپنے اختیار کے ساتھ فاعل ہو جائے - بلکہ تجھے ایک دوسرے کام کے لئے جو امر عظیم ہے - اختیار کیا گیا ہے - اور وہ یہ ہے - کہ تو دکھانے میں ذات و صفات اور اسمائے کے شیشہ صیقل شدہ کے مشابہ ہے - تا حق تعالےٰ بمعہ تمامی کمالات کے عینی شہود کے ساتھ آپ کو تیرے وجود میں مشاہدہ کرے - اور شیشہ کو صورتوں کے دکھانے میں قدرت کا اختیار کہاں ہے

بعلم خویش حکمے کردہ مطلق بقدرت بے سبب دارائے مطلق

علم میں حکم اعیانوں کی ثابت بلا علت کیئے قادر کی قدرت

یعنی قادر حکیم نے قدرت کے ساتھ بلا سبب اور علتوں کے نہایت خداوند برحق جو کہ باطل اور عبث اس کے فعلوں میں نہیں ہے - اپنے علم شامل کے ساتھ حکم محکم فرمایا - کہ ہر ایک اعیان قابلیت کی لیاقت میں کس قسم کے ساتھ ہوں - اور کیا فعل اور کیا عمل ان سے ظاہر ہو پس دراصل اسکو اس امر میں اختیار نہیں ہے

برائے ہر یکے کارے معین مقدر گشتہ پیش از جان و از تن

ہر اک کیواسطے فعل مقرر تن و جاں سی کیا پہلے مقدر

یعنی ہر ایک شخص کے لئے پہلے اس سے کہ جان اس کی ارواح کے مرتبہ میں اور تن اس کا جسموں کے مرتبہ میں ظہور پائے - اس بات کی جگہ ہی کہاں ہے - کہ وہ کام مقرر اور علم مقدر ہوئے کو ایک دوسرے میں پیوند کر دیں *

یکے ہفتصد ہزاران سال طاعت بجا آورد و کردش طوق لعنت

کسی لاکھوں برس کی کیکے طاعت لیا گردن میں اپنے طوق لعنت

شہادت طلب کرنا اسبات پر کہ ہر ایک چیز علمی احکام کے مطابق واقع ہوتی ہے اور کسیکو اختیار نہیں ہے - فرماتے ہیں - کہ ابلیس سات لاکھ برس کی عبادت بجا لایا - اور باوجود اسقدر طاعت کے لعنت کا طوق اس کے گلے میں ڈالدیا گیا - اور سات سو ہزار اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ساتوں مرتبہ افراط اور تفریط کے جو

اخلاق ذمیمہ کے وصول ہیں قوت وہمی کی صورت جو ابلیس ہے اسمیں مراتب کمال کے ساتھ ظہور پا چکی ہے۔ کیونکہ عددی مراتب میں ہزار ہی کمال ہے ٭

دگر از معصیت نور و صفا دید   چو توبہ کرد نورِ اصطفا دید

کسی کو معصیت سے وہ صفا ہی   کہ توبہ اسکی نورِ اصطفا ہی

مراد ناظم کی آدمؑ اور ابلیس کی حکایت ظاہر ہے جو مشہور ہے ٭

عجب تر آنکہ ابلیس از ترک مامور   شد از الطاف حق مرحوم و مغفور

عجب یہ ترک سے ابلیس مامور   کیا آدم کو حق مرحوم و مغفور

یعنی اگرچہ رد کیا جانا ابلیس کا باوجود اسقدر طاعت کے اور قبولیت اور منتخب کیا جانا آدمؑ کا بالعصیان ایک عجیب امر ہے۔ مگر عجب زیادہ یہ ہے۔ کہ بباعث ترک ابلیس کے جو اس نے سجدہ سے کی۔ لطف اللہ تعالے کا آدم علیہ السلام کے حال کو شامل ہوا۔ اور وہ مرحوم اور مغفور ہوا ٭

مر آن دیگر ز منہی گشت ملعون   زہے فعل تو بے چند و چہ و چون

تھا منہی آدم اور شیطان ہے ملعون   عجب ہی کام تیرے کیا ہیں بیچون

یعنی بباعث صادر ہونے ارتکاب منہی کے آدم سے جو نہی سے قرب شجرہ کے منہی نہیں ہوا۔ ابلیس ملعون ہے۔ اور آدم کا گناہ ابلیس کی ردت اور لعنت کا موجب ہوا۔ اور فرمایا کہ تو نے آدم کو وسوسہ ڈالا۔ اور اس کو اسکام پر مصر کیا۔ پس خلاصہ حضرت آدم علیہ السلام اور ابلیس کے سخنوں کا یہ ہے۔ کہ حکمت الٰہی کی بنا پر ابلیس کا ترک کرنا مامور کو آدم علیہ السلام کے منہی کا مستلزم ہے۔ کیونکہ اگر بالفرض ابلیس سجدہ اطاعت کا کرتا۔ تو حضرت آدم علیہ السلام کو قرب ملی شجر منہیہ کے اغواہ نہ کرتا۔ تو وہ آدمؑ اعلےٰ اور اسفل یعنی جامع رحمت کے ساتھ فائز ہوتا۔ اور اگر نہ رک جانا آدمؑ کا نہی سے قرب شجر طیبہ کے ظاہر نہ ہوتا۔ تو بہشت سے اس کے اخراج کا سبب اور عالم دنیا یعنی طبیعت میں ارواحوں کا تجرد نہ ہوتا۔ اور ابلیس کے وسوسہ اور اغوا کا کمال جو قوت واہمہ سے عبارت ہے۔ آدم علیہ السلام کی اولاد میں قیامت تک ظہور میں نہ آتا۔ اور جلالیہ اسموں کا کمال جو ابلیس کا ذاتی مقتضا ہے۔ اور مبداء سے دوری اور انانیت میں لپٹنے کا مقتضی ہے تاکہ

عالم کی تعمیر کا باعث ہو پیدا نہ ہوتا - اور اسمائے جلالیہ کے مقتضیات پوشیدہ رہتے ۱۲

جنابِ کبریائی لاابالی است　　　منزہ از قیاساتِ خیالی است

ہے بے پرواہ جناب کبریائی　　　منزہ ہے قیاسوں سے خدائی

یہ اشارہ حدیث شریف قدسی کیطرف ہے - کہ **ھٰؤلاء فی الجنۃ لا ابالی بطاعتھم** یہ قوم بہشت میں ہے - اور مجھے ان کی عبادت کی پرواہ نہیں - یعنی رب حق تعالےٰ کی بزرگی کی بارگاہ نہایت بے پرواہی سے بے باک ہے - تو یہ نہیں کہ اس حضرت کے افعال بباعث کسی علت یا غرض کے ہوں - اور اللہ تعالےٰ کے افعال اس مرتبہ سے منزہ یعنی پاک ہیں - کہ خیالی قیاسوں کے ساتھ جو قیاس کہ حاضر کے مقابلہ میں سے غائب ہے سمجھے جائیں - اور وہمی اور عقلی دلائل اس کی عظمت یعنی بزرگی کے پردوں کے اردگرد پھر سکیں*

چو بود اندر ازل اے مرد نااہل　　　کہ ایں یک شد محمدؐ واں ابوجہل

ازل میں کیا سبب تھا مرد نااہل　　　محمدؐ اک بنا اور اک ابوجہل

یعنی اے مرد نادان یہ جو تو نے خیال باندھ لیا ہے - کہ افعال اللہ تبارک و تعالےٰ کے معلل یعنی کسی علت پر موقوف ہیں - اگر واقعی بات یوں ہی ہوتی - تو ازل اور ابتدا پیدائش میں کیا باعث اور علت ہے کہ یہ ایک محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خدائے تعالےٰ کے برگزیدہ ہوئے - اور وہ دوسرا ابوجہل ملعون ہو گیا - اور اس معنے کی حقیقت کے ثبوت کرنے میں نہ عقل کو دخل کی جگہ ہے - اور نہ علم کو - ہاں کشفی طریق کے ساتھ اسقدر معلوم ہوا ہے - کہ اعیان ثابتہ اسمائے الٰہیہ کی صورتیں ہیں - اور اسمائے شیونات ذاتیہ کی صورتیں اور اعیان اور استعدادیں مجعول و مجعل جاعل نہیں ہیں - اور علم کا تعلق ہر اک عین کے ساتھ اس کی استعداد کے مقابلہ پر ہے - اور قضا علم کے تابع ہے - اور حق تعالےٰ کی تجلے عالم عین یعنی شہادت میں ان اعیانوں کی صورتوں پر لائق ان اعیان کی استعدادوں کے ہے ۱۲

کسے کو با خدا چون و چرا گفت　　　چو مشرک حضرتش را ناسزا گفت

کہا چون و چرا جس نے خدا کو　　　وہ مشرک ناسزا بولا خدا کو

یعنے جب ذاتی کمال اللہ تعالےٰ کا عقل اور دانش کے احاطہ سے باہر ہے - تو ضرور جو شخص خدا تعالےٰ کے کاموں میں جو علم سے درجہ بدرجہ عین میں آتے ہیں - چون و چرا کہے

وہ حضرت خداوند تعالےٰ کے شرکوں کی مانند وہ چیز جو اس حضرت کے لائق نہیں ہے کہتا ہے۔ یعنی کم وکیف یعنے کیوں اور کیسے اس درگاہ کے افعال اور ایجادیں اس کے علم میں اشتراک کے مؤدی ہیں۔ تا اس حد تک پہونچے۔ کہ کیوں ایسے کیا۔ اور دوسری طرح نہیں کیا ✦

ورا زیبد کہ پرسد از چہ وچوں　　نباشد اعتراض از بندہ موزوں

اُسے لائق ہے پوچھے سبکی طاعات　　نہیں بندہ کو موزوں اعتراضات

یعنی جب کبریائی کی بڑائی خداوند تعالےٰ کی درگاہ کے لائق ہے۔ تو اُسی کو سزاوار ہے کہ بندوں کی پوچھ پاچھ جیسے کیسے سے کرے۔ تاکہ بندوں کو قصور اور نقصان اپنا اپنے میں ظاہر ہو جائے۔ اور اعتراض چون وچرا کا بندہ سے پسندیدہ نہیں ہے ✦

خداوندی ہمہ در کبریائی است　　نہ علت لائق فعل خدائی است

خداوندی سبھی ہے کبریائی　　بلا علت کے ہے فعل خدائی

یعنی الوہیت اور خداوندی سبھی کبریائی اور عظمت اور استغنا میں ہے۔ اور جو کچھ اس درگاہ سے صادر ہو۔ عین کمال ہے۔ اور علت اور غرض خدائی فعل کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ غرض فعل کی البتہ چاہئے کہ صلاحیت اور لیاقت بڑھانے والی ہو۔ تاکہ اس فعل پر فاعل کے اقدام کا موجب ہو جائے۔ اور اس امر سے فاعل کا استکمال لازم آتا ہے۔ تعالی اللہ عن ذٰلک علواً کبیراً خدائتعالےٰ کی ذات ایسی باتوں سے بہت بلند ہے ✦

سزاوار خدائی لطف و قہر است　　ولیکن بندگی در فقر و جبر است

خدائی کو ہے لائق لطف او قہر　　عبودیت جبر ہے بیچ میں فقر

یعنی ذاتی اقتضاء کے مطابق لطف اور قہر خدائی کو لائق ہے۔ تاکہ اطلاقی شان جمالی اور جلالی اسموں میں ظاہر ہو۔ اور جو کمال کہ ظہور کا مقتضی ہو۔ قوۃ یعنے پردہ سے فعل میں آئے۔ اور لائق بندگی کے ذات میں احتیاج اور فعلوں میں بے اختیاری ہے۔ تاکہ لطف اور رحمت عام کے ساتھ انپر اضافہ وجود کا کیا جائے۔ اور ان کے قہر اور جبر کے ساتھ اختیار کے سلب ہونے پر فعلوں کے صادر ہونے میں فرماتے

ہیں تاکہ اپنی نیستی اور بے اختیاری پر خبردار ہو جائیں۔

کرامت آدمی را اضطراری است نہ آں کو را نصیبے اختیاری است

ہے بندہ کو کرامت اضطراری نہیں اسکا تصرف اختیاری

یعنی سبب یہ کہ آدمی حضرت الوہیت کی ذات اور اسموں کا مظہر اور آئینہ ہے۔ تصرف اور خرق عادت جو کرامت کے ساتھ نام رکھی گئی ہے۔ اس سبب ظہور میں آتی ہی یہ نہیں کہ اسکو اسمیں اختیاری تصرف ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالےٰ کا تصرف ہے۔ جو بندہ کے ظہور میں کیا جاتا ہے۔ فرماتے ہیں

نبودہ ہیچ چیزش ہرگز از خود پس آنگہ پرسدش از نیک واز بد

کوئی چیز اپنے سے اسکی نہیں ہی مگر پوچھیں اسے نیکی بدی سے

یعنی انسان کو ہرگز مطلق کوئی چیز وجود یا خلقت یا فعلوں میں سے اپنے سے نہیں ہی کیونکہ ممکن اپنی ذاتی حد میں معدوم ہے۔ اور باوجود اس کے اس سے نیکی اور بدی کا سوال کریں گے۔ اور جزا اور سزا کی ترتیب اسپر رکھیں گے۔ یہ سب کچھ خدا تعالےٰ کے فعل کی بیغرضی کی دلیل اور خداوندی کے کمال کا اظہار ہے ✤

ندارد اختیار و گشتہ مامور زہے مسکین کہ شد مختار مجبور

نہ لایا اختیار اور ہے یہ مامور عجب مسکین کہ ہے مختار مجبور

یعنی ہر ایک فعل جو انسان سے صادر ہوتا ہے۔ اللہ تعالےٰ کی قدرت اور ارادت اور تقدیر کے ساتھ ہے۔ اور وہ اس فعل میں مجبور ہے۔ اور باوجود اس مجبوری حال کے مامور مکلف ہے یعنے امر کے بوجھ میں تکلیف دیا گیا ہے۔ عجب یہ مسکین حیران جو انسان ہی کہ اختیار بھی رکھتا ہے جس پر تکلیف دیا گیا۔ پھر مجبور یعنے بے اختیار بھی ہے۔ اس معنی کو امام جعفر الصّادق کے کلام سے حاصل کیا جا سکتا ہے کہ فرمایا لا جبر ولا تفویض بل امر بین الامرین یعنے نہ بے اختیاری اور نہ سپرد اختیار کی۔ بلکہ یہ امر درمیان دو امروں کے ہے ✤ نظم

ایں چہ استغنا چہ بے باکی است ایں باکہ بتواں گفت آخر چیست ایں

(ترجمہ) یہ کیا بے پرواہی اور کیا بے باکی ہے۔ کس کے ساتھ کہہ سکوں آخر کیا ہے یہ ✤

من ندارم اختیارِ خویشتن گشتہ ام مجبورِ امرِ ذوالمنن ٭

(ترجمہ) میں اپنا اختیار کچھ نہیں رکھتا۔ خدائے ذوالمنن کے امر کا مجبور ہوا ہوں ٭

ہر زماں آرد دگر راہم بہ پیش وہ کہ بس حیرانم اندر کارِ خویش

(ترجمہ) ہر گھڑی اور ہی رستہ مجھے پیش لاتا ہے۔ عجب کہ میں بہت حیران ہوں اپنی کام میں

گہ مکانم میکند در لامکان گہ کند جانم اسیرِ خاکداں ٭

(ترجمہ) کبھی میرا مکان لامکان میں کرتا ہے۔ کبھی میری جان خاکدان میں قید کرتا ہے ٭

گہ در آرد در دلم صد دیو و دد گاہ خالی میکند از غیرِ خود

(ترجمہ) کبھی میرے دل میں سو شیطان اور درندے داخل کرتا ہے۔ کبھی اپنے ماسوا سے خالی کرتا ہے ٭

گہ غریقِ بحرِ انوارم کند گاہ اسیرِ قیدِ بیدارم کند

(ترجمہ) کبھی مجھے انواروں کے دریا میں غرق کرتا ہے۔ اور کبھی مجھے بیداری کی قید میں گرفتار کرتا ہے ٭

گہ چناں سازد کہ رشک آرد ملک گہ ز نامم ننگ میدارد ملک

(ترجمہ) کبھی اس طرح کرتا ہے کہ فرشتہ بھی رشک کھاتا ہے۔ اور کبھی میرے نام سے فرشتہ عار رکھتا ہے ٭

او بہر ساعت بہانہ نو کند آتش اندر خرمنِ جانم زند ٭

(ترجمہ) ہر گھڑی وہ نیا ہی بہانہ کرتا ہے اور میری جان کے انبار میں آگ لگاتا ہے

گاہ گوید نیک از من بد ز تو است گاہ گوید جملہ من تو رنگ و بو است

(ترجمہ) کبھی کہتا ہے کہ بھلائی میرے سے ہے اور برائی تیرے سے ہے۔ اور کبھی کہتا ہے کہ سب کچھ میں ہی ہوں اور تو صرف رنگ و بو ہے ٭

گاہ گوید ہست جملہ از قضا گاہ ندارم گفت من بد را رضا ٭

(ترجمہ) کبھی کہتا ہے سب کچھ قضا سے ہے۔ اور کبھی یہ کہا کہ میں بدی پر راضی نہیں ہوں

ایں عبث نبود کہ محض حکمت است عین علم و عدل و لطف و رحمت است

(ترجمہ) یہ عبث یعنے بے فائدہ نہیں۔ بلکہ محض حکمت ہے۔ علم اور عدل اور لطف اور رحمت کا عین ہے ٭

تا توانی رہ رو و ہشیار باش رازِ جانت را مکن با خلق فاش

(ترجمہ) جہاں تک ہو سکے رستہ چل اور ہوشیار ہو۔ اور اپنی جان کا بھید خلق کے ساتھ

ست فاش کر۔ فرماتے ہیں :۔

نہ ظلم است ایں کہ عینِ علم و عدل است　　نہ جور است ایں کہ محضِ لطف و فضل است

نہیں ہے ظلم یہ علم و عدل ہے　　نہیں یہ جور بل لطف و فضل ہے

یعنی اس انسان کا باوجود بے اختیاری کے مامور و مکلف ہونا ظلم نہیں ہے۔ کیونکہ استحقاق کے بدلانے میں تصرّف چلانا ظلم ہے۔ بلکہ یہ عین علم اور عدل ہی ہے۔ اس لئے کہ وضع الشی فی موضعہ یعنے چیز کا اپنے محل ہیں رکھنا واقع ہوا ہے۔ اور تکلیف کے ساتھ اس میں تصرف کرنا با استحقاق ہے۔ کیونکہ اپنی ملک میں تصرف ہے نہ غیر کی ملک میں پھر یہ تکلیف باوجود بے اختیاری کے جور و ستم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ جور و ستم یہ ہے کہ شخص کہ شخص کو کسی امر کی قابلیت موجود نہ ہو۔ اور اس کو اس پر مکلف کریں۔ اور انسان میں یہ قابلیت موجود ہے۔ بلکہ اس تکلیف سے کمال قرب اور معرفت کی تشریف کے ساتھ مشرف کیا جاتا ہے۔

بشریعت زاں سبب تکلیف کردند　　کہ از ذاتِ خودت تعریف کردند

شریعت اسلئے کرتی ہے تکلیف　　کریں ذات اپنی سے ہی تیری تعریف

یعنی انسان کو حضرت الوہیت نے تکالیفِ شرعیہ کے ساتھ اس لئے مکلف کیا ہے کہ اس کو علم اور قدرت واحدیۃ الجمع کے مظہر ہونے پر مخصوص کیا ہے۔

چو از تکلیفِ حق عاجز شوی تو　　بیکبار از میاں بیروں روی تو

تکلف حق سے جب عاجز ہوا تو　　جہاں سے بالکل اب باہر گیا تو

یعنی جب تجھے اپنی عدمیت کی حقیقت پر واقفیت ہو جائے۔ خدا کی تکلیف سے عاجز ہوگا۔ اور جانیگا۔ کہ تکلیف تیری اسلئے ہے۔ کہ مظہر اور ظاہر کے اتحادی حکم پر اپنی ذات اور صفات کو تیری طرف نسبت فرماکر تیری تعریف اپنی ذات سے کی۔ ورنہ تیرا وجود اور افعال کچھ بھی نہیں ہے۔ (بیکبار از میاں بیروں روی تو) یہ حصہ ممکن کی عدمیت کا جو عبدیت ہے۔ الٰہیت کے حصہ سے جو وجود ہے جُدا ہوگا۔ اور تو بالکل بیچ سے باہر نکل جائیگا۔ اور معلوم کریگا۔ کہ یہ توئی تیری محض نمود بے بود اور عدم وہمی ہوئی ہے اور عابد و معبود اور مکلف ایک ہی حقیقت ہے جو اطلاق اور تقیید کے اعتبار سے جُدا جُدا دیکھی جاتی ہے۔

بکلیت رہائی یابی از خویش   غنی گردی بحق اے مردِ درویش

تعین اپنے سی پاکر رہائی۔   غنی حق سے ہوا ے سکیں گدائی

یعنی جب تو اپنے تعین عدمی سے خلاصی پائیگا۔ حقانی وجود کے ساتھ ثابت اور بقابعد الفنا کے ساتھ متصف ہوکر حق تعالےٰ کے ساتھ تونگر ہوگا۔ اور یہ جو صفات میں سے تو کچھ بھی نہیں رکھتا تھا۔ اب وجود اور قدرت اور علم اور اختیار حق تعالےٰ کا اپنے میں مشاہدہ کرے گا۔ اور باوجود سب کچھ کے تو بیخود ہوگا۔ اور توئی درمیان میں نہ ہوگی ٭

برو جانِ پدر تن در قضا دِہ   بتقدیراتِ یزدانی رضا دِہ ٭

عزیزا چل تو قربانِ قضا ہو   تو تقدیروں پہ حق کے اب رضا ہو

یعنی جب تجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ تو چل اور تن کو قضا کے حوالے کر۔ اور یقین سے جان کہ فاعل اور مختار حقیقی نے جو کچھ تیرے بارہ میں مقدر فرمایا ہے۔ دوسری طرح نہ ہوگا۔ پس اللہ تعالےٰ کی تقدیروں پر رضا دہ اور سرگردان مت ہو ٭

دسواں سوال دریا کی کیفیت میں اور اسکا جواب

چہ بحر است آنکہ نطقش ساحل آمد   ز قعرِ او چہ گوہر حاصل آمد

کنارہ نطق جسکا کیا ہے دریا۔   وہ دُر کیا نیچے سے اُسکے جو آیا

یعنی سوال کرتے ہیں کہ کہو وہ دریا کونسا ہے جسکا ساحل یعنی کنارہ، نطق انسانی ہے۔ اور اس کے نیچے سے کیا کیا موتی ملتے ہیں۔ جب ان کے سوال کی حقیقت معلوم ہوئی۔ تو فرماتے ہیں

جواب

یکے دریاست ہستی نطق ساحل   صدف حرف و جواہر دانشِ دل

یہ ہستی بطن دریا نطق ساحل   حرف ہیں سیپ معنی دانشِ دل

یعنی ہستی جو وجود ہے ایک دریا کی شکل ہے۔ اور اسکا کنارہ نطق انسانی اور نطق دو معنے رکھتا ہے۔ ایک کلیات کا اور ایک یعنی اسمار کا دوسرا کلام کرنا۔ اور یہاں پر معنی ثانی سے مراد ہے۔ اور حروف اور الفاظ سیپ کی شکل ہیں جو اس دریا میں سے ہاتھ لگتے ہیں اور

موتی اُن سیپوں کے دل کی دانش ہے۔ جو چیزوں کی حقیقتیں اور معارف الٰہی سے عبارت ہے۔

بہر موجے ہزاراں در شہوار — بروں ریزد ز نقل و نص و اخبار

ہر اک موج اسکی لاکھوں موتی شہوار — نکالے نقل سے اور نص و اخبار

یعنی اس ہستی کے دریا سے ہر اک موج میں جو انسانی نفس کی صورت پر ظہور پاتی ہے حقائق اور معارف و علوم یقینی کے شاہانے موتی بہت سے کنارے پر نطق کے پھینکے جاتے ہیں۔ جو کاملوں کی نقلوں اور قرآنی آیتوں اور نبوی اخباروں سے باہر آتے ہیں۔

ہزاراں موج خیزد ہر دمے از وے — نگردد قطرۂ ہرگز کم از وے

ہزاروں موجیں نکلیں اس سے ہر دم — نہ ہوتا اس سے ہرگز قطرہ اک کم

یعنی تجلیات کی بہتایت اور ہستی کے دریا کی فراخی اس قسم کی ہے کہ ہر دم اور ہر گھڑی بہت سی موجیں اس دریا سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور ہرگز ایک قطرہ بھر اس دریا سے نقصان نہیں ہوتا یعنے بواسطہ بے نہایتی شیونات کے

وجود علم ازاں دریائے ژرف است — غلاف دُرِ او از صوت و حرف است

اُسی دریا سے ہی یہ علم موجود — علم کا دُر چھپا یا حرف کی بود

یعنی علم اور ادراک کا وجود اسی ہستی کے دریا بڑے سے ہے۔ کیونکہ ذاتی صفتوں کے ظاہر اور صادر ہونے کا محل ہے۔ اور علم کے موتی کا غلاف حرف اور صوت یعنے آواز سے ہے۔ کیونکہ علم اور معانی کے موتی حروف کے سیپوں اور آواز میں سے ظاہر ہوتے ہیں

معانی چوں کند اینجا تنزل — ضرورت باشد او را از تمثل

معانی جب کیا یہاں پر تنزل — ضروری ہی مثالاً ہوں تمثل

یعنی وہ ہستیں جو وجود اور علم اور نطق اور صوت سے مراد ہے۔ اس سوال اور جواب میں جب انہوں نے دریا اور سیپوں اور موتی اور جواہر کی صورت پر تنزل کیا یعنے معقول سے محسوس کے ساتھ عبارت کی گئیں۔ تو ضروری ہوا کہ ان معانی کو تمثیل کے ساتھ ادا کیا جاوے۔

تمثیل

شنیدم من کہ اندر ماہ نیسان
صدف بالا رود از قعر عمان

سنا میں نے کہ موسم میں بہار کے
صدف باہر چلے نیچے سی عمان

نیسان رومیوں کے مہینوں میں سے ایک مہینہ ہے جو ساون کے فصل میں واقع ہے۔ اور صدف ایک آبی جانور ہے۔ جو اسکا جسم صدف کے بیچ میں ملا ہوا ہے اور مرغ کے دو پروں کی طرح محیط ہے کبھی کشادہ کرتا اور کبھی اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اور ساون کے مہینہ میں وہ حیوان دریا کے تلے سے پانی کے اوپر تیرتا ہے +

ز نشیب قعر بحر آید برافراز
بروئے بحر بنشیند دہن باز

چلے نیچے سے وہ دریا کے اوپر
کھلے منہ بیٹھے وہ دریا کے منہ پر

بخارے مرتفع گردد ز دریا
فرو بارد بامر حق تعالے

بخار اب بحر سے نکلیں جو بالا
بسیں نیچے امر سے حق تعالے

چکد اندر دہانش قطرہ چند
شود بستہ دہان او بصد بند

پڑیں جب اس کے منہ میں قطرہ چند
منہ اپنا میٹ کر وہ پھر کرے بند

جیسا کہ نطفہ کو رحم قبول کر لیتا ہے سیپ کا پیٹ اس قطرہ کو قبول کر لیتا ہے۔ اور اس کا منہ اس طرح محکم باندھا جاتا ہے کہ گویا سو بند کے ساتھ باندھا ہے +

رود در قعر دریا با دلے پر
شود آں قطرہ باراں یکے در

گئی نیچے میں دریا دل ہوا پر
ہوئیں بوندیں وہ بارانی اک در

مشہور بات ہے کہ کئی دن دریا کے تلے میں ٹھیر کر بعد اس کے صبح سے پہلے منہ پر دریا کے آتی ہے۔ اور آخر دن تک ہوا کو سونگھتی ہے۔ اور غروب کے وقت سے صبح تک پانی کے نیچے رہتی ہے جب کئی دن تک اسی طریقہ پر آمد و رفت کیا۔ تو وہ بوندیں گرہ باندھ کر جم جاتی ہیں۔ جب بوندیں گرہ ہوئیں تو دریا کے نیچے میں قرار پکڑتی ہے اور رب العالمین کی قدرت کے ساتھ وہ قطرے بارانی اچھے موتی ہو جاتے ہیں۔ پھر جب استخراج کا وقت آتا ہے

بقعر اندر رود غواص دریا
ازاں آرد بروں لولوئے لالا

لگائیں غوطہ جب نیچے میں دریا　　وہ لائیں باہر اب لولوء لالا

یعنی دریا کے تلے میں جانیوالے لوگ نیچے دریا کے جاتے اور ان سیپوں کو باہر لاکر ان سے چمکتے موتی روشن باہر لاتے ہیں۔ جب تمثیل کی تفصیل کا ذکر کیا گیا۔ اب ممثل میں شروع کر کے فرماتے ہیں:۔

تن تو ساحل و ہستی چو دریاست　　بخارش فیض و باراں علم اسماست

ترا تن ساحل اور ہستی ہی دریا　　بخار اب فیض و مینہ ہی علم اسماء

یعنی وجود مطلق مانند دریا کے ہے اور بدن انسانی دریا کا کنارہ۔ اور جب پہلے نطق کو کنارہ کے ساتھ تشبیہ فرمائی تھی۔ تاکہ معلوم ہو کہ اس سے نطق ظاہری مراد ہے جو بدن کو لاحق ہے۔ اور در اصل کنارہ اسکا تعین جامع انسانی ہے جو ظاہر اور باطن کو شامل ہے۔ اور بخار اس ہستی کے دریا کا عالم رحمانی فیض ہے۔ جو ظہور اور اظہار کی حب کی گرمی کے سبب فَاَحْبَبْتُ اَنْ اُعْرَفَ کے حکم پر (یعنی دوست رکھا میں نے کہ میں پہچانا جاؤں) مددگار ہوا۔ اور اسماءِ الٰہیہ کا علم مینہ کی مانند ہے جو انسانی استعدادوں کی زمینوں پر برستا ہے۔ جب کبھی کوئی غوطہ زن چاہتا ہے کہ موتیوں کو دریا سے باہر نکالے تو فرماتے ہیں

خرد غواص ایں بحر عظیم است　　کہ او را صد جواہر در گلیم است

ہے اس دریا بڑے کا عقل غواص　　گلیم اسکی میں موتی سینکڑوں خاص

یعنی عقل جو اس ہستی کے دریا میں غوطہ لگانے والے کی قوت عاقلہ ہے ہمیشہ غوطہ اور تفکر اور تدبر میں ہے۔ اور بہت سے غوطہ لگانے سے علوم اور معارف یقینیہ کے بے شمار جواہر پلہ میں استعداد کے پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور ہستی کے دریا سے گویائی کے کنارہ پر لاتا ہے ۱۲

دل آمد علم را مانند یک ظرف　　صدف بر علم ایں صوت است با حرف

یہ دل ہی علم کو مانند اک ظرف　　ہی علمی دُر کا سیپ اب صوت اور حرف

یعنی انسان کا دل جو جمعیت الوہیت کے لئے صورت ہے۔ اسماء کے علم کو جو بارانی قطروں کی طرح ہیں حسب جامعیت کے ایک ظرف ہے جو سیپ کے لئے محیط ہے۔ اور بواسطہ نقطہ ہونے کے دریا کے تلے کی مانند ہے اور دل کے علم کا سیپ

آواز اور حرف ہیں۔ کیونکہ معانی کا خلاف ہیں۔ معانی انہیں پرورش پاتے۔ اور موٹے ہوتے ہیں۔

نفس گردد رواں چوں برق لامع	رسد زو حرفہا در گوش سامع

یہ دم چلتا ہے گو بجلی ہے لامع۔	حروف اس سے گئے کانوں میں سامع

جیسا کہ ساون میں جو بہار کا فصل ہے۔ ہوائیں صاف دریا کے درمیان سے سیپوں کو کناروں پر لیجاتی ہیں۔ تاکہ ہوا کی تحریک سے سیپ مانند حباب کے پانی کے منہ پر چلتا ہے۔ یہانتک کہ قطرے بارانی اس کے منہ میں پڑتے ہیں۔ نفس یعنی دم انسانی کی ہوائیں چمکنے والی بجلی کی مانند رواں اور متحرک ہوکر متنفس کے باطنی دریا کے تلے سے آوازوں اور حرفوں کے سیپوں کو مخارج میں عبور کرنے کے ذریعہ سے باہر لاتی ہیں۔ اور اس دم رواں سے حروف اور آواز سے سُننے والوں کے کانوں میں پہونچتے ہیں +

صدف بشکن برون کن دُر شہوار	بیفگن پوست مغز نغز بردار

صدف کو توڑ کر موتی نکالو۔	ہڈی کو پھینک مغزوں کو اُٹھالو

یعنی جیسا کہ سیپ سے غرض ہوتی ہے۔ جبتک صدف توڑا نہ جائے۔ جواہر باہر نہیں آتے۔ آوازوں الفاظوں اور حروفوں سے مقصود معانی ہیں۔ جہانتک لفظوں اور علوم ظاہر سے جو پوست یعنی پردہ کی مانند ہیں تجھے گُذر ہو کہاں مغز جو وہ معانی اور حقائق اور علوم مکاشفہ ہیں انہیں تک نہیں پہونچیگا ۱۲

لغت با اشتقاق و نحو با صرف	ہمی گردد ہمہ پیرامن حرف

لغت اور اشتقاق اور نحو اور صرف	سبھی یہ علم پھرتے قید میں حرف

یعنی یہ علوم تحت میں الفاظوں کے ہیں۔ اور الفاظ حروف سے مرکب ہیں +

ہر آنکو جملہ عمر خود دریں کرد	بہرزہ صرف عمر نازنیں کرد

کیا جس عمر میں انہیں کو شائع	ہوئی بیہودہ پن میں عمر ضائع

زجوزش قشر خشک افتادہ در دست	نیابد مغز ہر کو مغز نشکست

اسے اخروٹ سے ہی چھوگ حاصل	نہ توڑا پوست کب ہو مغز حاصل

یعنی جن لوگوں نے اپنی عمر کو ان علوم میں خرچ کر دیا۔ وہ اس شخص کی مانند ہیں جسے اخروٹ سے لکڑی خشک ہاتھ میں پڑی ہو جس سے کوئی نفع میسر نہیں ہے۔ اور مقرر ہے۔ کہ جبتک لکڑی کو نہ توڑے مغز باہر نہیں آتا۔ اور توڑنا پوست یعنی اوپر کی لکڑی کا یہ ہے کہ اسمیں فیہ نہ ہوں۔ صرف اس کو دینی علم کا وسیلہ جانیں۔ اور دینی علم کے مقتضا پر عمل کریں۔ جیسا کہ تفسیر قرآن اور احادیث کا پہچاننا ان علوم مذکورہ کی دانش پر موقوف ہے۔ فرماتے ہیں :-

زعلم ظاہر آمد علم دین نغز	بلے بے پوست ناپختہ است مغز
ہے ظاہر علم سے ہی علم دین نغز	مگر بے پوست رہتا خام ہے مغز

جیسا کہ مغز کا کامل پختہ ہونا پوست کے ذریعہ سے ہے۔ علم دین کا کمال جو تفسیر و حدیث ہے۔ ظاہری علم کے ساتھ مثل لغت اور اشتقاق اور صرف اور نحو کے ہے

بجان و دل برو در علم دین کوش	ز من جان برادر پند بنیوش
دل و جاں علم دین میں خرچ کر لو	میرے سب بھائیو یہ پند سن لو

جب عالم کی پیدائش کا نتیجہ معرفت ہے۔ اور معرفت حقیقی بباعث عبادت کے ہی جیسا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ یعنی نہیں پیدا کیا میں نے جنوں اور انسانوں کو مگر اس لئے کہ وہ میری عبادت کریں) یاد رکھنا سبب اور ارادہ مسبب اور عبادت کا علم دینی پر موقوف ہے۔ کیونکہ اگر عبادت کی کیفیت نہیں جانتا تو نتیجہ عبادت کا خواری کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں۔ کہ اے عزیز دینی برادر نصیحت سن لے۔ اور قبول کر۔ اور کامل توجہ کے ساتھ دینی علم کے حاصل کرنے میں کوشش کر کیونکہ دو جہانی مقصدوں کے حصول کا وسیلہ ہے +

اگر کہتر بود از وے سروری یافت	کہ عالم در دو عالم سروری یافت
اگر کہتر تھا اس کو سروری ہے	کہ عالم کو جہاں میں سروری ہے

یعنی دینی علوم کے عالم نے دنیا اور آخرت میں بزرگی حاصل کی۔ دنیا میں اس لئے کہ بندوں کو عبادت اور نکاح اور معاملات میں ساری احتیاج اسی کی طرف ہے۔ اور جب اس علم کے ساتھ عمل کیا جائے۔ تو آخرت میں اس کے درجات کا موجب ہوگا۔ اگر اصلی

اور نسب میں سب سے کمینہ ہوگا۔ علم کے نتیجہ اور برکت کے ساتھ سردار اور بہتر سب کا ہوتا ہے اور محتاج الیہ خلق کا ہے۔ یعنے خلق کو اس کی طرف احتیاج ہے ✦

عمل کاں از سر احوال باشد　　بسے بہتر ز علم قال باشد

عمل جو ہوگا حال اتوں سے الور　　ہے قالی علم سے وہ بہت بہتر

یعنی وہ عمل اور عبادت کہ احوال کے ساتھ ہے بندہ اور حق تعالے کے درمیان میں سے حجابوں کا اٹھا دینا اسکو لازم ہے قالی علم سے بہت بہتر ہے۔ کیونکہ قال سے غرض اعمال کی کیفیتوں کا معلوم کرنا ہے۔ اور عمل سے غرض معنوی احوال کا حاصل کرنا ہے جو انوار اور تجلیات الٰہی کے تقرب و مشاہدہ سے عبارت ہے۔ اگرچہ وہ صاحب عمل با حال ظاہر میں نہ ہوا ہو ✦

ولے کاریکہ از آب و گل آید　　نہ چوں علم است کاں کار دل آید

مگر جو کام جسم آب و گل ہے　　نہ مثل علم کیوں وہ کام دل ہے

یعنی علم با حال علم قال سے اگرچہ بہتر ہے۔ مگر وہ عمل جو بدن کی ترکیب سے ہو۔ اور حال کے ساتھ پیوند یافتہ نہ ہو۔ وہ علم کے برابر نہیں ہے۔ کیونکہ علم اگرچہ قالی ہو جب وہ دل کا کام ہے۔ تو باقی کچھ اس کے برابر نہیں ہے ✦

میان جسم و جاں بنگر چہ فرق است　　کہ ایں را غرب گیری و آں چو شرق است

بدن اور جان میں کیا ہی فرق دیکھ آپ　　کہ یہ ہی غرب اسکو شرق دیکھ آپ

اگر چاہتا ہی کہ مراتب مذکورہ کے درمیان جو فرق ہے تجھ پر ظاہر ہو تو دیکھ کہ بدن اور جان کے درمیان میں کس قدر تفاوت ہے۔ کہ جسم کو مغرب شمار کرتے ہیں۔ کہ کمال کی صفات اس میں پوشیدہ ہیں۔ اور جان کو مشرق فرماتے ہیں۔ کہ ساری صفات کے انوار اس سے طلوع کرتے ہیں ✦

از ینجا باز داں احوال اعمال　　بہ نسبت با علوم قال با حال

یہاں پہچانیے احوال اعمال　　علوم قال کی نسبت جو با حال

یعنی یہاں سے فرق کو پہچان لے کہ بدنی اعمال کو بہ نسبت علوم حال کے کس قدر

کیونکہ قالی علم بہ نسبت بدنی عملوں کے جان کی مانند ہے۔ پھر نسبت قالی علم کی حال کیساتھ بعینہ یہی نسبت ہے۔ یعنی قالی علم کی جان حال ہے۔ کیونکہ حال مکاشفہ سے عبارت ہے جو علم الیقین ہے۔

نہ علم است آنکہ دارد میلِ دینی　　کہ صورت دارد اما نیست معنی

نہیں ہی علم جو دُنیا کو چاہے　　کہ صورت ہے مگر معنی نہیں ہے

یعنی حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب فرمایا کہ حُبُّ الدُّنیا رَأسُ کُلِّ خَطِیئَۃٍ (یعنے دُنیا کی محبت تمام گناہوں کا سر ہے) پھر جو علم دُنیا کی طرف میل رکھے۔ دراصل علم نہیں ہے۔ کیونکہ علم وہ ہے جو حق تعالےٰ کے اقرب کا وسیلہ ہو۔ اور جو علم زر۔ اور منصب کا وسیلہ ہو۔ وہ صُورت علم کی ہے معنے علم کا اور مثل باقی صنعتوں کی ایک ہنر ہے۔

نگردد علم ہرگز جمع با آز　　ملک خواہی سگ از خود دور انداز

ہوا اور علم اک ہوں جمع یکجا　　ملک چاہے تو سگ ہے دور ہٹا جا

یعنی دینی علوم جو نفس کے لئے بُری خصلتوں سے پاکی کا باعث ہے۔ ہوا اور دُنیا کی محبت کے ساتھ جمع نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ درمیان ہیں ان کے منافات یعنے مخالفات ہے۔ اگر تجھے فرشتی سنگت درکار ہو تو کُتّے کو اپنے قُرب سے دُور ہٹانا چاہئے۔ اس حدیث کی بنا پر کہ لَا یَدْخُلُ الْمَلٰئِکَۃُ بَیْتًا فِیْہِ کَلْبٌ اَوْ تَصَاوِیْرُ یعنے جس گھر میں کُتّا یا تصویریں ہوں اس گھر میں فرشتوں کا دخل نہیں ہوتا۔

علوم دیں ز اخلاقِ فرشتہ است　　نیاید در دلے کو سگ سرشت است

علوم دین ہیں سب اخلاق ملکی　　کہاں داخل ہوں دلمیں کُتّی ملکی

یعنی دینی علوم جو نفس انسانی کی پاکی کا باعث ہیں فرشتوں کے اخلاق ہیں سے ہیں اور ملائک کے وحی لانے کا واسطہ ہیں۔ اور ملکی اخلاق کو کُتّے کی صفتوں سے جو ایک انمیں سے حرص ہے مخالفت اور انتہا دوری ہے۔ اور جس کے دل میں کُتّے والی صفتیں مرکب ہوں۔ فرشتہ اس میں ہرگز داخل نہیں ہوتا۔

حدیث مُصطفےٰ آخر ہمیں است　　ملکو نشنو کہ البتہ چنیں است

حدیث مصطفےٰ آخر یہی ہے　　　سنو خوبی سے بیشک وہ یہی ہے

اور حدیث مذکور کہ جس گھر میں کتا یا تصویر ہو فرشتہ وہاں داخل نہیں ہوتا۔ اس معنی کو ٹھیک سُن لے۔ کہ علوم دینی ہوا کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتے +

درونِ خانہ چوں ہست صورت　　　فرشتہ نایداندروے ضرورت

گھروں میں جنکی ہوگی شکل وصورت　　　فرشتہ کب ہو داخل بالضرورت

برو بزدائے اول تختہ دل　　　کہ تا سازد ملک پیشِ تو منزل

مٹا شکلوں کو تختی دل سے اول　　　فرشتہ تب کریگا واں پہ منزل

یعنی دل کی تختی کا منہ جو نفس میں آفاقی لوح محفوظ کی مثل ہے ردی خیالوں کی صورتوں سے اور بُری صفتوں اور باطلہ وہموں کے نقشوں اور فاسدہ خیالات سے پہلے پاک کر۔ اور ذکر و فکر کے پانی سے دھو۔ تاکہ طہارت کے ذریعہ سے عالم الٰہی کے ساتھ مناسبت پیدا ہو۔ اور پاک روحیں مقدسہ جو حقیقت کی علمیہ صورتیں ملائکہ اسموں کے ساتھ نامزد ہیں تیرے دل کے گھر میں داخل ہوں +

از و تحصیل کن علم وراثت　　　ز بہر آخرت میکن حراثت

ملک سے کرے حاصل علم کشفی　　　زراعت عاقبت کی بولے کافی

یعنی تیرے اضافی دل کے بیچ جو نقشوں سے سادہ ہے فرشتہ نے جب مقام کیا۔ تو وراثت کا علم جو معنوی کشفی اور لدنی ہے۔ اور اشارہ سے حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اولیاؤں کو پہنچتا ہے۔ حاصل کرلے۔ اور اپنے آخری ظہور کے لیئے اس جگہ میں زراعت بولے۔ کیونکہ جس چیز کی یہاں پر کھیتی نہ کرے گا۔ وہاں پر نہ کاٹے گا +

نظم

ایندم است آنوقت تخم اند اختن　　　کارہائے روز حاجت ساختن

(ترجمہ) یعنی بیج پھینکنے کا وقت اسی دم ہے اور حاجت کے دنوں کے کام کرنے کا +

ہر چہ کشتی جنس آنخواہی درود　　　نیک و بد آنجا عیاں خواہی نمود

(ترجمہ) تونے جس چیز کی کھیتی کی وہی جنس کاٹیگا۔ برا بھلا وہاں پر ظاہر دیکھا جائیگا +

چونکہ فرصت یافت بنشاں بید رنگ　　آں نہال میوہائے رنگ رنگ

(ترجمہ) جب فرصت ہے تو جلدی سے لگا۔ وہ کئی رنگوں والے میووں کے پوٹے۔

جب بواسطہ دل کی صفائی اور روشنائی کے اس علم کے حاصل کرنے کا مستحق ہوا تو فرماتے ہیں: کتاب حق بخواں از انفاس و آفاق　　مزین شو باصل جملہ اخلاق

کتاب اللہ میں پڑھ انفاس و آفاق　　مزین ہو اصل سے سب کے اخلاق

یعنی فرشتے کی تعلیم سے اللہ تعالےٰ کے اسموں اور صفتوں کی آیتوں کی کتاب اپنے نفس سے جو وہ ایک کتاب کتب الٰہی کے جملہ کے لئے جامع ہے۔ اور سارے اسموں اور صفتوں کی آیتیں اس میں لکھی ہیں۔ اور آفاقی کتاب جو علیحدہ ہے۔ اور انفسی کتاب کی تفصیل ہر اور تعین کے اعتبار سے تیرے نفس سے خارج ہے۔ پڑھ لے۔ اور دانا اور حکیم ہو کر عدالت کے لباس اور حکمت کی زینت کے ساتھ جو سارے اخلاق کا اصول ہے مزین اور روشن ہو جا۔

قاعدہ

اصول خلق نیک آمد عدالت　　پس از وے حکمت و عفت شجاعت

اچھی خو کا اصل اب ہے عدالت　　ہیں پیچھے حکمت اور عفت شجاعت

جاننا چاہیے کہ نفس ناطقہ انسانی کو دو قوتیں موجود ہیں ایک ادراک دوسرا تحریک اور ہر ایک ان دونوں کی دو قسم پر ہیں۔ اور ادراک نظری قوت اور علمی قوت کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔ اور تحریک شہودی اور غضبی قوتوں سے ہوتی ہے۔ اور یہ چاروں قوتیں جو جو نظری اور علمی اور شہودی اور غضبی ہیں۔ جہانتک کہ ان چاروں کے ہر ایک کا تصرف اپنی جگہوں میں بلا افراط اور تفریط کے اعتدال کی وجہ پر ہو۔ تو ہر ایک سے فضیلت ہوتی ہے۔ پس اخلاق کے اصول چار ہی ہیں۔ ایک نظری قوت کی درستی جسے عدالت کہتے ہیں۔ دوسری علمی قوت کی راستی جسے حکمت بولتے ہیں۔ تیسری شہودی قوت کی تہذیب اور اسے عفت کے نام سے بولتے ہیں۔ چوتھی غضبی قوت کی تربیت اور اس کو شجاعت کہتے ہیں۔ اور عدالت کا سب پر مقدم ہونا بباعث اس کے توقف کے ہے ان تینوں فضیلتوں پر۔ اور اس کی تفصیل اخلاقی فنون میں مذکور ہے۔ اور حسب معنی اس بیت کے یہ چاروں فضیلتیں اخلاق کا اصول ہیں۔ اسواسطے فرمایا:-

حکیمے راست گردار ست و گفتار　　کسے کو متصف گردد بدیں چار

ہے دانا رست کام اور رست گفتار جو ہو موصوف ان چاروں سے ناچار

یعنی حکیم ہونا یہ ہے کہ حکمت کی دونوں قسموں نظری اور علمی کے ساتھ موصوف ہو۔ اور سیدھے کاموں کا اشارہ نظری حکمت کی طرف ہے۔ کہ چیزوں کو جیسے کہ وہ ہیں جانے اور پہچانے۔ تو بیشک راست گفتار ہوگا۔ کیونکہ قول علم کی صورت ہے +

بحکمت باشدش جان و دل آگہ نہ گربز باشد۔ و نے نیز ابلہ +

دل و جان اس کی ہیں حکمت سے آگہ نہ حیلہ باز ہے وہ اور نہ ابلہ

یعنی جو شخص ان چاروں خصلتوں اچھی کے اصول سے متصف ہو دل اور جان اس کی حکمت سے خبردار اور حقیقی حکمت سے اللہ تعالے کے جو علم چیزوں کا ہے۔ جیسے کہ چیزیں ہیں واقف ہوگا۔ اور ان چاروں کے فضائل کے ساتھ متصف ہونے کے بعد عمل بھی انہیں کے مقتضا پر ہوگا۔ اور جاننا چاہیئے۔ کہ ان فضائل محمودہ میں سے ہر ایک دو طرف کو شامل ہے۔ ایک افراط جو بہت بری ہے۔ دوسری تفریط جو خسیس ہے۔ جیسا کہ نطقی قوت کا اعتدال حکمت ہے۔ اور اس کے افراط کو مکر اور حیلہ اور تفریط کو ابلہی اور بیکاری کہتے ہیں۔ جو دونوں مذموم ہیں۔ گربزی یہ ہے کہ فکری قوت کو ناواجب کاموں میں چلائے۔ یا واجب کے اندازے سے زیادہ بڑھائے۔ اور ابلہی یہ کہ قوت فکری کو ارادہ کے ساتھ معطل اور بیکار کردے نہ خلقت کی وجہ سے۔ اور حکیم وہ ہے۔ جو قوت مدرکہ سے ضروری امور میں اچھے انداز تک جو وجوب عرفی یعنے شرعی ہے کام لے اور زیادہ اس سے حیلہ اور مکر ہے۔ اور معادی امور کے انتظام میں خلل کا باعث ہے اور تعطیل دین اور دنیا کے ٹوٹنے کا موجب ہے +

بعفت شہوت خود کردہ مستور شرہ ہمچوں خمود از وے شدہ دور

کیا عفت سے شہوت کو ہے مستور شرہ مثل خمود اس سے ہوا دور

یعنی عفت جو شہوی قوت کی درمیانہ حالت ہے جو قوت عاقلہ کی اطاعت اور اعتدال کے سبب اور اپنی ہوا کی مخالفت سے پیدا ہو کر اپنی شہوت اور لذتوں کی خواہش کو اختیار کے ساتھ پوشیدہ رکھتی ہے۔ اور دونوں طرفیں افراط اور تفریط کی جو شرہ اور خمود ہے اس سے دور ہو جاتے ہیں +

شجاع و صافی از ذل و تکبر مبرا ذاتش از جبن و تہور

ہے کبر اور خواری سے صافی بہادر | نہیں جبن اور تہور اس کے اندر

یعنی وہ حکیم چاہئے کہ شجاعت یعنے بہادری جو غضبی قوت کے اعتدال اور نفس ناطقہ کے امروں کے انقیاد کے واسطے اور حد اعتدال سے نہ تجاوز کرنے کے سبب حاصل ہوتی ہے۔ رکھتا ہو۔ اور خواری سے جو جبن کے لوازم اور تکبر سے جو تہور کے لوازم میں سے ہے۔ صاف اور خالی ہو۔ اور اس کی ذات سے بہادری یعنے شجاعت کی دونوں طرفوں افراط اور تفریط کی خساستیں جو تہور اور جبن ہے۔ دور ہوں۔ تہور بڑائی کا اشتغال اور جبن مُردہ پن کی حالت ہے +

عدالت چوں شعار ذات اُو شُد | ندارد ظلم زاں خلقش نکو شُد

شعار اسکا ہے ذاتی جب عدالت | ہے ترک ظلم اچھی خو کی حالت

عدالت برابری اور راستی ہے یعنی وسط کا مرتبہ پھر جب حکیم کا ذاتی شعار اور لباس پہلے اعتبار کی وجہ سے عدالت اور علمی قوت کی تہذیب ہے۔ اور مشابہت کی حالت جو حکمت اور عفت اور شجاعت کی آمیزش اور سلامتی سے باعتبار دوسرے کے پیدا ہوتی ہے۔ تو بلا شک عدالت کی ضد جو ظلم ہے نہ رکھتا ہوگا۔ پس خُلق اُسکا سب طرح سے جو اعتدال کے ساتھ واقع ہے اچھا ہوگا۔ اور عدالت کے ساتھ کسی شخص کے اتصاف کی علامت وہ ہے کہ اس سے جو کچھ واقع ہوا ایسا ہی ہو جیسا کہ چاہئے +

ہمہ اخلاق نیکو درمیان ست | کہ از افراط و تفریطش کرانست

سبھی اخلاق نیک وسط میں ہونگے | یہاں افراط و تفریط اب نہونگے

یعنی تمامی اخلاق حسنہ درمیانہ حالت میں ہیں۔ کیونکہ وسط کو افراط اور تفریط سے یعنے انحراف سے کنارہ اور دوری ہے +

میانہ چوں صراط المستقیم است | ز ہر دو جانبش قعر جحیم است +

میانہ جب صراط المستقیم ہے | تو دونوں طرف میں اسکی جحیم ہے

یعنی درمیانہ حد سیدھی راہ ہے۔ جو بے شک اسکو نفس الامری کے ذاتی کمال کے مقام میں پہونچاتی ہے۔ اور بلا طریق اعتدال کے معرفت اور امروں کی حقیقتیں حاصل نہیں کی جاسکتیں۔ اور وسط اور میانہ کی دونوں طرف یعنے افراط اور تفریط میں دوزخ کا گڑھا

ہے۔ پھر جس نے اعتدال سے دونوں طرفوں کی ایک طرف میں میل کی۔ اور افراط اور تفریط کیا۔ دوزخ کا گرفتار رہوا۔ اور کمال کے درجات سے نفس کے درکات میں پڑا پھر جہانتک اعتدال کے سیدھے راستے پر نہ گذرے بہشت میں نہیں پہونچ سکیگا۔

بباریکی و تیزی موی و شمشیر — نہ روی گشتن و بودن بر و دیر

ہے باریکی و تیزی بال و شمشیر — نہ پھرنے اور کھڑے ہنے کی ہے دیر

صراط کی صفت میں اشارہ ہے۔ یعنے میانہ جو وسط میں واقع ہے۔ بال کی مانند باریک اور تلوار کی مثل تیز ہے۔ باریکی کے باعث پھر آنا اور تجاوز کرنا اس سے میسّر نہیں ہے۔ کیونکہ تھوڑی سی میل اور انحراف کے ساتھ دوزخ میں پڑ جاتا ہے۔ اور نہایت تیزی کے سبب اسپر دیر تک رہ نہیں سکتا۔ کیونکہ جیساکہ حقیقی وسط کا پانا بے نہایت طرفوں کے بیچ میں مشکل ہے۔ اس کے پالینے کے بعد اسپر ٹھہرنا اور قیام کرنا مشکل زیادہ ہے

نظم

صورت عدل است میزان و صراط — بر صراطِ حق گذر با احتیاط

(ترجمہ) ترازو اور پلصراط عدل کی صورت ہے۔ خدائے تعالےٰ کے راہ پر احتیاط کے ساتھ گذرنا چاہیئے۔

انحراف از ہر دو جانب دوزخ است — اعتدال اندر وسط چوں برزخ است

(ترجمہ) دونوں طرف سے پھرنا دوزخ ہے۔ اور اعتدال برزخ کی طرح میانہ میں ہے

راہ اوسط رو کہ شد خیر الامور — تا رہی از دوزخ پر شر و شور

(ترجمہ) اوسط کے رستہ میں چل۔ کہ وہ سب امروں سے اچھا ہے۔ تاکہ شر اور شور کے بھرے ہوئے دوزخ سے تجھ کو خلاصی ہو۔

تا نسازی بر صراطِ حق عبور — کے رسی در جنت حور و قصور

(ترجمہ) جب تک خدا تعالےٰ کی راہ تجھ کو گذر نہ ہو۔ محلوں اور حوروں والے باغ میں کب پہونچیگا۔

جب عدل کی ضد ظلم ہے۔ تو فرمایا:۔

عدالت چوں یکی دارد ز اضداد — ہمیں ہفت آمد ایں اضداد ز اعداد

عدالت کی اکیلی ضد پہچانو — یہ ضدیں سات ہی گنتی میں جانو

جاننا چاہیے کہ حکماء نے باقی اصلوں کی طرح عدالت کو دو طرفیں افراط اور تفریط کی مثل ظلم اور انظلام کے معتبر فرمائیں ہیں۔ معاش کے اسباب کو بُرے وجوہات سے مثل غضب اور غلبہ اور بلا استحقاق کے حاصل کرنا ظلم ہے۔ اور اس طالب معاش کو عزت دینا۔ اور اس کی اطاعت کرنا بلا استحقاق لینے (دینے) اسبابوں کے انظلام ہے۔ اور اس جگہ پر فرماتے ہیں کہ عدالت کی ضد ایک ہی ہے۔ پس بیشک اصلوں کی ضدیں گنتی گنتی میں سات ہیں۔ اور اس انظلام کو جو عدالت کی تفریط ہے۔ اعتبار نہیں فرمایا۔ اور اس فقیر یعنے شارح کے دل میں اسکا حکم جو کچھ کہ پہونچا ہے وہ یہ ہے کہ جب فقر و ولائیت کا کمال عجز اور نیستی میں ہے۔ تو حقیقت میں انظلام مراتب کمال کا سبب اور وسیلہ ہوتا ہے۔ پس بُری صفتوں سے نہ ہُوا۔ بلکہ نہائیت مرتبہ کمال کا وہ ہے۔ کہ خلق کی ایذا سے لذت پانے والا ہو جائے ۞

بزیر ہر عدد سرے نہفت است | ازاں درہائے دوزخ نیز ہفت است
چھپا ہے بھید نیچے ہر عدد کے | کہ در دوزخ کے ہیں ساتوں عدد کے

یعنی ساتوں اعداد کے ہر ایک عدد کے نیچے چھپے بھیدوں میں سے ایک بھید ہے اور سارے پوشیدہ بھیدوں سے ایک یہ ہے کہ یہ ساتوں ضدیں دوزخ کے ساتوں دروازوں کی طرف اشارہ ہے ۞

چناں کز ظلم شد دوزخ مہیا | بہشت آمد ہمیشہ عدل را جا
یہ دوزخ جیسے ظلمِ ظالموں ہے | یونہی جنت مقامِ عادلوں ہے

یعنی جیسا کہ دوزخ ظلم اور بُری خصلتوں سے تیار ہو کر ظالم اور قاہر کی جگہ ہے بہشت عدل اور راستی اور میانہ حد والے عادل صادق کی جگہ اور محل ہے ۞

جزائے عدل نور و رحمت آمد | سزائے ظلم لعن و ظلمت آمد
عدل کی ہے جزا سب نور و رحمت | ظلم کی ہے سزا لعنت و ظلمت

جاننا چاہیے کہ جزا عملوں کی لازم اعمال کا ہے۔ اور ہر ایک چیز اپنی ہی خاصیت یعنی اثر کو دکھاتی ہے۔ مثلاً زہر سانپ کا لازم ہے۔ اور لذت شہد کی لازم فرماتے ہیں کہ عدل اور راستی کی جزا جو اخلاق اور افعال میں ہو۔ اللہ تعالے کی بے نہائیت رحمت اور اس کے

تجلیات کا نور ہے۔ اور ظلم اور سارے اوامر اور نواہی سے پھر جانے کی سزا لعنت اور دوری اور اندھیرا ہے۔ نظم

نیست انساں ہر کرا خلق بد است — در حقیقت چوں سباع است و دو است

(ترجمہ) جس کی خو بری ہے انسان نہیں ہے۔ دراصل چار پایوں اور درندوں کی شکل ہے

مایہ دوزخ چہ باشد خلق بد — خلق بد آمد براہ دوست سد

(ترجمہ) دوزخ کی اصل کیا ہے بری خو ہے۔ بری خو دوست کے راستہ میں دیوار ہے

چوں شوی پاک از ہمہ اخلاقِ بد — اسلم الشیطاں ترا باشد سند

(ترجمہ) جب تو تمام بری خصلتوں سے بری ہو گیا۔ تو شیطان کا اسلام لانا تیرے لئے سند ہو گی *

ظہور نیکوئی در اعتدال است — عدالت جسم را اقصی الکمال است

نیکوئی کا ظہور اندر عدل ہے — کمال اقصی بدن کا بھی عدل ہے

یعنی خوبی کا ظہور میانہ حد میں ہے۔ کہ جس وقت اچھی عادتوں کے خیالوں کی فضیلتوں کے ساتھ انسان درست ہوا۔ تو ظاہر اور باطن میں اس کی خوبی ظہور پاتی ہے۔ باطن میں معرفت جو نفس کی خوبی اور ایمان جو زیبائش ہے پیدا ہوتی ہے۔ اور ظاہر میں عبادت جو بدن کا حسن اور زینت اس کی جو دین اور اسلام ہے ظاہر ہوتا ہے۔ اور عدالت کا جسم کے لئے نہایت کمال ہو جانا اسواسطے ہے کہ عدالت مساوات یعنی ہر کام میں برابری ہے اور برابری بلا اعتبار وحدت کے متصور نہیں ہو سکتی۔ پس نہایت کمال بدنوں کا بھی وہ ہے کہ ان کی جدا جدا اور مخالفت اجزائیں قریب و متسالم ہو جائیں۔ اور مادہ اور صورت اُن کی بواسطہ چھوٹا ہونے اور ملجانے کے ایک دوسرے میں داخل ہو جائیں اور ہر ایک کیفیت کی مخالفت شکست اور عجز پا کر آپس میں متحد یعنے ایک بنجائیں۔ اور صورت وحدانی ظہور میں آئے۔ اور وہ صورت وحدانی عدالت ہے جو مرکب یعنے بدن میں بسیطی صورت پر یعنے صورتِ روحی پر پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ فرمایا :-

مرکب چوں شود مانند یک چیز — ز اجزا دور گردد فعل و تمیز

مرکب جب ہوا مانند اک چیز — ہوئے اجزا سے گم اب فعل و تمیز

یعنے مرکب جو انسانی بدن سے مراد ہے جب بواسطہ عدالت کے ہر ایک اجزا مانند ایک

چیز کے ہو جائے۔ یعنے صورتِ وحدانی حاصل کرلے تو عناصر کے اجزاؤں سے فعل اور طبیعت کی کیفیتیں جو حرارت اور برودت اور رطوبت اور یبوست ہیں دور ہو جائیں۔ اور تمیز بھی اجزا سے بالکل اُٹھ کھڑی ہو۔ کیونکہ سب کچھ اکیلی چیز ہو چکا ❖

بسیط الذات را مانند گردد   میانِ این و آں پیوند گردد

بسیط الذات کی مانند ہوگا۔   بدن اور جان میں پیوند ہوگا

یعنی وہ مرکب بسبب وحدت کے جو اجزار کی برابری پیدا ہونے سے اسے لازم ہو گئی ذات بسیطہ کی طرح جو عقول اور نفوس مجردہ ہیں۔ مانند بنجاتا ہے یعنے ان کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے۔ اور درمیان اس مرکب کے جو بدن ہے۔ اور اس بسیط الذات کے جو نفس ناطقہ یعنے روح انسانی ہے پیوند ہو جاتا ہے۔ اور اس پیوند کا بیان فرماتے ہیں

نہ پیوندیکہ از ترکیبِ اجزاست   کہ روح از وصف جسمیت مبراست

نہ وہ پیوند ہے ترکیبِ اجزا   کہ جاں ہے وصفِ جسمی سی مبرا

یعنی وہ پیوند ایسا نہیں ہے جیسے بدن کی ترکیب اجزار سے ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ جسم کو لازم ہے۔ اور جانِ انسانی نہ جسم ہے نہ جسمانی ہے۔ اور جسمانی اوصاف کا اطلاق اس پر کیا نہیں جا سکتا ❖

چو آب و گِل شود یکبارہ صافی   رسد از حق بدو روح اضافی

جبھی پانی و گل ہو جائیں صافی   تو حق سے پہونچے اسکو روح اضافی

یعنی جب انسانی بدن کے پانی کیچڑ اتحاد پیدا کرلیں اور طبعی مخالفت کی کدورت سے صاف ہو جائیں۔ تو اللہ تعالےٰ سے اس بدنِ انسانی کے پانی کیچڑ میں بسبب برابر ہونے کو ایک اور جان بڑھکر وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے حکم سے اپنے پھونکا میں نے اس میں اپنی جان سے، پہونچتی ہے۔ اور انسان جامعیت کی تشریف سے مشرف ہو جاتا ہے

چو یابد تسویہ اجزائے ارکان   درو گیرد فروغ عالمِ جان

برابر جبکہ ہوں اجزائے ارکان   پڑے اسپر وہ نور عالمِ جان

یعنی عنصری ارکانوں کے اجزا جب تسویہ پاکر صورت وحدانی پیدا کوس۔ تو عالمِ ارواح

کی روشنی اس تسویہ پر چمکنے لگتی ہے۔ اور پانی و گل کے اندھیرے کو علم و معرفت کے نور کے ساتھ روشن کردیتی ہے ✦

شعاعِ جان سوئے تن وقتِ تعدیل | چو خورشید جہاں آمد بہ تمثیل

شعاع جان تنوں پر وقت تعدیل | ہے سورج کی طرح از روئے تمثیل

اگرچہ خور بچرخ چارمین است | شعاعش نور تدبیر زمین است

اگر سورج بچرخ چارمین ہی | شعاع اسکا ہی تدبیر زمیں ہی

طبیعتہائے عنصر نزد خور نیست | کواکب گرم و خشک و سرد و تر نیست

طبائع عنصری سے ہر جمیں کیوں ہوں | ستارے گرم و خشک اور سرد کیوں ہوں

ستاروں میں طبیعت عنصری کے نہ ہونے پر دلیل وہ ہے۔ کہ اگر گرم ہوں تو خفیف اور سرد ہوں۔ تو ثقیل ہو سکتے ہیں۔ پس آسمانوں میں صعود اور ہبوط یعنے بلندی کو جانے اور نیچے اترنے کی میل پائی ہے۔ کیونکہ خفتِ طبیعت کی قوت ہلکی ہے جس کے سبب جسم بلندی کو حرکت کرتا ہے۔ اور ثقلِ طبیعت کی قوت گراں ہے۔ جس کے باعث جسم نیچے کی طرف کو متحرک ہوتا ہے۔ اور آسمان حرکتِ مستقیم کے قابل ہیں۔ پس یہ واقعہ فعلیہ دلائل کے ساتھ محال ہی۔ اور اگر تر و تازہ ہوں۔ تو آسانی سے اشکال کو قبول کریں اور اگر خشک ہوں۔ تو مشکل سے اشکال کو قبول کریں۔ بہر حال پھٹ جانے اور ملجانے کے لائق ہوں۔ اور یہ امر قطعی دلیل سے محال ہے۔ اور آسمانوں کے رنگدار نہ ہونے پر دلیل وہ ہے۔ کہ اگر رنگدار ہوتے۔ تو آنکھوں کو دیکھنے سے روکتے۔ اور حالانکہ ساتوں آسمان ثوابت کے دیکھنے سے روکنے والے نہیں ہیں۔ جو کہ آٹھویں آسمان میں ہیں۔ پس بے رنگ چمکنے ہونگے ✦

عناصر جملہ از وے گرم و سرد است | سفید و سرخ و سبز و آل و زرد است

عناصر گرم و سرد اس سے ہیں سارے | سفید و سرخ و سبز اور زرد سارے

یعنی باوجود اس کے کہ سورج وغیرہ ستاروں میں رنگتی طبائع نہیں ہیں۔ عناصر اور مرکبات یعنے ابدان میں جو کچھ ظاہر ہوتا ہے۔ ان کے سبب سے ہی ہوتا ہے ✦

بود حکمش رواں چوں شاہ عادل | نہ خارج میتواں گفتن نہ داخل

ہے امر اسکا رواں چوں شاہ عادل کہا جاتا نہیں خارج نہ داخل ۔

یعنی سورج اور اس کی روشنی کا حکم عناصر پر جاری اور ساری ہے ۔ لیکن ایسی وجہ سے کہ اس کی کیفیت محسوس نہیں ہے ۔ پھر جب عادل بادشاہ کے ساتھ تشبیہ فرمائی جیسے ظلم اور جور نہیں ہے ۔ پس بیشک اس کے حکم میں خلاف نہ ہوگا ۔ اور سورج کی روشنی عناصر کی طبیعتوں میں داخل یا خارج اس سے نہیں بولی جا سکتی ۔ کیونکہ اگر داخل ہوتی تو جزیں جزیں بنجانا اور تقسیم ہو جانا لازم آتا ۔ اور اگر خارج ہوتی ۔ تو نا تیرہ ہوتی ۔ اور جب اسے مشبہ کیا ۔ تو دونوں امروں کی مطابقت پر اشارہ کر کے فرماتے ہیں کہ

چو از تعدیل شد ارکاں موافق بحسنش نفس گویا گشت عاشق

ہوں جب تعدیل سے ارکاں موافق حسن پر ناطقہ اُن کے ہی عاشق

یعنی جب ارکان کے اجزا عدالت سے موافقت یعنی مناسبت تامہ کی برابری جو حسن و خوبی کے ساتھ موسوم ہے حاصل کرلیں ۔ نفس ناطقہ انسانی اس برابری کی صورت کا عاشق ہوکر اُس کے ساتھ تعلق کر لیتا ہے ۔ کیونکہ تعلق جان کا بدن کے ساتھ مثل تعلق عاشق اور معشوق کے ہے ۔ اور عاشق ہمیشہ معشوق کے ساتھ ہے ۔ معشوق سے جدا نہیں ہے ۔

نکاح معنوی افتاد در دیں جہاں را نفس کلّی داد کابیں

نکاح معنوی دیں میں ہوا اب نفس نے سب جہاں کابیں دیا اب

جب انسان کی صورت میں خوبی ظہور کو پہنچی ۔ اور نفس ناطقہ اس صورت پر عاشق ہُوا ۔ تو ضرور دلی مطلق یعنی حق تعالےٰ سے نفس اور صورت انسانی کے درمیان نکاح معنوی جو عقد اور تصرف ہے ۔ اور ظاہری نکاح کی حقیقت ہے ۔ دین محکم میں واقع ہوا پھر جب نکاح بلا مہر کے نہیں ہوتا ۔ تو نفس کلّی یعنی نفس ناطقہ انسانی نے اجزائے عالم کے متعلقہ نفوس تمامیوں کو انسان کے مہر میں دیدیا ۔ اور سارے جہان انسان کا ملک ہوئے ۔ اور اس کے تصرف کے نیچے آ گئے ۔

ازیشاں می پدید آمد فصاحت علوم و نطق و اخلاق صباحت

انہیں سے پھر ہوئی ظاہر فصاحت علوم و نطق و اخلاق و صباحت

یہ سب کچھ نتیجے ان سے واجب ہیں ۔

ملاحت از جہانِ بے مثالی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ درآمد ہمچو رندِ لاؤبالی

ملاحت اب جہاں سو بے مثالی ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ وہ دوڑی مثل رند لاؤبالی

یعنی جیسا کہ بدن کے ساتھ متعلق ہونے نفس سے کمال کی صفات اور صباحت یعنے جمال نے ظہور پایا۔ ملاحت جو وحدت حقیقی کے نور کی چمک ہے بے مثالی اور بے پوشیدگی کے جہان اور اطلاق کے مرتبہ سے نزول کر کے اسلئے کہ صباحت یعنے خوبی کے وسیلہ سے دلوں کو کھینچ لینے والی ہو۔ اور کسی قید میں انہیں مقیّد ہونے نہ دے تقید اور مثال کی ولائیت میں بے باک رندوں کی مثل آگئی۔ اور خوبی اور جمال کی تخت گاہ پر قرار پکڑا *

بشہرستانِ نیکوئی علم زد ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہمہ ترتیبِ عالم را بہم زد

عَلَم شہروں میں خوبی کے جو مارا ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سبھی ترتیب عالم کو بگاڑا

جیسا کہ حسن تعدیل یعنے برابری میں جگہ پکڑ کر نفس ناطقہ کو کھینچ لینے والا ہوا۔ اور ان کے عقد سے کمال اور جمال کی صفتوں کی کئی قسمیں ظہور کو پہونچیں اور ملاحت یعنی نمکینی جو حسن کے سوا ایک حالت وجدانی ہے بے باک اور بے پروا شہروں میں خوبی کے آ کر بادشاہوں کی طرح جھنڈا لگا یا۔ اور حسن اور جمال کے ملکوں کی والی ہو گئی۔ پھر جب شور انگیز اور فتنہ ڈالنے والی تھی۔ تو جہان کی ترتیب کو بالکل بگاڑا۔ اور دلوں کو قید کر کے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔ اور جو صفت کہ دلبری کی صورت سے قریب تھی۔ اسی کی صورت پر تجلی کیا۔

گہے بر رخشِ حسنِ او سوار است ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ گہے با نطق تیغ آبدار است

کبھی گھوڑی پہ حسن اسکی ہی اسوار ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ کبھی ہی نطق میں وہ تیز تلوار

یعنی جس وقت وہ نمکینی جو وحدت حقیقی کے نور کا عکس ہے۔ وجود انسانی کی صورت میں ظہور پائے۔ اسے ملاحت بولتے ہیں۔ اور جس وقت نفس نطقی میں ظاہر ہو اسے فصاحت یعنی خوشگوئی کہتے ہیں *

ولی و شاہ و درویش و پیمبر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ہمہ در تحتِ حکمِ او مسخر

ولی اور شاہ و درویش اور پیمبر ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ ‏ سبھی نیچے میں حکم اسکے مسخر

یعنی ملاحت نے جو وحدتِ حقیقی کا نور ہے اِس طرح پر جلوہ گری دکھائی۔ کہ سب یہ

چاروں قسمیں مذکورہ انسانی جن کی نظر میں دُنیا و ما فیہا ہرگز نہیں آتی۔ ملاحت کے حکم کے نیچے قید ہیں۔ اور اس کی قید کے تصرف سے وَلَوْ اَعْجَبَکُمْ حُسْنُھُنَّ کے مقتضا پر یعنی ان کے حسن نے تمہیں تعجب اور حیرانی میں ڈالا خلاصی نہیں پا سکتے ✦

درون حُسن روئی نیکواں چیست　　　نہ آں حسن است تنہا گوئی آں چیست

حُسن میں روئی خوباں کے وہ کیا ہے　　　نہ خوبی ہی بتا پھر اب وہ کیا ہے

یعنی اہل خوبی کے چہرہ کی خوبی کے اندر کیا ہے جو عاشقوں کے دلوں کو قید کرتی ہے وہ ٹھگی اور تصرف کون کرتا ہے۔ اکیلا وہ حسن ہی نہیں ہے۔ کیونکہ حسن مناسبت سے عبارت ہے جو بہت سے افراد انسانی میں پایا جاتا ہے جو کشش نہیں رکھتا ✦

جز از حق مے نیاید دلربائی　　　کہ شرکت نیست کس را با خدائی

سوا حق کس سے ہو گی دلربائی　　　نہیں شرکت کسی کو با خدائی

یعنے دلوں کی کشش اور تصرف حق تعالے کے سوا جو حدیث لا یسعنی ارضی ولا سمائی ولکن یسعنی فی قلب عبد المؤمن کے ساتھ موصوف ہے کسی سے نہیں ہو سکتی۔ (ترجمہ حدیث) (یعنے زمین اور آسمان میں مجھے سمائی نہیں۔ مگر مومن بندے کے دل میں سماتا ہوں) بحکم لا مؤثر فی الموجود الا اللہ یعنے وجود میں کوئی مؤثر نہیں۔ مگر خدا۔ خدائی میں کس کو تصرف اور تاثیر ہے۔ کسی کو شرکت نہیں ہے ✦

کجا شہوت دل مردم رباید　　　کہ حق گہ گہ ز باطل می نماید

کہاں شہوت یہ دل بندوں کی چھینے　　　خدا ہی شیشۂ باطل سے چھینے

جاننا چاہیے کہ حق و باطل جو شریعت میں استعمال کئے جاتے ہیں حق حقیقی یعنے وجود مطلق کی مظاہر کی قسموں میں سے ایک ایک قسم ہیں اور حق حقیقی کے مقابلہ میں باطل حقیقی یعنے عدم ہے۔ اسواسطے حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اصدق قول قالت العرب قول لبید الا کل شیءٍ ما خلا اللہ باطلٌ۔ یعنی سچا قول جیسا کہ کہا عرب نے قول لبید کا ہے یعنے خبردار ساری چیزیں جو خدائے تعالےٰ کے سوا ہیں باطل ہیں۔ اور جب غیر حق کا عدم ہے۔ تو مقرر ہے کہ عدم وجود میں مؤثر نہیں ہو سکتا۔ پس فرماتے ہیں کہ دل کی کشش اور چھین لینا اس کا معشوقوں کی صورت میں

در اصل شہوت سے نہیں۔ بلکہ اس صورت میں حق ہی ہے جو دلوں کو کھینچ لیتا ہے اگرچہ شرعی باطل کی صورت میں ہو۔ کیونکہ حق تعالےٰ صورت جلالی میں جو شرعاً باطل ہی کبھی کبھی ظہور کرتا ہے ؛ نظم

ہر حسن یک رقم ز کتاب جمال اوست　　　در دفتر جمال تو گم شو رقم ببیں

(ترجمہ) ہر ایک حسن اس کی خوبی کی کتاب سے ایک رقم ہے۔ جمال کے دفتر میں ڈوب اور رقم کو دیکھ ؛ فرمایا کہ :-

مؤثر حق شناس اندر ہمہ جا　　　ز حدِ خویشتن بیروں منہ پا

مؤثر سب جگہ میں حق پچھانو　　　نہ رکھنے پاؤں باہر حد سی مانو

یعنی سب صورتوں میں جمالی ہوں خواہ جلالی ہوں خدائے تعالےٰ ہی کو مؤثر جاننا چاہیئے اور اپنے امکانی حد سے پاؤں بڑھانے نہ چاہئیں نظم

آنکہ خود را می نمایدُ از رخ خوباں چو ماہ　　　میکند از دیدۂ عشاق در خوباں نگاہ

(ترجمہ) جو خوبوں کے منہ سے آپ کو چاند کی شکل دکھاتا ہے۔ عاشقوں کی آنکھ سے خوبوں میں نظر کرتا ہے ؛

عشق چوں خود کرد با خود آنچہ کرد و میکند　　　پس نباشد عاشق و معشوق را جرم و گناہ

(ترجمہ) عشق نے جب آپ کے ساتھ آپ کیا۔ جو کچھ کیا یا کرتا ہے۔ پس عاشق و معشوق کا کوئی جرم اور خطا نہیں ؛

خیمہ بیروں زد پئے اظہار خود سلطان عشق　　　تا کند بر عرصۂ ملک جہاں عرض سپاہ

(ترجمہ) عشق کے بادشاہ نے اپنے اظہار کے لئے خیمہ باہر لگا دیا۔ تاکہ ملک جہاں کے میدان میں لشکر کو دکھائے ؛

عشق کثرت بر نتابد پیش او باشد یکے　　　یوسف و گرگ و زلیخا و عزیز و چاہ و جاہ

(ترجمہ) عشق کثرت کی لیاقت نہیں رکھتا۔ اس کے آگے سب ایک ہیں۔ یوسف بھیڑیا اور زلیخا عزیز اور کنواں اور مرتبہ ؛ فرماتے ہیں :-

حق اندر کسوت حق دین حق داں　　　حق اندر باطل آمد کار شیطاں

لباس حق میں حق یہ دین حق جاں　　　خدا باطل میں ہی یہ کام شیطاں

یعنی حق حقیقی کے نور کی چمک کا ملاحظہ شرعی حق کے لباس میں دین حق یعنی دین ثابت

و اہل یقین کی عادت ہے۔ اور حق تعالےٰ کا دیدار صورت میں باطل شرعی کے شیطان اور نفس و ہوا کا کام ہے۔ اور اہل کمال کے طریق سے دوری کا موجب ہے۔ خلاصہ سخن یہ کہ کہ اگر عشق مجازی حسن کی صورت پر پاک طریق کے ساتھ شہوات نفسانی سے قطع نظر ہو۔ تو دیدار خدا تعالےٰ کا حق کے لباس میں ہے۔ اور باطل سے دور اور دین حق کا ہے۔ اور بیشک اس کے ساتھ حقیقی عشق میں پہونچیگا نظم

عشق آں باشد کہ باطل حق شود　　قید را بگذارد و مطلق شود

(ترجمہ) عشق یہ ہے کہ باطل و حق ایک ہو جائیں۔ قید کو چھوڑ کر مطلق ہو جائے +

اور اگر شہواتی نظر ہو۔ یا حیوانی طبیعت سے کھڑا ہو وہ کشش اور تعرف صورت خوب میں خدا تعالےٰ کا فعل ہے جس نے باطل شرعی کے لباس یعنے شہوت میں ظہور کیا۔ اور شیطان اور نفس کا کام اور فعل ہے۔ کیونکہ بواسطہ مظہر شر کے واقع میں آئے ہوئے ہیں۔ اور عالم طبیعت میں تقید کا موجب ہونے کی وجہ سے اور مبدا حقیقی سے دوری اور حقیقت حال پر نا واقفی کا موجب بن جانے سے شرع میں منع کئے گئے۔ اور اسکا مرتکب مطعون ہے۔ اور اعمال اور افعال بہ نسبت ہر ایک طائفہ کے اور ہی حکم رکھتے ہیں۔ جیسا کہ بہ نسبت کامل کے جبر عین کمال اور اختیار عین نقصان ہے۔ بہ نسبت ناقص کے اختیار عین کمال اور جبر عین نقصان ہے۔ حق تعالےٰ کا مشاہدہ معشوقوں کے لباس میں بہ نسبت کامل اور ناقص کے یہی قیاس کیا چاہئے

نظم

جبر باشد پر و بال کاملاں　　جبر ہم زندان و بند جاہلاں

(ترجمہ) جبر یعنے بے اختیاری کاملوں کے پر ہیں۔ اور جاہلوں کے لئے وہ جبر قیدی خانہ اور قید ہے +

بال بازاں را سوئے سلطاں برد　　بال زاغاں را بگورستاں برد

(ترجمہ) بازوں کو پر بادشاہوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ اور کوے کو پر گورستان میں پہونچاتے ہیں +

ہر چہ گیرد علتے علت شود　　کفر گیرد کاملے ملت شود

(ترجمہ) بیمار جو چیز لیگا بیماری ہی ہوگی۔ کامل کفر کو پکڑیگا تو وہ مذہب بنجائیگا +

نعمت جنات خوش بر دوزخی　　شد محرم گرچہ حق آمد سخی +

(ترجمہ) بہشتوں کی خوش نعمتیں دوزخی پر حرام ہو گئیں ہیں اگرچہ خدائے تعالےٰ کریم ہے

حق تعالےٰ کا دیدار حسن و جمال کے لباس میں بہ نسبت کامل اور ناقص کے سب جگہ میں اسی قیاس پر کیا جا سکتا ہے۔ اور کلی حکم یہ کہ مشاہدہ حق حقیقی کا لباس میں حق شرعی کے حق تعالےٰ کا دین اور اہل کمال کی عادت ہے۔ اور بلا حظہ حق حقیقی صورت میں باطل شرعی کے نفس اور شیطان کا فعل ہے۔ جب اس قاعدہ کے بیان سے جو پہلے جواب اور سوال پر مرتب کیا تھا فارغ ہوئے۔ تو اب فرمایا۔

گیارھواں سوال جزویں اور اُس کا جواب

چہ جزو است آنکہ او از کل فزون ست	طریق جُستن آں جزو چون ست
زیادہ کُل سے جو جز ہو وہ کیا ہے	طریقہ ڈھونڈنے اس جُز کا کیا ہے

جواب

وجود آں جزو داں کز کُل فزون ست	کہ موجودات کل ویں واژگون ست
وہ ہستی جُز ہے جو کُل سے فزون ہے	یہ موجودات کل اُلٹا نموں ہے

جاننا چاہیئے۔ کہ وجود مطلق تعین و تشخص کے ساتھ جو اسکا عارض یعنے پردہ ہُوا ہے موجود کے نام سے موسوم ہُوا ہے۔ پس اس صورت میں وجود مطلق ہر ایک موجود کی جز ہو گا اور ہر ایک موجود موجودات میں سے کُل ہو گا۔ چونکہ وجود کی ایک جُز ہے۔ فرماتے ہیں کہ وہ جُز جو کُل سے زیادہ ہے وجود ہے۔ کیونکہ ساری موجودات دو جز سے ہے۔ ایک جز وجود دوسری جز تعین اور وجود کی جُز کا زیادہ ہونا کل یعنی موجود پر اسلیئے ہے کہ ہر ایک موجود جو فرض کیا جاتا ہے اپنے تعین خاص کے ساتھ ایک وجود ہے۔ اور وجود خاص تعین کے ساتھ بیشک تعین کے اعتبار سے دوسرے وجود خاص تعین والے کا غیر ہے۔ کیونکہ آسمان تعین کی وجہ سے زمین کا غیر ہے۔ بخلاف وجود مطلق خاص خلق کے جو سب موجودات کو شامل اور تمامیوں پر ساری اور صادق ہے۔ پس وجود جُز موجود کی ہے۔ جو کُل ہے۔ اور صدق اور شمول کے اعتبار سے زیادہ ہے۔ اور زیادتی اس جز کی کُل سے بہ نسبت اور اجزاوں کے اپنے کلیات کے ساتھ بر عکس اور اُلٹی ہے کیونکہ قیاس اجزاء پر کُل کی زیادتی کو چاہتا ہے ✝

بود موجود را کثرت برونی　　　که او وحدت ندارد جُز درونی

ہے موجودات کو کثرت بیرونی　　　سبھی وحدت ہی اُس کی اندرونی

یعنی موجودات کی زیادتی اور اختلافات نسبتوں اور اضافتوں کے یعنی ناموں اور نشانوں کے اعتبار سے ہے۔ جو وحدت کی حقیقت کے لئے بہت سی صورتوں میں جو وجہ ظاہری ہے تقید کا موجب ہے۔ اور بیرونی کثرت اسی وجہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور وحدت اور یگانگی موجودات کی اکیلے وجود مطلق کے اعتبار سے ہے جو حقیقت اور سب کا باطن اور ساری موجودات کا قیوم ہے۔ اور درونی اسے اعتبار کے ساتھ اشارہ ہے جیسا کہ فرماتے ہیں:۔

وجودِ کُل ز کثرت گشت ظاہر　　　که او بر وحدت جزو است ساتر

وجود کُل ہے کثرت سے ہی ظاہر　　　کہ وہ وحدت پہ جزکے اب ہے ساتر

یعنی ہستی کُل جو موجودات ہے اس حقیقت وحدت یعنے وجود مطلق کی نسبتیں اور اضافتوں اور نشانوں کی کثرت سے ظاہر ہوئی اور دکھائی گئی ہے۔ اور ساری موجودات اس حقیقت کی نمود ہے۔ جو ہر ایک موجود میں ایک نسبت خاص دکھا کر موجودات کی وجہ ظاہر ہے۔ اور کُل کا وجود جو تعینات ہے۔ جز کے وجود کو جو وحدت ہے ڈھانکنے والا ہے۔

چو کُل از روی ظاہر ہست بسیار　　　بود از جزو خود کمتر بمقدار

ہے ظاہر میں اگرچہ کُل ہی بسیار　　　مگر جُز اپنی سے کم ہے بمقدار

کُل یعنی جو موجودات ہیں ظاہری وجہ سے بہت ہیں۔ مگر اپنی جُز یعنے وجود سے بے شک بحسب شمول اور کیفیت کے گھٹے ہونگے۔ کیونکہ ضرور ہر ایک موجود دوسرے موجود کا غیر ہے۔ اور وجود جو موجود کی جُز ہے ساری موجودات کو شامل ہے۔

نہ آخر واجب آمد جزو ہستی　　　کہ ہستی کرد او را زیر دستی

دیکھو واجب کو ہے وہ جزو ہستی　　　مگر ہستی ہے اوس سی زیر دستی

ہستی اِس جگہ پر موجودات یعنے کُل سے عبارت ہے۔ اور واجب وجود مطلق ہے جو موجودات کی جُز ہے۔ اور اسی معنی کا اظہار ہے۔ کہ وجود مطلق جو [illegible] اپنے کُل سے زیادہ ہے۔

نظم

بود ہر بود با تو نابود است　　　وانچنیں بودہ ہست تا بود است

(ترجمہ) ہر ایک موجود کی ہستی تیرے مقابلہ میں نابود ہے اور جہانتک ہوگی اسی طرح ہے

بودن بود بہ نمود تو بود　　　ہمہ نابود از آں نمود نمود

(ترجمہ) تیری نمود ہونا ہستی کو بہتر تھا۔ تمامی اس نمود سے نابود دیکھے گئے۔ فرمایا کہ

ندارد کُل وجودے در حقیقت　　　کہ او چوں عارضی شد بر حقیقت

نہیں کُل کو وجود اندر حقیقت　　　کہ نہ پردہ ہوا منہ پر حقیقت

یعنی کل جو موجودات اور کثرات ہیں نفس الامر میں انکا وجود نمود بے بود ہے۔ جو واجب حقیقی کے وجود کا پردہ ہے۔

وجود کُل کثیر و واحد آید　　　کثیر از روئی کثرت می نماید

اکیلا اور کثیر اس کل کو جانو　　　کثیر از روئے ظاہر کے پہچانو

یعنی موجودات کا وجود نسبتوں اور اسموں کی وجہ سے کثیر ہے۔ اور ذاتی حیثیت سے جو وجود مطلق ہے۔ اکیلا ہے۔ اور کثرت کی وجہ سے بہت سا دکھاتا ہے۔ اور اصل میں جب نظر کی جائے۔ تو اکیلی حقیقت ہے۔ جو ظہور کی وجہ سے بہت اور بطون کے روئے سے اکیلی دیکھی جاتی ہے۔

عرض شد ہستی دکاں اجتماعی است　　　عرض سوئے عدم بالذات ساعی است

یہ ہستی عرض ہے جو اجتماعی　　　ہے پردہ عدم کو بالذات ساعی

یعنی ممکن کی موجودیت دراصل وجود اور عدم کی ترکیب سے ظاہر دیکھی جاتی ہے۔ اور عرض کے اجتماعی امروں سے ہے جو نہ تھا۔ اور پیدا ہوا۔ اور عرض ذاتی عدمیت کی حیثیت سے جو اس کے لئے ہے۔ ہمیشہ اپنے مرکز یعنے عدم کیطرف دوڑنیوالا ہے

بہر جزوے ز کُل کاں نیست گردد　　　کُل اندر دم ز امکاں نیست گردد

ہر اک جز جو کہ کُل سے نیست ہوگی　　　کُل امکاں سے اسی دم نیست ہوگی

یعنی کل جو موجودات ممکنہ ہے جب دو جز ہے ایک جز وجود مطلق ہے جس کے ساتھ تغیر کو ہرگز راہ نہیں ملتی۔ دوسری مجز تعین ہے جو امر عرضی ہے۔ اور ہر ساعت

نابود ہوتا ہے ۔ اور کل سے ہر ایک جُز جو فانی ہوگی کُل کا انعدام یعنی فنا لازم آئیگا ۔ پس ساری ممکنات ہر ایک آن میں فانی ہوتی ہے ⬥

جہاں کُل است در ہر طرفۃ العین ۔ عدم گردد ولا یبقی زمانین

جہاں کُل ہر جو اندر طرفۃ العین ۔ عدم ہے نہیں بقا اسکو زمانین

یعنی جہان جو موجودات ممکنہ اور کُل ہے ۔ جب عرض کی اجتماعی صورتیں ہیں ۔ تو ہر آن میں عدم ہوتی ہیں ۔ کیونکہ العرض لا یبقی زمانین یعنے عرض دو دم تک باقی نہیں رہتا ⬥

دگر بارہ شود پیدا جہانے ۔ بہر لحظہ زمین و آسمانے

جہاں ہوتا ہے پیدا دوسری بار ۔ ہر اک ساعت زمیں اور فلک دوار

یعنی جہان حسب ذاتی اقتضا کے جیسا کہ مکرر مذکور ہے ہر گھڑی فنا ہوتا ہے ۔ اور رحمانی فیض اور وجودی مدد کے پہونچنے سے پھر دوسرا جہان پیدا ہوتا ہے ۔ اور پہلے بیان ہو چکا ہے ⬥

بہر ساعت جوان و کہنہ پیر است ۔ بہر دم اندرو حشر و نشیر است

جواں ہے ہر گھڑی بوڑھا پرانا ۔ جمعیت دمبدم اور پھر کھنڈانا

یعنی ہر گھڑی جہاں وجودی لباس کے اعتبار سے جوان ہے ۔ اور فیض وجود کی ایک روش پر ہونے کے اعتبار سے بوڑھا پرانا ہے ۔ اور حشر جمع کرنے کے معنے پر ہے اور نشر کھنڈانے کے معنے سے یعنی ہر ساعت عالم کے تعینات کو وحدت کی طرف رجوع کرنے کے سبب حشر یعنی جمع ہے ۔ اور تفرقہ نہیں کرتا ۔ اور فیض رحمانی کے پے درپے پہنچنے کے اعتبار سے جب وہ حقیقت وحدت کی ہر ساعت عالم کی کثرات کی صورت پر ظاہر ہوتی ہے تو اسکا یہ نشر ہے ⬥

درو چیزے دو ساعت می نپاید ۔ درآں لحظہ کہ مے میرد بزاید

وہ دو دم اسکی کوئی شی نہیں رہیگی ۔ وہ جس ساعت مریگی پھر جنیگی

ولیکن طامۃ الکبرے نہ این است ۔ کہ ایں یوم العمل و آں یوم دین است

مگر کبرٰے قیامت یہ نہیں ہے — یہ ہے روز عمل وہ یوم دیں ہے

طم لغت میں کنوئیں کا بھرنا اور برابر کرنا ہے۔ اور طامتہ الکبرٰے کے اسم سے قیامت کے دن کو اس لئے نامزد کیا کہ اس دن میں سارے تعینات نیست ہونگے۔ اور زمین کا وجود برابر ہوگا۔ یعنی جو کچھ کہا گیا کہ جہان ایک طرفۃ العین میں منہدم ہو جاتا ہے جو کچھ جہان میں ہے ہر ساعت چلا جاتا ہے۔ اور نیا پیدا ہوتا ہے۔ اور یہ قیامت کبرٰے کی نمود سے مثال ہے۔ جو پہلا ظہور اور عمل کا دن ہے۔ اور وہ قیامت کبرٰے یعنی بڑی دوسرا ظہور اور دین اور جزا کا دن ہے

از آں تا ایں بسے فرق ست زنہار — بناوانی مکن خود را گرفتار

بہت فرق اس سے تا اس تک ہے زنہار — میاں مت ہو بناوانی گرفتار

یعنی اس قیامت کبرٰے سے اس تک جو ہر ایک طرفہ آنکھ میں واقع ہوتی ہے۔ بہت سا فرق ہے ایک یہ کہ یہ دن عمل کا اور وہ جزا کا دوسرا وہ کہ اُس جگہ فعلی ظہور ہے۔ جو سب چیزیں ایک دفعہ ظاہر ہونگی۔ اور یہاں تدریج ہے۔ اور وہ تفصیل اور یہ اجمال ہے۔ وہ ہمیشہ اور یہ فانی ہے۔ خبردار ناوانی کے ساتھ دونوں کو ایک سا جانکر آپ کو مت قید کر۔

نظر بکشائے در تفصیل اجمال — نگر در ساعت و روز و مہ و سال

نظر سے دیکھ وہ تفصیل و اجمال — تو دیکھ اب ساعت اور روز اور مہ و سال

یعنی دیکھ کہ قیامت کبرٰے اور اس فنا کے درمیان تفصیل اور اجمال کی نسبت ہے۔ اور جیسے دن کی نسبت مہینے کے ساتھ اور مہینے کی سال کے ساتھ ہے۔ جیسا کہ سال مہینے کی فراخی اور مہینہ دن کی تفصیل اور دن ساعت کی تفصیل قیامت کبرٰے بھی انعدام اور تجدد یعنی فنا اور بقا کی تفصیل ہے۔ جو بہ نسبت ہر ایک شخص اور سارے عالم کے واقع ہے

تمثیل

اگر خواہی کہ ایں معنی بدانی — ترا ہم ہست مرگ و زندگانی

اگر چاہیئے تجھے معنی کی پہچان — تو اپنی زندگی اور موت کو جان

اگر تجھے ہر ایک بلکارے میں جہان کی فنا اور نو پیدا ہونے کی شناخت کا خیال ہے اور ہر ایک فنا اور بقا کی کیفیت کیسے ہے جو قیامت کبرٰے کے بغیر ہے۔ تو اپنے احوال کے ساتھ قیاس کر کہ تجھے موت اور حیات کئی قسموں کی ہے۔ موت اجتماعی یعنی جمعیت کی

صُورتوں کے متفرق ہونے اور مخفی اور پوشیدہ ہونے سے عبارت ہے - اور زندگی اور حیات خبرداری وشعور اور ظہور بروز سے عبارت ہے - جیسا کہ حیاتی ظاہری اور باطنی ہوتی ہے - موت بھی ظاہری باطنی ہوتی ہے

زہر چہ درجہاں از زیر وبالا است — مثالش در تن وجان تو پیدا است

جہاں میں جو کہ ہی نیچے وبالا — مثال اسکی ہی جان وتن میں پیدا

یعنی جو کچھ کہ عناصر ومولید سے نیچے میں ہیں - اور عقول ونفوس اور آسمانوں سے جو بلندی میں ہیں مثال اور نمونہ انکا تیرے تن اور جان میں ظاہر ہے - چنانچہ مکرر مذکور ہوا ❋ نظم

از غفلت خویش در گمانی — گر طالب خود شوی بدانی

(ترجمہ) تو اپنی غفلت کے سبب شک میں ہے - اگر اپنا طالب بنے تو معلوم کرے

اے صورت خوب وزشت باتو — ہم دوزخ وہم بہشت باتو

(ترجمہ) میاں بُری بھلی صُورتیں تیرے ساتھ ہیں - دوزخ اور بہشت تیرے ساتھ ہی

داری تو زمین وآسمانے — گریا فتہ بخود نشانے

(ترجمہ) تو زمین اور آسمان رکھتا ہے - اگر اپنے نفس سے تجھے نشان حاصل ہو

ہفتاد وسہ ملت معین — در آب وگل تو ہست روشن

(ترجمہ) تہتر (۷۳) مذاہب مقرر تیرے آب وگل میں روشن ہیں ❋

یعنی چہ نظر کنی چپ وراست — کیں ہژدہ ہزار عالم اینجاست

(ترجمہ) یعنی دائیں بائیں کیا دیکھتا ہے - جو یہ اٹھاراں ہزار جہان اسجگہ پر ہیں ❋

گردد چو در تو نور ایں فرش — معلوم تو استوا علی العرش

(ترجمہ) جب اس فرش کا نور تجھ میں پھرتا ہے - اور عرش پر قوت پانیوالا تجھے معلوم ہوا ❋

گر دیدۂ دیدہ برکشائی — درخود ہمہ را بخود نمائی

(ترجمہ) اگر آنکھ کی آنکھ کو توکھولے - توسب کا دیدار اپنے آپ میں آپ کرے

فرماتے ہیں:- جہاں چوں تست یک شخص معین — تو او را گشتہ چوں جاں او ترا تن

جہاں اک شخص ہی تجھ سا معین — تو اسکی جان ہی اور وہ ہی ترا تن

یعنی جہان مجموعی حیثیت سے انسان کی مانند ایک شخص معین ہے۔ جیسا کہ انسان کو بدن اور جان ہے۔ اور بدن کی زندگی اور کمالات روح کے ساتھ مترتب ہیں جہان بھی بہ نسبت انسان کے بدن ہے۔ اور جان اُس کی انسان ہے ❖

سہ گونہ نوع انسان را ممات است | یکے ہر لحظہ واں بر حسب ذات است

ہے تینوں قسم انساں کو مماتی | وہ پہلی ہر گھڑی ہی حسب ذاتی

یعنے ان تینوں قسموں میں سے وہ موت ہے جو حسب ممکن کے ذاتی اقتضا کے ہر ساعت میں واقع ہی ❖

دوم زاں ہا ممات اختیاری است | سوم مردن مر او را اضطراری است

ممات اب دوسری ہی اختیاری | وہ مرنا تیسرا ہے اضطراری

یعنی اختیاری موت نفسانی ہوا کے اکھاڑنے سے عبارت ہے۔ اور جسمانی لذتوں سے مُنہ پھیر لینا ہے۔ حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ الموت ھو التوبۃ یعنے موت وہ توبہ ہے۔ اور تیسری قسم جو بے اختیاری ہے۔ بدن سے جان کی جدائی ہے

چو مرگ و زندگی باشد مقابل | سہ نوع آمد حیاتش در سہ منزل

حیات اور موت جب ہوگی مقابل | حیات اُسکی ہیں تین اور تین منزل

یعنی مقابلہ میں ہر ایک موت کے زندگی ہوگی۔ پھر جیسا کہ موت انسان کی تین قسم ہوتی ہے۔ زندگی اُس کی بھی ضرور تین قسم ہوسکتی ہے۔ اور ہر ایک حیات ان تینوں قسموں میں سے انسان کو تین منزلوں میں حاصل ہوگی۔ پہلی قسم حیات وہ ہے۔ کہ ایک طرفہ آنکھ میں نفس رحمانی کے تجلے سے پے در پے پہونچتی ہے۔ اور یہ حیاتی اس موت کے مقابلہ میں ہے۔ جو ہر ساعت میں حسب ذاتی اقتضاء ممکن کے انسان اور ساری موجودات کو واقع ہے۔ اور یہ مراتب وجود کو شامل اور ظہور کے منشاء کو مخصوص ہے۔ دوسری قسم وہ حیات دائمی دِلی ہے جو بواسطہ اُتار دینے پردہ صفات نفسانی اور موصوف ہوجانے دلی صفات کے ساتھ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ زندگی موت اختیاری کے مقابلہ میں ہے۔ جیسا کہ حکیم افلاطون نے کہا ہے مت بالارادۃ تحیی بالطبیعۃ یعنے ارادہ کے ساتھ مر اور طبیعت کو زندہ کر۔ اور اس حیات کی منزل قدس کے جہان اور تجرد کے مرتبہ میں ہے۔ اور یہ موت اور حیات انسان کی قسم کو مخصوص ہے تیسری حیات

عالم برزخ مثالی اور ملکوتی ہیں موافق حال ہر ایک مُردہ کے ہے +

جہاں رانیست مرگِ اختیاری — کہ آنرا از ہمہ عالم تو داری

جہاں کو یہ نہیں موت اختیاری — ہے تیرے ہی لئے عالم کو ساری

جاننا چاہیئے۔ کہ اختیاری موت معرفت کا وسیلہ ہے۔ اور انسانی وجود کے لئے مخصوص ہے پس بباعث دو وسیلہ اس۔ کے معرفت بھی انسان ہی کو مخصوص ہے نظم

گر بریزد خونِ من آں دوست رو — پائے کوباں جاں برافشانم برو +

(ترجمہ) وہ دوست کے مُنہ والا اگر میرا خون گرائے۔ تو ناچ کرتے ہوئے جان بھی اُس پر نثار کر دوں +

آزمودم مرگِ من در زندگی است — چوں رہم زیں زندگی پائندگی است

(ترجمہ) میں نے آزمالیا۔ کہ زندگی میں میری موت ہے۔ جب اس زندگی سے چھوٹ جاؤں۔ تو ہمیشہ رہوں +

وآنکہ مُردن پیشِ او شد فتحِ باب — سارِعُوا آید مراو را در خطاب +

(ترجمہ) جس کے لئے مرجانا دروازہ کھُلنا ہے۔ اُس کے لئے خطاب ہے۔ کہ جلدی آؤ + فرماتے ہیں:-

ولے ہر لحظہ میگردد مبدّل — در آخر میشود مانند اوّل

ہر اک ساعت میں ہی عالم کو تبدیل — پھر آخر میں وہ ہو پہلے کی تمثیل

یعنی جہاں ہر ساعت میں تبدیل ہوتا اور فنا ہوتا ہے پھر نیا وجود پاتا ہے جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے +

ہر آنچہ گردد اندر حشر پیدا — ز تو در نزع میگردد ہویدا

حشر میں ہوگا وہ جو کچھ کہ ظاہر — ترے سے نزع میں ہوگا وہ ظاہر

یعنی قیامت کبریٰ میں بہ نسبت تمامی موجودات کے آسمانوں کے لپیٹنے زمین کے تبدیل کرنے سورج کے اندھا کرنے ستاروں کے جھاڑنے سے جو کچھ ظاہر ہوگا تیرے سے اے انسان چھٹنے ہوئے جہان کے ابھی نزع کے وقت میں اور تن سے جدا ہونے کے ظاہر ہوگا۔ اسی مناسبت کی بنا پر فرماتے ہیں:-

تنِ تو چوں زمیں سر آسمان است	حواست انجم و خورشید جان است
ترا تن ہی زمیں سر آسماں ہے	حواس انجم ہیں اور سورج یہ جاں ہے

جب انسان جہان سے چھوٹا ہوا ہے۔ تو حکیما نے وجود انسانی کے اجزاء کے تعین کو عالم کے اجزاء کے تعینات کے ساتھ تفصیلاً مطابقت فرمائی ہے۔ جیسا کہ اس بیت میں فرمایا۔ فرماتے ہیں:۔

چو کوہ است استخوانہا کہ سخت است	نباتت موئے و اطرافت درخت است
پہاڑوں کی طرح ہڈیاں جو ہیں سخت	ہیں پیڑ اطراف بال اب ہیں درخت
تنت در وقتِ مردن از ندامت	بلرزد چوں زمیں روز قیامت
ترا تن وقت مرنے کھا ندامت	وہ کانپے جوں زمیں دن میں قیامت
دماغ آشفتہ جاں تیرہ گردد	حواست ہمچو انجم خیرہ گردد
ہو جاں تیری سیاہ اور مغز حیراں	حواس اب مثل تاروں کے پریشاں
مسامت گردد از خوے ہمچو دریا	تو در روے غرق گشتہ بے سر و پا
مسام اب ہوں عرق سے مثل دریا	ہوا تو غرق اس میں بے سر و پا
شود جاں از کفش ای مرد مسکیں	ز سستی استخوانہا پشم رنگیں
ہو جان ہاتھوں سے اسکی بہت مسکین	ہوئیں نرمی سے ہڈیاں مثل پشمیں
بہم پیچیدہ گردد ساق با ساق	ہمہ جفتی شود از جفتِ خود طاق
لپیٹے جائینگے اب ساق پر ساق	سبھی ہیوند جفت اپنے سے ہوں طاق
چو روح از تن بکلیت جدا شد	زمینت قاع صفصف لا ترے شد
جبھی جان تن سے کلی ہی جدا ہو	ترا تن قاع صفصف لا ترے ہو ٭

یعنی جب انسان کی جان بدن سے جدا ہو تو ضرور جیسے قیامت کبرے میں پہاڑ زمین سے اٹھائے جائینگے۔ اور زمین اور جنگل برابر ہو کر کوئی بلندی نہ رہیگی۔ قیامت

صغرٰے یعنی چھوٹی میں جو اضطراری موت کے بعد ہے اُن کے بدن کی زمین برابر ہوگی۔ جیسے کہ قیامت کبرٰے میں۔ اور باقی ابیات کے معانی ظاہر ہیں *

بدیں منوال باشد حالِ عالم — کہ تو در خویش مے بینی دمادم

اسی ڈھب پر ہی جان احوالِ عالم — جو تونے اپنے میں دیکھا ہی ہر دم

یعنی جس قسم سے کہ جان دینے کے وقت اپنے نفس میں تو یہ احوال دیکھتا ہے۔ جہان کا احوال بھی ایسا ہی ہوگا *

بقا حق راست باقی جملہ فانی — بیانش جملہ در سبع المثانی

بقا حق کو ہے باقی سب ہیں فانی — بیان اُس کا ہے آیاتِ قرآنی

حق تعالٰے کے غیر پر بقا کی اطلاق بواسطہ حق تعالٰے کے ظہور کے ہے۔ اور مظاہر اپنی ذاتی حدوں میں عدم ہیں۔ اور عالم کی فنا کا بیان تمامی کلام اللہ میں مذکور ہے

بکُلِّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ بیاں کرد — لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ ہم عیاں کرد

وہ کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ پڑھ لے — وہ من خَلْقٍ جَدِیْدٍ کو تو سُن لے

یعنی آیت میں کُلُّ مَنْ عَلَیْهَا فَانٍ کے بیان کرتا ہے۔ کہ جو کچھ خدائے تعالٰے کے سوائے ہے۔ فانی اور عدم ہے۔ اور بقا کی اطلاق انپر بحکم بَلْ هُمْ فِیْ لَبْسٍ مِّنْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ یعنے بلکہ وہ ایک لباس میں ہیں نئی خلقت سے، کہ ہے فیض رحمانی کے تجلّے کے واسطہ سے *

بود ایجاد و اعدام دو عالم — چو خلق و بعث نفس ابن آدم

ہے یہ ایجاد و افنائے دو عالم — مثال خلق نفس ابن آدم

یعنی دونوں عالم کا پیدا کرنا اور نابود کرنا بنی آدم کے نفس کی خلقت اور اعادہ کی طرح ہے۔ جیسا کہ یہ نیست ہوتا ہے۔ وہ بھی ہوگا۔ چنانچہ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ انتہی ترجمہ یعنے نہیں خلقت اور بعثت تمہاری مگر اکیلے نفس کی طرح *

ہمیشہ خلق در خلق جدید است — اگرچہ مدّتِ عمرش مدید است

ہمیشہ بود خلقت نو بنو ہے ۔ درازی عمر اُنکی نو بنو ہے

یعنی مخلوقات ہمیشہ تازہ پیدائیش میں ہیں۔ اگرچہ تجدد کی نہایت تیزی کی سبب خلق کی عمر کی مدت دراز دیکھی جاتی ہے۔ اور عدمی ساعت بعینہ وجود کی ساعت کی مثل ہے۔ اعراض کے وجود کی مانند ؛

ہمیشہ فیض و فضل حق تعالےٰ ۔ بود از شانِ خود اندر تجلےٰ

دمادم فیض و فضلِ حق تعالےٰ ۔ نئی شان اپنے سی ہے در تجلےٰ

یعنے سارے ظہور بمقتضائے کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ (ہر روز وہ ایک کام میں ہے) ذاتی الٰہی مقتضیات سے ہیں۔ اور ہمیشہ فیض اور فضل اپنے شان سی تجلے میں ہیں۔ یعنے تجلے رحمانی اور امداد وجودی میں

از آنجانب بود ایجاد و تکمیل ۔ وزینجانب بود ہر لحظہ تبدیل

ہی اُسکی طرف سی ایجاد و تکمیل ۔ مگر عالم سے ہی ہر لحظہ تبدیل

یعنی حق تعالےٰ کی طرف سے بواسطہ اسمائی تجلیات اور ذاتی شانوں کے ہر ساعت میں پیدا کرنا عالم کا اور کامل کرنا مظاہر کرنا وجودی کمالات کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ اور اسی سبب سے عالم کا وجود دائمی دیکھا جاتا ہے۔ اور عالم کی طرف سے بجسب اس کے ذاتی اقتضاء کے ہر ساعت تبدیل ہے۔ اور بباعث اس کے عالم کے ممکنات نیستی میں دائم ہیں۔ بلکہ اسمائے الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ ہمیشہ موجود و نابود ہوتا ہے یعنے متقابلہ اسموں کے ذریعہ سے

ولیکن چوں گذشت ایں طورِ دُنیا ۔ بقائے کُل بود در دارِ عُقبےٰ

ولیکن جب یہ گذرا طورِ دُنیا ۔ بقا سب کو ہو پھر عالم میں عُقبیٰ

جاننا چاہیئے۔ کہ جب تک وجہ باقی کا ظہور غیر موافق مظاہر میں ہے۔ فنا جو مظہر کا لازم ہے ظہور کرے گی۔ اور جس وقت وہ تجلی اور ظہور متوافقہ مظاہر میں ہوگا۔ بقا جو وجود ظاہر کے لئے لازم ہے۔ اس مظہر میں ظہور کرے گی۔ اس واسطے فرماتے ہیں۔ کہ اُس عالم میں بقاء کو ظہور ہوگا۔ تو ضرور آخرت والے دائم الوجود اور ہمیشہ ہوں گے ؛

که هر چیز یکه بینی بالضرورت | دو عالم دارد از معنیٰ و صورت

دیکھو ہر چیز کو اب بالضرورت | دو عالم اس میں ہیں معنیٰ و صورت

یعنے ہر ایک تعین جو محسوس ہوتا ہے۔ ضرور ہے کہ اس میں دونوں عالم ہوں ایک صورت کا عالم جو تجھے نظر آتا ہے۔ دوسرا معنے اور حقیقت کا عالم جو صورت کے عالم سے انتقال کرنے کے بعد اس عالم میں ہمیشہ ہوں گے

وصال اوّلین عین فراقیست | مر آں دیگر ز عند اللہ باقیست

یہ پہلا وصل ہی محض افتراقی | خدا سے دوسرا ہے عین باقی

بحکم مَا عِنْدَکُمْ یَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰہِ بَاقٍ یعنے جو تمہارے پاس ہے نیست ہو جائے گا۔ اور جو خدائے تعالےٰ کے نزدیک ہے باقی رہنے والا ہے۔ دراصل وصال اور بود اس عالم کی عین نیستی اور فراق ہے۔ اور ہستے کا عالم خدائے تعالےٰ کی طرف سے باقی ہے۔ کہ جو کوئی تعین اور مجازی ہستی سے فنا ہو گا حقیقی وجود اور حقانی کے ساتھ حشر کیا گیا اور ہمیشہ رہنے والا ہو گا +

بقا اسم وجود آمد ولیکن | بجائے کاں بود سائر چو ساکن

بقا نام وجود آیا ولیکن | جبھی ہو گا یہ سائر مثل ساکن

یعنی بقا دراصل وجود مطلق کا نام ہے۔ مگر جس مقام میں کہ یہ وجود سائر یعنے مظاہر میں روشن اور مظاہر مثل ساکن کے ہو۔ کیونکہ مظاہر سے قطع نظر وجود ساکن ہے اور ایک قرار پر ہے۔ اور مظاہر کے اعتبار سے سائر دیکھا جاتا ہے۔ حاصل یہ کہ تعینات سے قطع نظر کر کے بقا وجود کا نام ہے۔ اور باعتبار تعین کے اشیاء پر فنا کا اطلاق کرتا ہے۔ کیونکہ مٹی کا برتن ٹوٹ جانے سے فانی ہوتا ہے۔ باوجود باقی رہنے ٹھیکریوں کے اطلاق فنا کا اپنی طرف عاید کرتا ہے۔ پس بقا اسی وجود کا نام ہے +

مظاہر چوں بود بر وفق ظاہر | در اوّل ہمچنانید عین آخر

مظاہر جب موافق ہوں تو ظاہر | تو پہلا وصل ہے اب عین آخر

یعنی مظاہر جس وقت کہ نہایت میں مناسبت اور موافقت کے واقع ہوں۔ اور

حق تعالےٰ کے مطابق ہو جائیں۔ تو پہلے وصل میں جو ظہور ظاہری دنیوی ہے عین آخر جو ظہور آخری معنوی ہے دیکھا جائیگا۔ اور جو کچھ کہ آخرت کے عالم میں مشہود ہوگا۔ دُنیا کے ظہور میں انپر جلوہ کرے گا

ہر آنچہ ہست بالقوہ دریں دار	درآں عالم بالفعل آید بیکبار
وہ جو کچھ پردہ میں تیرے یہاں ہو	وہاں وہ فعل میں آکر عیاں ہو

یعنی انسان جامعیت ذاتی کے حکم پر عالم دُنیا میں جو کچھ پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور پوشیدگی کا موجب یعنے تعین جب اُٹھا یا گیا۔ اور صورت کے عالم سے معنے کے عالم میں منتقل یعنے بدلایا گیا۔ تو سب کچھ ایک بار فعل میں آئیگا۔ جیسے کہ صورت کا عالم حکمت کے ظہور کا محل ہے۔ اس کے سب امر درجہ بدرجہ ہیں اور معنے کا عالم قدرت کے ظہور کا محل ہے۔ اس کے امور ایک دفعہ ہوں گے ؛ (فائدہ)

نفسانی اور بدنی خصلتوں کی شکلیں بنجانے کے بیان میں یعنے معاد میں اس عالم کی متناسبہ صُورتوں پر ؛

زتو ہر فعل کاوّل گشت ظاہر	براں گروی بہ بارے چند قادر
تیرے ہر فعل جو پہلے ہو صادر	کئی باروں سی تو ہو اسپہ قادر

یعنی ہر ایک کام بھلا برا جو تجھ سے صادر ہوتا ہے کئی دفعہ تکرار کرنے سے اس کام اور فعل پر تجھے قدرت ہوتی ہے۔ اور پھر پھر کرنا اس کام کا تجھپر آسان ہوتا ہے

بہر بارے اگر نفع است گرضر	شود در نفس تو چیزے مدخر
ضرر ہو یا کہ نفع ہو تجھ میں ہر بار	ذخیرہ ہوں گے سب فعلوں کے آثار

ہر ایک دفعہ اسپر جب تکرار کرے گا۔ تو بیشک تیرے نفس میں ان دونوں نفع اور ضرر سے کچھ چیز ذخیرہ ہوگی۔ بلکہ عادت ہو جائے گی

بعادت حالہا باخوی گردد	بمدت میوہ خوشبوی گردد
یہ عادت کرتی ہر حالونکو جوں خو	یہ مدت کرتی میوونکو خوشبو

جاننا چاہیے۔ کہ نفسانی کیفیتوں سے جو چیز جلدی زائل ہو جاتی ہے اسے حال کہتے

ہیں۔ اور جسے دیر سے زوال ہو اُسکو خلق و خو بولتے ہیں۔ اور خلق نفس کے لئے عادت ہے یعنے فعل کے صادر ہونے کے لئے سہولت کا تقاضا جس سے بلا احتیاج تفکر اور روئت کے فعل صادر ہو۔ بلکہ ملکہ یعنی عادت نفسانی کی کیفیات سے ایک کیفیت ہے اور عادت جو ملکہ کے وجودی اسبابوں ہیں سے ہے اس طرح پر ہے۔ کہ پہلی دفعہ فکر کے ساتھ کام اختیار کیا جاتا اور تکلف سے شروع ہوتا ہے۔ تاکہ مجاورت اور ہمیشگی سے اس کام کے ساتھ الفت پکڑتا ہے۔ اور تمام الفت کے بعد بلا زیکھے سہولت کے ساتھ اس سے صادر ہوتا ہے۔ اسواسطے فرماتے ہیں کہ ہمیشگی اور عادت اور تکرار کے ساتھ حال بھی ضرور خود ملکہ ہو جاتے اور نفس میں ذخیرہ ہوکر اس کے لئے عادتیں کام ہو جاتے ہیں۔ جیساکہ میوہ بے نفعی اور خامی سے مدت گذرنے کے بعد خوشبودار اور لذیذ ہو جاتا ہے۔

ازاں آموخت انساں پیشہ ہارا   وزاں ترتیب کرد اندیشہ ہارا

ہے سیکھا پیشوں کو عادت سے انساں   کیا ترتیب اندیشوں کو انساں

یعنی انسان نے فعلوں اور حالوں میں عادت اور ہمیشگی سے صنعتوں اور نقاشیوں کی تعلیم سیکھی ہے۔ اور عادت سے ہی اندیشوں اور فکروں کو ترتیب اور ترکیب کیا۔ اور اچھے اور برے کاموں کے تکرار سے نیک اور ردی عادتیں اور اچھی بری خصلتیں کامل اور ناقص نفسوں میں جمع ہوکر پوشیدہ ہوتی ہیں۔ اور نفسانی کیفیتیں جو اسمیں مخفی ہیں عالم معنی ہیں جو یوم الحشر کے ساتھ عبارت کیا جاتا ہے اُس عالم کی مناسبہ صُورتوں پر ظہور پائینگی

ہمہ افعال و احوال مدخر   ہویدا گردد اندر روز محشر

ذخیرہ جو کہ ہیں افعال و احوال   قیامت میں ہو ظاہر انکی اشکال

چو عُریاں گردی از پیراہن تن   شود عیب و ہنر یکبارہ روشن

یہ جامہ تن کا جب تجھ سے اُتاریں   ہُنر اور عیب سب باہر پسارین

یعنی جب جان انسانی بدن سے قطع تعلق کر کے جسمانی تعین سے ننگی ہوگئی تو ساری عادتیں ایک دفعہ روشن اور ظاہر ہونگی نظم

چوں گذشتی از رہِ دانش درست   خود بہ بینی آنچہ دانستی درست

(ترجمہ) عقل اور علم کی راہ پر جب تو ٹھیک چلا۔ تو جو کچھ پہلے معلوم کیا ہے خود دیکھ لے گا۔

دیدۂ باطن چو بینا مے شود　　ہر چہ پنہان است پیدا میشود

(ترجمہ) باطن کی آنکھ جب بینا ہو جاتی ہے۔ تو جو کچھ چھپا ہوتا ہے۔ ظاہر ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ:۔ تنت باشد ولیکن بے کدورت　　کہ بنماید درو چون آب صورت

مثالی بدن ہوگا بے کدورت　　مثل پانی کی اسمیں دیکھیں صورت

یعنی بدن مثالی اور جسم معنوی ہوگا۔ کہ عنصری اندھیرا اور کثافت نہ رکھتا ہوگا۔ بلکہ روشنی سے صاف پانی کی مانند ہوگا۔ کہ اس کے برابر جو کچھ رکھیں۔ اُسی کی صورت کا عکس اُسمیں چمکیگا

ہمہ پیدا شود آنجا ضمائر　　فرو خوان آیت تبلی السرائر

چھپی شکلیں وہاں سب ہونگی ظاہر　　ابھی پڑھ آیت تبلی السرائر

یعنی سارے اعمال اور عادتیں جو نفس میں جمع ہیں بدن اور طبیعت کے سیاہ پردوں کے رفع ہونے کے سبب عالم برزخ اور مثالی میں مناسب صورتوں پر ظاہر ہونگے۔ اور اس کشف کے پختہ ہونے کے لئے دلیل نقلی بھی یعنے آیت یَوْمَ تُبْلَى السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ (یعنے جسدن ظاہر ہوں گے پوشیدہ بھید پس نہ ہوگا اُس کے لئے مددگار اور قوت) کو پڑھ لے۔ نظم

نقاب قوت حسی چو از پیش تو بر دارند　　اگر گبری سقر یابی وگر مومن جنان بینی

(ترجمہ) محسوسہ قوت کا پردہ جب تیرے آگے۔ سے اُٹھا لینگے۔ اگر تو کافر ہے تو دوزخ اور اگر مومن ہے تو بہشت دیکھیگا۔

گر او باش طبیعت را برون رانی ز دل زاں پس　　ہمہ رمز الٰہی را ز خاطر ترجمان بینی

(ترجمہ) اگر طبع کے کمینوں کو تو دل سے باہر نکالیگا۔ تو سب رموز الٰہی کے لئے دل ہی کو ترجمہ کرنے والا دیکھیگا۔

جب محشر کے عالم میں جو صفت کہ دُنیا میں آدمی پر غالب ہے۔ وہ صفت اس عالم کی مناسبت کی صورت پر ظاہر ہوگی۔ تو فرمایا:۔

دگر بارہ بوفق عالم خاص　　شود اخلاق تو اجسام و اشخاص

وہاں پھر ہوں موافق عالم خاص　　تیری یہ خصلتیں اجسام و اشخاص

یعنے جیسا کہ مبداء کی باطنی قوت نے معاش کے عالم میں اسی وجود حسی کے موافق

ظہور پایا۔ دوسری دفعہ باطنی قوت معاش کی یعنی بدنی اور نفسی معاد کے عالم میں مطابق اس معادی ظہور کے فعل میں آئیگی۔ اور اخلاق اور اعمال مناسب اس عالم کے مجسم اور مشخص ہونگے۔ جیسا کہ حدیثوں میں وارد ہے

چناں کز قوت عنصر درینجا ۔ موالید سہ گانہ گشت پیدا

یہاں جوں قوت عنصری پیدا ۔ موالیدات تینوں ہیں ہویدا

ہمہ اخلاق تو در عالم جان ۔ گہے انوار گردد گاہ نیران

تری سب خو ہیں اندر عالم جان ۔ کبھی نور اور کبھی یہ ہونگی نیران

یعنی جیسا کہ عنصری قوت سے اس حسی عالم میں تینوں قسموں کے موالید یعنے کانیں اور انگوری اور حیوان ظاہر ہو کر قوت یعنے پردہ سے فعل میں آئے۔ پس اے انسان ساری خصلتیں اور عادتیں اچھی یا ردی جو تجھ میں ہیں۔ عالم ارواح میں یعنی برزخ مثالی میں اچھی خو نور کی صورت پر اور بری خو آگ کی مانند منہ دکھائیگی +

تعین مرتفع گردد ز ہستی ۔ نماند در نظر بالا و پستی +

تعین اڑ گیا رہ جائے ہستی ۔ نظر سے دور ہو بالا و پستی

جاننا چاہیے۔ کہ قیامت تعینات اور کثرات کے اٹھ جانے سے عبارت ہے جو وجود مطلق کے لئے پردے ہیں۔ اور حق بین نظر میں بلندی اور پستی جو تعین کے لوازم ہیں محو ہو جائیگے۔ نظم

زاہدا پیوستہ چوں در دست ہجرانی اسیر ۔ کے کنی باور کہ جان ما بجانان وصل است

(ترجمہ) اے زاہد جب ہمیشہ تو فراق کے ہاتھ میں قید ہے۔ تجھے کہاں یقین ہوگا۔ کہ ہم محبوب کے ساتھ واصل ہیں +

ہر کہ غرق بحر وحدت شد خبردار د زما ۔ ورنہ حال ما چہ داند ہر کہ او بر ساحل است

(ترجمہ) جو وحدت کے دریا میں غرق ہوا۔ وہ ہم سے خبر رکھتا ہے۔ ورنہ کنارے پر رہنے والا ہمارے حال سے کیا جانتا ہے +

جب فنا اور تغیر اور انتقال ظاہری دنیوی عالم کو لازم ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

نماند مرگ تن در عالمِ جان — بیکرنگی برآید قالب و جان

بدن کو موت نہیں عالم میں جیوں — اکیلے رنگ ہونگی بدن اور جان

یعنی عالم ارواح میں تن اور جسم اس عالم کے مطابق نہیں ہونگے۔ اور تن کو جیسے اس عالم دُنیا میں موت ہے۔ آخرت میں جو دائمی حیات کا عالم ہے اسے زوال نہ ہوگا۔ اور جان اور بدن ایک ہوکر یکرنگی یعنے لطافت اور تجرّد کے ساتھ باہر آئیں گے مخالفت اور ضد اُٹھ کھڑی ہوگی ٭

بود پا و سر و چشم تو چوں دل — شود صافی ز ظلمت صورت گل

یہ پاؤں سر اور آنکھیں ہونگی جوں دل — اندھیرے سے صفا ہو صورت گل

یعنی تیرے سارے اعضاء اور قوّتیں دل کی مثل علم اور شہود کی صفت سے موصوف ہونگے۔ اور تمامی اجزا اور قوتیں جاننے والی دیکھنے والی کہنے والی سُننے والی ہوجائینگی۔ اور ہر ایک قوت کو سمجھنے والی قوتوں سے ساری قوتیں حاصل ہونگی اور عنصری صُورت کی ظلمت جو اندھیرے اور کثافت کا موجب ہے۔ جب تعیّن اُٹھ کھڑا ہو۔ تو حقیقت سب میں برابر ہے۔ بیشک سارے نورانی۔ اور محض لطیف ہوجائیں گے۔ اور اعضا کے درمیان فرق نہیں رہیگا نظم

پس بدانی آنکہ رستی از بدن — گوش و بینی چشم مے باید شدن

(ترجمہ) پھر اس وقت تو جانیگا کہ بدن کی قید سے چھوٹ گیا ہوں۔ کان اور ناک اور آنکھ بن جانا چاہئیے ٭

راست گفتہ ست آں شہ شیریں زباں — چشم گردد موبموئے عارفاں

(ترجمہ) سچ کہا میٹھی زبان والے بادشاہ (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے کہ عارفوں کا بال بال آنکھ ہوجاتا ہے ٭

فرماتے ہیں:۔ کند ہم نورِ حق در تو تجلّے — بہ بینی بے جہت حق را تعالیٰ

کرے نورِ خدا تجھ میں تجلّے — بلا جہتوں کے دیکھ اب حق تعالےٰ

یعنی تیرا تعین جو نور وحدت کے دیدار کو ڈھانکنے والا ہے۔ اُٹھ کھڑا ہوگا۔ جان اور بدن اور اعضاء ایک ہوکر نورانی ہونگے۔ اور اللہ تعالےٰ کا نور بلا کیفیت جہت کے اطلاقی کمال کے

ساتھ تجھ پر تجلی کرے گا - اور ذوالجلال کے جمال کا دیدار تجھے حاصل ہو کر علم الیقین عین الیقین ہو گا ٭

دو عالم را ہمہ برہم زنی تو ندانم تا چہ مستی ہا کنی تو ٭

دو عالم سارے فانی ہونگے تجھ کو کیا جانوں ہیں کیا مستی ہو تجھ کو

یعنی طالب صادق کہ دُنیا اور عقبیٰ کو ترک کر کے لقائے محبوب کے عشق کی آگ میں جلنے والا ہے - جب محبوبی جمال کے تجلے کا نُور اسپر چمکتا ہے - تو نہایت لذت کے باعث دونوں عالم کو آپس میں نیست اور نابود کر دیتا ہے - اور تجلی کی شراب سے بہت سی مستیاں اور بیخودیاں اُسے منہ دکھاتی ہیں نظم

ساقی بدہ شراب کہ بود مستیش فنا تا وارہاندم ز خیال منی و ما

(ترجمہ) اے ساقی وہ شراب دے جس کی مستی فنا ہے - تاکہ خلاصی دے مجھے انانیت کے خیال سے ٭

زاں بادہ کہ چونکہ بنوشیم جرعہٗ فارغ کند ز غصۂ دُنیا و دیں مرا

(ترجمہ) جبکہ اس شراب کا ایک گھونٹ ہم پی لیں - دین دُنیا کے جھگڑوں سے وہ ہمیں فارغ کر دے ٭ فرماتے ہیں :-

سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ چہ بود بیندیش طہوری چیست گشتن صافی از خویش

سَقَاھُمْ رَبُّھُمْ کیا ہے فکر کر طہوری کیا خودی سے ہو مطہر

یعنی آیت میں وَسَقَاھُمْ رَبُّھُمْ شَرَابًا طَھُوْرًا کے تامل کر یعنے پلائی انکو اُن کے رب نے شراب جو دل کو دھو گئی - غافل مت بیٹھ کیونکہ اہل اللہ کو خدا تعالےٰ کے ساتھ ایسے حالات ہیں جو عقل اور فہم میں نہیں آتے - اور طہور کے معنے وہ ہیں - کہ اس شراب کی مستی اور لذت میں اپنی ہستی اور تعین سے صاف اور پاک ہو جائے جیساکہ نہ تجھے فعل کا حدث رہے اور نہ صفات اور ذات کا ٭

زہے شربت زہے لذت زہے ذوق زہے دولت زہے حیرت زہے شوق

عجب شربت کیا لذت کیا ذوق زہی دولت زہے حیرت زہی شوق

نہایت تعجب سے فرماتے ہیں - کہ عجب میٹھا شربت ہے جو ساقی دائم البقاء کے ہاتھ سے نوش کرتے ہیں - اور واہ لذت جو شراب پینے والوں کو بیخود کر دیتی ہے - اور

کیا دائمی اقبال سعادت والے کا جسے یہ حال حاصل ہو عجب حیرت اور استغراق جو مشاہدہ میں اس ذات کے ظہور کرتا ہے رہے شوق اور طلب کہ باوجود اسقدر حیرت اور سکر کے پھر اس کے مشتاق ہیں۔ اور ہر ساعت دیدار دوسرا دیکھتے ہیں۔ نظم

اے بیخبر از حالتِ رندانِ خرابات زاں مے نچشیدی کہ شوی سوئے مناجات

(ترجمہ) اے فنا کے رندوں کی حالت سے بیخبر۔ تو نے وہ شراب نہیں چکھی۔ کہ مناجات کی طرف جھکے ✦

زاں بادہ طلب کہ او و موسیٰ عمران نوشید و چہاں بیخبر افتاد بمیقات

(ترجمہ) وہ شراب طلب کر جسے موسےٰ ابن عمران نے پی۔ اور میقات میں بیہوش ہو کر گر پڑا ✦

زیں بادہ اگر مست شوی ہر دو جہاں را محکوم تو سازند زہے لطف و عنایات

(ترجمہ) اس شراب سے اگر تو مست ہوا۔ تو دونوں جہانوں کو تیرا محکوم بنائیں گے یہ عجب لطف اور مہربانی ہے ✦

نوشیدنِ مے از کفِ ساقیٔ سَقٰہُمْ در پیش اسیریست بہ از جملہ عبادات

(ترجمہ) سَقٰہُمْ کے ساقی کے ہاتھ سے شراب کا پینا ساری عبادتوں سے اسیری کے آگے بہتر ہے ✦

جب بحکم وَمَنْ قَتَلْتُہٗ مَحَبَّتِیْ فَعَلَیَّ دِیَتُہٗ وَمَنْ عَلَیَّ دِیَتُہٗ اَنَا دِیَتُہٗ یعنی جسے میرے عشق نے قتل کیا اُسکا خون بہا مجھ پر ہے اور جسکا خون بہا مجھ پر ہے۔ میں اُسکا خون بہا ہوں) اپنے سے نیستی خدا تعالےٰ کے ساتھ عین ہستی ہے۔ فرمایا کہ

خوشا آندم کہ با بیخویش باشیم غنیٔ مطلق بحق درویش باشیم

کیا خوش ہے وہ دم بیخود ہوئے ہم بدرویشی غنیٔ مطلق ہوئے ہم

یعنی بہت خوش وہ دم اور ساعت ہے جو نور احدیت کی تجلی کی چمک کے ساتھ اپنی خودی سے ہم بیخبر ہو جائیں۔ اور اصطلاح میں اس طائفہ کے درویش وہ ہے جو بحسب حال تجلے کے نور میں فنا ہُوا ہو۔ اور خودی کی فنا میں خدا تعالےٰ کے ساتھ بقا یافتہ ہو۔ پس جو اس مرتبہ میں پہونچا۔ اس معنی کے ساتھ درویش ہے کہ خودی سے نیست ہُوا ہے۔ اور غنی مطلق اس اعتبار سے کہ حق تعالےٰ کی بقا کے ساتھ درست ہُوا۔ فرمایا ✦

نہ دیں نہ عقل نہ تقویٰ نہ ادراک　　فتادہ مست و حیران بر سر خاک

نہ دیں ہے اور نہ تقوی عقل و ادراک　　پڑے ہیں مست و حیراں بر سر خاک

یعنی بیخودی کے مرتبہ میں یہ ہستی اور تعین کے لوازم کی عبارتیں ہم سے نیست ہیں اور طہوری شراب سے مست اور بیخود سر پر خواری اور ذلت کی خاک پڑے ہوئے اپنے آپ سے بے خبر ہیں ۔ شعر

بد مستیِ عاشقانِ جانباز　　صد بار بہ از صلاح و پرہیز

(ترجمہ) جان دینے والے عاشقوں کی مستی صلاحیت اور تقوے سے سو مرتبہ بہتر ہے ۔ فرماتے ہیں

بہشت و حور و خلد اینجا چہ سنجد　　کہ بیگانہ درآں خلوت نہ گنجد

بہشت اور حوریاں قیمت نہ پائیں　　کہاں بیگانے خلوت میں سمائیں

یعنی وحدت کے خلوت خانہ میں یہ سب بیگانے ہیں۔ بلکہ سالک کی ہستی کو بھی سمائی نہیں ۔

چو رویت دیدم و خوردم ازاں مے　　ندانم تا چہ خواہد شد پس از وے

ترا منہ دیکھ اب میں نے پیا مے　　نہ جانوں پیچھے اس کی حال کیا ہے

یعنی جب نہ حال دائمی نہیں ہے۔ بلکہ ہر ایک وصال مستلزم فراق کا ہے۔ مجھے خبر نہیں۔ کہ جمال کے دیکھنے اور شراب طہور کے پینے کے بعد کیا حال ہوگا ۔ نظم

یکنفس دوری ز روی ہمچو ماہ　　مینماید پیشِ عاشق سال و ماہ

(ترجمہ) چاند جیسے منہ سے ایک دم دوری عاشق کے لئے سال اور مہینے ہیں ۔

من کجا و صبر در ہجراں کجا　　یا بکش یا ہر زماں رویم نما

(ترجمہ) میں کہاں اور فراق میں صبر کہاں (یعنی یہ بات سخت مشکل ہے) یا مار ڈال۔ یا ہر ساعت اپنا منہ دکھا ۔

جب جسمانی تعلقات کے سبب ضرور ہے کہ ہر نزدیکی کے بعد دوری ہوگی تو فرماتے ہیں

پے ہر مستیٔ باشد خمارے　　دریں اندیشہ دل خوں گشت بارے

ہر اک مستی کے پیچھے ہی خمار اب　　اسی اندیشہ میں دل خوں ہوا اب

یعنی جب حال پھر جانیوالا ہے۔ اور ہمیشگی نہیں رکھتا۔ اور ہر ایک مستی کے بعد خمار ہے

اور سبب وقتوں اور ساعتوں کے احوال مختلف ہیں۔ اس اندیشہ میں کہ مبادا وہ حال ہر گھڑی کے بعد پھر نہ چھوٹے۔ دل اب خون ہوگیا ہے۔ اور یہ اشارہ ابتدائی احوال کی طرف ہے جو ہر ساعت تلوین یعنی نیا رنگ ہے نہ تمکین ہے **نظم**

گر نماید دوست در دوزخ جمال ۔۔۔ ہست آں دوزخ بہشت اہل حال

(ترجمہ) یار اگر دوزخ میں جمال دکھائے۔ تو بھی اہل حال کے لئے وہ دوزخ بہشت ہوگا ٭

در بہشت ار وعدۂ دیدار نیست ۔۔۔ جانِ عاشق را بجنت کار نیست

(ترجمہ) بہشت میں اگر دیدار کا وعدہ نہ ہو۔ تو عاشق کو جنت کے ساتھ کوئی کام نہیں

بارھواں سوال شئی کی مظہریّت اور ظاہر میں اور اُسکا جواب

غرض یہ ہے کہ مظہر اور ظاہر ایک چیز ہیں۔ جُدا جُدا کیسے ہوتے ہیں

قدیم و محدث از ہم چوں جُدا شُد ۔۔۔ کہ ایں عالم شد آں دیگر خدا شُد

قدیم اور محدث اب کیسے جُدا ہیں ۔۔۔ اسے عالم اسے کہتے خدا ہیں

قدیم وہ ہے جو ذاتی اولیت سے غیر کا سبوق یعنے پیچھے آنیوالا نہ ہو۔ کسی علت کے ساتھ سند لیلینے والا نہ ہو۔ اور اس کے مقابلہ میں محدث وہ ہے۔ کہ ذاتی پیشگی سے غیر کے پیچھے لگنے والا علت کے ساتھ سند پکڑنے والا ہو۔ اور اہل حق کے نزدیک ذات اور زمانہ کے ساتھ واجب الوجود تعالےٰ شانہ قدیم ہے۔ اور عالم محدث جو کہ تعینات اور کثرات سے عبارت ہے۔ پھر جب محققوں کے نزدیک واجب الوجود ہی ہے۔ جس نے مظاہر کی صُورتوں میں تجلے کیا ہے۔ تو سوال فرماتے ہیں کہ جب محدث قدیم کا نمود ہے۔ تو کیسے جُدا ہوا۔ موحدوں کے اعتقاد کی بنا پر جواب ہے ٭

جواب

قدیم و محدث از ہم خود جُدا نیست ۔۔۔ کہ از ہستی است باقی دائما نیست

جُدا محدث قدیم از خود نہیں ہے ۔۔۔ یہ حق سی باقی ہے دائم نہیں ہے

یعنی قدیم اور محدث آپس میں ایک دوسرے سے جُدا نہیں ہیں۔ ہمیشہ محدثات کی صُورتوں پر قدیم کو ظہور ہے۔ اور محدث یعنے ممکن نیچے وہ ذاتی سے قطع نظر عدم ہے۔ اس

کی بقا ہمیشہ ہستی مطلق یعنی واجب الوجود سے ہوتی ہے ٭

ہمہ آنست ایں مانند عنقاست | جز از حق جملہ اسم بے مسمی است
سبھی وہ ہی تو یہ ہے مثل عنقا | سوا حق کے ہر اسم بے مسمّا

یعنی نفس الامر میں جو کچھ ہے سب قدیم ہے۔ اور یہ محدث وہ چیز ہے کہ عنقا کی طرح بغیر نام کے اس سے کچھ معلوم نہیں۔ نظم

بغیر یار دریں دار نیست دیارے | خیال غیر اگر ہست پیش ناداں ہست

(ترجمہ) یار کے سوا اس گھر میں کوئی مالک نہیں۔ غیر کا خیال اگر ہے تو ناداں کو ہے

فنا نگشتہ خلاصی مجوز دست فراق | بوصل دوست رسیدن نہ کار آساں است

(ترجمہ) فراق کے ہاتھ سے بلا فنا ہونے کے مت خلاصی ڈھونڈ۔ دوست کے وصال تک پہونچنا آسان کام نہیں ہے ٭ فرمایا:۔

عدم موجود گردد ایں محال است | وجود از روئے ہستی لایزال است
عدم کا ہست ہونا ہے محالات | ہے ذاتی شان ہستی بے زوالات

فرماتے ہیں کہ عدم موجود نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ حقیقتوں کا پلٹنا محال ہے۔ وجود مطلق کی خاص وصف قدم ہے۔ اور ہستی کی وجہ سے لاتعین اور لایزال ہے۔ اگرچہ تعین اور تشخص کے لحاظ کے ساتھ اسپر فنا اور عدم اطلاق کرتے ہیں ٭

نہ آں ایں گردد و نہ ایں شود آں | ہمہ اشکال گردد بر تو آساں
تبدل انکا آپس میں نہیں جان | سبھی اشکال ہونگی تجھ پر آساں

یعنی نہ قدیم محدث اور نہ ممکن واجب ہو سکتا ہے۔ کیونکہ حقائق کا پلٹ جانا لازم آتا ہے۔ پس ہستی اور وجود مطلق یعنی قدیم ہمیشہ اپنے قدم اور وجوب پر باقی ہے۔ اور ممکن اپنی عدمیت پر باقی۔ جب یہ معنے تو نے جان لیا۔ تو ساری مشکلات اور شبہات تجھ پر سہل اور آسان ہوں گے۔ اور اس کا معنے مکرر مذکور ہؤا ٭ نظم

جہاں و ظلمت نابود بودے مختفی دائم | اگر انوار جمالت نبودے جہاں روشن

(ترجمہ) نیستی کے اندھیرے میں جہان ہمیشہ مخفی رہتا۔ اگر تیرے جمال کے انوار جہان

کو روشن نہ کرتے ۔

صفاتِ عالمِ افروزت زمراتِ جہاں پیدا زعکسِ پرتوِ ذاتت ہمہ دور زماں روشن

(ترجمہ) تیری عالم کو روشن کرنے والی صفتیں اس کے شیشوں میں سے ظاہر ہیں۔ تیرے ذاتی تجلّیے کے عکس سے زمانہ روشن ہے ۔ فرمایا :-

جہاں خود جملہ امرِ اعتباری است چو آں یک نقطہ کاندر دو ساری است

جہاں سارا ہی امرِ اعتباری ہو جیسے نقطہ اندر دور ساری

بر و یک نقطہ آتش بگرداں کہ بینی دائرہ از سرعتِ آں

چکر دو آگ کے نقطہ کو باہر کہ دیکھے دائرہ تیزی سے باہر

یکے گردد شمار آید بناچار بگردد از احد اعداد بسیار

اکیلا چل پڑے گنتی ہو ناچار ہونگے ایک سے اعداد بسیار

حدیثِ ماسوی اللہ را رہا کن بعقلِ خویش ایں را زاں جدا کن

حدیثِ ماسوی اللہ کو رہا کر عقل سے اپنی یہ حق سے جدا کر

یعنی جب تجھے معلوم ہوا۔ کہ غیر حق کا عدم ہے پس غیر کی بات کو چھوڑ دے کیونکہ کثرت کا وجود بہ نسبت واحد عددی اعداد کے وجود کی طرح ہے ۔ یا جیسے دائرہ کا وجود پھرنے والے نقطہ کی نسبت ہوتا ہے ۔ اور عقل قدسی نور کی روشنی والے کے ساتھ ان محدثات کو جو تعینات ہیں ۔ اس قدیم فرد اکیلے سے جدا کر ۔

چہ شک داری دریں کیں چوں خیال است کہ با وحدت دوئی عین محال است

ہے بےشک یہ جہاں مثلِ خیالات کہ وحدت میں دوئی ہے بس محالات

یعنی وجود محدث کے خیالی اور نمود بے بود ہونے میں کیا شک یا شبہ ہو سکتا ہے ۔ کیونکہ وجود مطلق کی وحدت کے ساتھ دوئی عین محال اور محض گمراہی ہے ۔ فرمایا کہ :-

عدم مانندِ ہستی بود یکتا ہمہ کثرت ز نسبت گشت پیدا

عدم مانند ہستی کے تھی یکتا یہ کثرت نسبتوں سے دیکھ پیدا

یعنی جیسا کہ وجود مطلق اکیلا معنی ہے۔ عدم بھی اکیلا مفہوم ہے۔ جدائیگی عدم میں نہیں ہے۔ پس گنتی بھی عدم میں نہ ہوگی۔ اور وجود اور عدم میں کثرت کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ غیر ہستی کا نیستی کے سوا اور غیر نیستی کا ہستی کے سوا نہیں ہے۔ اور ساری کثرات نسبتوں سے ظاہر ہوئیں۔ کیونکہ بواسطہ ذاتی نسب اور تعینات کے جو صفات ہیں۔ اسما ایک دوسرے سے ممتاز ہوئے ہیں۔ اور نسبتوں کے ظہور کا منشا شیونات ذاتیہ ہیں۔ فرمایا کہ :۔

ظہور اختلاف کثرت و شاں شدہ پیدا ز بوقلموں امکاں

ظہور اختلاف کثرت اور شاں ہوا ظاہر ہے نیرنگی سے امکاں

یعنی نیرنگیوں سے امکان کے جو ممکنات کے اعیان ثابتہ ہیں۔ یہ سب اللہ تعالےٰ کے اسموں کے گواہ ظاہر ہوئے ہیں۔ جیسا کہ مکرر مذکور ہوا ؂

وجود ہر یکے چوں بود واحد بوحدانیت حق گشت شاہد

وجود ہر ایک کا تھا جبکہ واحد تو وحدانیت حق پر ہے شاہد

جاننا چاہئے۔ کہ موجودات میں سے ہر ایک موجود ایک خاصیت اور تعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو کوئی اور چیز خاصیت میں اس کے ساتھ شریک نہیں ہے اور اگر اس وحدت خاص کا ظہور اس میں نہ ہوتا۔ تو وہ موجود متعین ہی نہ ہوتا۔ پس ہر موجود میں وہ وحدت اکیلی مطلق کی وحدانیت اور نفی مماثل پر دلیل ہے۔ اور اس کی دلالت یہ ہے۔ کہ ساری چیزوں کا وجود دراصل ایک چیز ہے۔ اور ہر موجود کا امتیاز اپنے غیروں سے نسبت وصفت خاص کی خصوصیت کے ساتھ ہے۔ جس کا خود مظہر ہے۔ پس ضرور ہر ایک موجود خداتعالےٰ کی وحدانیت کا گواہ ہے شعر

دلیل وحدت او غیر حق کیست چو موجودے بعالم غیر حق نیست

(ترجمہ) اس کی وحدت کی دلیل خداتعالےٰ کے سوا کون ہے۔ جب عالم میں غیر حق کا موجود ہی نہیں ہے ؂

تیرھواں سوال حقائق کی تحقیق میں اور اسکا جواب

تیرھواں سوال حقائق اور معانی مقبولہ کی تحقیق میں جن کی تفسیر اہل کشف نے محسوسہ صورتوں کے ساتھ فرمائی ہے ٭

چہ خواہی مرد معنی زیں عبارت — کہ دارد سوئے چشم و لب اشارت
کیا اے مرد معنی تیرا مطلب — عبارت سے لکھیں جو چشم اور لب
چہ جوید از رخ و زلف و خط و خال — کسے کاندر مقامات است و احوال
غرض کیا زلف و رخ سے اور خط و خال — اسے جو ہے مقامات اندر احوال

جب یہ نام بردہ چیزیں صورت کے لوازم میں سے ہیں۔ تو ان سے معنوی احوال کیا چاہتا ہے ٭

جواب

ہر آنچیزیکہ در عالم عیان است — چو عکسے ز آفتاب آنجہان است
ہر اک شئی جو کہ عالم میں عیاں ہے — یہ چھاؤں سورج سی باطن کی جہاں ہے

یعنی امکانی عالم میں جو کچھ عیاں ہوا۔ یا ظاہر ہوگا۔ اس ذات تقدس اور تعالے اور اس کی صفات اور اسماء کے سورج کے انوار و نکا عکس ہے۔ اور بواسطہ ظہور کے ممکنات کی صورتوں پر عالم میں نمائش پیدا کی ہے ٭

جہاں چوں خط و خال و زلف ابرو است — کہ ہر چیزے بجائے خویش نیکو است
جہاں ہی خط و خال اور زلف ابرو — جگہ اپنی پہ ہے ہر چیز نیکو

جب مقرر ہوا کہ ذرات موجودات کی ذات اللہ تعالے کی صفتوں اور اسموں کے انواروں کا عکس ہے۔ پس ضرور ہے۔ کہ صورت جامعہ انسانی میں جو اکوانی صورتوں کا خلاصہ ہے آنکھ اور لب اور زلف اور خال جو انسانی وجود کے لئے موجب کمال ہے۔ اور ان کے سوا انسانی صورت میں نقص ہے۔ بیشک ہر ایک انکا واحد حقیقی کی صفات کے لئے خاص معنی کے ساتھ دلیل اور نمونہ ہوگا۔ اور کامل مشابہت ان کے درمیان ہوگی

اسواسطے فرمایا۔ کہ موجودات کے مراتب جسے جہاں بولتے ہیں۔ زلف وخال وخط وابرو کی مانند ہیں۔ اور ہر ایک دلیل اور نشان خاص مدلول کا اسموں اور صفتوں میں سے اس ذات کے ہے۔ اور سبھی اپنی ذاتی حد میں نہائیت خوبی میں واقع ہیں۔ اور جب ان میں سے ہر ایک انسانی صورت میں صورت وسیرت کے لئے کمالیت کا موجب ہے۔ تو موجودات کے مراتب بھی نہائیت خوبی اور نہائیت کمال اور جمال میں واقع ہیں۔ جاننا چاہیئے۔ کہ اعیان اور ان کی استعدادوں کے لئے حق تعالےٰ کا شہود آنکھ کے ساتھ عبارت ہے۔ اور صفات اس لئے کہ حق تعالےٰ کی ذات کو ڈھانکنے والی ہیں ابرو سے اشارت کرتے ہیں۔ اور نفسِ رحمانی کو لب سے اور تجلّی جلالی کو جسمانی صورتوں میں زلف بولتے اور اس حقیقت کے ظہور کو روحانی مظاہر میں خط کہتے ہیں۔ اور رُخ سے مراد حقیقت من حیث ہی ہی کے ساتھ ہے۔ یعنی جیسا کہ وہ ہے۔ جو خفا وظہور دونوں کو شامل ہے۔ اور خال سے مراد نقطۂ وحدت ہے جو حقائق کی حیثیت سے کثرات کا مبدا ومنتہا ہے ✦

رُخ و زلف آں معانی را مثال است — تجلّی گہ جمال و گہ جلال است

ہے زلف اور منہ کو یاں نسبت مثالی — ظہور حق جمالی ہے جلالی

یعنی کبھی حق تعالےٰ کا جمالی تجلّے ہوتا ہے۔ جسے لطف اور رحمت لازم ہیں اور اور کبھی جلالی ہوتا ہے۔ جو قہر وغضب کا مستلزم ہے۔ اور ہر ایک جمال اور جلال ایک دوسرے کو لازم ہیں۔ پس ضرور ہے۔ کہ خوبی والوں کا مُنہ نور اور لطف کے مناسب ہو۔ اور محبوبوں کی زُلف ظلمت اور پریشانی کے برابر اور یہ مناسبت ظاہر ہے نظم

گر نیستی شعاع جمالش جہان وجاں — ناچیز بودے از سطوات جلال او

(ترجمہ) اگر اس کے جمال کی روشنی نہ ہوتی۔ تو جہان اور ارواح اس کے جلال کے غلبوں میں لا شئے ہو جاتے ✦

ورنہ نقاب روئے جمالش شدے جلال — عالم بسوختے زفروغ جمال او

(ترجمہ) اور اگر اس کے جمال کے مُنہ کو جلال کا پردہ نہ ہوتا۔ تو عالم اس کے جمال کی روشنی سے جل جاتا ✦

جب قہر کا پردہ جلال کو لازم اور رحمت جمال کے لازم ہے۔ تو فرمایا ✦

صفات حق تعالےٰ لطف و قہر است — رُخ و زلف بتاں را زاں دو بہر است

خدا ہی مہرباں ہے اور قہار　　بتوں کی زلف و منہ اسکا ہی اظہار

یعنی محبوبانِ ماہ پیکر کے رخسارہ اور زلف کو بحسبِ ظہور جامع انسانی کے ان دونوں وصف یعنی لطف و قہر سے نصیب ہوتا ہے۔

چو محسوس آمد ایں الفاظ مسموع　　نخست از بہر محسوس اند موضوع

جبھی محسوس ہیں یہ لفظ مسموع　　تو ہیں محسوس پر ہی پہلے موضوع

یہ الفاظ یعنے رخ و زلف و خط و خال جب محسوس ہیں۔ تو بہتر یہ ہے کہ پہلے محسوسہ معانی کے برابر ہی وضع کئے جائیں۔ اسلئے کہ محسوسیت میں مشترک ہیں۔ اور وجہ دوسری یہ کہ فرماتے ہیں:-

ندارد عالمِ معنی نہائیت　　کجا بیند مرا در الفاظ غائیت

نہیں باطن کے عالم کو نہائیت　　کہاں اسکی مٹے لفظوں میں غائیت

معانی کا عالم یعنے عالمِ ذات وصفات و اسماءِ الٰہیہ جو بے نہائیت ہے۔ پھر ہر ایک معنی کو اس میں سے بے نہائیت درجات ہیں۔ پس الفاظ کے حوصلہ میں ان کو سمائی نہ ہوگی۔

ہر آں معنی کہ شد از ذوق پیدا　　کجا تعبیرِ لفظی یابد اورا؟

وہ معنی جو کہ ہو لذت سے موجود　　کہاں تعبیر لفظی سے ہو مشہود

یعنی وہ معانی جو ذوقی وجدانی طریق پر اہل کشف کو ظاہر ہیں۔ انکی فراخی کے اردگرد لفظی عبارتیں نہیں پھر سکتیں۔ فرماتے ہیں:-

چو اہل دل کنند تعبیہ معنی　　بمانندے کنند تعبیر معنی

کریں جب اہلِ دل معنی کی تعبیر　　مثالوں پر کریں باطن کی تقریر

یعنی جب اہلِ دل معانی منکشفہ کی جو ان کے دلوں پر جلوہ گر ہیں تعبیر کرنی چاہتے ہیں۔ تو قابلیت والوں کی ہدائیت کے لئے نامحرموں کی نظر میں محسوساتی لباس میں جو ان معانی کے مناسب ہو کرتے ہیں۔

کہ محسوسات ازاں عالم چو سایہ است　　کہ ایں چوں طفل و آں مانندِ دایہ ست

ہیں محسوسات اس عالم کا سایہ　　یہ ہیں جوں طفل وہ مانند دایہ

جیسا کہ سایہ نور کے ساتھ ظاہر اور اس کے سوا عدم ہے۔ سارے جہان اللہ تعالےٰ کے اسمائی وصفاتی آفتاب کے نور کے ساتھ ظاہر ہیں۔ اور اس عالم کی پرورش اس عالم سے ہے جیسے طفل کی پرورش دایہ سے

بنزد من خود الفاظ مؤوّل۔ بر آں معنی فتاد از وضع اوّل

کہوں میں یہ مؤول لفظ مجموع۔ معانی پر ہوئے ہیں پہلے موضوع

یعنی جو بیان ہوا سخن توم تھا۔ اب فرماتے ہیں۔ کہ میرے نزدیک جو اس طائفہ کے محققوں میں سے ہوں یہ ہے کہ یہ الفاظ جو کہے گئے تاویل کے طریق پر ان کا اطلاق اُن معانی پر کرتے ہیں۔ پہلے اُن معانی کے لئے ہی وضع ہوئے ہیں۔ اور اُن معانی سے ان محسوسات پر نقل کئے گئے ہیں۔ شاخ ہمیشہ اصل کے تابع ہوتی ہے۔ اس پر فرماتے ہیں :۔

بمحسوسات خاص از عرف عام است چہ داند عام کان معنی کدام است

زباں میں عام کی محسوس ہیں خاص نہ جانیں عام ان معنوں کا اخلاص

یعنی ان الفاظ کی دلالت ان محسوسات پر خاص بطریق نقل عرف عام و انکی دلالتوں کے ہے۔ ورنہ عام کیا جانتے ہیں۔ کہ اصلی موضوع لہٗ ان کا یعنی جس کے لئے وضع کئے گئے ہیں۔ وہ کون ہے ❖

نظر چوں در جہانِ عقل کردند از آنجا لفظہا را نقل کردند

جہاں میں عقل کے ڈالیں نظر جب کریں منقول ان الفاظ کو تب

یعنی جو لوگ اہل شہود نہیں ہیں۔ اور انہوں نے ان الفاظ کو سُن لیا ہے۔ جب عقلی جہان میں خیال کیا۔ تو عقلی طریق کے ساتھ ان معانی کے اصول کو نہ سمجھا۔ تو ضرورتاً اُن معانی سے ان الفاظ کو نقل کر لیا۔ اور خاص محسوسات پر اطلاق کر دیا اور پہلے معنے کو بھول گئے ❖

تناسب را رعایت کرد عاقل چو سوئی لفظ از معنے است نازل

تناسب کی رعایت سے وہ عاقل معانی چھوڑ لفظوں میں ہے نازل

یعنی ان الفاظ کو جب ان محسوسہ معنوں پر نقل کیا اسلئے اُن مراتب سے نیچے اُتر پڑے۔ بقدر طاقت کے عقلی تناسب کو مرعی رکھا۔ تاکہ بعضے لفظوں کی تخصیص بعضے معانی پر ترجیح بلا مرجح نہ ہو۔ یعنے ناقص کو کامل کہنا۔ پھر جب پوری تشبیہ الفاظ و معانی میں معدوم ہے۔ تو فرمایا کہ

ولے تشبیہ کُلّی نیست مُمکن — ز جستجوی آں میباش ساکن

نہیں تشبیہ کلی جب کہ ممکن — تو چاہیے جستجو سے ہونا ساکن

یعنی درمیان دو معنوں کے تشبیہ تامہ ہرگز نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ محسوس و معقول کے درمیان دوری ہے۔ اور تامہ مشابہت کی جستجو ان کے درمیان مت کر۔ اور جو چیز موجود نہ ہو۔ اس کا طالب ہونا نہ چاہیئے ✦

بریں معنی کسے را بر تو دق نیست — کہ صاحب مذہب اینجا غیر حق نیست

کسی کی نکتہ چینی تجھ پہ کیا ہے — یہاں مذہبوں کا صاحب وہ خدا ہی

یعنی جب بعض کے نزدیک اللہ تعالےٰ کے اسمار محض توفیقی ہیں۔ تو ان الفاظ کا اطلاق خدا تعالےٰ پر کرنے سے کسیکو تجھ پر گرفت نہ ہوگی۔ کیونکہ صاحب مذہب یہاں خدا تعالےٰ کے بغیر نہیں ہے۔ اور مذہب حق تعالےٰ کا ضرور حق ہے **نظم**

مذہب عشق از ہمہ دینہا جداست — عاشقانرا مذہب و ملت خداست

(ترجمہ) عشق کا طریقہ سب دینوں سے جُدا ہے۔ ملت اور مذہب عاشقوں کا خدا تعالےٰ ہی ہے ✦

اہلِ حال کو مکاشفہ کے طریق سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے عقلی ادراکوں سے بہت بہت بلند ہے۔ اور عقل والوں پر تکالیف ہے۔ اور جو لوگ استغراق اور بیخودی کے مقام میں ہیں۔ اُن میں سے کسی پر حکم تکلیف کا نہیں۔ اور حضرت حق تعالےٰ کے معارف کے ترجمان ہیں۔ اور مولانا روم قدس سرہٗ بھی فرماتے ہیں **مثنوی**

میدرد میدوزد ایں خیاط کو — مید مد میسوزد ایں نفاط کو

(ترجمہ) پھاڑتا ہے کبھی سی دیتا ہے یہ درزی کہاں۔ پھونکتا ہے۔ جلاتا ہے۔ یہ آگ لگانیوالا کہاں ✦

ساعتے کافر کند صدیق را — ساعتے مومن کند زندیق را

(ترجمہ) ایک ساعت میں صدیق کو کافر کرتا ہے - اور ایک ساعت میں زندیق کو مومن بتاتا ہے +

ما شکاریم ہم اینچنیں دامے کراست — گوئے چوگانیم چوگانے کجاست

(ترجمہ) ہم شکار ہیں - ایسا دام کس کا ہے - بلے کے گیند ہیں - یہ بلا کہاں ہے +
جب اتفاق کے ساتھ تکالیف کا محل عقل ہے - تو فرماتے ہیں :-

ولے تا با خودی زنہار زنہار — عباراتِ شریعت را نگہدار

جہاں تک عقل ہے حد کو نہ توڑ — عباراتِ شریعت کو تو مت چھوڑ

یعنی ہر چند سب مذہبوں کا مالک اس مرتبہ میں حق ہے - مگر جس ساعت میں کہ سالک باخود ہو - اور اس کی عقل برقرار ہو - الفاظ و عبارتیں جو شرع کے مخالف ہوں کہنے نہ چاہئیں - کیونکہ اہل شریعت نے اُن کی تجویز نہیں فرمائی -

کہ رخصت اہل دل را در سہ حالت — فنا و سکر پس دیگر دلال است

ہے رخصت اہلِ دل کو تین احوال — فنا اور سکر بعد اس کی ہو دلال

یعنی ان حالتوں میں سے ایک فنا ہے - جو حدوث اور قدوم کے درمیان تمیز کا زوال ہے - دوسری سکر یعنے وحشت اور غلبہ محبوبی جمال کے مشاہدہ میں جو عاشق کے سر پر ناگہانی پہونچتا ہے - اور تمیز اُڑ جاتی ہے - اور نہایت بیخودی سے یہ نہیں جانتا کہ میں کیا کہتا ہوں - تیسری دلال ہے - جو نہایت ذوق سے محبوب کے جلوہ میں سالک کی باطنی قلق اور بیقراری ہے - اہلِ دل رخصت دیئے گئے - کہ جس عبارت سے چاہیں - اُن وجدانی حالات سے تعبیر کریں - اور یہ رخصت اہل حال و مواجید کی نسبت ہے - نہ اہلِ تقلید کو +

ہر آنکس کو شناسد ایں سہ حالت — بداند وضع الفاظِ دلالت

جسے ان تینوں حالت کی ہو پہچان — اسے ہی وضع ان لفظوں کی آسان

ترا گر نیست احوال و مواجید — مشو کافر ز نادانی بتقلید

تجھے احوال وجدانی نہیں گر — نہ ہو تقلید و نادانی سے کافر

یعنی اگر تو مکاشفہ اور حال کے موافق ان مراتب کو ابھی نہیں پہونچا۔ خدا کی پناہ سو مرتبہ پناہ کہ اہلِ کمال کی تقلید محض کے ساتھ تو کافر ہو جائے۔ یعنے جہل کے سبب اِن کلمات سے متکلم ہو جائے۔ تو نہیں جانتا۔ کہ اُنھوں نے کِس حال میں یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ کہ بلا ان تینوں حالتوں کے اتفاق کے ساتھ یہ سخن کفر کے ساتھ حکم دیئے گئے ہیں*

مجازی نیست احوالِ حقیقت — نہ ہر کس یابد اسرارِ طریقت

مجازی نہیں ہیں احوالِ حقیقت — وہی جانے جو ہو صاحب طریقت

یعنی انبیاء علیہم السلام و اولیاء علیہم الرحمۃ کی حقیقت کے احوال جن سے خبریں فرمائیں ہیں۔ کوئی اِس میں جھوٹ کا اندیشہ نہ کرے۔ کہ یہ چند سخنان مجازی غیر واقعی ہیں۔ کچھ حقیقت نہیں رکھتے۔ کیونکہ یہ سب کاملوں کے احوال ہیں۔ ایسا نہیں کہ ہر ایک آدمی طریقت کے بھیدوں کو دریافت کر سکے کیونکہ وہ معنے بہت سی شرائط کے ساتھ مشروط ہے۔ اور طریقت کے بھید وہی حقیقت کے احوال ہیں۔ جیساکہ شریعت کا بھید طریقت ہے۔ طریقت کا بھید حقیقت ہے۔ اور طریقت بلا شریعت وسوسہ ہے۔ اور حقیقت بلا طریقت کے زندقہ ہے۔ نظم

گر تو خواہی دولتے طاعت کنی — طاعتِ صد سالہ یکساعت کنی

(ترجمہ) اگر تجھے اقبال کی خواہش ہے تو عبادت کر۔ سو برس کی عبادت ایک ساعت میں کر*

تو مکن یک لحظہ طاعت را رہا — پس مکن تو طاعتِ خود را بہا

(ترجمہ) تو ایک گھڑی بھی عبادت کو مت چھوڑ۔ پھر اپنی عبادت کے لئے کچھ قیمت جان*

فرماتے ہیں:۔

گزاف اے دوست نایدز اہلِ تحقیق — مرایں را کشف باید یا کہ تصدیق

سیانے کب جھوٹ بولیں اہلِ تحقیق — مگر یہاں کشف چاہیئے یا کہ تصدیق

بطریق ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ اے میرے دوست اہلِ تحقیق سے سخن جھوٹ

و غیر واقع نہیں نکلتا - اور ان سخنوں کی تحقیق دو طریق سے ہو سکتی ہے - ایک یہ کہ سلوک کے طریق کے ساتھ کشف کے مقام پر پہونچے - اور ان احوال کا مشاہدہ کرلے - دوسرا وہ کہ اللہ تعالےٰ کی توفیق کے ساتھ اولیاء اللہ کے سخنوں پر پوری تصدیق رکھتا ہو -

بگفتم وضع الفاظ و معانی - ترا سربستہ گر داری بدانی -

یہ الفاظ اور معانی کا تناسب تجھے کہتا ہوں مخفی ہے مناسب

یعنی الفاظ اور معانی کی وضع کا بیان صوفیہ کے مطابق ہم نے کردیا - بطور تقدیر اجمال کے طریق پر پوشیدہ کہدیا - اگر تو اِس طریقہ کو نگاہ رکھ کر محافظت کرے گا تو جانے گا - کہ ہر ایک الفاظ سے کیا معنے مراد ہے *

نظر کُن در معانی سوئے غایت لوازم را یکایک کُن رعائیت

معانی کا نہایت دیکھ پہلے لوازم کی رعائیت پھر تو کرلے

یعنی معانی سے ہر ایک معنی میں دیکھ کہ مقصود کیا ہے - اور جب معانی کے مراتب بہت ہیں - تو ہر ایک مرتبہ میں اس کے لوازم کی رعائیت جیسے چاہیئے - ایسے کر - اور ہر ایک مرتبہ کے لازم کی تشخیص علیحدہ فرما - تاکہ تشبیہ و تنزیہ کی جہتیں معیّن ہوں - اور جسمیت کا وہم ان میں نہ ہو - فرماتے ہیں :-

بوجہ خاص ازاں تشبیہ میکن زدیگر وجہ ہا تنزیہ میکن

لوازم سے خصوصاً چاہئی تشبیہ وجوہاتوں سے انکے چاہئی تنزیہ

یعنی ان لوازم کی خاص وجہ کے ساتھ جو اُن معانی کو ہر مرتبہ میں حاصل ہے تشبیہ کر - اور لفظی اطلاق جو اُن معانی خاص پر دلالت رکھتی ہے - کر - اور لوازم کے دوسرے وجوہات سے اس مرتبہ کی تنزیہ کر - مثلاً کہتا ہے - کہ آنکھ - اور یہ بینائی کی صفت سے مقصود ہے - اس مناسبت پر کہ مراتب تجلیات و ظہورات کے نہائیت میں جو مرتبہ شہادت کا ہے - بینائی آنکھ کو لازم ہے - پس اس خاص وجہ کے ساتھ تشبیہ کیا کرے - اور دوسرے وجوہات سے فرض کیا - کہ یہ آنکھ جسم ہے - اور اجسام کے لوازم سے ہے - تنزیہ کرنی چاہئے - کہ وہ آنکھ کی مانند نہیں ہے - جسمیت سے

منزہ ہے۔ اور حقیقت سخن کی یہ ہے۔ کہ تنزلات وافعال وآثار کے مرتبہ میں وہی ہے کہ سب کی صورتوں میں ظاہر ہوا۔ اور سب کے نقشوں پر باہر آیا۔ اور حق تعالیٰ کے مراتب تجلیات وظہورات کی رعایت کے ساتھ تشبیہ وتنزیہ دونو واقعہ اور ظاہر ہیں۔ اور دراصل تشبیہ وتنزیہ اعتباری امور سے ہیں۔ جب نفس الامر میں غیر حق تعالےٰ کا موجود نہیں۔ تو مشبّہ کس کے ساتھ اور منزہ کس سے ہوگا۔ تعالی اللہ عن الاشباہ والاضداد والامثال والانداد علواً کبیراً۔ اللہ تعالےٰ بلند ہے تشبیہوں اور ضدوں اور مثالوں اور شریکوں سے بلند ہی بڑی کے ساتھ ۔ فرماتے ہیں:

چو شد ایں قاعدہ یکسر مقرر نمایم زاں مثالے چند دیگر

مقرر جب ہوا قانون تقریر مثالیں چند کرتا ہوں میں تحریر

یعنی جب یہ قاعدہ کہ ہر ایک معنے کے لوازم کی رعایت کرنی چاہیئے۔ اور خاص وجہ کے ساتھ تشبیہ اور دوسرے وجوہات سے تنزیہ کرنی چاہیئے۔ مقرر اور ثابت ہوا۔ اب قاعدہ کے بیان کے لئے ان معانی اور لوازم کے ہر ایک سے کئی مثالیں ظاہر کی جاتی اور اجمال سے تفصیل میں لائی جاتی ہیں۔ تاکہ خاص وعام کو نصیب ہو

چشم ولب کی طرف اشارہ :-

نگر کز چشم شاہد چیست پیدا رعایت کن لوازم را بد آنجا

دیکھو شاہد کی آنکھ اب کیا ہی ظاہر لوازم اسکے کیا کیا ہیں وہاں پر

یعنی دیکھ کہ شاہد ومحبوب حاضر کی آنکھ سے کیا کچھ پیدا وظاہر ہے۔ اور محبوب حاضر کی آنکھ کے صفاتی لوازم کی رعایت اس جگہ پر یعنے معنی کے عالم میں ملحوظ رکھ اور اشارات سے غافل مت ہو۔

ز چشمش خاست بیماری ومستی ز لعلش نیستی در عین ہستی

کیا عالم کو آنکھ اب مست وبیمار فنا فی الذات ہیں یہ لب کے آثار

یعنی اُس کی آنکھ سے بیماری اور مستی نے جو بُعد وفراق وخودی کا گمان ہے۔ منہ دکھایا۔ اور سُرخ لب جان بخشنے والے کے لوازم اور آثار سے جو جو نفس رحمانی کے ساتھ اشارت ہے۔ یہ امکانی نیستی کا نمود وجود مطلق کے وجوبی

احاطہ میں ہے نظم

پیشتر بے رخت چہ بود جہاں — سایۂ درعدم سرائے خراب

(ترجمہ) یعنے تیرے منہ سے پہلے جہاں کیا چیز تھا۔ فنا کے عدمستان میں سایہ

زاستوا مہر طلعت تو بتافت — سایہ از رنگ مہر یافت خضاب

(ترجمہ) تیرے منہ کا سورج استوا سے چمکا۔ تو سایہ نے سورج کی روشنی سے سیاہی پکڑی ✦ فرماتے ہیں :۔

زچشم او ست دلہا مست و مخمور — زلعل اوست جانہا جملہ مستور

ہیں آنکھ اسکی سے سب دل مست و مخمور — لبوں سے انکی جانیں ساری مستور

یعنی اس پری پیکر شوخ آنکھ والے کے آثاروں سے ہے جو مخلوق کے دل سرمستی میں گمان کے اور خمار میں غم دوری کے پڑے ہیں۔ اور اس کے لب سے ہے جو ارواح مجردہ عزت کے حجابوں میں پوشیدہ اور اپنے نقص موجودہ کی صفات سے بیزار ہیں۔ فرماتے ہیں :۔

زچشم او ہمہ دلہا جگر خوار — لب لعلش شفائے جان بیمار

اسی کی آنکھ سے ہیں دل جگر خوار — اسی کے لب شفا ہیں جان بیمار

یعنی سب دلوں کی جگر خواری اس کی آنکھ کے لوازم سے ہے جو اشتیاق فراق کے غم میں گرفتار ہیں۔ اور اس کے لب کے آثار سے ہے کہ مشتاق کی جان بیمار درد کی بھری ہوئی کو وصل کی شفاء اور راحت کا شربت چکھاتے ہیں۔ اور مرض بدنی کے مرتبہ سے نیستی کو ہستی کی صحت بخشتی ہیں۔ نظم

تا چشم بتم چہ فتنہ انگیخت — کز ہر طرفے ہزار غوغا است

(ترجمہ) آیا میرے محبوب کی آنکھ نے کیا فتنہ اٹھایا۔ جو ہر طرف سے ہزار ہا غوغا ہے ✦

تا جام لبت کدام مے داد — کز جرعہ او دو کون شیدا است

(ترجمہ) آیا تیری لب کے جام نے کونسی شراب دے دی۔ جو دونوں عالم اس کے ایک گھونٹ سے شیدا ہیں ✦

با غیست جہاں زعکس رویت — خرم دل آنکہ در تماشا است

(ترجمہ) تیرے منہ کے عکس سے جہان ایک باغ ہے۔ اس کا دل خوش ہے

جو تماشا بیں ہے + فرمایا کہ :-

بچشمش گرچہ عالم در نیاید	لبش ہر ساعتے لطفے نماید
جہاں آنکھوں میں اسکی کچھ نہیں ہے	مگر جاں بخشیِ لب پھر انہیں ہے

یعنی اگر چہ بے پرواہی اور بے التفاتی سے جو آنکھ کے لوازم سے ہیں۔ عالم کو نظر میں موجود نہیں سمجھتی - اور اپنی نیستی میں اُسے چھوڑ دیا ہے - مگر اس کی زندگی بخشنے والی لب اپنے لطفِ شامل کے ساتھ جہاں نابود ہوئے کو فیض رحمانی کے نو پیدا کرنے سے ہستی کے مقام میں نگاہ رکھتی ہے **نظم**

دل و جانِ ہمہ عالم فدائے لعلِ نوشینش	کہ چون جام طرب نوشد دو عالم جرعہ دان سازد

(ترجمہ) سارے جہانوں کے دِل اور جان اس کے شیریں لبوں پر فدا ہیں - کہ جب نشے کا جام پیتے ہیں تو دونوں جہانوں کو پیالہ بناتے ہیں + فرماتے ہیں :-

دمے از مردمی دلہا نوازد	دمے بیچارگانرا چارہ سازد
کبھی خستہ دلوں کو ہے نوازش	کبھی بیچارگانوں پر ہے بخشش

یعنی اُس کی آنکھ ہست باوجود کمال بے پرواہی کے کبھی کرم و بخشش سے جو ہستی کے لوازم میں سے ہے عاشقوں اور مشتاقوں کے دلوں کو جمالِ معشوق کے مشاہدہ کے ساتھ نوازش کرتی ہے - اور اس کی لب جان کو پرورش کرنیوالی عدم کے بیچاروں کو ایک دم میں افاضہ وجود کے ساتھ چارہ سازی کرتی ہے اور نیستی سے ہستی میں لاتی ہے +

بشوخی جان و ہد در آب و در خاک	بدم دادن زند آتش بر افلاک
مٹی پانیمیں پھونکی جاں وہ بیباک	جلائے رشک کی آتش سے افلاک

یعنی اُس کی آنکھ دور بیں شوخی اور بے باکی کے ساتھ بواسطہ دیکھنے اِستعداد و جامعیت انسانی کے جان مجرد و روح اضافی کو بدن عنصری انسانی کے پانی اور خاک میں پھونکتی ہے - اور اس کی لب زندگی بخشنے والی وَ نَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ کے دم پھونکنے کے ساتھ (یعنی میں نے پھونکا اس میں اپنی جان کو) جامعیت سے محرومی کی آگ آسمانوں اور فرشتوں میں لگاتی ہے **نظم**

نہ فلک را ست مسیر نہ ملک راست حاصل　　آنچہ در سر سویدائے بنی آدم از وست

(ترجمہ) نہ آسمان کو میسر ہے۔ اور نہ فرشتہ کو حاصل ہے وہ جو اس سے بنی آدم کے دلی بھید میں ہے ✦ فرماتے ہیں:-

از و ہر غمزہ دام و دانہ شُد　　وز و ہر گوشہ میخانہ شُد

کہیں غمزہ فریب دانہ اور دام　　کہیں گوشوں میں ہیں میخانہ اور جام

غمزہ ایک حالت ہے کہ محبوبوں کی آنکھ سمیٹ لینے اور کھولنے سے دلربائی میں واقع ہوتی ہے۔ اور سمیٹ لینا عدم التفاتی کی طرف اشارہ ہے۔ اور کھولنا بخشش اور دلنوازی کے ساتھ اشارت ہے۔ اور ان دونوں صفتوں کے آثار ہی خوف اور امید کا موجب ہوتے ہیں یعنے اس آنکھ اور غمزہ سے دام اور دانہ ہی ہے۔ کہ دانے کی ہوا پر دل کا جانور بلا کے دام میں قید ہو جاتا ہے۔ اور دام و دانہ اس لئے فرمایا کہ شقت اور آرام ایک دوسرے کے پیچھے ہیں نظم

گر گریزی بر امید راحتے　　زانطرف ہم پیش آید محنتے ✦

(ترجمہ) تو اگر آرام کی امید پر بھاگیگا۔ تو اس طرف سے بھی تجھے مصیبت پیش آئیگی ✦

فرمایا:-

زغمزہ میدہد ہستی بغارت　　ببوسہ میکند بازش عمارت

کیا ہستی کو غمزہ لٹ رہا ہے　　بتوں میں بوسہ پھر جان پھونکتا ہی

غمزہ سے یعنے بے پرواہی اور عدم التفاتی سے عالم کی زندگی کو فنا کی لوٹ میں عدم کر دیتا ہے۔ اور سرخ لب کے بوسہ کے ساتھ جو روح کے پھونکنے اور زندہ کرنے سے مراد ہے۔ جہاں لوٹے گئے۔ نیست ہوئے کو پھر ایجاد کی آبادی۔ فرماتا ہی

زچشمش خون ما در جوش دائم　　زلعلش جانِ ما مدہوش دائم

ہمیشہ آنکھ سے خونخوار ہیں ہم　　پڑے مدہوش لب کے پیاسی ہم

یعنی آنکھ فتنہ انگیز کی بے پرواہی سے ہمیشہ خون جگر کا جوش میں ہے۔ اور محرومی کے خوف اور ڈر سے ہم کانپتے ہیں۔ اور اس کے لب کے بہت سی شراب وصال کی ہماری جان کے منہ میں ڈالنے سے یہ جان ہماری مدہوش اور بیخبر ہے۔ اور نہایت ہستی کے باعث اپنی نیستی کی طرف راہ نہیں لے جاتی نظم

مرا کہ لعل لبت ساقی است و جام شراب　　　ازآں چو نرگس مست توام مدام خراب

(ترجمہ) جب مجھے تیری سُرخ لب ساقی اور شراب کا پیالہ ہے۔ اِس لئے تیری آنکھ مست کی طرح ہمیشہ میں خراب ہوں ؛

بدیں صفت کہ منم مست ساقی باقی۔　　　عجب کہ باز شناسم شراب را ز سراب

(ترجمہ) اسی طرح جو ساقی باقی کا مست میں ہوں ۔عجب ہے کہ میں ہستی کو نیستی سے اور پہچانوں +

جب دل لیجانا آنکھ کے لوازم میں سے ہے ۔تو فرماتے ہیں :۔

بغمزہ چشم او دل ہمی رباید　　　بعشوہ لعلِ او جاں ہمیفزاید

یہ غمزہ آنکھ کا دل لُوٹتا ہے　　　پیار اس لب کا پھر جاں پھونکتا ہے

یعنی اُس کی آنکھ بیباک ظہور و خفا کے ساتھ عاشقوں کے دِل لے جاتی ہے۔ اور محبوب کو دلوں میں کبھی ظاہر کرتی اور کبھی چھپا لیتی ہے ۔اور لطف کی دلفریبی سے اس کی لب جانوں کو بڑھاتی اور مراتب کمال کو پہونچاتی ہے +

چو از چشم و لبش جوئی کنارے　　　مرایں گوید کہ نہ آں گوید آرے

کوئی جب آنکھ و لب سے وصل چاہے　　　بُلائے ایک وہ پیچھے ہٹائے

یعنی جب عاشق ارادہ وصل کے ساتھ قرب چاہتا ہے ۔ تو استغناء جو آنکھ کے لوازم سے ہے ۔اِس شیفتہ کو منع کر دیتا ہے ۔اور لب حیرانی اور دُوری سے لُطف کے ساتھ قبول کر کے قرب میں لاتی ہے +

زغمزہ عالمے را کار سازد　　　ببوسہ ہر زماں جاں مینوازد

کرے غمزہ جہاں کی کارسازی　　　ہر اک ساعت ہیں بوسہ جاں نوازی

یعنی غمزہ نیست کر دیتا ہے ۔اور بوسہ جانوں کی نوازش یعنی ہستی بخشدیتا ہے نظم

یک بوسہ ربودم ز لبت دل دگرے خواست

فرمود فراق تو کہ فرمانے دیگر نیست +

(ترجمہ) میں نے تیری لبوں سے ایک بوسہ لیا ۔تو دل نے دوسرا بھی چاہا ۔تیرے فراق نے کہا کہ دوسرے کا حُکم نہیں + فرمایا کہ :۔

از و یک غمزہ و جان دادن ما | از و یک بوسہ استادن ما۔
فنا عالم کی ہے اِک غمزہ اُس کا | بقا سارے جہاں کی بوسہ اُسکا

حاصل یہ کہ ہستی و نیستی جو عالم کے اعیان کو واقع ہے۔ اس کی آنکھ اور لب کے مقتضیات سے ہے * فرماتے ہیں:۔

ز لمح بالبصر شد حشر عالم | ز نفخ روح پیدا گشت آدم
ہے طرفہ آنکھ سے اب حشرِ عالم | لبوں کی پھونک سے ہی جانِ آدم

یعنی ایک خفیف سے دیکھنے اور تجلی جلالی کے کرشمہ سے عالم کا حشر یعنے اجتماع ہوا تفرقہ اور کثرت سے وحدت کی جمع میں پہونچے۔ یعنی اس معنے سے کہ سب فانی ہوئے۔ اور سوجود حقیقی کے سوا کوئی باقی نہ رہا۔ اور یہ آنکھ کے لوازم سے ہے۔ اور روح کے پھونکنے سے جو لب کے لوازم سے ہے عالم کی جان جو آدم ہے پیدا ہوا۔ فرمایا کہ:۔

چو از چشم و لبش اندیشہ کردند | جہانے مے پرستی پیشہ کردند
خیال آنکھ اور لبوں کا جام مستی | جہاں کو پیشہ ہے اب مے پرستی

یعنی تفصیلی شہود کی محبت اور مستی سے جو پہلی تجلی ہیں بحکم فاحببت ان اعرف (یعنی میں نے ارادہ کیا کہ میں پہچانا جاؤں) ذاتی تقاضوں سے ہے۔ اور خوبی اور ہستی حقیقی کی شراب جو فخلقت الخلق (یعنی پس میں نے خلق کو پیدا کر دیا) کے ساقی نے نیستی کے جام میں ڈالی ہے۔ جب فکر کرتے ہیں۔ تو ساری موجودات میں حسب تاثیر اس ہستی کے تمامی محبت اور مستی کی شراب سے مست ہو جاتے ہیں نظم

ساقی چہ شد کہ جملہ جہاں مے پرست شد | ایں خود چہ بادہ بود کہ ذرات مست شد
(ترجمہ) ساقی یہ کیا ہوا۔ کہ سارا جہان شرابی ہو گیا۔ یہ کیسی شراب ہے۔ کہ ذرات بھی مست ہو گئے *

ایں روئے چہ روئے بود کہ یک جلوہ چونکہ کرد | عالم کہ نیست بود از آں جلوہ ہست شد
(ترجمہ) یہ منہ کیسا منہ تھا جس کے ایک جلوہ نمائی سے جہاں جو نیست تھا اس جلوہ سے ہست ہوا

بچشمش در نیاید جملہ ہستی۔ | درو چوں آید آخر خواب و مستی
نظر میں اس کے کیوں ہو خیال ہستی | خدا کو نہیں ہے لائق خواب و مستی *

یعنی بصیری نظر میں حق تعالٰے کے عالم کی ساری ہستی نہیں آتی - وہ کچھ قدر نہیں رکھتی اور حق تعالٰے کے علمی شہود میں بلا اُن چیزوں کے جو علم میں ثابت الوجود ہیں کچھ مشہود نہیں ہوتا - اور عالم کی ہستی خواب کے مانند ہے جو سویا ہوا دیکھتا ہے وہ مطابق واقع کے نہیں ہوتی - یا مستی و غفلت کے مانند ہے - جو نابود کو بود شمار کرتا ہے - اور حضرت حق جل وعلٰے ان دونوں سے پاک ہے - پس اسکی ہر ایک نظر بصیری اور علمی میں عالم کی ہستی مجازی کو کچھ قدر نہ ہوگا - فرمایا کہ :-

وجودِ ما ہمہ مستی است یا خواب — چہ نسبت خاک را بارب ارباب

یہ موجودات سب مستی ہے یا خواب — کہاں خاک اور کہاں وہ رب ارباب

یعنی ہمارا وجود جو عالم کے ہم موجودات ہیں نفس الامر میں خواب یا مستی و پندار ہے - زیادہ کچھ نہیں ہے - اور خاک کو جو ممکنات کے وجود سے عبارت ہے یہ مثال اُسکی خواری و نیستی میں ہے - خداوندوں کے پروردگار کے ساتھ جو حق تعالٰے ہے - باعتبار اسم اعظم کے کیا نسبت ہے - اور نظر میں اس کے کیا قدر رکھتی ہے - فرمایا کہ :-

خرد دارد ازیں صد گونہ آشفت — ولتصنع علٰی عینی چرا گفت

مگر یہاں عقل کو آشفتگی ہے — کہا کیوں میری آنکھوں میں تو ہی ہے

یہ پہلے بیت سے ادراک میں آیا - کہ اگرچہ خدا تعالٰے کی نظر میں ہمارے وجود کو کچھ قدر نہیں ہوگا - مگر عقل اس معنی سے سو طرح کی خوشی اور سرور رکھتا ہے - کہ حضرت حق تعالٰے موسٰے علیہ السّلام کی محبت کو کلام مجید میں کیوں ظاہر فرماتا ہے - جیسا کہ وَاَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي وَلِتُصْنَعَ عَلٰى عَيْنِي یعنے میں جو خداوند ہوں اپنی محبت کو تجھ پر ڈالا - اور تجھے اپنا محبوب بنایا - اور سنوارا لڑکپن سے جوانی تک میری آنکھ میں منظور تھا - پس اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے - کہ اللہ تعالٰے کی آنکھ میں ہمیں قدر ہوگی - اور اس حدیث قدسی کے معنے سے یا ابن ادم انّی لك محب فبحقی علیك کن لی محبا اے بیٹے آدم کے سوا اس کے نہیں کہ میں تیرا دوست ہوں پس قسم ہے تجھ پر میرے حق کی کہ ہو جا میرے لئے دوست - انسان کی قدر بارگاہ حضرت قدوسی میں دیکھنی چاہئے - اور اپنی طرف سے غافل نہ ہونا چاہئے *

زلف کے ساتھ اشارہ

حدیثِ زلفِ جاناں بس دراز است ـــــ چہ شاید گفت زاں کاں جائے راز است

بہت لمبی ۔ ہے زلفِ یار کی بات ـــــ کہوں کیا ہی بھری بھیدوں سے یہ رات

یعنی محبوب کی زلف کا سخن دور و دراز ہے ۔ ضبط و حصر میں نہیں آتا ۔ درازی زُلف سو جودات اور تعینات کے ان گنت ہونے پر اشارہ ہے ۔ اور تشبیہ کی وجہ یہ ہے کہ زلف محبوب کے منہ کا پردہ ہے ۔ اور تعینات واحد حقیقی کے وجہ کا حجاب ہے ۔ اور ہر ایک تعین کی خصوصیات کا بیان کیسے کیا جا سکتا ہے ۔ کیونکہ وہ بھید و فا کی جگہ ہے ۔ نہ اظہار کی اور ان بھیدوں کا فاش کرنا فتنہ و طعن کا نتیجہ نکالنے والا ہے

شعر

سخن زلفِ مشوّش بگذار دل ازیں شیفتہ تر نتواں کرد

ابتلا ہاست دریں کار مرا کہ ازاں ہیچ خبر نتواں کرد

(ترجمہ) زلف پریشان کا سخن چھوڑ دل کو زیادہ اس سے پریشان نہیں کیا جا سکتا ۔ مجھے اس کام میں آزمائشیں ہیں جو ان سے کچھ خبر نہیں لی جا سکتی + فرمایا ۔ کہ :۔

مپرس از من حدیثِ زلفِ پرچیں ـــــ مجنبانید ۔ زنجیرِ مجانین ۔

لیا پیچوں نے اسکے دلکو ہے گھیر ـــــ مجانینوں کے زنجیر ونکو مت چھیڑ

یعنی اس عاشق بیدل سے معشوق کی زلفِ پیچدار کا سخن مت پوچھ ۔ کہ عُشاق کی گرفتاری بواسطہ تقلید کے قیدوں میں احکام کثرت کے جو ہر ایک اس زلف پیچدار کا شکن ہے نہائت ظہور سے محتاج شرح کی نہیں ۔ اور عشق کے دیوانوں کے زنجیر مت ہلا ۔ جو معشوق کی زلف کا سلسلہ ہے ۔ اور قیود کثرت میں دیوانوں کے تقلید کا سبب ہوا ہے ۔ چھوڑتا نہیں ۔ کہ وصال کی ہوا میں پرواز کریں ۔ اور فراق سے خلاصی پائیں ۔

نظم

ہر دم بیاد رویش جمع آورم دل وجاں ـــــ بازم کند پریشاں سودائے زلفِ دلبر

(ترجمہ) اس کے مُنہ کی یاد سے ہر دم دل اور جان کو جمع کرتا ہوں ۔ تو محبوب کی زلف کا سودا پھر مجھے پریشان کر دیتا ہے +

از رخ نقاب زلفت بردار تا نماند ـــــ نام و نشاں بعالم از مومن و ز کافر

(ترجمہ) اپنی زُلف کا پردہ مُنہ سے اُٹھا ۔ تا کہ جہان میں مومن و کافر کا نشاں ہی نہ رہے +

جب ہستی سے لے کر عدم تک پھر آنا معشوق کے قد کے لوازم سے ہے۔ تو فرمایا کہ:۔

زقدش راستے گفتم سخن دوش — سرِ زلفش مرا گفتا کہ خاموش

کیا سیدھا ہی قد بولا میں جب دوش — پکارا زلف نے مجھ کو کہ خاموش

قد معشوق جو حضرت الٰہیہ کے اضداد وں سے عبارت ہے۔ جو وجوب و امکان کا برزخ ہے۔ کل میں نے اس کی راستی اور اعتدال کا سخن ظاہر کیا تو معشوق کی زلف کے سرے نے مجھے روک دیا۔ کہ اس بات کو مت ظاہر کر۔ کہ ظہور کے عالم میں اسماء اور صفات کو آپس میں ضد و کجی و مخالفت ہے۔ نہایت درازی سے زلف نے جو اسماء کی قابلیات اور کثرت کی مظہر ہے۔ راستی قد کو پوشیدہ کر لیا ہے +

کجی بر راستی زوگشت غالب — وزو در پیچش آمد راہِ طالب

ہوا وہ سیدھا قد پیچ سے مغلوب — کیا طالب کو اب رستے سے محجوب

یعنی ٹیڑھا پن اور پھر جانے اور ضد اور مخالفت نے جو تعینات کی طرف اشارہ ہے راستی اور اعتدال پر غلبہ کیا۔ اور اسمائی اور صفاتی تخالف کے ظہور نے ذاتی تجلے کے اعتدال اور راستی کو جو تمامی ذرات میں ایک جیسا ہے۔ ڈھانک لیا ہے۔ اور زلف کے پیچ کاپن سے طالب کی راہ پیچش میں آئی۔ جو کثرت کی قیود اور اس کے احکاموں کے غلبہ سے طاقت نہیں رکھتا۔ کہ مراتب کثرات کو طے کر کے وحدت کے مقام میں پہونچے۔ اور اپنے مطلوب کو داخل ہو جائے۔

نظم

اگر یکبار زلف یار از رخسار بر خیزد — ہزاراں جانِ مشتاقاں زہر سو زار بر خیزد

(ترجمہ) اگر ایک دفعہ یار کے منہ پر سے زلف اٹھ جائے۔ تو ہر ایک طرف سے مشتاقوں کی ہزاروں جانیں چلاتی اٹھیں + فرماتے ہیں:۔

معلق صد ہزاراں جاں زہر سو — نشد یکدل بروں از حلقۂ او

ہزاروں جانیں اسمیں ہیں لٹکتی — رگیں دل جال میں ہی ہیں دھڑکتی

یعنی ہر ایک طرف سے خیال کریں۔ تو ہزار دل اس کی زلف سے باندھے ہوئے ہیں۔ اور ہر ایک قید میں علیحدہ چنبر کے ہے۔ اور وہ حلقہ بے نہایت شکنوں میں سے اس زلف کے زنجیر کے ہے + فرماتے ہیں:۔

اگر زلفین خود را بر فشاند	بعالم در یکے کافر نماند
دو زلفوں کے شکن گر کھولے جائیں	سبھی کافر موحد ہوتے جائیں

اگر جلالی و جمالی تعینات کا پردہ اُتار دے۔ تو ضرور جو کچھ تعینات کے پردہ میں مخفی ہے ظاہر ہو۔ اور سارے عالم توحید الٰہی کے جمال کا دیدار کر لیں۔ اور مشرکین موحد ہو جائیں۔ نظم

ایمان و کفر من رخسار و زلف تو ہست	در بند کفر ماندہ ام ایمانم آرزو ست

(ترجمہ) میرا ایمان اور کفر تیرا ہی منہ اور زلف ہے۔ میں کفر کی قید میں پڑا ہوں۔ ایمان کی آرزو رکھتا ہوں ۔

جب کثرت اور وحدت کا حجاب ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

وگر بگذاردش پیوستہ ساکن	نماند در جہاں یکنفس مومن
ہمیشہ چھوڑے اسکو گر وہ ساکن	اندھیرے کفر میں پڑ جائیں مومن

اگر تعینات کے اندھیرے کو ہمیشہ قائم چھوڑے۔ اور کبھی کثرت کے حجاب کو وحدت کے منہ سے نہ اُتارے۔ تو سارے جہان میں ایک مومن حقیقی جو توحید عیانی کا شاہد ہو۔ نہ رہیگا۔ نظم

از روئے اوست ایں ہمہ مومن عیاں شدہ	واز زلف اوست ایں ہمہ کفار آمدہ

(ترجمہ) اُس کے منہ سے یہ سب مومن ظاہر ہوئے ہیں۔ اور اُس کی زلف سے یہ سب کفار باہر آئے ہیں ۔

جب کثرات کے نقشوں کی ظلمت نور وحدت سے روکنے والی ہے۔ تو فرمایا :۔

چو دام فتنہ میشد چنبر او	بشوخی باز کرد از تن سر او
ہوا جب دام فتنہ زلف کا خم	جُدا تن سے اُسے پھر کر دیا گم

جب زلف کا حلقہ یعنی دائرہ کونی جو موجودات کے مراتب سے آپس میں ملکر ظاہر ہوا ہے۔ طالبانِ راہ کے لئے فتنہ اور جال کا امتحان ہوتا تھا۔ تو شوخی اور تندی کیساتھ زلف کے سرے کو تن سے جُدا کر کے چھوٹا کیا۔ اور پھیر دیا۔ تاکہ وحدت کا جمال نیچے سے نقاب کثرت کے دیکھا جائے۔ اور سالکوں پر عبادت منہ دکھائے نظم

چوں نقاب زلف مشکیں از جمال خود کشود صبح صادق در شب دیجور ناگہ رو نمود۔

(ترجمہ) جب اپنے جمال سے سیاہ زلف کا پردہ کھولدیا۔ تو اندھیری رات میں اچانک صبح صادق نے منہ دکھایا *

جب کثرات کی محویت وحدت کا موجب ہے۔ تو فرمایا :-

اگر زلفش بریدہ شد چہ غم بود کہ گر شب گم شد اندر روز افزود

زلف کا کاٹے جانا ذکر کیا ہے ہوئی گر رات گم اب دن چڑھا ہی

یعنی جسقدر کثرات اور تعینات کی رات کا اندھیرا کم ہوتا ہے۔ وحدت کے دن کا ظہور زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہ معنی اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ ہر ایک تعین موجودہ ایک جہت کثرت وایک جہت وحدت کی رکھتا ہے۔ کثرت کی جہت کا محو ہونا اسکی وحدت کی جہت کے لئے ظہور کا موجب ہوتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہست تھا۔ اب نیست ہوتا ہے۔

چو او بر کارواں عقل رہ زد بدست خویشتن بر وے گرہ زد

کیا گمراہ ہے عقلی کارواں کو لگا ہاتھوں سے اپنے اس گرہ کو

یعنی جب محبوب حقیقی نے کاروانِ عقل کو گمراہ کرنا چاہا۔ تو معارفِ کشفی اور توحید حقیقی کی جلسوں اور نقدیوں سے عقل کو ننگا کر دیا۔ اور اپنے ہاتھ سے زلفِ پیچدار کو گرہ لگا دی۔ تاکہ عقل مشکلہ قیدوں کے تقید کے واسطہ سے توحید حقیقی تک راہ نہ لیجا سکے۔ اگرچہ بحسب علم کے اکیلے سبدار کے وجود کا عالم ہی کیوں نہ ہو جائے۔ مگر وہ ایک اس کے وجوب کی حقیقت ہے۔ جس نے شیشوں میں تجلے کی ہے *

نیابد زلفِ او یک لحظہ آرام گہے صبح آورد گاہے کند شام

زلف کو اک گھڑی ہو نہ آرام کبھی وہ صبح لائے اور کبھی شام

زلف کی بیقراری وجودوں کے سلسلہ کی تبدیلات وتغیر کی طرف اشارہ ہے اور صبح سے وحدت اور شام سے کثرت مراد ہے۔ اور یہ دونوں معنی سالک کیطرف منسوب ہیں۔ کہ کبھی اس کے دلِ پر وحدت کا نور چمکتا ہے۔ تو سارے مظاہر میں حق تعالےٰ ہی کو دیکھتا ہے۔ اور کبھی کثرت کے احکام اس قسم سے غالب ہوتے ہیں۔ کہ نور توحید کا دیکھنے کو نہیں چھوڑتے۔ نظم

پیدا است حسن دوست ز ذرات کن فکاں	از بس کہ ظاہر است نماید چنیں نہاں

(ترجمہ) دوست کا حسن عالم کے ذرات سے ظاہر ہے۔ ظہور کے وافر ہونے سے ویسے ہی مخفی ہے + فرماتے ہیں :۔

ز روئے و زلف خود صد روز و شب کرد	بسے بازیچہائے بوالعجب کرد
کئے کئی رات و دن منہ اور زلف سے	بہت کھیلیں عجائب کی ہیں ان سے

یعنے محبوب حقیقی نے اپنے منہ اور زلف سے سو طرح کی راتیں اور دن ظاہر کئے۔ ایک دن رات کی کیا جگہ ہے جو اس عالم میں دکھایا۔ کیونکہ تمامی نور اور اندھیرے ظاہری باطنی جو واقع ہیں۔ سب اس کی زلف اور منہ کے لوازم و آثار ہیں۔ اور اس منہ اور زلف کے ذریعہ بہت سی کھیلیں عجائب کر کے دکھاتا ہے۔ کبھی دن دکھاتا ہے۔ اور کبھی رات۔ کبھی ابر ہے۔ اور کبھی آفتاب۔ کبھی زندیق کو موحد کرتا ہے۔ اور کبھی مومن کو کافر۔ اور بجب بینے کے بہ نسبت مخلوق عامہ کبھی خوف ہے۔ اور کبھی امید۔ اور بہ نسبت اہل سلوک۔ کے کبھی قبض ہے اور کبھی بسط۔

گل آدم در آندم شد مخمر	کہ دادش بوئے آں زلف معطر
خدا گوندھا تھا جب طینت کو آدم	زلف کی بو سے پھونکا اس میں نفس و دم

یعنی آدم کی مٹی کو اس وقت گوندھا گیا۔ جب جامعیت کی زلف کی بو اور اس زلف معطر کی کثرت کی بو جو اسما و صفات کی کثرت کا سلسلہ ہے اسے دی گئی نظم

نسیم زلف عنبر بوئے او ساخت	دماغ جملہ عالم را معطر +

(ترجمہ) اس کی زلف عنبر بو کی ہوا نے سارے جہانوں کا دماغ خوشبوناک کر دیا +

جب حقیقت انسانی کی جامعیت کا مظہر دل ہے۔ تو فرماتے ہیں :۔

دل ما دارد از زلفش نشانے	کہ خود ساکن نمیگردد زمانے
یہ دل کو زلف سے اسکے نشاں ہے	گھڑی پل بھی قرار اسمیں کہاں ہے

یعنی یہ ہمارا دل جو انسانی خواص کا خلاصہ ہے۔ اسمائی وصفاتی جامعیت کی مناسبت کے ساتھ محبوب کی زلف سے نمونہ رکھتا ہے۔ کہ ایک لحظہ بھی آرام نہیں کرتا۔ اور ہمیشہ ذاتی تجلیات کی نظر میں کروٹ دیا جاتا ہے +

از و ہر لحظہ کار از سر گرفتیم | زجائے خویشتن دل بر گرفتیم

شروع ہیں کام کو ہم اس سے ہر دم | قرارِ دل سے اب ہیں یک طرف ہم

لفظ از و ہر لحظہ کا ضمیر دل کی طرف یا زلف کے ساتھ ہو گا۔ ہر ساعت نئے سلوک کو ہم شروع ہو رہے ہیں۔ کیونکہ اہل سلوک جسقدر کہ کمالیت کے مراتب کو پہونچتے ہیں بحکمِ حدیث انہ لیغان قلبی یعنی تحقیق وہ میرے دل میں پردہ چھا دیتا ہے، پھر دل لوازم زلف کی تاثیر کے ساتھ سارے احکام کثرات کی جامعیت کے سبب پہلے خیالوں کی طرف جو رکھتا تھا۔ میل کرتا ہے۔ اور مشغول ہو جاتا ہے۔ اور اس سے چارہ نہیں۔ پھر کوشش چاہیئے۔ تاکہ ان خیالات کی نفی کر کے ان مراتب کا وصول پھر دستیاب ہو۔ اور راہ کی دوری اور پیچ در پیچ ہونے کے باعث دل کو قرار کی جگہ سے اٹھا لیا۔ اور آرام کا فکر یک طرف کر کے تن کو ہم نے قضا کے حوالے کیا۔ نظم

چوں قضا آید شود دانش بخواب | مہ سیاہ گردد بگردد آفتاب

(ترجمہ) جب قضا آتی ہے۔ تو عقلمندی سو جاتی ہے۔ چاند سیاہ اور سورج چال سے پھر جاتا ہے + جب دل کا پلٹنا اور سکونت نہ پکڑنا آسمانی قضا اور کثرت کے لئے مظہر ہونے کے واسطے سے ہے۔ تو فرمایا کہ:۔

از آنگردد دل از زلفش مشوش | کہ از رویش دلے دارد بر آتش

پریشاں زلف سے دل اسلیئے ہے | کہ اس میں آگ عشقِ یار کی ہے

یعنی عاشقوں کا دل محبوب کی زلف سے۔ اسلیئے پریشان اور بیقرار ہے کہ محبوب کے منہ کی ہوا سے وہ دل شوق کی آگ سے بھرا ہوا ہے۔ اور زلف جو کثرتِ احکام سے مراد ہے۔ محبوبی جمال کے مشاہدہ سے روکنے والی ہوتی ہے +

چہرہ کی طرف اشارہ

رخ اینجا مظہر حسنِ خدائی است | مراد از خط جناب کبریائی است

یہاں منہ مظہرِ حسنِ خدا ہے | اشارہ خط جنابِ کبریا ہے

یہاں منہ سے وہ مراد ہے جو بلا اسجگہ کے اور معنوں کے ساتھ وارد ہے۔ یعنے اس محل میں جو ہم بیان کر رہے ہیں منہ سے ہم خدا تعالےٰ کے حسن کی مظہر کو جانتے

ہیں۔ جو اسمائی اور صفاتی کمالات کی جمعیت ہے۔ اور لازمہ ذات ہے۔ جو اشیائے متفرقہ کی تسخیر اس جمعیت کے ساتھ کی گئی۔ اور خط سے مراد بارگاہِ کبریائی ہے۔ یعنے ارواح مجردہ کا عالم جو وجود مطلق کے مراتب میں سے مرتبہ اطلاق کے ساتھ اقرب ہے۔ فرمایا۔ کہ:۔

رخش خطے کشید اندر نکوئی | کہ از ما نیست بیرون خوبروئی

منہ اسکے کھینچا ہے خط پیچ خوبی | کہ ساری خوبیاں اسمیں ہیں ڈوبی

یعنی محبوب کے منہ نے خوبی اور لطافت کیساتھ ایک خط کھینچا ہے جو حسن و جمال کے سارے نکات اور باریکیوں کے لئے جامع ہے۔ جو کوئی خوبروئی اور ملاحت باہر اس خط سے دکھائی نہیں جا سکتی ✦

خط آمد سبزہ زارِ عالمِ جان | ازاں کردند نامش دارِ حیوان

یہ خط کیا یعنی باغ سبز جاں ہے | جہاں زندگی اب نامِ جاں ہے

جاننا چاہئے کہ جیسے کہ خط منہ پر اُگتا ہے۔ عالم ارواح کے تعینات ذات الٰہی کے گرد میں باہر آئے۔ اس معنے کے ساتھ کہ وجود کی ہویت کے غیبی مرتبہ کو سب مراتب سے اقرب ہیں۔ یعنے خط جو ارواحی تعینات سے مراد ہے۔ عالم ارواح کا سبز باغ جانوں کا ہے۔ کیونکہ جیسے سبزہ پہلے نشو و نما پا کر حیاتی کا ظہور ہوتا ہے۔ ارواح کا مرتبہ ظہورات کے مراتب سے پہلے ہے۔ اور غیب مطلق اور عالم شہادت کے درمیان برزخ۔ یہی مرتبہ ارواح کا ہے۔ اور اس لئے کہ باغ سبز ہے۔ اس کا نام دار الحیوان رکھا گیا۔ یہ اشارہ اس آیت کی طرف ہے۔ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَۃَ لَھِیَ الْحَیَوَانُ۔ تحقیق آخرت کا عالم البتہ وہ حیات کا عالم ہے۔ اور عالم ارواح کو دار آخرت اس لئے کہا کہ ارواح مطہرہ کی بازگشت بدنوں سے جدا ہونے کے بعد اس عالم میں ہے۔

ز تاریکیٔ زلفش روز شب کن | ز خطش چشمۂ حیواں طلب کن

اندھیرے زلف سے دن محو کر دے | تو اس کے خط سے پانی جانکا پی لے

یعنی کثرتی ظہور کے روزانہ تعینات کو رات بنا یعنے محو کر۔ پھر حسب کثرت

صوری کو تو نے محو کیا۔ تو عالمِ ارواح سے بھی گذر جا۔ اور حیوان کی مثل سبزی میں مست قید ہو۔ اور ارواحی تعینات کے ظلمات سے حیاتی کا چشمہ طلب کر

خضر وار از مقام بے نشانی بجو از خطش آبِ زندگانی

خضر کی مثل ذات بے نشاں سے شراب زندگی پی خم جاں سے

یعنی کثرت کے اندھیرے سے جب تو نے عبور کیا۔ اور وحدت کے مقام میں پہونچا۔ تو خضر کی مانند بے نشانی کے مقام یعنے ذاتِ مطلق کے مرتبہ سے محبوب کے خط کی طرح یعنے عالمِ ارواح کے تعینات کی مثل ذاتی منبع اور چشمہ سے حیاتی کا پانی نوش کر۔ نظم

کے خورد خضر لبت از آب حیواں شربتے تا تو ظلمت را تصور کردہ آبِ حیات

(ترجمہ) تیری لب کا خضر آب حیات کا شربت کیسے پئے گا۔ جہانتک کہ تو اس ظلمات کو آب حیات سمجھ لیا ہے ✦ فرمایا:۔

اگر روئے و خطش بینی تو بیشک بدانی کثرت از وحدت یکایک

کبھی دیکھے تو خط اور منہ کو اس کے ہو واقف کثرت اور وحدت سے سبکے

اگر تو محبوب کا منہ اور خط دیکھ لے۔ تو بیشک تفصیل کے ساتھ پہچان لے۔ کہ وحدت دن ہے جو جمعیت اور نوریت رکھتی ہے۔ اور کثرت رات ہے۔ جو تفرقہ اور اندھیرا رکھتی ہے ✦ فرمایا کہ:۔

ز زلفش باز دانی کار عالم ز خطش باز خوانی سرِّ مبہم

زلف سے جان کثراتِ جہانی خط اسکا پڑھ لے سب اسرار جانی

یعنی تجھے یہ پہچاننا چاہیے۔ کہ زلف سے مراد عالم کی کثرت اور تفرقہ ہے۔ اور خط سے مراد بھید پوشیدہ جو اُگا یا گیا۔ اور یہ خط وحدت کے منہ کے گرد کثرت ہے کہ غیب اور شہادت کے درمیان یہ ارواح کا عالم ایک توسط ہے۔ اور باز دانی اور باز خوانی کا لفظ بمناسبت خط کے فرمایا۔ اور جاننا چاہیے کہ زلف اور خط ہر دو کثرت کی تعبیر کرتے ہیں۔ مگر زلف کا شمول جب زیادہ ہے۔ تو مطلق کثرت مراد ہے۔ اور خط عالمِ ارواح کی کثرت ہے ✦

کسے کو خطش از روئے نکو دید۔ دِل من روئے او در خطِ او دید

کسی نے خط وہ اچھے منہ سے دیکھا میرے دل نے وہ منہ اب خط میں دیکھا

یعنی اگر کسی نے محبوب کا خط اس کے منہ خوبی والے سے دیکھا۔ اس معنے کے ساتھ کہ وحدت سے کثرت کو دیکھا۔ اور اس کے آگے حق تعالےٰ خلق کے لئے آئینہ بنا۔ یہ مرتبہ ذوالعقل کا ہے۔ پس خلق کو ظاہر دیکھا۔ اور حق کو باطن۔ مگر میرے دل نے جسمیں سوا حق کے کچھ نہیں سماتا۔ محبوب کا منہ اس کے خط میں دیکھا ہے اِس معنے کے ساتھ کہ کثرت سے وحدت کا مشاہدہ کیا۔ اور میرے نزدیک خلق حق تعالےٰ کا آئینہ ہے۔ جو صوفیہ کی اصطلاح میں یہ مقام ذوالعین کا ہے۔ اور خلق کو حق تعالےٰ کا باطن دیکھتا ہے

شعر دلے کز معرفت نور و صفا دید ز ہر چیزیکہ دید اوّل خدا دید

(ترجمہ) یعنی جس دل نے معرفت سے نور اور صفا حاصل کیا۔ جس چیز پر نظر پڑی پہلے خدا تعالےٰ ہی نظر میں آیا ✦

بگر رخسارِ او سبع المثانی است کہ ہر حرفے ازو بحرِ معانی است

نگر منہ اُس کا ہے سبع المثانی کہ ہر حرف اسکا دریا ہے معانی

یعنی محبوبی رخسارہ تمامی معانی اور کمالات کے ساتھ شامل ہونے کی وجہ سے سورہ فاتحہ الکتاب یعنی الحمد ہے جیسے کہ وہ سورت ساری آیاتِ قرآنی پر شامل ہے۔ حق تعالےٰ کی ذات اسما و صفات کے تمامی معنوں پر اشتمال رکھتی ہے۔ اور جیسے سورۃ فاتحہ سات آیت و دو دفعہ نازل ہوئی ہے جس کے باعث اسے سبع المثانی کہا گیا۔ حق تعالےٰ کی ذات کو باعتبار دو مرتبہ علم و عین میں ظہور کرنے کے ساتوں اعتبار کُلّی لازم ہیں یعنے ساتوں صفات ذاتی جو حیات و علم و قدرت و ارادت و سمع و بصر و کلام ہیں۔ پس مشابہت دونوں کے درمیان ثابت ہے۔ اب مشابہت کی تاکید فرماتے ہیں۔ جیسے کہ سبع المثانی یعنی الحمد شریف کا ہر ایک حرف بسبب اشتمال تمامی آیاتِ قرآنی کے معانی کا دریا ہے۔ وجہ الٰہی بھی باعتبار اپنی ذاتی اشتمال کے تمامی تجلیات کے لئے معانی کا دریا ہے۔ جو نہایت نہیں رکھتا۔ اور تمامی تجلیات کے لئے ہر ایک تجلے کے اِشتمال کو اصطلاح میں سرِ تجلیات کا بولتے ہیں ✦

نہفتہ زیر ہر موئے ازاں باز ہزاراں بحر علم از عالم راز

چھپے رخسار کے بالو ںمیں صد گوں جہاں سے بھید کے دریا ہزاروں

یعنی محبوبی رُخسارہ کے ہر ایک بال کے نیچے غیبی اسرار کے عالم سے ہزاروں دریا علم کے پوشیدہ ہیں۔ یعنی وجہ الٰہی کے بے نہایت تجلیات میں سے ہر ایک تجلّے کے نیچے بواسطہ اِس کے تمامی تجلیات پر شامل ہونے کے علم اور معرفت وعالم غیب کے بھیدوں کے ہزاروں دریا مخفی ہیں۔ اور اس دریا میں غوطہ لگانے والوں کو اولیاءاللہ کہتے ہیں۔

بہ بیں بر آب قلب عرش رحماں چو خطِ عارضِ زیبائے جاناں

دیکھو دِل پانی پر ہی عرش رحماں خطِ زیبا ہے رخسار وپہ جاناں

یعنی دِل کو دیکھ جو محبوبی رُخساروں کے پانی پر رحمانی عرش کی طرح ہے رخساروں کی تشبیہ پانی کے ساتھ لطافت کی وجہ سے کی گئی۔ اور انسان کا دِل عالم ارواح سے ہونے کے باعث خوبی والے رخسارے محبوبی کا خط ہے۔ جو پانی پر ہے۔ اور عرش کا پانی پر ہونا اس معنی کی طرف اشارہ ہے۔ کہ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَاءِ (یعنے اس ذات کا عرش پانی پر ہے) اور دِل انسان کا گویا منہ پر خط ہے۔ جو پانی کی مانند محبوب کے منہ پر ظاہر ہوا ہے۔

خال کیطرف اشارہ :۔

جاننا چاہئے۔ کہ کثرت کا آغاز اور انتہا وحدت ہے۔ اور خال کا اشارہ اس کی طرف ہے

بر آں رُخ نقطۂ خالش بسیط است کہ اصل و مرکزِ دورِ محیط است

یہ خال اب منہ پہ اسکے منبسط ہے محیط دور کو نقطہ نمط ہے

یعنی اس محبوب کے مُنہ پر جو باعتبار ظہور کے ذاتی وجہ مراد لی گئی۔ نقطہ وخال جو وحدتِ حقیقی مراد ہے بسیط یعنی فراخ ہے۔ اور باعتبار تجلّے کرنے اس حقیقت کے بے نہایت شیشوں میں کسی طرح کا تعدد وانقسام وحدت میں لازم نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ اصل و مرکز دائرہ وجود کے دور محیط کا وہی خال کا نُقطہ ہے کہ سب کا وجود ہے۔ اور سب موجودات کو اُس نے پکڑا ہوا ہے۔ اور جیسے کہ دائرہ کی سطح مرکز کی

حقیقت ہونے کی وجہ سے منبسط ہوئی ہے۔ اور کوئی تقسیم نقطہ مرکز میں لازم نہیں آتی - موجودات کے دائرہ میں بھی وحدت حقیقی کا نقطہ منبسط ہوا - اور ساری صورتوں میں متجلی ہوا - اور موجودات کے تمامی دائرہ اسکی انبساط یعنی فراخی کی صورتیں ہیں - اور وہ جیسے کہ تنہا اپنی بساطت کی صرافت پر قائم ہے - کسی طرح کا تعدد اس کی وحدت کو لازم نہیں آیا

از و شد خط دورِ ہر دو عالم — وزو شد خط نفس و قلب آدم

وہ نقطہ خط ہے دور ہر دو عالم — اسی سے خط ہے نفس و قلب آدم

یعنی دونوں عالم غیب اور شہادت کا خط اسی خال کے نقطہ سے ہوا - اور اس بے نہایت لمبے خط کا اصل وہی نقطہ وحدت کا یعنے خال ہے - پھر جب آدم بھی عالم سے ہے - اور جامعیت کی خصوصیت کے اعتبار کے ساتھ عالم سے امتیاز رکھتا ہے - تو علیحدہ ذکر فرمایا - کہ اسی خال کے نقطہ سے آدم کے نفس اور دل کا خط حاصل ہوا - نظم

یک نقطہ بیش نیست دریں دور دائرہ — مرکز محیط دائرہ پرکار آمدہ

(ترجمہ) اس دائرہ کے دور میں ایک ہی نقطہ ہے زیادہ نہیں - پرکار کے دائرہ کو مرکز کا نقطہ محیط آیا ہے ❖

آں وحدتیست بہر ظہور صفات خویش — ز اعیانِ ممکنات باطوار آمدہ

(ترجمہ) وہ وحدت ہے جو اپنی صفات کے ظہور کے لئے ممکنات کے اعیان سے کئی طور پر آئی ہے ❖

جب ظہور کاملہ انسانی میں جو وحدت اور کثرت کا آئینہ ہے - وہ حقیقت انسان کے دل کی صورت پر ظاہر ہوتی ہے - تو فرمایا -

ازاں حالِ دلِ پُرخوں تباہ است — کہ عکس نقطۂ خالِ سیاہ است

دلِ خونی کا حال اب کیوں تباہ ہے — کہ اصل اسکا وہی خالِ سیاہ ہے

انسان کے دل کا اصل وہ سیاہ خون کا قطرہ ہے - جسکا محیط صنوبری دل ہے اور دلِ پُرخوں اسی کی طرف اشارہ ہے - اور بواسطہ سیاہی اور احاطہ کے جو رکھتا ہے سویدا بھی نام لیتے ہیں - وہ اس خال کا عکس ہے جو ہویت غیبی ہے - اور جیسے کہ موجودات

کی ہستی اور حیات کا منبع وہ خال کا نقطہ ہے جو غیبی ہویت ہے۔ انسانی حیات اور کمال کا منبع وہ خونِ سیاہ کا نقطہ ہے۔ جو اس کے دل میں پوشیدہ ہے

زخالش حالِ دل جز خون شدن نیست کز آں منزل رہِ بیروں شدن نیست

اب اسکے خال سے دل کیوں نہ خوں ہو وہاں جب حال اسکا جوں کا توں ہو

یعنی محبوب کے خال سے جو ہویت کے غیب اور اطلاق کا مرتبہ ہے دل کا حال خون ہو جانے کے سوا کچھ نہیں۔ کیونکہ جب اس مقام میں شعور اور یعنت کو دخل نہیں ہے۔ تو ضرور وحدتِ ذاتی کے مقام سے باہر جانے کی راہ اور جہل تمام سے خلاصی کی امید نہ رکھنا ہوگا۔ اور شامل ہو جانے کے سبب بھی باہر نہیں جا سکتا نظم

بہرِ آشوب دلِ سودائیاں خال فتنہ بر رخِ زیبا نہاد

(ترجمہ) یعنی عاشقوں کے دل کی بیقراری کے لئے خوبوں کے منہ پر فتنہ کا خال رکھا گیا

جب دل کو خال کے نقطہ کا عکس ثابت کرنا چاہا۔ تو فرمایا کہ :۔

بوحدت در نباشد ہیچ کثرت دو نقطہ نبود اندر اصلِ وحدت

نہیں وحدت میں ہوتی کوئی کثرت دو نقطہ کیوں ہوں اندر اصلِ وحدت

یعنی وحدت میں دوئی کو ہرگز سمائی نہیں ہے۔ اور وحدت کے اصل میں دو نقطہ متصور نہیں ہو سکتے۔ پس ان دونوں نقطہ خال اور دل سے ضرور ایک اصل ہوگا۔ اور ایک اس اصل کا عکس ہوگا

ندانم خالِ او عکسِ دلِ ماست ویا دل عکسِ خالِ روئے زیباست

نہ جانوں میں کہ وہ خال عکس دل ہے کہ یا خالِ سیاہ کا عکس دل ہے

جاننا چاہیے کہ وجود کے مدارج بحسب نزول و عروج کے دائرہ کی طرح ہیں۔ اور نزولی قوس میں پہلا نقطہ وحدت ہے۔ اور آخری نقطہ انسان وعروجی قوس میں اس کے برعکس مبدا عروج کا انسان کے دل کا نقطہ ہے جو اسکی جمع احدیت کے لئے ظہور کاملہ انسانی صورت کی مانند ہے پس بہ نسبت سالک کے سیر کے جو ایجاد کا موجب اور مقصود ہے۔ اصلیت کا اعتبار اولے ہے۔ اس واسطے فرماتے ہیں۔ کہ ضرور ان دونوں نقطہ سے ایک اصل اور دوسرا عکس ہوگا۔ اور جب ہماری نسبت اس دل کے

نقطہ کے ساتھ ظاہر ہے۔ اور اس غیب کو ہم نہیں جانتے کہ یہ اصل ہے۔ یا وُہ اصل ہے۔ اب تتمہ اسی معنے کا فرماتے ہیں:۔

زِ عکسِ خال او دل گشت پیدا	و یا عکسِ دلِ آنجا شد ہویدا
جھلک سے خال اسکے دل ہے موجود	کہ یا اس دل کا ظل ہے واں پہ مشہود
دل اندر روئے او یا اوست در دل	بمن پوشیدہ شد ایں رازِ مشکل
دل اس کے مُنہ میں یا اسکی جگہ دل	مجھے پوشیدہ ہے یہ بھید مشکل۔

یعنی دل محبوب کے وجہ میں خال کی مانند واقع ہے۔ اس معنے سے کہ منہ سے مراد وجہ ذاتی ہے جو اصل ہے۔ اور دل کا نقطہ خال یعنی اسکا عکس ہے۔ یا وہ کہ مُنہ اس کا جمعیت کی احدیت ہے۔ جو دِل میں ہے۔ اس معنے سے کہ دل اسکی جگہ ہے۔ اور اس کا منہ دل میں ہو۔ اور دل کا منہ ظہور پا کر عکس کے ساتھ موسوم ہوا ہو۔ اور یہ بھید نہایت مشکل ہے کہ طرفین میں سے کسی طرف کی ترجیح نہیں کی جا سکتی جس طرف کو اعتبار کیا جائے۔ کیونکہ جہتیں معارض ہو جاتی ہیں

اگر ہست ایں دل ما عکسِ آں خال	چرا مے باشد آخر مختلف حال
یہ دل گر عکس ہے اور اصل وہ خال	کیوں ہوتا ہے پھر یہ مختلف حال

یعنی طریقِ تسلیم سے مانا گیا۔ کہ اگر خال کا نقطہ یعنی وحدت حقیقی بواسطہ اولیت اور مبدائیت کے اصل ہو۔ تو دل کا نقطہ جو اسکا عکس ہے اس کے حالات کیوں منقلب ہیں۔ چاہیے تھا کہ اصل کی مانند ایک قرار پر سکونت پذیر ہوتا ۔

گہے چوں چشم مخمورش خراب است	گہے چوں زلف او در اضطراب است
کبھی بیجان ہے مثل آنکھ مخمور	کبھی بے چین جوں اسکی زلف دیجور
گہے روشن چو آں روئے چو ماہ است	گہے تاریک چوں آں خال سیاہ است
کبھی روشن مثال اس رخ کی ماہ ہے	کبھی تاریک جوں خال سیاہ ہے
گہے مسجد بود گاہے کنشت است	گہے دوزخ بود گاہی بہشت است
کبھی مسجد کبھی بتخانہ ہے دِل۔	کبھی دوزخ کبھی جنت ہے یہ دل

مسجد سے معنی کے غلبہ کی طرف اشارہ ہے جو مرتبہ محمدی ہے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم۔ اور کنشت سے مراد صورت کے استیلاء کے ساتھ ہے جو مقام موسوی ہے۔ علیہ السلام۔ اور دوزخ صفات نفسانی کی کثرت کے احکام ہیں اور بہشت اوصاف روحانی کے۔ نظم

گہ خوب خوبم گاہ زشت گہ کعبہ ام گاہی کنشت
گاہ دوزخم گاہی بہشت ہٰذا جنون العاشقین

(ترجمہ) ہیں کبھی خوبوں کا خوب اور کبھی براہوں کبھی بُت خانہ ہوں کبھی دوزخ اور کبھی جنت یہ عاشقوں کا سودا ہے ✢

جب مرتبہ کی بلندی اور ترقی اور کمال میں کوئی چیز دل کامل کے مقام کو برابر نہیں۔ تو فرماتے ہیں:۔

گہے بر تر شود از ہفتم افلاک
گہے افتد بزیر تودہ خاک

کبھی سیر اسکی بالا سا تویں افلاک
کبھی پڑ جائے نیچے تودۂ خاک

پس از زہد و ورع گردد دگر بار
شراب و شمع و شاہد را طلبگار

وہ تقوے زہد سے ہی دوسری بار
شراب و شمع و شاہد کا طلبگار

یہ بیت سالک کے نزولی حال کے طریق پر بھی لیا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ ظاہر ہے اور صوفی کے طریق پر بھی جو شراب اور شمع معنوی سے مراد ہے ✢

چودھواں سوال شمع اور شاہد کے بیان میں اور اسکا جواب

شراب و شمع و شاہد را چہ معنی است
خراباتی شدن آخر چہ دعوی است

شراب اور شمع و شاہد کیا ہی معنی
خراباتی ہوا یہ کیا ہے دعوے

شمع شراب اور شاہد کے جواب کے بیان میں

شراب و شمع و شاہد عین معنی است
کہ در ہر صورتے او را تجلی است

شراب اور شمع و شاہد خود ہی معنی۔
کہ ہر صورت میں اسکو ہے تجلے

یعنی اس شراب اور شمع اور شاہد کو جو ہم دیکھتے ہیں۔ اگر حقیقت پر نظر ڈالیں اور شہود کی

آنکھ سے دیکھیں۔ تو وہ معنی اور حقیقت ہے جس نے سب موجودات کی صورتوں میں تجلی کی ہے۔ یہ جواب عرفان کے طریقہ پر ہے۔ اور پہلے سوالوں سے بھی اسی مشرب پر جواب دیا جا سکتا ہے۔ اب بطریق اشارہ کے فرماتے ہیں

شراب و شمع و شاہد عین معنی است　　　که در ہر صورتے او را تجلی است

شراب اور شمع دونو ذوق و عرفان　　　وہ شاہد دیکھ ظاہر نہیں ہے پنہاں

یعنی شراب اس لذت سے مراد ہے جو محبوب کے ناگہانی جلوہ سے سالک کے دل پر وارد ہو کر اُسے مست کر دیتی ہے۔ اور شمع عرفان کا نور ہے جو عارف کے دل پر روشن ہوا ہے۔ اور شاہد باعتبار ظہور اور حضور کے حق تعالےٰ ہے +

شراب اینجا زجاجہ شمع مصباح　　　بود شاہد فروغ نور ارواح

شراب اسجا پہ شیشہ شمع ہی مصباح　　　ہے شاہد روشنائی نور ارواح

یعنی اس محل میں جہاں اہل کمال کے حالات کا بیان ہو رہا ہے۔ شراب ایک شیشہ ہے۔ اور وہ شیشہ مظاہر حسّی کی صورتیں عالم مثال میں ہیں۔ جو غیب اور شہادت اور معنی اور صورت کا برزخ ہے۔ اور حق تعالےٰ سالک مبتدی کے اُنس دلانے کے لئے جو جمال مطلق کے شہود کے مرتبہ تک ابھی نہیں پہونچا۔ ان صورتوں کے ساتھ ظاہر ہوتا ہے۔ اور اس کا نام افعالی تجلےٰ سے بولتے ہیں اور اصطلاح میں تانیس کہتے ہیں۔ اور شمع وہ تجلےٰ کا نور اور مصباح ہے جس نے شیشہ کی صورت میں ظہور دکھایا۔ اور شاہد ارواح کے نور کی روشنی یعنے تجلے کے نور کی روشنی ہے۔ جو ارواح طیبہ کے لئے مخصوص ہے۔ اور اسے تجلے نوری کہتے ہیں +

ز شاہد بر دل موسیٰ شرر شد　　　شرابش آتش و شمعش شجر شد

وہ شاہد موسوی دل کا شرر ہے　　　شراب آتشی شمع شجر ہے

یعنی شاہد سے جو تجلے کے نور کی روشنی ہے موسیٰ علیہ السلام کے دل پر چمک اُٹھی یعنے موسےٰ علیہ السلام کے دل پر وہ آگ جل پڑی۔ اور اس کے لئے شراب ہو گئی۔ کیونکہ اس آگ کے مشاہدہ سے موسیٰ علیہ السلام میں ذوق اور بیخودی پیدا ہوئی۔ اور موسیٰ علیہ السلام کی شمع شجر ہُوا۔ یعنے جو درخت پر سے نور ظاہر ہُوا +

شراب و شمع جاں آں نور اسراست ولے شاہد ہماں آیات کبراست

شراب و شمع جاں ہے نور اسرا یہاں شاہد ہیں وہ آیاتِ کبرا

یعنی بہ نسبت مشرب محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے شراب اور شمع وہ نور ہے جسے معراج کی رات میں مشاہدہ فرمایا۔ اور شاہد وہ آیات کبرٰی یعنے بڑے نشان ہیں جو اسمائی اور صفاتی تجلیات کے ساتھ ہیں۔ جنکا شہود جامعیت کی صورت پر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دلِ مبارک کو مخصوص تھا +

شراب و شمع و شاہد جملہ حاضر مشو غافل زشاہد بازی آخر

شراب و شمع و شاہد سب عیاں ہے یہ غافل عشقبازی کا نشاں ہے

اگرچہ نبوت ختم ہو چکی۔ مگر ذاتی و اسمائی و صفاتی تجلیات کا مشاہدہ اور ذوق جو شراب اور شمع اور شاہد کے ناموں سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ باقی ہے۔ جو ولایت کے مقاموں کو مخصوص ہے پس شراب اور شمع اور شاہد تمامی تجھے حاضر اور ہمراہ ہیں۔ غافل مت ہو جیو +

شرابِ بیخودی درکش زمانے مگر از دست خود یابی امانے

شرابِ بیخودی پی لے تو اک پل خودی کی مشکلیں ہو جائیں سب حل

یعنی فنا کی شراب جو ذاتی تجلے کو لازم ہے۔ نوش کر۔ تاکہ ہستی اور خودبینی کی دولت کو پہونچے۔ اور اپنے تعین اور ہستی کے ہاتھ سے جو حجاب کا باعث ہے۔ امان پائے اور فراق سے تجھے آرام ہو۔ نظم

پاک کن زنگِ خودی از خویشتن تا ز خود بینی جمالِ ذوالمنن

(ترجمہ) اپنے آپ سے خودی کا زنگ دور کردے۔ تاکہ اپنے نفس سے خداتعالیٰ کا جمال تو دیکھ لے +

ستر خود را از رہِ خود دور کن از وصالش جان و دل معمور کن

(ترجمہ) اپنی دیوار اپنے راہ سے گرادے۔ اور اس کے وصال سے جان اور دل کو معمور کر۔ یعنی آباد کر +

جب خودی سے فنا حق تعالےٰ کے ساتھ بقا کا موجب ہے۔ تو فرماتے ہیں:۔

بخور مے تا ز خویشت وا رہاند
وجود قطرہ با دریا رساند

وُہ مے پی جو تجھے تجھ سے چھڑا لے
وجود قطرہ کو دریا میں ڈالے

یعنی جمالی تجلے کی شراب پی۔ تاکہ تجھے خودی سے محو کر دے۔ اور تیری مجازی ہستی کو جو حقیقت مطلقہ کے بڑے دریا سے ایک قطرہ تھا۔ قطرگی یعنے قطرہ ہونے کے تعین سے دریا میں پہونچا دے ۔

شرابے خور کہ جامش روئے یار است
پیالہ چشم مست بادہ خوار است

شراب یار کی منہ کی تو لے تھام
یہ چشم مست تیری ہے ترا جام

آنکھ کی تشبیہ پیالہ کے ساتھ اس لئے ہے کہ وہ اپنی آنکھ سے تجلی کی شراب کو پیتا ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ محبوب کی آنکھ کے ساتھ مراد ہو۔ اور مست بادہ خوار صفت ہے۔ یعنی محبوب کے جمالی تجلی کی شراب محبوب ہی کے پیالہ چشم سے نوش کر جو دراصل رائی و مرئی ہے۔ یعنے دیکھنے والا اور دیکھا گیا وُہی ہے ۔

شرابے را طلب بے ساغر و جام
شرابے بادہ خوار ساقی آشام

وہ مے جسکا ہے ساغر وجہ باقی
میاں پی لے کہ ہے خود یار ساقی

یعنی تجلی کی شراب وجہ باقی کے پیالہ سے جو حق ہے طلب کر۔ اور معنی ہیں و سقٰهُمْ رَبُّهُمْ شَرَابًا طَهُوْرًا کے فکر کر یعنے پلائی ان کو اُن کے رب نے شراب جو دل کو دھو گئی۔ اور ساقی اسکا حق تعالےٰ ہے ۔

طہور آں مے بود کز لوث ہستی
ترا پاکی دہد در وقت مستی

طہور اب میل ہستی کو گیا دھو
ہے پاک اب وقت مستی شر کی خو

اس معنی کا مذکور پہلے ہو چکا ہے ۔

بخور مے وا رہاں خود را ز سردی
کہ بد مستی بہ است از نیک مردی

وہ مے پی کر تو سردی سے ذرا چھوٹ
نکل جا آپ وار مستی کو دے کوٹ

یعنی محبت کی شراب پی۔ اور اس سردی سے جو خشک زہد اور صورت آرائی کو لازم ہے

آپ کو خلاصی دے - کیونکہ بدمستی یعنی صورت میں مقید نہ ہونا اس نیک مردی سے بہت بہتر ہے - جو حب صورت کے ہے - اور باطن میں پندار کی قید کی سرذی نظم

دِل کہ پاکیزہ بود جامئہ ناپاک چہ باک   سر کہ بے مغز بود نغزیٔ دستار چہ سود

(ترجمہ) دل پاک ہو - تو جامہ کی پلیدی سے کیا فکر ہے - سر بے مغز ہو - تو دستار کی کھربائی اور عمدگی کیا نفع دیتی ہے + فرماتے ہیں :-

کسے کو افتد از درگاہِ حق دُور   حجاب ظلمت او را بہتر از نُور

عبادت جو کہ ہے دُوری خدا سے   گنہگاری ہی بہتر اس صفا سے

علوم اور اعمال سے غرض یہ ہے - کہ معرفت کے لئے وسیلہ ہوں - پھر جس وقت غرور اور انانیت کا باعث ہو جائیں - تو حق تعالےٰ سے دُوری کا موجب ہیں - کیونکہ صورت میں طاعت اور معنی میں گناہ ہیں اور ظلمانی حجاب طبع کی لذتیں اور نورانی حجاب علوم رسمی اور عبادات عادتی ہیں - ظلمانی حجاب کا نورانی سے بہتر ہونا اسلئے ہے - کہ وہ جانتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں بُرا ہے - پس پشیمانی اور بیکسی کا موجب ہوتا ہے - برعکس نورانی حجاب کے جو صورتاً عبادت ہے +

کہ آدم را ز ظلمت صد مدد شد   ز نور ابلیس ملعونِ ابد شد

کہ آدم کو ملی ظلمت سے امداد   غرور نور سے ابلیس برباد

یعنی آدمؑ گناہ کا مرتکب ہو کر رَبَّنَا ظَلَمْنَا پکارنے لگا (یعنے اے میرے رب میں نے ظلم کیا) اور یہ اس کی برگزیدگی کا موجب ہوا - اور ابلیس نے نوریت کے غرور سے خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ بولا - (یعنے اے رب تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا) تو ہمیشہ کا راندہ ہوا بنا +

اگر آئینۂ دل را زِ دُود است   چو خود آئینہ اندر روی چو سود ا ست

کیا صیقل نہیں گر شیشۂ دِل   صفا سو رج کی منہ میں کیا ہو حاصِل

یعنی اگر دل کے آئینہ کو ذکر اور فکر سلوک اور ریاضت کے مصقلہ کے ساتھ غیریت کی میل سے صیقل کرتا ہے - تا کہ حق تعالےٰ کا جمال اس میں دیکھا جاوے - نہ یہ کہ انانیت کا سبب بنے - جب سراپا تصفیہ خود بینی کا باعث ہو جاتا ہے - تو نہ ہونا اس کا

اس کے ہونے سے بہتر ہے نظم

اوّل از خودیٔ خود گذر کُن وانگاہ نگر بروئے مقصود

(ترجمہ) اپنی خودی سے پہلے نکل لے - اُس وقت مقصود کے منہ کو دیکھ ✦

از ہستیٔ خود چو نیست گشتی از جملہ حجابہا گذشتی ✦

(ترجمہ) اپنی بود سے جب تو نیست ہوگیا - تو سب حجابوں میں سے پار گذرا ✦

فرماتے ہیں: ز رویش پرتوے چوں بر مے افتاد بسے شکلِ حبابی بر مے افتاد

پڑا جب عکس اسکے منہ کا مے پر نئیں نکلیں حبابی مے کے منہ پر

یعنی جب حق تعالٰے کی ذات کے منہ کا عکس ذاتی محبت کی شراب پہ پڑا - تو اس کی ذات کا دریا محبت کی ہواؤں کے سبب موج مارنے لگا - پس حباب کی صورتیں محبت کی شراب اور حقیقت کے دریا پر بن گئیں نظم

منم کہ بر سر دریائے بے نہایت تو مثال ہر دو جہاں چوں حبابے بینم

(ترجمہ) میں وہ ہوں جو تیرے بے نہایت دریا کے سرے پر دو جہان کی مثال ایک حباب کی طرح دیکھتا ہوں ✦ فرمایا کہ :-

جہان و جاں بر و شکلِ حباب است حبابش اولیائی را قباب است

حبابی شکل کیا جان اور جہاں ہے ولایتمان قبابوں میں نہاں ہے

یعنی عالم ابدان اور عالمِ جان ذاتی دریا کے اوپر باعتبار ظہور کی محبت کی شراب کے حباب کی شکل ہیں یعنے صورت اور شکل حباب کی رکھتے ہیں - اور در اصل دریا کے بغیر کچھ نہیں - اور اولیا ان حبابی صورتوں والے قبابوں کے نیچے مخفی اور چھپے ہوئے ہیں ✦

محبت کے شرب کا بیان

شدہ زو عقلِ کُل حیران و مدہوش فتادہ نفسِ کُل را حلقہ در گوش

ہے اس سے عقلِ کُل حیران و مدہوش پڑا ہے نفسِ کُل کو حلقہ در گوش

ہمہ عالم چو یک خُمخانہ اوست دلِ ہر ذرہ پیمانہ اوست

سبھی عالم ہیں خمخانہ اُسی کا ہر اک ذرہ ہے پیمانہ اُسی کا

عقلِ کل جب سب مخلوقات سے پہلے ہے فطری محبت کی شراب کا مدہوش ہے۔ اور نفس کل جو دوسرے مرتبہ پر ہے اس کے ارادے کا فرمانبردار ہے۔ اور سارے جہان غیب اور شہادت کے اسکا ایک شراب خانہ جو حق تعالےٰ کی ہستی کے شراب سے پر ہے اور ہر ایک ذرہ کی حقیقت کا دل بحسب خاصہ قابلیت کے خفائی محبت کی شراب کا پیمانہ ہے۔

خرد مست و ملائک مست جاں مست ہوا مست و زمیں مست آسماں مست

خرد مست اور فرشتے مست جاں مست ہوا مست اور زمیں مست آسماں مست

فلک سرگشتہ ازوے در تکاپوے ہوا در دل بامیدِ یکے بوے

فلک نے اس سے دوڑے چلنا خو کی۔ ہوا کو دل میں خواہش ایک بو کی

ملائک خوردہ صاف از کوزہ پاک بجرعہ ریختہ دردے بریں خاک

فرشتوں نے پیا مے صاف اور پاک تو چھٹکا میل کا گھونٹ منہ پر اس خاک

لفظ صاف ان کے تعین کی صفائی کی طرف اشارہ ہے یعنی طبعی صفاتوں کی کدورت سے صاف ہیں اور جرعہ کے ساتھ چھڑکا۔ یعنی ایک دفعہ اس شراب کے پینے سے اسکی درد یعنی میل کو اس ظلمانی خاک پر چھڑک دیا گیا۔

عناصر گشتہ زاں یکجرعہ سرخوش فتادہ گہ در آب و گہ در آتش

عناصر ہوگئے اس گھونٹ سے مدہوش کبھی پانی کبھی ہیں آگ پر جوش

زبوئے جرعہ کافتاد بر خاک بر آمد آدمی تا شد بر افلاک

پڑا اک گھونٹ جو اس کا خاک پر ہے نکل آدم چلا افلاک پر ہے

زعکسِ او تنِ پژمردہ جاں گشت زتابش جانِ افسردہ رواں گشت

جھلک سے اسکے تن جاں ہوگیا ہل ہے اب اسکی سی جاں کو بھی چلا چل

جہاں خلق او سرگشتہ دائم زخان و مانِ خود برگشتہ دائم

جہاں کی خلق سرگرداں ہیں دائم گھر دں سے اپنے یاں آ گر ہیں ہائم

یکے از بوئی دُردش عاقل آمد　　یکے از رنگِ صافش ناقل آمد

کوئی ہی بوئی دُرد اُسکی سی عاقل　　کوئی ہی رنگ صاف اسکی سے ناقل

ایک اُس کی دُرد کی بُو سے عاقل یعنی اس معنی سے کہ حسب استعداد کے معقولات میں تعمق اور تعقل کیا۔ اور اشیاء کی شناخت میں عقل کے تابع ہوا۔ اور ایک اس کی شراب صاف رنگ والی سے ناقل ہوا۔ یعنی حق کی راہ میں نقلی دلائل کے ساتھ چلا +

یکے از نیم جرعہ گشتہ صادق　　یکے از یک صراحی گشتہ عاشق

ہوا کوئی ایک آدھی گھونٹ سے صادق　　بنا کوئی اک صراحی سی ہی عاشق

یعنی اہل ذوق لوگ جنہوں نے عقلی اور نقلی دوڑ سے قدم بالا رکھا۔ کوئی آدھی گھونٹ سے ثابت اور صادق ہو کر حق تعالے کی محبت اور صدق اور اخلاص کے طریق میں قدم محکم رکھتا ہے۔ اور وہ تجلیات افعالی کے پیالے سے آدھا گھونٹ پینے والا اور اخلاق مرضیہ اور اعمال کے حاصل کرنے میں کوشش کرنے والا ہے۔ اور یہ مرتبہ نجبا اور ابرار کے معتقدوں کا ہے۔ اور دوسرا ایک صراحی سے عاشق ہو کر صوری قیدوں کی طرف التفات نہیں رکھتا۔ اس کی شراب اسمائی اور صفاتی تجلیات کے خمخانہ سے ہے۔ یہ مرتبہ ابدالوں اور امینوں اور اوتادوں کا ہے + نظم

مستِ این می ہر کسے از جام دیگر گشتہ اند　　آں یکے از یک پیالہ مست واین از یک سبو

(ترجمہ) ہر ایک اس شراب سے آدہی پیالہ کا مست ہے۔ کوئی ایک پیالہ سے مست ہے اور کوئی ایک گھڑے سے +: فرمایا:۔

یکے دیگر فرو بردہ بیکبار　　خم و خمخانہ و ساقی و میخوار

کسی نے سبکو نگلا یکے اِک بار　　خم و خمخانہ کیا ساقی و میخوار

یہ تجلی ذاتی کے جام سے شراب کا مست ہے۔ اور اقطاب کے مشرب پر باعتبار ظہور اور اظہار کی حسب کے اپنا ہی میخوار ہے۔ نظم

اے ساقی ازاں می کہ دل و دین منست　　پر کن قدحے کہ جانِ شیرین منست

(ترجمہ) اے ساقی اس شراب سے جو میرا دین اور دل ہے۔ میری جانِ شیریں کا پیالہ بھر دے +

گر ہست شراب خوردن آئین کسے | معشوق بجام خوردن آئین کست

(ترجمہ) اگر کسی کو شراب پینے کا طریق ہے۔ معشوق کو پیالے میں پینا میرا طریق ہے

فرماتے ہیں:۔

کشیدہ جملہ و ماندہ دہن باز۔ | زہے دریادلے رندے سرافراز

لئے سب کھینچ منہ میں منہ ہی پھر باز | یہ ہے رندوں میں دریادل سرافراز

یعنی سب کو نوش کر کے پھر منہ دھویا۔ کہ ھَلْ مِنْ مَّزِیْد (یعنے کچھ اور بھی ہے)

کیونکہ مرتبہ ذاتی اطلاق کا اس سے فراخ ہے۔ جو یہاں مذکور ہے۔ اور سارے تعینات

اس سے پُر ہو جاتے ہیں۔ نظم

بسے پیمود بردل بادہ ساقی | ولیکن پُر نشد پیمانۂ دِل

(ترجمہ) ساقی نے دل پر بہت سی شراب ناپی۔ مگر دِل کا پیمانہ پُر نہ ہوا +

بیا بشنو ز رندانِ خرابات | اگر نشنیدۂ افسانۂ دِل

(ترجمہ) شراب خانہ کے رندوں سے سُن لے۔ اگر تو نے دِل کا قصّہ نہیں سُنا ہے +

اور جب ہستی مطلق کا دریائے محیط اس کی حقیقت اور دِل ہو گیا۔ تو وہ دریادِل

ہو گیا۔ اور جب سارے تعینات وجوبی اور امکانی کو اپنی محو و فنا کے تراشہ کے ساتھ

چھیل کر دُور کیا۔ تو سرافراز ہو گا۔ فرمایا کہ :۔

در آشامیدہ ہستی را بیکبار | فراغت یافتہ ز اقرار و انکار

لیا پی اس نے ہستی کو بیکبار | ہے فارغ سب کیا اقرار و انکار

کیونکہ نہ وہ خود کسی پر انکار رکھتا ہے اور نہ کسی کے اقرار اور انکار کی پرواہ رکھتا ہے

فرماتے ہیں:۔

شدہ فارغ ز زہدِ خشک و طامات | گرفتہ دامنِ پیرِ خرابات

وہ زہد اور خود نمائی سے ہی سا کن | لیا پیر خراباتی کا دامن +

طامات خود نمائی سے مراد ہے۔ اور خرابات وحدت کے ساتھ اشارہ ہے۔ یعنے

افعالی اور صفاتی اور ذاتی تجلیات سے قطع نظر کرنے پر

خراباتی شدن از خود رہائی ست | خودی کفر ست اگر خود پارسائی ست

خراباتی ہے اپنے سے رہائی۔ | خودی ہے کفر گو ہو پارسائی

یعنی اہلِ حال نے خراباتی کا لقب جو اپنی نسبت رکھا ہے۔ وہ یہ ہے کہ سالک اپنے سے رہائی پائے۔ کیونکہ فعل اور ہستی کی اضافت اپنی طرف کرنی کفر ہے۔ اور پارسائی طبیعی اور شہودی مقتضیات کے اغراض سے عبارت ہے +

نشانے دادہ اند اہلِ خرابات ۔۔۔ کہ التوحید اسقاط الاضافات

پکاریں سب کے سب اہلِ خرابات ۔۔۔ ہے کیا توحید تو ٹیں جب اضافات

یعنی توحید وہ ہے کہ صنعت وجود کی اضافت خدا کے غیر سے ساقط کریں نظم

تاب انوار جلالت بہر اظہار کمال ۔۔۔ پرتوے بر ظلمت آباد جہاں انداختہ

(ترجمہ) تیرے جلال کے انواروں کی لو نے کمال کے اظہار کے لئے جہاں کے ظلمت آباد پر عکس ڈالا +

خود ہمہ ہستی شدہ دانگہ برائے پوش ۔۔۔ نام ہستی گہ برین و گہ بر آں انداختہ +

(ترجمہ) سب کی ہستی آپ ہوا تو پھر روپوش کے لئے کبھی اس پر اور کبھی اُس پر ہستی کا نام ڈال دیا +

جب وحدت کے مقام میں غیریت کے رسم کو مجال نہیں۔ تو فرمایا کہ :۔

خرابات از جہانِ بے مثالی ست ۔۔۔ مقامِ عاشقانِ لاابالی ست

جہانِ بے مثالی ہے خرابات ۔۔۔ وہی بیباک جانبازوں کی عرفات

یعنی خرابات جو وحدت کا مقام ہے جب نقشوں اور شکلوں کی فنا ہے۔ تو بے مثالی کے جہان سے ہے۔ یعنی مثالی اور خیالی صورتوں سے منزہ ہے۔ اور یہ مقام ان بیباکوں کا ہے جو کسی قید صوری میں مقید نہیں ہوتے + نظم

درخرابات ما گذر نکند ۔۔۔ ہر کہ از خویشتن سفر نکند

(ترجمہ) ہماری فنا تک پہونچ نہیں سکتا جو اپنے آپ سے سفر نہ کر جائے +

فرمایا :۔

خرابات آشیانِ مُرغِ جان ست ۔۔۔ خرابات آستانِ لامکان ست

خرابات آشیانِ مُرغِ جان ہے ۔۔۔ خرابات آستانِ بے نشان ہے

یعنی وحدت کا مقام انسانی روح کی بازگشت یعنے رجوع کا محل ہے۔ اور سیر عروجی کی نہایت اور صفاتی توحید کا مقام ذاتی توحید کے لئے آستان یعنی دروازہ ہے +

نظم خواہی کہ درونِ حرمِ عشق خرامی در بتکدہ بنشین کہ رہِ کعبہ دراز است

ترجمہ اگر تو عشق کی حویلی میں سیر کرنا چاہتا ہے۔ تو بتکدہ یعنی خرابات میں بیٹھ کہ کعبہ کی راہ لمبی ہے ✦ فرمایا:۔

خراباتی خراب اندر خراب است کہ در صحرائے او عالم سراب است

خراباتی فنا اندر فنا ہے جہاں میں اس کے عالم بے بقا ہے

یعنی آپ سے چھوٹ کر پہلے محو صفات کی خرابی حاصل کی۔ پھر ذات کی فنا پس خراب در خراب ہوا۔ اور اس کی صحرا میں جو ذاتی اطلاق کا میدان ہے۔ آدم کی نمود سراب کی مانند نمود بے بود ہے ✦

خراباتے است بے حد و نہایت نہ آغازش کسے دیدہ نہ غایت

ہے بیحد اور نہایت یہ خرابات شروع اسکا کسی دیکھا نہ غایات

یعنی وحدت ذاتی کا اطلاق محدود نہیں ہے۔ اور اس کا ابتدا اور انتہا کسی کو معلوم نہیں ہوا ✦

اگر صد سال در وے میشتابی نہ خود را و نہ کس را باز یابی

اگر سو سال فکر اسمیں دوڑائے نہ اپنے نہ کسیکو پھر تو پائے

کیونکہ اس عالم میں سب تعینات نابود ہیں ✦

گروہے اندرو بے پا و بے سر ہمہ نہ مومن و نہ نیز کافر ✦

ہیں لوگ اسمیں کئی بے پاو بے سر کہے جا سکتے ہیں مومن نہ کافر

کیونکہ یہ سب مراتب شخصی تعین کے ہیں ✦

شراب بیخودی در سر گرفتہ بترکِ جملہ خیر و شر گرفتہ ✦

شراب بیخودی سر میں کیا جوش بدی نیکی کو سب بھولے ہیں بیہوش

شرابے خوردہ ہریک بے لب و کام فراغت یافتہ از ننگ و از نام

شراب انکو ملی ہے بے لب و کام ہوئے فارغ تمامی ننگ سے نام

حدیثِ ماجرائے شطح وطامات | خیالِ خلوت ونور وکرامات
کلام خودنمائی اور کمالات | خیالِ خلوت اور نور کرامات
موئے دُردئے از دست دادہ | زذوقِ بیخودی مست اوفتادہ
کبھی بھولے ہیں بوئے مے سی ہو دنگ | دیا مستی کا ذوقِ بیخودی رنگ
عصا وُ رکوۂ وتسبیح ومسواک | گرد کردہ بدروے جملہ را پاک
مرقع اور عصا مسواک و تسبیح | کئے نیلام یہاں سے کو ہی ترجیح
مثال آب وگل اُفتان خیزاں | بجائے اشک خوں از دیدہ ریزاں
وہ پانی کی طرح گرتے پڑیں چل | گئی ہیں اشک خونی آنکھ کو مل

یہ حال مقام محمود میں استغراق پانے کے بعد صحو کی حالت میں ہے یعنی اس حال کی لذت سے رجوع کرنے کا افسوس جو پہلے ابیاتوں میں مذکور ہو چکا ہے۔

گہے از سرخوشی درعالمِ ناز | شدہ چوں شاطران گردن سرفراز
کبھی ہیں ناز کے عالم میں بیباک | ہوئے گردن فرازی سے ہیں چالاک

بیشک خوشی کے سودا کی جگہ ہے جسے عمر بھر میں ایک ساعت بھی ایسی دولت نصیب نہ ہو

نظم

گرچناں دولت بعمرے یکزماں وتم دہد | برسرافران عالم گردن افرازی کنم

(ترجمہ) ایسی دولت عمر بھر میں اگر ایک گھڑی بھی حاصل ہو۔ تو جہاں کے بزرگوں سے گردن کو میں بلند کروں ٭

گہے از روسیاہی رو بدیوار | گہے از سرخروئی برسردار
کبھی ہیں روسیاہ اُلٹے بدیوار | کبھی ہیں سُرخ روسولی پہ سردار

یعنی کبھی اس مقام علیہ جمعیہ سے بواسطہ تنزل کے عالم کثرت میں قبہ کی روسیائی اور عادیت کی ظلمت سے حجازی تعین کی دیوار میں متوجہ ہوتے۔ کبھی تفرقہ و تعین کے مرتبہ سے جمع کے عالم میں ذاتی تجلے کی شراب کی سرخروئی سے بیخود ہو کر ملامت کی

سولی کے سرے پر حسین منصور حلاج کی مانند باہر آئے نظم

درخرابات فنا تا از مئے وصلیم مست — شور و غوغائے انا الحق در جہان انداختیم

(ترجمہ) فنا کی خرابات میں جس روز کہ وصل کی شراب سے ہم مست ہیں - انا الحق کا غوغا و شور جہان میں ہم نے ڈالدیا ہے + فرمایا کہ

گہے اندر سماع شوق جاناں — شدہ بے پا و سر چوں چرخ گرداں

سماع میں یار کے بل کھیلتے ہیں — وہ پاؤں سر کا چرخہ پھیرتے ہیں

یہ حال اسوقت ہوگا جوقت کہ فنا تامہ کے بعد اپنی طرف رجوع کیا مگر ابھی سکر میں ہے - بہر نغمہ کہ از مطرب شنیدہ — بدو وجدے از آں عالم رسیدہ

سنا مطرب سے جو جو نغمہ ساز — وہ سو نگھیں رقص میں بو عالم راز

سماع جان نہ آخر صوت و حرف است — کہ در ہر پردۂ راز شگرف است

سماع جاں نہیں یہ حرف و آواز — کہ ہر پردہ میں اسکے اور ہر راز

ز سر بیروں کشیدہ دلق دہ تو — مجرد گشتہ از ہر رنگ و ہر بوے

بدن سے کھینچکر جامہ اُتاریں — مجرد ہوتے رنگ و بو سے راہیں

یعنی بوقت سننے ان بھیدوں کے جو ہر ایک آواز میں پوشیدہ ہیں - حو اس عشرہ کی گدڑی پرانی سرسے اُتار کر دُور پھینک دی - اور محبت کے کانوں سے ان بھیدونکو سُنتے اور ہستی اور ریا کے رنگ اور بو سے ایسے مجرد کہ ہرگز اسمیں بناوٹ نہیں ہے نظم گرد ہستی ہا ز دامن روفتہ - پائے ہمت بر دو عالم کوفتہ

(ترجمہ) ہستی کی گرد دامن سے جھاڑ کر ہمت کے پاؤں دونوں عالم پر کوٹے -

از میاں برخاستہ گفت و شنود — رہروان غیب و رعین شہود +

(ترجمہ) کہنا سُننا درمیان سے نکل گیا - وہ غیب کی رہ چلنے والے عینی شہود ہیں +

جب خراباتیوں کا مقام اطلاق وحدت اور لا تعین کا مرتبہ ہے - تو فرمایا کہ

فرو شستہ بداں صاف مروق — ہمہ رنگ سیاہ و سبز و ازرق

شراب صاف سے دھوڈالیں وہ پاک — سبھی رنگ سیاہ کیا سبز کیا خاک

یعنی ان خراباتیوں نے وہ رنگ جو نور وجوبی اور اندھیرے امکانی کے ملنے سے ایک صورت نسبت کی پا چکے ہیں یعنی سب تعینات ارواحی اور اجسامی کو وجود مطلق کی لوح سے دھو دیا *

یکے پیمانہ خوردہ از مئے صاف	شدہ زاں صوفیِ صافی ز اوصاف
لیا پیمانہ ایسی مے کا اک صاف	کئے جس پاک بشریت کے اوصاف
بجانِ خاک مزابل پاک رفتہ	زہر چیز آں دیدہ از صد یک نگفتہ
بہاریں نفس سی جو اسکی خو ہے	شہود انکے سے کیا اب گفتگو ہے

یعنی عبودیت کے مقام میں اس صدق و اخلاص کے ساتھ جو جان سے پیدا ہوتا ہے۔ بری صفتیں شیطانی کی گرد طبع اور نفس کے میدانوں سے جھاڑ دی۔ اور جو کچھ کشفی شہودی مراتب میں دیکھا۔ باوجود مستی اور بیخودی کی حالت میں کہنے کے سو مرتبہ سے ایک تک بھی نہ کہا گیا *

گرفتہ دامنِ رندانِ خمّار	ز شیخی و مریدی گشتہ بیزار
لیا دامن پکڑ رندانِ سرشار	ہوئے شیخی مریدی سے وہ بیزار
چہ شیخی و مریدی اینچہ قید است	چہ جائے زہد و تقویٰ اینچہ قید است
مرید اور شیخ ہونا قید کیا ہے	یہ تقویٰ زہد مکر اور شید کیا ہے

یہ نسبت حال واصل کے ہے جو استغراق کے مقام میں فنا کی شراب کا مست ہو۔ اور بہ نسبت دوسرے کے کفر ہے *

اگر روئے تو باشد در کہ و مہ	بُت و زنار و ترسائی ترا بہ
جبھی تو نیک و بد کو دیکھتا ہے	تو پھر جنجو تجھے بُت خوبسا ہے

یعنی جب تک عالم تفرقہ کی عادات اور رسومات کی قید میں تو مبتلا ہے۔ اور تیرا منہ بھلے برے میں یعنی کسیکو چھوٹا اور کسیکو بزرگ جانتا ہے۔ تو تیرے حال کو یہ بہتر ہے کہ وحدت میں متوجہ ہو جسے بُت کے ساتھ اشارہ کیا۔ اور خدمت اور اطاعت کا جنجہ کمر پر باندھے۔ اور ترساپن اور تجرید اور تفرید اختیار کرے۔ تاکہ وحدت کے اطلاقی مقام میں

وصول پائے۔ اور جانے کہ یہ سارے ایک حقیقت و ایک ذات ہیں۔ اور وحدت کے مرتبہ میں کسی طرح کا اختیار اور تفرقہ یا کثرت نہیں ہے۔ جب اس سوال کے جواب سے تمام اور کمال فارغ ہوئے۔ تو فرمایا کہ آئندہ ایک سوال کئی اور الفاظوں سے ہے۔ جن کے ساتھ اہل کمال متکلم ہوتے۔ اور آپ کو ان الفاظوں کے ساتھ منسوب کرتے ہیں۔ درحالانکہ ظاہری طور پر اُن کے احوال پر وہ مناسب نہیں دیکھے جاتے۔ جیسا کہ فرمایا

پندرھواں سوال بُت اور جنجو میں :۔

بُت و زُنّار و ترسائی دریں کوے | ہمہ کفر است ورنہ چیست برگوے

بُت اور جنجو یہاں پر اور ترسا | رسوم کفر ہیں ورنہ بتا کیا

یعنی بُت اور جنجو اور ترسائی اہل حال کی محفل میں اور اہل کمال کی خلوت میں سب کفر ہے۔ اگر کفر نہیں تو بتا کہ کیا چیز ہے۔ اور ان لفظوں سے کیا مقصد ہے۔ فرمایا کہ اسکا جواب وہ جواب ہے جو طائفہ صوفیہ اہل وجد کے مشرب پر مطابق ہے جو غیر حق کو موجود نہیں جانتے۔ فرمایا

جواب صوفیہ کی اصطلاح کے مطابق

بُت اینجا مظہر عشق است و وحدت | بود زنّار بستن عقد خدمت

ہے مظہر عشق و وحدت کی یہاں بُت | یہ جنجو باندھنا خدمت کی نیت

جاننا چاہیئے کہ اس محل میں عشق حقیقت مطلقہ سے مراد ہے۔ اور موجودات کے تمامی ذرات اس حقیقت کے آئینے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ یہاں اہل کمال کا مشرب ہے بت عشق کی مظہر ہے۔ اور جب صورت میں بُت کے حق ظاہر ہو۔ تو ضرور اہل کمال کے لیئے متوجہ الیہ بُت ہی ہوگا۔ پس اس اعتبار کے ساتھ ہر ایک مظہر کو بُت کہا جاسکتا ہے اور جنجو حقیقی محبوب کی اطاعت پر جس مرتبہ میں ہو عقد باندھنا ہے

چو کفر و دیں بود قائم بہستی | نشود توحید عین بُت پرستی

خدا جب کفر و دیں دونوں کا قیوم | تو وحدت بت پرستی سی ہی موسوم

یعنی جب کفر اور دین دونوں ضدیں وجود مطلق کے ساتھ قائم ہیں جو حق ہے۔ پس توحید اور خدا تعالے کو اکیلا یقین کرنا بت پرستی ہوگی۔ کیونکہ اگر بت یا کفر کو حقیقت کی وجہ سے خدا تعالے کا غیر تصور کرے گا۔ تو یہ شرک ہے۔ اور توحید حقیقی کیساتھ قائل نہ ہوگا فرمایا۔

چو اشیا ہست ہستی را مظاہر | از آنجملہ یکے بت باشد آخر

یہ چیزیں جب خدا کی ہیں مظاہر | تو بت بھی ایک اُنسے ہوگا ظاہر

جب ساری موجودات حق تعالے کی ہستی کے مظاہر ہیں۔ تو ضرور بت بھی ایک اُن مظاہر میں سے ہے۔ اور تمامی کافر اسکی عبادت کرتے ہیں۔ پس بحکم اس آیت کے کہ وَقَضٰی رَبُّکَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا اِیَّاہُ (یعنی حکم کیا تیرے رب نے اسپر کہ تم عبادت نہ کرو۔ مگر اسی کی) تو ضرور ہے۔ کہ کافر بھی حق تعالے ہی کے عابد ہونگے۔ ہاں طریق کا تعین اور حصر ممنوع ہوگا۔ نظم

اصنام سومنات ز حسن تو جلوہ کرد | شد بت پرست عابد اصنام سومنات

(ترجمہ) سومنات کے بتوں نے تیرے حسن سے جلوہ کیا۔ تو ان بتوں کا عابد بت پوجنے والا ہوا

لات و منات را ز سر شوق سجدہ کرد | کافر چو دید حسن ترا از منات و لات

(ترجمہ) لات و منات کو شوق سے سجدہ کیا کافر نے جب تیرے حسن کو لات منات سے دیکھا

نکو اندیشہ کن اے مرد عاقل | کہ بت از روئے ہستی نیست باطل

ذرا خوبی سے دیکھ اے مرد عاقل | کہ بت از روئے ہستی کیوں ہو باطل

بحکم یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ (یعنی دھیان کرتے ہیں آسمان اور زمین کی پیدائش میں) اے عقل والے فکر کر کہ بت ہستی اور وجود کی وجہ سے بواسطہ اپنی مظہریت کے جو رکھتا ہے باطل نہیں ہے کیونکہ ضمن میں ہر ایک موجود کے سو سو فائدہ اور حکمت ہے۔ فرمایا کہ

بداں کایزد تعالیٰ خالق او ست | ز نیکو ہر چہ صادر گشت نیکو ست

میاں جس چیز کا خالق خدا ہے | وہ اچھا جسکا مصدر خوب سا ہے

وجود آنجا کہ باشد محض خیر است | اگر شر ہست در وے از غیر است

خدا کو خیر محض اب جان تو تم۔ | اگر شر ہے عدم سے ہوگا لازم

حکماء اور علماء کے نزدیک یہ مسئلہ مقرر ہے۔ کہ وجود خیر محض ہے۔ اور جو شر یا بدی وجود مطلق میں پیدا ہو۔ وہ عدم سے ہے۔ مثلاً زید نے عمرو کو کاٹا۔ اور عمرو مار ڈالا گیا۔ پھر اسوجہ سے کہ زید قتل پر قدرت رکھتا تھا۔ خیر ہے۔ اور نیز اسوجہ سے کہ تلوار کاٹنے والی تھی۔ خیر ہے۔ اور اسوجہ سے کہ عمرو کے بازو نے اس فعل کو قبول کیا۔ خیر ہے۔ مگر اس جہت سے کہ حیات کو فنا لازم آئی شر ہے پس شر عدم کی طرف عاید ہوگا۔ اور وجود جس جگہ ہو خیر محض ہوگا پس بُت وجود کی وجہ سے شر یا بد نہ ہوگا

مسلماں گر بدانستے کہ بُت چیست بدانستے کہ دیں در بُت پرستی است

مسلماں جانتا گر بُت کو کیا ہے سمجھتا بت پرستی میں خدا ہے

یعنی وہ مسلماں جو توحید کا قائل اور بُت کا انکاری ہے۔ اگر بُت کی اصل کو جانتا کہ یہ کیا اور کس کا مظہر ہے۔ تو سمجھ لیتا۔ کہ خدا کا دین بُت پرستی میں ہے۔ کیونکہ بُت ہستی مطلق کا مظہر ہے پس حقیقت کی وجہ سے بُت عین حق ہوگا۔ اور مسلمانوں کی عادت اور دین حق پرستی ہے۔ اور بُت پرستی حق پرستی ہے پس بُت پرستی میں دین حق پرستی ہوگی

دگر مشرک ز بُت آگاہ گشتے کجا در دین خود گمراہ گشتے

اگر مشرک بھی واقف بُت کا ہوتا کہاں دین اپنے میں گمراہ ہوتا

یعنی بُت پوجنے والا مشرک اگر واقف ہوتا۔ کہ اس کے بُت کی صورت میں حق تعالےٰ نے ظہور کیا ہے۔ اسلئے بُت معبود ہوا ہے۔ تو اپنے مذہب میں کیسے گمراہ ہوتا۔ بلکہ موحد ہوتا۔

ندید او از بت الا خلق ظاہر بدیں علت شد اندر شرع کافر

نظر میں اس کی بُت ہے خلق ظاہر اسی علت سے شرعاً ہے وہ کافر

یعنی مشرک نے بغیر تعین کے بُت سے کچھ نہیں دیکھا۔ اسلئے شریعت میں کافر ہے اگر بُت پوجنے والے کی نظر اسکی حقیقت پر ہوتی۔ تو البتہ شرع میں کافر نہ ہوتا۔

تو ہم گر زو نہ بینی حق پنہاں بشرع اندر نخوانندت مسلماں

خدا بُت میں نہ دیکھے گر تو پنہاں نہیں لوینگے تجھ کو بھی مسلماں

یعنی جب بت پرست کے کفر کا موجب شرع میں بت کی پیدائش اور ظاہری صورت کا دیکھنا ہے۔ تو اے مدعی اسلام کے اگر تو بھی اس مشرک کی مانند بھی صورت پیدائشی دیکھتا ہے اور بت کے تعین کے پردہ میں حق تعالے کو پوشیدہ جس نے اس صورت میں تجلی کی ہے نہیں دیکھتا۔ تو تجھے بھی شرع میں مسلمان نہیں کہینگے۔ بلکہ تو کافر ہوگا۔ اگر حق تعالے ظاہر ہوئے کو بت کی صورت میں چھپائیگا +

ز اسلامِ مجازی گشتہ بیزار	کہ را کفرِ حقیقی شد پدیدار
کوئی اسلام رسمی سے ہو منکر	نہ ہو کفر حقیقی سے وہ کافر

یہ بیت مقدر سوال کے جواب کا اشارہ ہے۔ جو کوئی شخص دین اسلام میں یہ کہتا ہے کہ ممکنات کا وجود البتہ وجود واجب کا غیر ہے۔ اور حالانکہ تو کہتا ہے کہ اگر بت میں خدا کو پوشیدہ نہ دیکھے گا۔ تو تجھے مسلمان شرعی نہ کہینگے پس یہ سخن دین اسلام کے خلاف اور کفر ہے۔ جواب فرماتے ہیں کہ یہ واجب اور ممکن کا آپس میں غیر سمجھنا اسلام مجازی ہے نہ حقیقی۔ اور اسلام مجازی سے بیزار ہونے کے سبب کسیکو کفر حقیقی جو نفس الامر میں کفر ہے پیدا نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ کافر حقیقی بن سکتا۔ اگرچہ صورت میں یہ کفر دیکھا جاتا ہے۔ مگر حقیقت میں عین کمال اسلام ہے نظم

مسلماناں نگہدارید این دینِ مجازی را	کہ شمس الدین تبریزی مسلمان بود کافر شد

(ترجمہ) اے مسلمانوں اپنے دین مجازی کو قائم رکھو۔ کہ شمس الدین تبریزی مسلمان تھا۔ مگر اب کافر ہوا +

درونِ ہر بتے جانی است پنہاں	بزیرِ کفر ایمانی است پنہاں
بتوں کے پردہ میں وہ جان ہے روشن	خزاں میں کفر کے ایمان ہے گلشن

یعنی ہر ایک صورت اور تعین میں جسے تو دیکھتا ہے روح حقیقی مخفی ہے۔ اور ہر ایک کفر کے تعین کے نیچے ایمان پوشیدہ ہے۔ اور وہ جان اور ایمان مخفی واجب الوجود کی ہستی ہے۔ جو صورت میں اس چیز کے متجلی ہوئی ہے۔ نظم

چوں دور شد نقاب جلال از جمال دوست	گردد عیاں کہ عابد حق بود بت پرست

(ترجمہ) جب جلالی پردہ یار کے جمال کے آگے سے دور ہوا۔ تو ظاہر ہوگا کہ بت پرست بھی خدا ہی کا عابد ہے +

بے بہرہ از جمال رخت نیست ذرہ ۔ مرآت حسن روئے تو بود ہست ہر چہ ہست

(ترجمہ) تیرے منہ کے جمال سے ایک ذرہ بھی خالی نہیں ہے۔ تیرے ہی منہ کے حسن کے شیشے ہیں جو کچھ کہ ہے ۔

ہمیشہ کفر در تسبیح حق است ۔ وَاِن مِّن شَیْءٍ گفت اینجا چہ دق است

ہمیشہ کفر تسبیح کہہ رہا ہے ۔ وَاِن مِّن شَیْءٍ سے حق انکا گواہ ہے

یعنی کفر جو اشیاء موجودہ سے مراد ہے ۔ وہ ہمیشہ خدا تعالے کی تسبیح میں ہے ۔ اور جو نقائص ان کمالات کی ضد ہیں ۔ جنکا وہ خود مظہر ہے ۔ اُن سے حق تعالے کی تنزیہ کرتا ہے ۔ اور حق تعالے قرآن کریم میں فرماتا ہے ۔ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ ۔ یعنی کوئی چیز نہیں مگر خدا تعالے کو حمد اور پاکیزگی کے ساتھ یاد کرتی ہے ۔ پس کفر تسبیح میں ہے ۔ کسی کو اس پر اعتراض نہیں

چہ گویم کہ دور افتادم از راہ ۔ فَذَرْہُمْ بَعْدَ مَا جَاءَتْ قُلِ اللّٰہ

کہوں کیا اب تو میں رہ سے گم ۔ نہ پہونچی قُلِ اللّٰہ ثُمَّ ذَرْہُمْ

یعنی ایک بات ہے جس کو اختصار یا اعتدال کے طریقہ پر کہنے سے ظاہر شرع کی راہ سے میں دور پڑا ہوں ۔ اور توحید کا سخن اس بلندی کو پہونچا ۔ جہاں کسی کا فہم نہ پہونچے اور عدم فہم کے باعث اچانک نادان لوگوں کے طعن اور انکار کا موجب ہو ۔ اور اولیاء سے انکی بدبختی اور محرومی اور دوری کے زیادہ ہونے کا سبب ہو جائے ۔ پس ان لوگوں کو جو اس سخن کی سمجھ سے دور ہیں چھوڑ ۔ اور معانی اور حقائق کے اظہار میں مبالغہ مت کر ۔ یعنی اس کے بعد کہ جب قرآن مجید میں آچکا ہے ۔ قُلِ اللّٰہُ ثُمَّ ذَرْہُمْ فِیْ خَوْضِہِمْ یَلْعَبُوْنَ (یعنی کہہ اللہ اور انکو چھوڑ اور وہ اپنے لہوات کے شغل میں ہیں) یعنی اسم جامع کو جو اللہ ہے کہہ ۔ اور جو لوگ اسماءِ جزئیہ کے احکاموں میں گرفتار رہوے ہیں ۔ اور حقیقت کی طرف راہ نہیں لے جا سکتے انہیں کھیل کود اور بازی وغیرہ میں پھنسا ہوا چھوڑ ۔

بداں خوبی رخ بت را کہ آراست ۔ کہ گشتے بت پرست ار حق نمی خواست

تو اس خوبی سے بت کو کس نے سنوارا ۔ پرستش پر مدار کس نے سہارا

ہمو کرد و ہمو گفت و ہمو بود۔ نکو کرد و نکو گفت و نکو بود

کیا بھی اس کہا بھی اس تھا محبوب کیا اچھا کہا اچھا وہ تھا خوب

یکے گو و یکے بین و یکے داں بدیں ختم آمد اصل و فرع ایماں

پکارو ایک دیکھو ایک جان ایک اسی پر اصل و شاخ ایمانکی ہے ٹھیک

یعنی تیرے شہود کی نظر میں چاہیئے کہ حق تعالےٰ کا غیر نہ آئے۔ اور زبانی اقرار بھی اس طرح کر کہ موجود حقیقی حق تعالےٰ ہی ہے پس دل میں پختہ تصدیق کر۔ کہ جو کچھ موجود ہے۔ حق ہے۔ اور غیر اس کا عدم ہے۔ کہ ایمان کی اصل اور شاخ اسی توحید پر ہی ختم ہے **نظم**

در یکے رو و از دوئی یک سوے باش یکدل و یک قبلہ و یک روئے باش۔

(ترجمہ) ایک میں ڈوب۔ اور دوئی سے ایک طرف ہو جا۔ تاکہ دل بھی ایک قبلہ بھی ایک منہ بھی ایک ہی ہو۔

ہر کہ در دریائے وحدت گم نشد گر ہمہ آدم بود مردم نشد۔

(ترجمہ) وحدت کے دریا میں جو گم نہ ہؤا۔ اگرچہ سارا آدم ہی تھا۔ مگر مرد نہیں ہؤا۔

فرمایا: نہ من میگویم ایں بشنو ز قرآں تفاوت نیست اندر خلق رحماں

نہ میں کہتا ہوں کہتا ہے یہ قرآں تفاوت نہیں ہے اندر خلق رحماں

یعنی یہ کہنا میرا کہ سب کو ایک ہی دیکھ۔ ایک ہی جان۔ ایک ہی کہہ۔ یہ نہیں کہ اس سخن کو میں ہی کہتا ہوں۔ بلکہ قرآن مجید سے سُن کہ خدائتعالےٰ نے فرمایا ہے۔ کہ وَمَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفَاوُتٍ (یعنے رحمان کی پیدائش میں فرق نہیں۔) اور ذاتی اور وجودی فیض میں بحکم وسعت رحمتی علٰی کُلِّ شَیْءٍ (یعنے میری رحمت ہر ایک چیز پر فراخ ہے) ساری موجودات برابری پر ہیں۔ ہاں رحیمی تجلّے میں اجمال کے بعد تفصیلی طریق پر تفاوت ہے۔ جب بُت کے بیان کی تحقیق سے فارغ ہوئے۔ تو سوال کی ترتیب کے طبق پر جواب فرماتے ہیں (جنجو کے بیان میں اشارہ)

نظر کردم بدیدم اصل ہر کار نشان خدمت آمد عقد زنار

جبھی سوچا تو دیکھا اصل ہر کار نشان خدمت کا تھا یہ عقد زنار

یعنی کشف کے طریق سے امورات کے ہر ایک امر میں دھیان کیا۔ کہ جنجو کی گرہ سے اس کی وضع میں کیا مقصود ہے۔ یعنی پہلی وضع میں جب جنجو موضوع ہوا۔ تو خدمت اور طاعت کا نشان ہی ہوا تھا +

زہر چیزے مگر بر وضعِ اول
نباشد اہلِ دانش را معوّل۔

کسی شے کی کریں دانا جو تاویل
کرینگے وضع پہلی پر ہی تعمیل

یعنی دانا لوگ جو امورات کے حقائق اور معانی پر دلالت الفاظ کی وضع کرنے پر عالم ہیں انہیں اعتماد نہیں ہوتا۔ مگر پہلی وضع پر۔ کیونکہ دیکھتے ہیں۔ کہ ابتدا میں یہ الفاظ کس معنی کے لئے موضوع ہوئے ہیں۔ تو تاویل اس کی اس موضوع لہٗ اصلی پر کرتے ہیں

میاں دربند چوں مرداں بمردی
درآ در زمرۂ اَوْفُوا بِالْعَهْدِ

کمر خدمت کی باندھ اور کر تو مردی
ذرا سُن لے خطاب اَوْفُوا بِالْعَهْدِ

یعنی خدمت خدا تعالیٰ کی اور طاعت کا جنجو اپنی کمر پر مردوں کی مانند باندھ۔ اور ان لوگوں میں داخل ہو جو اللہ تعالیٰ کے امر اَوْفُوا بِالْعَهْدِ کے ساتھ یعنی عہد و پیمان کی وفا کرنے پر مخاطب ہوئے ہیں۔ اور عبودیت کا حق بجا لا نظم

زنّارِ عشق تو کہ چو کفّار بستہ ایم
در کُفر و دینِ عشق تو مردانہ بودہ ایم

(ترجمہ) ہم نے کفّار کی طرح تیرے عشق کا جنجو باندھا۔ تیرے عشق کے کُفر اور دین میں مردانہ ہوئے ہیں + فرمایا

برخش علم و چوگانِ ارادت
زمیداں در رُبا گوئی سعادت

عبادت کا علم سے بن کے عامل
خدا کی معرفت کرلے تو حاصل

یعنی علم فرائض کا مرکب جو شریعت اور طریقت میں اس پر واجب ہے۔ حق تعالیٰ کی عبادت کے چوگان سے ابدی سعادت کا گیند۔ جو اللہ تعالیٰ کی معرفت ہے میدانِ دنیا سے اِس فرصت میں لے جا +

ترا از بہرِ ایں کار آفریدند
اگرچہ خلق بسیار آفریدند

کیا ہے اسلئے ہی تجھ کو موجود
وفا عہدِ ازل ہے تجھ سے مقصود

یعنی اے انسان ازلی پیمان کی وفا کرنے کو تجھے پیدا کیا گیا۔ تا علم و عمل کے ذریعہ حق تعالےٰ کی معرفت وقت میں حاصل کرے۔ اگرچہ بہت سی خلق پیدا کی گئی۔ مگر حمل امانت کی قابلیت جب انسان ہی کو مخصوص ہے۔ تو یہ اختیاری عبادت جو وحدت کے مقام میں تحقیق اور وصول کا نتیجہ دینے والی ہے۔ انسان کے سوا کسی کو نہیں نظم

خلقتِ آدم برائے جستجو است　　ہر کہ جویا نیست چوں نقشِ سبو است

(ترجمہ) یعنی آدمی کی پیدائش جستجو کے لئے ہے۔ جو طالب نہیں وہ خالی برتن کا نقش ہے

ہر کہ طالب نیست انسانش مخواں　　رنگِ صورت دارد اما نیست جاں

(ترجمہ) جو طالب نہیں اسے انسان نہ کہو۔ صورت کا رنگ رکھتا ہے۔ مگر جان نہیں ❖

فرمایا:۔

پدر چوں علم و مادر ہست اعمال۔　　بسانِ قرة العین ہست احوال

مثال باپ علم اور ماں ہیں اعمال　　نتیجہ طفل ہونگے سب یہ احوال

یعنی احوال کا نتیجہ حاصل کرنے کو جو اہل کمال کے قرة العین ہیں۔ علم باپ اور عمل ماں کی مانند ہے۔ جب تک یہ دونوں جمع نہ ہوں۔ نتیجہ حاصل نہیں ہوگا۔

نباشد بے پدر انساں شکی نیست　　مسیح اندر جہاں بیش از یکی نیست

بلاشک بے پدر انساں کہاں ہے　　اکیلا ہی مسیح اندر جہاں ہے

یعنی صرف ماں سے تنہا انساں پیدا نہیں ہو سکتا۔ ایک ہی عیسےٰ علیہ السلام ہے جو جہان میں باپ کے سوا پیدا ہوئے۔ پس ضرور بلا علم کے اکیلے عملوں سے جو بھلے ماورہیں احوال حاصل نہیں ہوتے۔ مگر نادر و قلیل جو کامل مرشد کے امر کے ساتھ ہوں

رہا کن ترہات و شطح و طامات　　خیالِ نور و اسباب کرامات

کمال اور خود نمائی کو رہا کر　　کرامات اور خیال انکا جدا کر

کیونکہ مرتبہ انسانی کی کمال فنا اور نیستی میں ہے۔ نہ ان میں۔ نظم

مے خور و رند باش ولے خود نما مباش　　مے نوش در طریقت ما بہ کہ خود فروش

(ترجمہ) شراب پی اور رند بن مگر خود نما مت ہو۔ ہمارے طریق میں خود فروش سے شراب نوش بہتر ہے

زنہار نیک خلق و بدخو نہاں مکن۔　　عیب کساں بپوش ولے عیب خود مپوش

(ترجمہ) خبردار نیکی خلق اور بدی اپنی مت چھپا۔ لوگوں کے عیب ڈھانک مگر اپنا عیب مت چھپا

فرمایا کہ

کرامات تو اندر حق پرستی است | جز این کبر و ریا و عجب و مستی است

عبودیت میں ہیں تیری کرامات | سوا اسکے ریا ہے عجب و طامات

درین ہر چیز کو نز باب فقر است | ہمہ اسباب استدراج و مکر است

یہاں اب فقر کی راہ میں ہے جو چیز | ہے استدراج چاہئے تم کو تمیز

یعنی عبادت اور ریاضت اور فقر کے طریق میں ہر ایک حالت جو سالک کو مُنہ دکھاتی ہے فقر کے باب اور سلوک کی شرائط میں سے نہیں ہوتی - اور اس کا ظہور سالک کے لئے انانیت کا موجب ہوتا ہے - ضرور وہ سب کچھ مکر اور استدراج کا ہی اسباب ہوتا ہے - صوفیہ کی اصطلاح میں مکر یعنے مخالف کے ساتھ نعمت کا ارادہ اور حق تعالےٰ کی بے ادبی میں حال کا باقی رہنا ہے - یعنی باوجود اس کے کہ حق تعالےٰ کے ساتھ مخالفت رکھتا ہے - ظاہری اور باطنی نعمت اس سے سلب نہیں کرتا - اور باوجود بے ادبی کے جو خدا تعالےٰ کی رکھتا ہے اس کو احوال سے محجوب نہیں کرتا - تاکہ زیادہ مغرور رہو

ز ابلیس لعین بے شہادت | شود پیدا ہزاران خرق عادت

وہ ابلیس لعین بے شہادت | کرے پیدا ہزاروں خرق عادت

یعنی ابلیس جو قوت وہمی اور خدا تعالےٰ کا راندہ ہوا ہے - اور کلیہ معقولہ معانی کا شہود اسے نہیں - باوجود ان سب کے اس سے ہزاروں خرقِ عادت صادر ہوتی ہیں *

گہ از دیوار آید گاہ از بام | گہے در دل نشیند گاہ در اندام

نہ دیوار اسکو روکے اور نہ یہ بام | مثالِ خون دوڑے اندر اندام

یعنی دیوار اسے روکتی نہیں - اوپر بام سے آتا ہے - اور دل میں وسوسہ کرتا یا اندام میں چلتا اور بُرے اعمال کی طرف کھینچتا ہے - یہ سب کرامات ہیں

ہمے داند ز تو احوالِ پنہاں | درآرد در تو کفر و فسق و عصیاں

تیرے احوالِ پوشیدہ وہ دیکھے | تو کفر و فسق و عصیاں اس سے سیکھے

یعنی انسانی اندامون میں اسے پورا تصرف حاصل ہے (تیرے پوشیدہ حالات کو دیکھتا ہے اور کفر و فسق سکھاتا ہے)

شُد ابلیست امام و در پسی تُو — بدو لیکن بہ پہنا کے رسی تُو

ہے ابلیس اب امام اور تو ہے پیرو — دوڑا لیکن نہیں پہونچیگا اسکو

یعنی ان خوارق میں ابلیس تیرا امام اور تو ان خوارق تک نہیں پہونچ سکتا +

کراماتِ تو کہ در خود نمائی ست — تو فرعونی و ایں دعوے خدائی ست

خوارق تیری ہیں سب خود نمائی — تو ہے فرعون و یہ دعوے خدائی

یعنی کرامات سے غرض خود نمائی ہوتی ہے اسلئے کہ تجھے بزرگ کہیں اور تیرے معتقد ہوجائیں۔ بیشک تو فرعون ہے۔ اور یہ خدائی کا دعوےٰ ہے جسے تو رکھتا ہے +

کسے کو راست با حق آشنائی — نیاید ہرگز از وے خود نمائی

خدا کی معرفت جس کو ملی ہے — نہیں وہ خود نما اس کا ملی ہے

یعنی جسے حق تعالےٰ کی معرفت کا قرب حاصل ہو۔ اور دیکھا بھالا۔ کہ غیر حق تعالےٰ کا عدم ہے ضرور ایسے مرد سے خود نمائی نہیں آتی۔ کیونکہ آشنائی خدا کی عین بیگانگی اپنی ہے۔

ہمہ روئے تو در خلق ست زنہار — مکن خود را دریں علت گرفتار

تیرا دل خلق میں ہے اب خبردار — ہوا کیوں ایسے علت میں گرفتار

یعنی کرامات ظاہر کرنے کو تیرے دل کا منہ خلق میں ہے۔ تاکہ انہیں اپنا معتقد بنائے خبردار ایسے عام فریبی کی علت میں جو کبر و ریا اور امراض معنوی کی برائیوں کا نتیجہ دینے والی ہے۔ آپ کو گرفتار مت کر۔ کیونکہ خلق کی قبولیت زہر قاتل ہے +

چو با عامہ نشینی مسخ گردی۔ — چہ جائے مسخ بلکہ فسخ گردی

یہ صحبت عام کی تجھ کو کرے مسخ — کہاں وہ مسخ بل تو ہوگیا فسخ

جاننا چاہئے کہ طائفہ تناسخیہ کی چار شاخیں ہیں۔ پہلی یہ کہ تجویز انتقال روح انسانی فقط دوسرے انسان کے بدن میں کرتے ہیں۔ اور یہ نسخ ہے۔ دوسری یہ کہ انتقال روح کی تجویز حیوانی مظاہر میں حسب مناسبت کے کرتے ہیں۔ اور یہ مسخ ہے۔ تیسری انتقال روح انسانی کا جواز معدنی اور نباتی اجسام میں اور اس کا رسوخ صورتوں میں سے کسی صورت میں

کرتے ہیں - اور یہ رسخ ہے - چوتھا یہ کہ کہتے ہیں مظاہر جمادی اور بناتی اور حیوانی اور انسانی کے درمیان روح ایک دائرہ ہے - کہ جس وقت دورہ کو تمام کرتا ہے - اس دورہ کو فسخ کر کے دوسرا دورہ شروع کرتا ہے - اور اسکو فسخ کہتے ہیں - اور بعضے ان میں سے اِس اعتقاد پر ہیں - کہ فسخ اجسام بناتی اور جمادی میں روح انسانی کے انتقال سے عبارت ہے - اس واسطے شیخ فرماتے ہیں - کہ عوام الناس کے ساتھ اگر مجالست کرے گا - تو جمادی اور بناتی مرتبہ کو پہونچیگا - اور بالکل صفات انسانی کے کمالات سے بلکہ حیوانی سے بھی تو محروم ہوگا ✦

مبادا ہیچ با عامت سروکار　　　که از فطرت شوی ناگاه نگونسار

نہو عاموں سے تجھ کو کچھ سروکار　　　اچانک اُلٹی ہوگی تیری رفتار

یعنی تجھے اگر اسبات کی خواہش ہے - کہ استعداد فطری اور کمال انسانی سے محروم نہ ہوجائے چاہئے کہ تجھے عوام الناس کے ساتھ کسی طرحکا خیال یا کام نہ ہو - اگر ہُوا تو اچانک فطری مراتب کی بلندی سے سر نیچے ہوگا - اور نیچے کے دوزخ میں گرفتار ہو کر آئیگا ✦

تلف کردی بہرزہ نازنیں عُمر　　　نگوئی در چہ کارست آنچنیں عُمر

عمر بیہودگی میں تیری ہی تلف　　　پڑا کس کام میں ایسا تو نا خلف

بجمعیت لقب کردند تشویش　　　خرے را پیشوا کردہ زہے ریش

پریشانی کا جمعیت کیا نام -　　　عجب داڑھی گدہا اب شیخ ہی عام

یعنی وہ شیخ عام فریب اس اندیشہ سے کہ عوام جو اعتقاد اس کے حق میں رکھتے ہیں - اچانک بے اعتقاد نہ ہوجائیں - بیان میں شروع ہوتا اور دل کو پریشان کرتا ہے - اور مرید بھی ویسے ہی اس پریشانی یعنی گفتگو کو اجتماع ظاہری اور جمعیت باطنی اعتقاد کرتے ہیں ✦

فتادہ سروری اکنوں بجہال　　　ازاں گشتند مردم جملہ بدحال

پڑی اب جاہلوں پر سروری ہی　　　خلائق کو یہ باعث ابتری ہے

نگر دجال اعول تا چگونہ -　　　فرستادہ است در عالم نمونہ -

دیکھو دجال بھینگے کی نشاں ہے　　　نمونہ اسکا یہ شیخ جہاں ہے

دجال موعود جو ایک آنکھ رکھتا ہے - اور باطنی آنکھ سے اندھا ہے - جاہل شیخ کو اپنے

ظہور سے پہلے جہان میں بھیجدیا۔ تاکہ نمونہ اسکا ہو +

نمونہ باز بیں ایں مرد حسّاس — خر اورا کہ نامش ہست جسّاس

نمونہ خر کا ہے یہ مردِ حسّاس — کہ نام اسکے گدھے کا بھی ہے جسّاس

خراں رابیں ہمہ در زنگ آں خر — شدہ از جہل پیش آہنگ آں خر

گدہوں کو دیکھ سب حلقہ میں خر کے — چلے ہیں جہل سے وہ آگے خر کے

چو خواجہ قصّہ آخر زماں کرد۔ — بچندیں جا ازیں معنی بیاں کرد

دیا حضرت نے مہدی کا نشاں جب — تو یہ معنی بھی وانپر ہی بیاں سب

ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پیغمبر صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لَا یَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَبْعَثَ الدَّجَّالُوْنَ کَذَّابُوْنَ یعنی قیامت قائم نہ ہوگی مگر جسوقت پیدا ہونگے دجّال جھوٹے اور یوں بھی کہتا ہے۔ کہ کسی نے آنحضرت صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہا کہ مَا السَّاعَۃُ فرمایا اِذَا ضُیِّعَۃَ الْاَمَانَۃُ فَانْتَظِرِ السَّاعَۃَ کہا کَیْفَ اِضَاعَتُہَا۔ فرمایا۔ اِذَا اُرْسِلَ الْاَمْرُ اِلٰی غَیْرِ اَہْلِ کسی نے سوال کیا۔ کہ قیامت کب ہوگی۔ فرمایا۔ جب امانت ضائع کی جائیگی کہا۔ کس طرح ہے زیان اُسکا۔ فرمایا کہ جب باریک کام نااہلوں کے سپرد کیئے جائیں +

ببیں اکنوں کہ کور و کر شباں شد — علومِ دیں ہمہ بر آسماں شُد۔

دیکھو اب اندہی بہرے پیشوا ہیں — علومِ دیں سبھی طرف سما ہیں

وہ لوگ جو راہ نہیں دیکھتے۔ کان نہیں رکھتے۔ جو اہلِ طریقت سے نہیں اور مخلوق کے گڈریا کہلاتے ہیں۔ اور کشفیہ علوم ظہور کی زمین سے بطون کے آسمان میں گئے ہیں۔ اِنَّ مِنْ شَرَائِطِ السَّاعَۃِ اَنْ یُّرْفَعَ الْعِلْمُ وَیَکْثُرَ الْجَہْلُ ۔ قیامت کی شرائط سے ہے۔ اُٹھایا جانا علم کا اور بڑھایا جانا جہل کا +

نماند اندر میانہ رفق و آزرم — نمیدارد کسے از جاہلی شرم

نہیں ہے رفق و صُلح اندر میانہ — حیا کیا طور ہے اب جاہلانہ

ہمہ احوال عالم واژگون است — اگر تو عاقلی بنگر کہ چون است

ہوئے اُلٹے جہانکے سارے احوال — سمجھ والے دہیان کر کیسی ہے چال

کسے کز باب طرد و لعن و مقتست | پدر نیکو بد اکنوں شیخ وقت است
کوئی جو راہ سے ہے ملعون و مردود | پدر تھا نیک وہ ہی شیخ و مسعود

جو شخص ہانکنے اور دور کرنے اور دشمنی کے لائق ہے۔ صرف باپ کی نیکی کے ذریعہ اب وقت کا شیخ ہے*

خضر میکشت آں فرزند طالح۔ | کہ آنرا بد پدر یا جد صالح
خضر نے مار ڈالا طفل بد چال | کہ تھے باپ اسکے صالح نیک احوال

یعنی موسیٰؑ اور خضر مصاحبت کے وقت ایک لڑکے پر پہونچے۔ خضر نے اسکو مار ڈالا موسیٰؑ نے فرمایا۔ اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةً بِغَيْرِ نَفْسٍ لَقَدْ جِئْتَ شَيْئًا نُكْرًا یعنے تو نے مار ڈالا ایک نفس پاکیزہ بن بدلے کسی جان کے۔ تو نے کی ایک چیز نامعقول۔ اور خضر نے فرمایا۔ فَكَانَ اَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ فَخَشِيْنَا اَنْ يُّرْهِقَهُمَا طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا۔ سو اس کے ماں باپ تھے ایمان پر پھر ہم ڈرے کہ انکو عاجز کرے زبردستی اور کفر کرکے

کنوں تا شیخ خود کردی تو اے خر | خر یرا گز خری ہست از تو خر تر
بنایا تو نے شیخ اب خر کو اے خر | گدھا پن ہیں جو ہی تجھ سے وہ بد تر
چو او لا یعرف البر من البر | چگونہ پاک گرداند ترا سر
جسے بُر اور بِر کی نہیں ہے پہچان | تیرے باطن کو کیسے دھوگا نادان

(حاشیہ: چو او لا یعرف البر من التبر ن)

یعنی جب وہ بباعث جہل کے کرامت کو احسان سے جدا نہیں جانتا۔ یا در میان خوانچہ گوسفند تمیز نہیں کرتا۔ تیرے باطن کو کیسے پاک کرے گا۔

وگر دارد نشاں باب خود پور | چگویم چوں بود نور علے نور
پدر کی خصلتیں رکھتا ہے جو پور | وہ گویا ہو گیا نُورٌ علٰے نور
پسر کو نیک رائی و نیک بخت است | چو میوہ زبدہ سرِّ درخت است
جو لڑکا ہے سعادت مند خوشخو۔ | وہ میوہ ہی درختے عمدہ خوشبو

شیخ کامل کا بیٹا جو کمال صفات کے ساتھ متصف ہو۔ میوہ عمدہ کی مانند ہے۔ اور باپ

درخت کی مثل +

ولیکن شیخ دیں کے گردد آنکو — نداند نیک از بد بد زنیکو +

ولیکن شیخ دیں وہ کیسے ہوگا — بدی نیکی سے جو واقف نہ ہوگا

یعنی صرف نسبی لحاظ پر شیخ نہیں بن سکتا +

مریدی علم دیں آموختن بود — چراغ دل بنور افروختن بود

مریدی علم دیں کا سیکھنا ہے — دلوں کو نور حق سے پالنا ہے

کسے از مردہ علم آموخت ہرگز — زخاکستر چراغ افروخت ہرگز

کسی مردہ سے سیکھا علم ہے کب — دیئے کو روشنی ہو راکھ سے کب

یعنی جب مریدی دینی علم کا سیکھنا اور چراغ دل یقین کے ساتھ روشن کرنا ہے۔ اور وہ شیخ زادہ نادان اور شیخ جاہل جنکا تو معتقد ہوا جہل کے مردے اور نادانی کی راکھ ہیں۔ پس مردہ سے کسی نے علم نہیں سیکھا۔ اور خاکستر سے چراغ روشن نہیں کیا۔ نظم

باش مہمان کرمیاں اے پسر — باللئیماں کم نشیں جانِ پدر

(ترجمہ) کریموں کا مہمان بن اے لڑکے۔ اور کمینوں کے ساتھ کم بیٹھ یعنی مت بیٹھ

ہرچہ جوئی از محلِ خود بجو + — با زمستان از گل و ریحاں مگو

(ترجمہ) جو چیز ڈھونڈتا ہے اس چیز کے محل سے طلب کر۔ سردی کے موسم میں گل پھول کی بات مت کہو۔

اینچنیں کس را اگر تابع شوی + — راہ نیابی عاقبت گردی غوی

(ترجمہ) ایسے شخص سرد کا اگر تو پیرو ہوگا۔ تو راہ نہیں پائیگا۔ بلکہ اخیر گمراہ ہوگا +

فرمایا:۔

مرا در دل ہمی آید کزیں کار — بہ بندم بر میاں خویش زنار

مجھے اس کام سے اب دل ہے کہو — کہ باندھوں کمر پر اپنے بہ ہیں جنجو

یعنی صورت اور لباس میں ترسائیوں کے باہر آوں۔ تاکہ اس طائفہ مسلمان صورت اور کافر سیرت کی عار سے خلاصی پاؤں +

نہ زاں معنی کہ من شہرت ندارم — بلے دارم و لے زاں ہست عارم

نہ اس باعث کہ مشہوری نہیں ہے — ہے شہرت لیک دل میں عار بھی ہے

شریکم چوں خسیس آمد دریں کار خمولم بہتر از شہرت بہ بسیار

خسیسوں کو ہو شرکت کام میں جب خمولی خوب شہرت نام سے اب

دگر بارہ رسید الہامے از حق کہ بر حکمت مگیر از ابلہی دق

خُدا سے پھر ہُوا الہام یوں ہی کہ حکمت پر یہ نکتہ گیری کیوں ہی

یعنی جب ان کلمات سے ناراضمندی کی بوقضا پر پیدا ہوئی - گو کہ نفسانی خطرات سے خالی نہیں تھے - دوسری دفعہ ان خطرات کے خطور کے بعد الہام اور اعلام خدا تعالیٰ کی طرف سے پہونچا - کہ ان جاہلوں کے وجود اور ظہور میں بہت سی حکمتیں مخفی ہیں - اعتراض مت کر - فرمایا - کہ :-

اگر کنّاس نبود در ممالک ہمہ خلق اوفتند اندر مہالک

اگر کنّاس ملکوں میں نہ ہوتے ہلاکت میں سبھی انسان روتے

اسبات پر اشارہ ہی - کہ عوام النّاس جس شیخ نادان پر اعتقاد کر لیتے ہیں - تو ضرور صدق اور اخلاص اور ارادت اور خدمت و شکستگی اور عجز او رنیاز کی صُورت اس مریدی میں ان سے ظاہر ہوتی ہے - اگرچہ غیر محل میں ہو - پس حقیقت میں وہ شیخ نادان اُن کے نفس اور طبع کے ناپاک میدانوں کو بعضے صفات ذمیمہ کی احداث اور پلیدیوں سے پاک کرنیوالا ہوگا - اور ظاہری فقرا واہل حق کی رسومات اور آداب البتہ اس صورت میں مرعی ہوگی اگر یہ لوگ کنّاسی یعنی پلیدیوں کا بہارنا نہ کریں - تو خاص لوگوں کی بیحضوری زیادہ ہو - یعنے اپنے حضور سے اس قید میں انہیں گرفتار ہونا پڑے - اور شریفوں کو امور خسیسہ میں اشتغال کرنا پڑے

بود جنسیت آخر علتِ ضم چنیں آمد جہاں واللہُ اعلم

ملاقاتوں کا ہمجنسی سبب ہے خدا جانے جہاں کا یوں ہی ڈھب ہے

یعنی حق تعالےٰ کے اسموں کی جنسیت اور تقارب کی مناسبت جمع ہونے اور ملنے جلنے کی علت ہوتی ہے - اور ہر ایک مرید کی فطری استعداد کے مناسب پیر ہے اور ہر ایک اُمت کے مناسب پیغمبر ہے - اور ہر ایک صورت میں جنسیت کوشش ہے - اور جہان ایسا ہی ہے کہ ہر ایک جنس اپنی جنس کو جذب کرتی ہے *

ولے از صحبتِ نا اہل بگریز　　عبادت خواہی از عادت بپرہیز

مگر صحبت سے نا اہلوں کی ہٹ جا　　عبادت چاہے گر عادت سے کٹ جا

اگرچہ جنسیّت ملنے کی علت ہے۔ مگر نا اہل اور جاہل کی صحبت سے بھاگنا چاہئے۔ کیونکہ الصحبۃ تؤثر یعنے صحبت اثر کر جاتی ہے۔ اور اگر عبادت کرنی چاہے۔ تو عادت اور رسم سے کنارہ کرنا چاہئے۔ تاکہ عبادت میں اخلاص پیدا ہو۔

نگردد جمع با عادت عبادت　　عبادت میکنی بگذر ز عادت

عبادت عادتوں کیساتھ کب ہو　　عبادت گر کرو عادت کو چھوڑو

یعنی عبادت یہ ہے کہ خالص للہ ہو۔ نہ طبیعت کی عادت ہوگئی ہو۔ حب حقیقی عبادت عادت اور رسم کے ساتھ ہرگز جمع نہیں ہوتی۔ اسی واسطے اس مخلوقِ جہانی کی عبادت قربِ حقیقی کے نتیجہ تک نہیں پہونچاتی۔

ترسائی کی طرف اشارہ

ز ترسائی غرض تجرید دیدم　　خلاص از ربقۂ تقلید دیدم

غرض ترسائی سے دیکھی ہیں تجرید　　خلاصی ساری عادتوں سے تقلید

یعنی تجرید اور تفرید دُنیا اور طبع کے علاقوں اور اس کے عوائق سے حضرت عیسٰے علیہ السلام پر غالب تھی۔ پس ترسائی حضرت عیسٰے وعلیٰ نبینا علیہما الصلوٰۃ والسلام کی اُمت اور ان کی متابعت کرنے والوں سے مراد ہے۔ اور اہل کمال کی غرض رسوم اور عادات کی قیدوں سے تجرید اور تقلید کے حلقہ سے خلاصی ہی دیکھی ہیں نے

جنابِ قدسِ وحدت دیر جانست　　کہ سیمرغِ بقارا آشیانست

عبادت گاہِ جان ہی قدسِ وحدت　　بقا کے جانور کا گھر ہے وحدت

یعنی ذاتی وحدت کی پاک درگاہ جو کثرات کی ساری آلائشوں سے پاک ہے۔ اور دیر ترسائیوں کی عبادت گاہ ہے۔ جو عیسےٰ کی اُمت ہیں۔ یعنے قدس وحدت کا دیر ارواح انسانی کا معبد ہے۔ جو تجرد کے عالم سے ہے۔ اور بقاء حقیقی کے سیمرغ کا گھر ہے۔ کیونکہ بقا کی اصل اور حقیقت وحدت ہی ہے جو اختلاف سے یعنے فنا کے منشا سے پاک ہے۔

زروح اللہ پدید آمد این کار　　کہ از روح القدس آمد پدیدار

ہُوا روح اللہ سے پیدا یہ کام	کہ روح القدس سے اسکو ہے اعلام

روحُ اللہ یعنے عیسیٰ علیہ السلام ہے۔ اور یہ کام یعنے قید کثرت اور رسوم سے تجرد اور پاکی جس کی تعبیر ترسائی کے لفظ سے کی جاتی ہے۔ اور وحدت ذاتی کے پاک معبد کے مقام میں وصل عیسے علیہ السلام سے ہی پیدا ہُوا۔ اور عیسے علیہ السلام کا تعین حضرت الٰہیہ کی جمع احدیت کے باطن سے ہے۔ اسلئے روح اللہ اور اسم اللہ سے موسوم ہیں۔ اور صُورت کی حیثیت سے بھی نافخ اسکا جبرائیل ہے۔ اور عبد اللہ حقیقی ہونے کی جہت سے مردوں کا زندہ کرنا اور پرندوں کا پیدا کرنا اور مادر زاد اندھوں کا اور کوہڑی کا چنگا کرنا اس سے ظاہر ہوا

ہم از اللہ در پیش تو جانیست	کہ از روح القدس در وے نشانیست
ترے آگے بھی اس اللہ سے جان ہے	کہ روح القدس سے اسمیں نشان ہے

یعنے جیسا کہ عیسے علیہ السلام روح اللہ تعالےٰ کا ہے بحکم وَنَفَخْتُ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِیْ یعنے میں نے اپنی جان سے اس میں پھونک دیا۔ تیرے آگے بھی اے انسان اللہ تعالےٰ کے ایک اسم سے جان اور حقیقت ہے۔ اور روح القدس یعنے جبرائیل جو علم کی صورت متمثلہ ہے۔ اس جان میں ایک نشان ہے +

اگر یابی خلاص از نفس ناسوت	در آئی در جناب قدس لاہوت
نکلجائے ترا گر نفس ناسوت	جگہ تیری ہو اندر قدس لاہوت

ناسوت سے مراد بشریت۔ اور لاہوت سے حقیقت وحدت جو سب چیزوں میں ساریہ ہے اور نفس ناسوت ایک لطیف بخار ہے جو حیات اور حس اور حرکت اور ارادت کی قوتوں کا حامل ہے۔ جسے حکیم روح حیوانی کہتے ہیں۔ یعنی وحدت ذاتی کے دیرو عالم تجرد میں تیرے وصول کو مانع یہ ناسوتی نفس ہی ہوا ہے۔ اگر اس سے تجھے خلاصی ہو۔ تو عیسے علیہ السلام کی مانند باطنی تجرید اور تفرید کے ساتھ پاک درگاہ میں لاہوت کے تجھے وصل ہوگا۔ اور حی لایموت یعنے ہمیشہ زندہ رہیگا + نظم

دست غیرت گلخن از غولان نفسی کردہ پاک
رخت جان بر گلشن این سقف مینا میکشد

(ترجمہ) غیرت کے ہاتھ نے گلخن کو نفسانی شرارتوں سے پاک کر دیا۔ سبز چھت والے باغ میں جان نے رخت کو کھینچا +

چوں حجابِ ماسوی از دیدۂ دل دُور شُد
شبنم از دریائے کثرت سوئے دریا میکشد

(ترجمہ) دِل کی آنکھ سے غیر کا پردہ دُور ہُوا۔ کثرت کے دریا سے شبنم وحدت کے دریا میں جاتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

ہر آنکس کو مجرّد چوں ملک شُد ۔۔۔ چو رُوح اللہ بر چارم فلک شُد

مجرد جو کوئی مثلِ ملک ہو ۔۔۔ وہ عیسٰی کی طرح بالا فلک ہو

جو شخص نفسانی صفات اور طبیعی مقتضیات سے فرشتوں کی مانند جو پاک ہیں مجرد اور خالی ہوتا ہے۔ چوتھے آسمان پر جو قطب کے رُوح کا منشا اور محل ہے عروج کرتا اور منزل بناتا ہے۔

تمثیل نفس ناطقہ انسانی کے مراتب علیہ میں بلند ہونیکی کیفیت میں

بود محبوس طفلِ شیر خوارہ ۔۔۔ بنزد مادر اندر گاہوارہ

تو لڑکا ہو کے طفلِ شیر خوارہ ۔۔۔ ہے ماں کی گود میں قیدی بچارہ

جیسے کہ لڑکا ابھی ماں کا دودھ پیتا ہے۔ اور ماں کے پاس گود میں قید ہے۔ جو شخص نفس ناسوتی سے خلاصی یافتہ نہیں۔ مالوفات طبع کا دُودھ پیتا ہے اس لڑکے کی مانند عناصر کے اَسْفَلُ السَّافِلِیْنَ کی ماں کے نزدیک یعنے نیچے والے دوزخوں کی تہ میں بدنی گہوارہ کا قیدی ہے۔

چو گشتا و بالغ و مرد سفر شُد ۔۔۔ اگر مرد است ہمراہِ پدر شُد

ہوا جب وہ جواں مرد سفر ہے ۔۔۔ اگر وہ مرد ہے ساتھی پدر ہے

یعنی جب لڑکا بالغ ہوا۔ ہدایت کے نشان اور نیک و بد کی تمیز اسمیں پیدا ہوئی۔ تو سفری مرد ہے۔ ممکن ہے کہ وطن سے سفر کرے۔ اور اموراتِ صُوری اور معنوی کے کسب میں مشغول ہو۔ اگر دانا مردوں کی خاصیت اس میں رکھی ہے۔ تو باپ کے ہمراہ ہوگا۔ تاکہ باپ سے کام سیکھے۔ اور علم حاصل کرے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب کسی شخص کے وجود میں معنوی سفر کا باعث پیدا ہوتا ہے۔ تو طریق یہ ہے کہ طبیعت کی ماں سے دوری حاصل کر کے عالم علوی کیطرف توجہ جو باپ کی مثل ہے۔ کرتا ہے۔ تاکہ کمالات کا حصول اسے میسّر ہو۔

عناصر مر ترا چوں اُم سفلی است | تو فرزند و پدر آبائے علوی است

کمینہ ماں تیری ہیں یہ عناصر | تو لڑکا باپ ہیں افلاک برتر

یعنے اے انسان عناصر اربعہ تجھے ماں کی مانند ہیں جو نیچے کا مرتبہ رکھتی ہے۔ کیوں کہ ماں نیچے باپ کے ہوتی ہے۔ اور تیرے باپ بلندی رُتبہ پر ہیں۔ جو آسمان ہیں۔ اور تو وہ طفل ہے جو دونوں کے نکاح سے تولد ہوا ہے +

ازاں گفتہ است عیسےٰ گاہ اسرا | کہ آہنگ پدر دارم ببالا +

فلک پر جانے کو کہتے تھے عیسےٰ | چلا میں باپ کی سمت ہوں بالا

منقول ہے کہ حضرت عیسےٰ علیہ السلام آسمان پر جانے سے پہلے فرماتے تھے۔ اِنِّیْ ذَاھِبٌ اِلیٰ رَبِّیْ وَ اَبِیْکُمُ السَّمَاوِیْ یعنے میں اپنے خدا تمہارے باپ آسمانی کیطرف چلنے والا ہوں۔ یہ سخن اس نقل کی طرف اشارہ ہے

تو ہم جانِ پدر سوئے پدر شو۔ | بدر رفتند ہمراہاں بدر شو

اب اے لڑکے تو بے راہ باپ کی ل | گئے ساتھی ہیں چل باہر تو بھی چل

ہمراہوں سے مراد وہ سالک لوگ ہیں جو تعلقات کو قطع کر کے طبیعت کے گھر سے باہر گئے ہیں۔ اور عالمِ علوی کی طرف متوجہ ہو گئے ہیں +

اگر خواہی کہ گردی مُرغ پرواز | جہانِ جیفہ پیشِ کرگس انداز

پرندوں کی طرح بنجا ہوائی | کر اس مردارِ دُنیا سے جُدائی

سلوک کے ادب اور دُنیا کی ترک کے ساتھ اشارہ ہے جن کے سوا مراتب علیہ کا وصول ممکن نہیں

بدوناں دِہ مر ایں دُنیائے غدّار | کہ جز سگ را نشاید داد مردار

کمینوں کی طرف دُنیا کو دے ڈال | یہ ہے مُردار کُتّوں کے لئے مال

اَے الْخَبِیْثَاتُ لِلْخَبِیْثِیْنَ یعنے پلید واسطے پلیدوں کے ہے +

نسب چہ بود مناسب را طلب کن | بحق رو آر و ترکِ ایں نسب کن

نسب کیا ہے مناسب چاہئے اعمال | خدا میں چھپ اُتار اب ذات کی کھال

یہ اشارہ ان لوگوں کی طرف ہے جنہیں ظاہری نسب راہ سے مانع ہوئی - اور مرشد کو طلب کرنے سے عار رکھتے ہیں - قال النبی صلے اللہ علیہ وسلم لَا تَأْتُونِیْ بِاَنْسَابِکُمْ وَاْتُوْنِیْ بِاَعْمَالِکُمْ الحدیث یعنے میرے سامنے ذاتیں اپنی نہ لاؤ بلکہ اپنے عملوں کو پیش کرو +

بہ بحر نیستی ہر کو فرو شد ۔ فَلَا اَنْسَابَ نقد وقت او شد

جو عدمیت کے دریا میں گیا ڈوب ۔ فَلَا اَنْسَابَ اُسکا حال ہو خوب

یہ اشارہ آیتِ کریمہ کی طرف ہے - فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَا اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ (یعنے جب صور پھونکی جائے پس نسبی پیوند اُنکے درمیان نہیں رہینگے) یعنے جو شخص عدمیت کے دریا میں جو تعینات کے ذاتی مقتضیات ہیں غوطہ لگاتا ہے - تو جو کچھ اوروں کے لئے قیامت میں موعود ہے - وہ اسی عالم میں مشاہدہ کرتا ہے +

ہر آں نسبت کہ پیدا شد ز شہوت ۔ ندارد حاصلے جز کبر و نخوت

ہوئیں جو نسبتیں شہوات کے بل ۔ سوا کبر و غرور کیا ہے حاصل

یعنی ہر ایک نسبی نسبت جو شہوت سے پیدا ہو نفس انسانی کو اس نسبت سے بجز کبر و غرور کے جو بُری صفتیں ہیں کچھ حاصل نہیں +

اگر شہوت نبودے درمیانہ ۔ نسبہا جملہ میگشتے فسانہ +

اگر صلہ یہ شہواتی نہ ہو پیچ ۔ اُکھڑ جائیں سبھی ذاتونکی سب پیچ

چو شہوت درمیانہ کار گر شد ۔ یکے مادر شد آں دیگر پدر شد

ابھی شہوت ہوئی یاں کارگر ہے ۔ کوئی ماں ہوگئی کوئی پدر ہے

سُخن کا مقصود یہ کہ انسان سے اصلی غرض اللہ تعالے کی معرفت ہے - اور حقیقی نسب سوا اس کے نہیں - باقی اس کی طفیل ہیں - کوئی فخر کا سبب نہیں ہے +

نمیگویم کہ مادر یا پدر کیست ۔ کہ با ایشاں بحرمت بایدت زیست

نہ کہتا ہوں ترے ماں باپ کیا ہیں ۔ تجھے دونوں یہ حرمت کی بجا ہیں

یعنی ماں باپ کی مذمت یا تحقیر میں نہیں کرتا ہوں - ان کے ساتھ حرمت اور توقیر سے تجھے جینا چاہئے +

نہادہ ناقصے را نام خواہر   حسودے را لقب کردہ برادر

جو ناقص عقل ہو وہ ہو گئی بھین   لقب دشمن کا بھائی رکھدیا عین

ناقص العقل والدین ۔ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنَيْ آدَمَ بِالْحَقِّ إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْهُ الی آخرہ فاصبح مِنَ الْخَاسِرِينَ ۔ ان آیات میں ذکر قابیل کے مار ڈالنے کا ہابیل کو ایک بھین کے مقدمہ میں بیان ہوا ہے

عدو خویش را فرزند خوانی ۔   ز خود بیگانہ خویشاوند خوانی

کہے دشمن کو اپنے بیٹا میرا ۔   بیگانہ اپنا کیسے سگا تیرا

اِنَّ مِنْ أَزْوَاجِكُمْ وَأَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوهُمْ یعنے عورتیں اور اولاد تیرے لئے دشمن ہیں ۔ انہیں ڈراتو *

مرا بارے بگو تا خال و عم کیست   وزیشاں حاصلے جز درد و غم چیست

بھلا اب کہہ کہ کیا ہے عم اور خال   سوا غم کے انہیں سے تیرا کیا حال

یعنی ان نسبتوں کے اٹھا دینے میں کمال حقیقی تجھے حاصل ہوگا ۔ تو پھر تجھے کیوں یہ نسبتیں اپنی طرف مضاف کرنی چاہئیں *

رفیقانے کہ با تو در طریق اند   پے ہزل اے برادر ہم رفیق اند

رفیق اب جو کہ ہیں راہ میں ترے یار   سبھی بیہودہ گوئی کے ہیں طرار

بکوئے وجد گر یکدم نشینی ۔   از ایشاں من چہ گویم تا چہ بینی

گلی میں وجد کے تیرا گذر ہو   تب انکے رفق سے تجھ کو خبر ہو

ہمہ افسانہ و افسون و بند است   بجان خواجہ کینہا ریش خند است

سبھی افسانہ اور افسون ہے بند   یہ جاں میں خواجہ کے ہیں ریش کی خند

یعنی ساری نسبتیں ذاتی جو مذکور ہوئیں ۔ اور نسبتیں طریقی طریقت کے رفیقوں سے جو بیفائدہ گفتگو میں ہمراہ ہو جاتے ہیں فی الحقیقت اگر دیکھا جائے ۔ تو یہ سب ایک افسانہ اور قید ہے ۔ جو اس کو مقید رکھتی ہے ۔ اور خلاصی نہیں دیتی ۔ جو تجرد کے عالم میں مقام اطلاق اور مرتبہ کمال انسانی تک پہونچی ۔ یعنے مطلب سے محروم رکھتی ہے *

بمردی وارہاں خود را چو مرداں ولیکن حقِ کس ضائع مگرداں

چھوڑ امردی سے مردوں کی طرح دل کسی کا حق نہ ہو ضائع مگر تل

یعنی دل کو جو نیت انسانی کا خلاصہ ہے۔ کسی آلائش سے آلودہ مت کر۔ مگر کسی کا حقِ شرعی بھی ضائع نہ کر۔ ظاہر میں حقوق شرعیہ کی ادائیگی میں مشغول اور باطن میں منقطع ہو ٭

ز شرع ار یک دقیقہ ماند مہمل شوی در ہر دو کون از دیں معطل

شرع کے امر کو مت چھوڑ مہمل دو عالم میں نہ ہو دیں سے معطل

اِس بات کی طرف اشارہ ہے۔ کہ شریعت کے اوضاع اور احکام کی رعایت جیسے کہ انتظامِ عالم کے لئے درستی صورت کا موجب ہے۔ کمالات معنوی کے حصول کو بھی پشت پناہ ہوتی ہے۔ پس عدم رعایتِ شرع صورت اور معنے دونوں کی تعطیل کا باعث ہوگا ٭

حقوق شرع را زنہار مگذار ولیکن خویشتن را ہم نگہدار

ادا سب کے حقوق اب کرنے چاہئے مگر مقصد میں اپنے دھیان چاہئے

یعنی والدین اور قریبی اور رفیق وغیرہ سب کے حقوق شرعی کو خبردار مت چھوڑ۔ اور سب کی رعائیت کے ساتھ اقراری ہو۔ مگر اس قسم کی رعائیت مت کر جس کے سبب ذاتی مقصود یعنے قُرب الٰہی فوت ہونے لگے ٭

زر و زن نیست اِلّا مایۂ غم بجا بگذار چوں عیسٰیؑ مریم

زر و زن کا تجھے چاہئے نہیں غم گذر جا انسے جوں عیسٰیؑ مریم

یعنے عورت اور زر سے عیسٰے علیہ السلام کی مانند گذر جا۔ تاکہ چاند اور سورج کی طرح آسمان پر چڑھ جائے۔ فرماتے ہیں کہ جب کوئی آفت یا راہزن ان دونوں سے بدتر نہیں۔ تو دونوں کو چھوڑ جیسے عیسٰی علیہ السلام نے دونوں کو چھوڑ دیا تھا ٭

حنیفی شو ز ہر قید و مذاہب درآ در دیرِ دیں مانند راہب

سبھی مذہبوں کی قید و سے تو ہو پاک تو راہب کی طرح دیں میں ہو بیباک

یعنے جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام باپ دادا کے مذہب میں مقید نہ ہوئے۔ اور

فرمایا - کہ اِنِّی بَرِیۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِکُوۡنَ (یعنے سوا اس کے نہیں کہ میں ان سے بیزار ہوں جن سے تم شرک کماتے ہو۔) تو بھی حنیفی اور ابراہیمی ہو - اور مذہبوں کی قید سے گذر جا اور جو چیز مرتبہ کمال میں واصل ہونے کو روکنے والی ہے - اس سے بیزار ہو۔ اور لغت میں حنیف وہ ہے جو اسلام میں مسلم اور مستقیم ہو۔ اور راہب قوم نصارے کا عابد جو خلق سے منقطع ہو - اور دیر ترسایوں کا معبد ہے - اس باب میں مولا مغربی نے خوب سخن فرماتے ہیں قطعہ

اگر بینی دریں دیوان اشعار خرابات و خراباتی و خمار

(ترجمہ) اگر اس دیوان اشعار میں دیکھے تو خرابات کا لفظ یا خراباتی کا یا خمار کا +

بُت و زنار و ناقوس و چلیپا مغ و ترسا و گبر و دیر مینا

(ترجمہ) بُت یا زنار یا گرناو - یا سولی - برہمن یا ترسائی یا گبر - یا دیر یا مینا +

شراب و شاہد و شمع و شبستان خروشِ بربط و آواز مستان

(ترجمہ) شراب یا شاہد یا شمع یا گھر - سارنگی کی فریاد - یا مستوں کی آواز +

مے و میخانہ و رندِ خرابات حریف و ساقی و مردِ مناجات

(ترجمہ) شراب یا شراب خانہ یا خرابات کا رِند - حریف یا ساقی یا مرد مناجات کا +

گرو کردہ ببادہ خویشتن را نہادہ بر سر مے جان و تن را

(ترجمہ) شراب میں آپ کو گرد کیا - یا شراب کے سر پر جان و تن کو رکھ دیا +

خط و خال و قد و بالا و ابرو عذار و زلف و پیچا پیچ گیسو

(ترجمہ) خط یا خال یا قد و بالا یا ابرو - رخسارہ یا زلف یا گیسو

مشو زنہار زاں گفتار درتاب برو مقصود زاں گفتار دریاب

(ترجمہ) اِن باتوں سے خبردار مت پیچش کھا - فِکر کو دوڑا اور ان باتوں کا مقصود دریافت کر

مپیچ اندر سروپائے عبارت اگر ہستی ز ارباب اشارت

(ترجمہ) عبارت کے سر اور پاؤں میں مت لپٹ - اگر تو اہل اشارت لوگوں سے ہے

چہ ہر یک را ازیں الفاظ جائیست بزیر ہر یکے پنہاں جہانے ست

(ترجمہ) کیونکہ ان الفاظ سے ہر ایک کے لئے جان ہی نیچے ہر ایک کے پوشیدہ جہان ہے

تو جانش را طلب از جسم بگذر مسمی جوے باش از اسم بگذر

(ترجمہ) تو اس کی جان کو ڈھونڈ اور جسم کو چھوڑ دے - اسم والے کو ڈھونڈنے والا بن اور اسم کو چھوڑ دے + فرمایا کہ

تُرا تا در نظر اغیار و غیر است — اگر در مسجدی آں عین دیر است

تجھے جبتک نظر میں ہونگے اغیار — تو مسجد دیر ہے پھر کیا ہی تکرار

یعنی جب تک تیری نظر میں اغیار باقی ہیں اس معنی پر کہ چیزوں کو حقیقت کی حیثیت سے حق تعالےٰ کا غیر تصور کرتا ہے۔ جو یہ عقیدہ حقیقت کی وجہ سے شرک ہے۔ پس اگر تو مسجد میں ہوگا۔ تو وہ مسجد بہ نسبت تیرے کُفر کا دیر ہے +

چو بر خیزد ز پیشت کسوتِ غیر — شود بہر تو مسجد صورت دیر

اُٹھے جب آنکھ سی یہ پردۂ غیر — بنے مسجد تری سب صورتیں دیر

یعنی جب تیری بصیرت کی آنکھ سے غیر کا لباس جو تعینات ہیں۔ اور حق تعالےٰ کا وجود اس لباس میں مستقر ہوا ہے۔ اُٹھ کھڑا ہو۔ تو تیرے لئے دیر کی صورت مسجد ہوگی۔ اور تجھے معائنہ ہوگا کہ مسجد اور دیر ایک ہی ہیں +

نمیدانم بہر جائے کہ ہستی — خلافِ نفس و عادت کُن کہ رستی

جہاں ہی نفس کو اپنے تو سر کوٹ — خلاف عادت سی اسکے جائیگا چھوٹ

یعنی تیرے اس خیال کو میں نہیں جانتا کہ کیا ہے جو تو کہتا ہے۔ یہ مسجد ہے۔ یہ دیر ہے۔ یہ کُفر ہے۔ یا وہ اسلام ہے۔ ہر ایک مکان اور جگہ میں جو تو چاہے کہ نفس امّارہ کا خلاف کیجے۔ اور اس کے مخالف ظاہر کیا جائے۔ تاکہ خودی کے حجاب سے جو سب حجابوں سے بدتر ہے تجھے خلاصی ہو۔ نظم

گر رضائے حق ہمی جوئی دلا — پیشہ خود کُن خلافِ نفس را

(ترجمہ) یعنی اے دل اگر تو خدا تعالےٰ کی رضامندی کو چاہتا ہے۔ تو نفس کی مخالفت کرنے کا پیشہ اختیار کر۔ یعنی نفس کی مخالفت کر +

در خلافِ نفس شو ثابت قدم — تا رہے یابی باسرارِ قدم +

(ترجمہ) نفس کے خلاف پر تو ثابت قدم ہو۔ تا قدیم کے بھیدوں کی طرف تو راہ پائے

تا نگردد نفس تابع روح را — کے دوا یابی دلِ مجروح را

(ترجمہ) جب تک نفس روح کا تابع نہ ہو جائے۔ تو زخمی دل کے لئے دوا کہاں سے لیگا + فرماتے ہیں +

بت و زنار ترسائی و ناقوس　　　اشارت شد ہمہ بر ترک ناموس

بت و زنار و ترسائی و ناقوس　　　اشارہ سب کا ہی یاں ترک ناموس

یعنے اہل کمال لوگ جو ان چیزوں کے ساتھ تلفظ کرتے ہیں سب اشارے ترک ناموس کیطرف ہیں۔ کیونکہ فاسدہ مذہبوں کی اصل ناموس ہی سے ظاہر ہوئی ہے۔ اور اہل منصب اور جاہ لوگوں کو اِس سے زبردست حجاب کوئی واقع نہیں ہے

اگر خواہی کہ باشی بندۂ خاص　　　مہیّا شو برائے صدق و اخلاص

تو چاہے گر کہ ہوں میں بندہ خاص　　　بدل جا سب کا سب با صدق و اخلاص

یعنے تو اگر خدا کا بندۂ خاص بننے کی خواہش رکھتا ہے۔ تو خلق سے قطع نظر کرنی چاہیئے۔ تاکہ کبر اور ریا کے گرداب میں نہ گر پڑے۔ صدق یہ ہے۔ کہ جو کچھ رکھتا ہے وہ دکھائے۔ اور اخلاص یہ کہ غیر سے بری ہو جائے۔ یعنے صدق یہ کہ خدا تعالیٰ اور خلق کے ساتھ ظاہر اور باطن میں دل اور زبان کے ساتھ راست ہو جائے۔ اور اخلاص یہ کہ دل کی توجہ خدا تعالےٰ کی طرف رکھتا ہو۔ ہر ایک سخن اور کام میں جو کرتا ہے خلق سے اور ان کے نیک اور بد سے قطع نظر کر رکھی ہو ❊ نظم

صدق و اخلاص است زادِ رہروان　　　صدق پیش آور کہ تا بینی عیاں ❊
آنچہ داوند اولیاء از وے نشاں

(ترجمہ) اہل سلوک کی زادِ راہ صدق اور اخلاص ہے یعنے صدق پہلے حاصل کر تاکہ تو ظاہر دیکھے۔ اسکو جسکا نشان اولیاء دیتے ہیں ❊

گر نداری صدق و اخلاص و یقیں　　　در رہِ مرداں مرو جائے نشیں

(ترجمہ) اگر صدق اور اخلاص اور یقین نہیں رکھتا۔ تو مردوں کی راہ میں مت چل۔ اپنی جگہ پر ہی بیٹھ ❊ فرمایا کہ:۔

برو خود را ز راہِ خویش برگیر　　　بہر یک لحظہ ایمانے ز سر گیر

میاں خود راہ سے اپنے تو ہٹ جا　　　تو سر کو نفس کے ہر دم میں کٹ جا

یعنے اگر حق تعالےٰ کی راہ میں سلوک کرنا چاہتا ہے۔ تو اپنی ہستی اور پندار کو جس پر حجابوں کی جمع شاخیں نکالتی ہے۔ اپنے راستہ کے آگے سے اٹھا دے۔ اور جب

ہر ایک دم تیرا نفس تجھ میں بُرے عملوں اور اوصافوں کے خیالات لاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ تجھے کبر اور ریا اور خود بینی کی ہلاکت میں ڈالے۔ چاہیئے کہ تو ہر لحظہ خیالاتِ فاسدہ کی نفی کرکے خاص ایمان شروع سے اختیار کرے **نظم**

نفس را ہمچوں خرِ عیسےٰ بسوز — پس چو عیسےٰ جان شو و جاں بر فروز

(ترجمہ) نفس کو عیسےٰ علیہ السلام کے گدھے کی مانند جلا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام کی طرح جان بن اور جان کو روشن کر۔

خر بسوز و منع جاں را کار ساز — تا خوشت روح اللہ آید پیش باز

(ترجمہ) گدھے کو جلا۔ اور جان کی روک کے لیئے کارسازی بنا۔ تاکہ روح اللہ آگے تیرے پھر آئے۔ فرمایا

بباطن نفسِ ما چوں ہست کافر — مشو راضی بدیں اسلامِ ظاہر

جبھی باطن میں ہے یہ نفس کافر — تو کیوں راضی ہے اس اسلام اوپر

یعنے جب نفس مجہول کی جبلّت شرارت اور کفر اور بے فرمانی پر ہے۔ اور کافر خفی ہے جو تیرے ساتھ ہمراہ ہے۔ پس یہ ظاہری اسلام جو تو رکھتا ہے اسی پر راضی مت ہو۔

ز نو ہر لحظہ ایمان تازہ گرداں — مسلماں شو مسلماں شو مسلماں

ہر اک ساعت میں تازہ کر نو ایماں — مسلماں ہو مسلماں ہو مسلماں

یعنی سالک کو چاہیئے کہ دو ساعت ایک مقام میں منزل نہ کرے۔ اور جب معروف بے نہایت ہے۔ تو معرفت بھی نہایت نہیں رکھتی۔ پس ہر ساعت مقام اعلےٰ میں پہلے سے وصول چاہیئے۔ کہ ایمان از سرِ نو تصدیق کے ساتھ تازہ کیا جائے۔ اسواسطے مبالغہ کے طریق سے تکرار فرماتے ہیں۔ کہ مسلماں شو مسلماں شو مسلماں۔ یعنی اس ایمان اور اسلام ظاہری اجمالی پر کفایت کرکے راضی مت ہو۔ بلکہ ہر ساعت نئے سر سے ایمان تازہ کر اور نو مسلماں بن۔

بسے ایماں بود کز کُفر زاید — نہ کُفر است آں کز و ایماں فزاید

بہت ایماں ہیں جنکی کُفر ہے بُود — کیوں ہو کُفر جس سے ایماں موجود

یہ جواب اس سوال کا ہے جو کیا تھا کہ بت و زنار سب کفر ہے۔ اگر نہیں تو بتا کہ کیا ہے پس بحث اور جنجو اور رسائی سے اس گذشتہ بیان کے معنے پر ایمان پیدا ہوتا ہے۔ حاشا

کہ کفر ہو +

ریاؤ سمعہ و ناموس بگذار ۔۔۔ بیفگن خرقہ و بر بند زنار

ریا ناموس اور سمعت کو دے چھوڑ ۔۔۔ مرقع پھینک اور جنجو کو مت توڑ

ریا اعمال میں خلق پر نظر رکھنے سے ہے - یعنے دکھانا عملوں کا اور سمعہ سنانا نیکیوں کا یعنی سب کو چھوڑ - اور اخلاص کا طالب اور بے تعینی یعنے اطلاق کا ہو - اور خرقہ جو خود نمائی کا موجب ہے - اسے پھینک - اور جنجو یعنے حق تعالےٰ کی اطاعت کی عقد کمر پر باندھ - تاکہ بہت سی خلق تیری معتقد ہو +

چو پیر ما شو اندر کفر فردے ۔۔۔ اگر مردی بدہ دل را بمردے

میرا جوں پیر یکتا کفر میں ہو ۔۔۔ دل اسکے ہاتھ میں دیکر کے عین ہو

یعنے ہمارے شیخ اور مرشد کامل کی طرح کفر میں یکتا ہو - اور کفر میں فرد ہونا دو معنوں کے ساتھ ہے - ایک یہ کہ ان سب مذکورہ کفروں کا جامع ہو - دوسرا یہ کہ حقیقی کفر میں جو کثرت کو وحدت میں چھپانا ہے یکتا ہو - اور فرد یہ تجلے کے ساتھ درست ہو کر عین وحدت ہو جائے

نظم

کفر باطل حق مطلق را بخود پوشیدن است ۔۔۔ کفر حق خود را بحق پوشیدن اے پر ہنر

(ترجمہ) حق تعالےٰ مطلق کو اپنی خودی میں چھپانا کفر باطلہ ہے - آپ کو خدا کی ذات میں گم کرنا اے ہنر والے کفر حقانی ہے +

تا تو در بند خودی حق را بخود پوشیدہ ۔۔۔ با چنیں کفرے کجا یابی ز کفر ما خبر

(ترجمہ) جب تک تو خودی کی قید میں ہے - خدا کو اپنے میں چھپایا ہے - ایسے کفر کیساتھ ہمارے کفر سے کہاں خبر لیگا +

آنکہ از سرچشمہ کفر حقیقی آب خورد ۔۔۔ بحر کفر ہر دو عالم بود پیش چوں شمر

(ترجمہ) حقیقی کفر کے چشمہ سے جس نے پانی پیا - دونوں جہان کے کفر اس کے آگے مثل ایک قطرہ کے ہیں +

مجرد شو ز ہر اقرار و انکار ۔۔۔ بترسا زادہ دل دہ بیکبار

گذر جا کیا ہیں یہ اقرار و انکار ۔۔۔ ابھی دل دہ تو ترسائی کو یکبار

یعنی اقرار اور انکار جو صورت کے عالم میں ہیں مطلقاً جس کی نسبت ہو - اس سے مجرد ہو

اور کلی دل اپنا ترسائی یعنی شیخ کامل کو دے اور اس کے امر سے باہر نہ جا۔ اگرچہ تیرے نزدیک کفر ہی کیوں نہ ہو۔ خضر اور موسیٰ علیہ السلام کا قصہ یاد کر۔ نظم

آں پسر کش خضر ببرید حلق ۔۔۔ سر او را کو رنیا بد عام خلق

(ترجمہ) خضر علیہ السلام نے جس لڑکے کا گلا کاٹا۔ اس کے بھید کو عام لوگ نہیں سمجھ سکتے

وہم موسےٰ باہمہ نور و ہنر ۔۔۔ شد ازاں محجوب تو بے پر مپر

(ترجمہ) موسےٰ علیہ السلام کا وہم باوجود اس روشنی اور حکمت کے اس لڑکے کو مار ڈالنے محجوب ہو رہا۔

آنکہ از حق یابد الہام و خطاب ۔۔۔ ہرچہ فرماید بود عین صواب

(ترجمہ) جو خدا تعالےٰ سے الہام اور خطاب حاصل کرے۔ جو کچھ فرمائے عین صواب ہوگا

گر خضر در بحر کشتی را شکست ۔۔۔ صد درستی در شکست خضر ہست

(ترجمہ) خضر علیہ السلام نے دریا میں اگر کشتی کو توڑا۔ تو خضر کے توڑ دینے میں سو درستی ہے

اور کامل پیر کی صفت ترسازادہ کے لفظ سے اس معنے پر ہے۔ کہ اس کی ولادت معنوی کاملہ دوسرے کامل کے ساتھ ہو۔ تاکہ یہ سلسلہ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ منتہی ہو۔ جب سوالات کے جواب تمام اور بکمال فارغ ہوئے۔ اور سخن ہادی کامل کی متابعت کے ساتھ نتیجہ بخش ہوا۔ فرماتے ہیں کہ ترسازادہ از ترسازادہ جیسے کہ ظاہر کیا گیا مرشد کامل سے مراد ہے۔ اور بُت اس کے لئے مخصوص ہے۔ وہ جمعیت وحدت ذاتیہ کی ہے۔ جو مرتبہ قطبیت کبریٰ کا ہے۔ اور اس مرتبہ جمعیت کی تشبیہ بُت کے ساتھ اس لئے ہے کہ ساری موجودات کی توجہ بالطبع اور ارادہ اسی کی طرف ہے۔ پھر جب اس جامعیت کی مظہریت کے باعث کامل کو بھی بُت کہتے ہیں۔ تو فرمایا۔

بُتِ ترسا بچہ نوریست باہر ۔۔۔ کہ از روئے بتاں دارد مظاہر

بُتِ ترسائی ہے وہ نور روشن ۔۔۔ بتوں کے منہ مظاہر اسکے گلشن

یعنی بت ترسا بچہ جو زمانے کا کامل ہے۔ وہ وحدت ذاتیہ کی جمعیت کا نور جو منہ سے کاملوں کے ہر ساعت چمک رہا ہے۔ یعنی حسب اقتضا ہر ایک زمانہ کے موجود ہے۔

کند او جملہ دلہا را وثاقی۔ ۔۔۔ گہے گردد مغنی گاہ ساقی

دلوں کی لوٹ کا کام اسکا وثاقی۔ ۔۔۔ کبھی مطرب کبھی ہوتا ہے ساقی

وُثاق واؤ کی فتح سے غلام کے معنے پر ہے۔ یعنے مرشد کامل زمانے کا سب دلوں کو قیدی اور اسیر کر کے اپنی طرف مائل کرتا ہے۔ تاکہ اُس کی محبت کی گرفتاری میں اس کے فرمان سے تجاوز نہ کر سکیں۔ اور انہیں کو ہدایت کر کے توحید اور معرفت کے عالم کا آشنا بنائے۔ اور ہر ایک کے حال کی نسبت کبھی معرفت اور عشق کے سخنوں سے غزلخواں اور سرور کہنے والا دلوں کو متحرک کرتا ہے۔ اور کبھی ساقی بنکر شوق کی شراب جانوں کے مُنہ میں ڈالتا ہے۔ اور انقطاع اور بیخودی کی طرف متوجہ ہونے کی دلالت کرتا ہے۔ اور اگر لفظ وُثاقی خدمتگار نزدیک کے معنی سے لیا جائے۔ تو معنی یہ ہوگا۔ کہ وہ کامل دلوں کی نزدیکی اور خدمتگاری کرتا ہے۔ تاکہ حقیقی کمال تک پہونچائے۔

زہے مطرب کہ از یک نغمۂ عشق　　　زند در خرمنِ صد ہوش آتش

کیا خوش نغمہ ہے مطرب کا دلکش　　　دلوں میں زاہدوں کے پھونکے آتش

یعنی عجب نشاط اور طرب میں لانیوالا مطرب کہ زمانے کا کامل ہے۔ اور ایک آواز عشق اور معرفت کی ادا کرنے میں سو زاہد مغرور کی ہستی اور اعمال کے انبار میں آگ لگاتا ہے

نظم　ہر جاکہ رسد بوئے تو حقا کہ نماند　　　یک گوشہ نشین بر سر سجادۂ تقوےٰ

(ترجمہ) خدا کی قسم تیری بو جس جگہ پہونچیگی۔ کوئی گوشہ نشیں پرہیزگاری کے مصلے پہ نہ رہیگا۔

زہے ساقی کہ او از یک پیالہ　　　کند بیخود دو صد ہفتاد سالہ

عجب ساقی کہ ہے اک جام در دست　　　کرے صد بوڑھوں کو سو بوڑھوں کو سرمست

تعجب سے فرماتے ہیں کہ واہ عشق کی شراب پلانے والا یعنے وہ کامل کہ جب چاہتا ہے تو شراب محبت کے ایک پیالہ سے ستر سال کے دو سو بوڑھے سخ زدہ کو بیخود اور لایعقل کردیتا ہے۔ یا یہ معنے کہ بڑھاپا سکون کا موجب ہے۔ اور وہ اس پیالہ سے بواسطہ بیخودی اور سکر کے انکو تیز گام کردیتا ہے۔ کہ وہ ساعت ایک منزل میں توقف نہیں کرتے۔ نظم

جانا ز مئے عشق یکے قطرہ بدل دہ　　　تا در دو جہاں یک دل بیمار نماند

(ترجمہ) اے محبوب عشق کی شراب سے ایک قطرہ دل میں ڈال تاکہ دونوں جہان میں کوئی دل بیمار نہ رہے۔

رود در خانقہ مست شبانہ　　　کند افسوس صوفی را فسانہ

شبانہ مست تھا لی خانقہ دل　　　کئے سب صوفیوں کی عقدے دل حل

یعنی جب وہ کامل اطلاق ذاتی رکھنے کے سبب مقیدات کے باہم مجتمع ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ خانقاہ جو سالکانِ طریقت کی منزل ہے۔ وہ کامل رات والی شراب کا مست یعنے شہود جمال مطلق کا جو بزم ہیں ہویت غیب کے پیا ہے۔ خانقاہ میں جاتا ہی شبانہ اس لئے فرمایا ہے۔ کہ مرتبہ غیب میں شعور کو راہ نہیں ہے۔ صوفیوں کے احوال جو سیر الی اللہ اور تلوین کے مقام میں ہیں وہاں افسوس ہے۔ کیونکہ اس کامل کے ظہور اتم کے برابر یہ باطل اور بیہودہ ہوں گے۔ فرمایا۔

وگر در مسجد آید در سحرگاہ۔ نہ بگذارد درو یک مرد آگاہ

اگر مسجد میں آئے صبح خاموش کسیکو وہ نہ چھوڑے اپنو باہوش

یعنی فجر کے وقت جو اہل عبادت کے خشوع کا وقت ہے۔ اگر وہ کامل مسجد میں آئے کسی مرد کو ہوشیار نہ رہنے دے۔ سب جان لیں گے۔ کہ ہماری بیداری عین خواب غفلت تھی۔ فرمایا۔

رود در مدرسہ چوں مست مستور فقیہ از وے شود بیچارہ مخمور

مدرسہ میں چلے جب مست مستور فقیہ دیکھ اسکو ہو بیچارہ مخمور

کامل مدرسہ یعنی علوم شرعیہ کی تعلیم کے محل میں جب اور مستور یعنے شراب تجلے ذاتی کی مستی کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور تھوڑا سا اہل طلب کی استعداد کے لائق بیان کرتا ہے۔ فقیہ بیچارہ جو فقاہت کے سبب آپ کو دانا جانتا ہے اس کامل سے اور جو بیان معرفت اور احوال اور کمال کا اس کامل سے مشاہدہ کرتا ہے۔ فراق اور ہجران کے خمار سے سرگردان اور مخمور ہوتا ہے۔ اسوقت خیال کرتا ہے۔ کہ میری دانش بہ نسبت اس کے عرفان کے جہل ہے۔ نظم

علم معنے از کتاب و اوستا حاصلت ناید مکش چندیں جفا

(ترجمہ) علم معنی کا کتاب اور اُستاد سے تجھے حاصل نہیں ہوگا۔ اتنی تکلیف مت اُٹھا۔

علم دین کم جو ز اوراقِ کتاب گر ز دل جوئی بود عین صواب

(ترجمہ) دینی علم کتاب کے ورقوں سے کم دنہ ڈھونڈ۔ اگر دل سے ڈھونڈے تو خوب ہوگا۔

گر شوی بیدار ازیں خواب گراں صد نشاں بینی ز یار بے نشاں

(ترجمہ) اگر تو اس گہری نیند سے بیدار ہو جائے۔ تو یارِ بے نشاں سے سو نشان دیکھیگا۔

فرمایا:- ز عشقش زاہداں بیچارہ گشتہ ز خان و مانِ خود آوارہ گشتہ

عشق سے اسکے زاہد ہیں بیچارہ گھروں خویشوں سے اپنے ہیں آوارہ

یعنی اس صاحب کمال کے عشق سے جن زاہدوں نے طلب محبوب حقیقی میں دنیا کو ترک کیا۔ اور مرشد حقیقی کے طلبگار ہیں۔ اُن کو محبوب حقیقی کے جمال اور کمال کے مشاہدہ تک پہونچاتا ہے۔ اور وہ اپنے گھروں سے آوارہ ہو کر طلب کے بیان میں اس کے سرگردان اور اسی کو چاہتے ہیں ✦

یکے مومن دگر را کافر او کرد ہمہ عالم پُر از شور و شر او کرد

کوئی مومن کوئی کافر کیا اس سبھی عالم میں شور و شر بھرا اُس

یعنے جب کامل و صاحب زمانے کا مبعوث ہوا۔ جس نے اُس کے فرمان پر اقرار کیا اسے مومن اور دوسرا جس نے انکار کیا۔ اُسے کافر کر دیا۔ پس کافر اور مومن فاسق اور ناسک کے امتیاز کا شور و شر جو واقع ہے۔ بواسطہ اس صاحب کمال کے ہے۔ اور بہ نسبت اولیا اور کاملوں کے ہر زمانہ میں یہی حکم رکھتا ہے ✦

خرابات از لبش معمور گشتہ مساجد از رخش پر نور گشتہ

خرابات اُس کے لب سے ہوتے معمور مساجد اسکے منہ ہوئیں پر نور

یعنے خرابات جو فیض نفس رحمانی کا مظہر ہے۔ اُس کی طفیل موجود اور معمور ہوا۔ اور مساجد جو تجلے جمالی کی مظاہر ہیں اس کے منہ سے پُر نور اور چراغوں سے تسبیح اور تہلیل کے روشن ہیں نظم

توآں انفاس رحمانی کہ جانہا از دمت یابند توآں بحر عطایائے غفرانی کہ می شوید خجالتہا ✦

(ترجمہ) تو وہ رحمانی انفاس ہے جس کے دم سے ہر ایک زندگی پاتے ہیں۔ تو وہ بخشش کا دریا ہے جو گناہوں کی شرم کو دھوتا ہے ✦

ہمائے لطف اریکدم نظر بر حالم انداز د سر ہر موئے من یابد ازاں دولت کرامتہا

(ترجمہ، مہربانی کا ہما (نام جانور کہ جس کے سر پر سے گذرے وہ بادشاہ ہو جائے) اگر ایک دم میرے حال پر نظر ڈالے۔ تو میرے بدن کا ہر ایک بال اس دولت سے بزرگیاں حاصل کرے ✦ فرمایا:-

ہمہ کارِ من از وے شد میسّر بدو دیدم خلاص از نفس کافر

مجھے سب کام اس سے ہیں میسّر مدد سے اس کے چھوڑا نفس کافر

اپنے حال کی وصف بیان فرماتے ہیں۔ کہ میرے سارے مقصد مرشد کامل ہدایت کرنیوالے سے میسر اور حاصل ہوئے۔ یعنے حقیقی مطلوب کے قرب و معرفت سے جو کچھ تھا۔ بواسطہ اس کے مجھے حاصل ہؤا۔ اور کوشش سے اس طبیبِ نفوس کے اپنے نفس کافر کے حیلہ اور مکر سے میں خلاصی دیکھ لی اور نفس کی بندگی سے حقیقتاً آزاد ہو گیا ۔ فرمایا

دلم از دانشِ خود صد حجب داشت زعجب و نخوت و تلبیس و پنداشت

علم سے اپنے سو پردوں میں تھا دل گمان و مکر و نخوت عجب کی ذل

یعنی میرا دل اپنی ظاہری دانش اور علم و کمال سے سینکڑوں حجاب رکھتا تھا۔ اور نورانی علمی پردوں میں بھیدوں سے مراتب کشف اور شہود میں محجوب تھا۔ اور کمالات معنوی کی طرف مجھے راہ نہ ملتی تھی۔ تاکہ اقبال کے آفتاب نے اچانک آکر طلوع کیا۔ فرمایا

درآمد از درم آں بت سحرگاہ مرا از خوابِ غفلت کرد آگاہ

وہ آیا در پہ میرے بت فجر کو کیا پھر نیند سے بیدار مجھ کو

یعنی وہ بت وقت کا کامل صبح کو میرے دروازہ پر آیا۔ اور مجھے نیند غفلت سے جو نورانی حجابوں کے باعث غالب ہوئی تھی بیدار کیا۔ پس میں نے جان لیا۔ کہ باوجود اس علم اور دانش کے جو رکھتا ہوں۔ ابھی غفلت کی نیند میں پڑا ہؤا معرفت الٰہی کے بھیدوں پر واقف نہیں ہؤا ہوں ۔ فرمایا:۔

زرویش خلوت من گشت روشن بدو دیدم کہ من خود چیستم من

ہؤا گھر میرا اُس سے اسکے روشن تو دیکھا لو میں اسکے پنہاں من

یعنی مرشد کامل کے منہ کی تجلّی جمالی کے نور سے میری جان کی خلوت جو پندار کے اندھیروں سے تاریک تھی۔ اور بباعث اس تاریکی کے میں حقیقت پر راہ نہ پاتا تھا۔ اور آپ کو نہ دیکھتا تھا۔ روشن ہوئی۔ اور اس آفتاب کمالیت کے آسمان والے کے نور کی روشنائی میں دیکھا میں نے کہ کون ہوں۔ اور مقصود کو میں نے پالیا ۔

چو کردم بر رُخ خوبش نگاہے | بر آمد از میانِ جانم آہے
نگاہ کی سنہ بھرے خوبی پر اُس کے | نکل جان سی گئی واں آہ رو کے

جب رُخسارہ آراستہ بانواع کمال پر اس مظہر کل اور کمال کے میں نے نظر کی اور جو سیرت اور صورت کہ میں نے ہرگز کبھی دیکھی نہ تھی۔ اب دیکھ لی۔ اور میں سو جان کے ساتھ اسکا عاشق ہوا۔ اور کہا نظم

خوشا دردیکہ درمانش تو باشی | خوشا راہیکہ پایانش تو باشی

(ترجمہ) وہ درد بہت اچھا ہے جس کی دوا تو ہے۔ وہ راہ بہت خوب ہے جس کی نہایت تو ہے +

خوشا چشمیکہ رُخسارِ تو بیند | خوشا جانیکہ جانانش تو باشی

(ترجمہ) وہ آنکھ بہت ٹھنڈی ہے جو تیرے منہ کو دیکھے۔ اور وہ جان بہت خوش ہو جس کا محبوب تُو ہے +

خوشا شادی و عشرت باشد اید دوست | درآں خانہ کہ مہمانش تو باشی

(ترجمہ) عجب خوشی اور عشرت کا وقت ہے اے دوست اس گھر میں جس کا مہمان تو ہے

مشو پنہاں ازاں عاشق کہ پیوست | ہمہ پیدا و پنہانش تو باشی

(ترجمہ) اس عاشق سے پوشیدہ مت ہو جسے ہمیشہ ظاہر اور باطن اس کا سب کچھ تُو ہی ہے + فرمایا:-

مرا گُفتا کہ اے شیاد سالوس | بسر شد عمرت اندر ننگ و ناموس
مجھے بولے کہ اے مکار سالوس | لیا بدلے عمر کے ننگ و ناموس

یعنی لطف اور محبوبی کے طریق پر اس بُت شوخ نے مجھے کہا۔ کہ اے مکار اور فریب باز جس نے میرے جیسے کو بھی اپنی طرف مائل کر لیا۔ تیری عمر اور زندگانی بھی نام اور ناموس اور حب جاہ کی طلب میں بسر ہوئی۔ اور عمر عزیز کی فرصت کا زمانہ یا لایعنی میں صرف کر کے خود بینی پر مغرور ہو بیٹھا ہے۔ اور ایسے محبوب کے جہل سے محجوب تھا جسے جانتا ہی نہیں۔ فرمایا:-

ببیں تا زہد و علم و کبر و پنداشت | ترا اے نارسیدہ از کہ وا داشت
تو دیکھ اے زہد و علم اپنے پہ مغرور | تجھے خامی نے کس سی کر دیا دُور

یعنی وہ مُرشد بطریق خطاب مجھے فرمانے لگے کہ نظر کر اور دیکھ۔ وہ عُجب اور کبر جو علم کے سبب تُو نے پیدا کیا۔ اور پندار اور ہستی جو تو نے بواسطہ زُہد کے جمع کی۔ آے خام اور نارسیدہ اُسنے تجھے کس چیز سے دُور ہٹا دیا۔ اور علم پر فریفتہ ہو کر ایسے کامل کی صُحبت کی دولت سے نہایت تک تو محروم تھا + فرمایا:-

نظر کردن برویم نیم ساعت ہمی ارزد ہزاراں سال طاعت

نظر مُنہ پہ میرے ہے نیم ساعت برابر سو ہزاراں سال طاعت

یعنی وہ کامل فرمانے لگے کہ ایک نیم ساعت میرے مُنہ کا دیکھنا جو میں زمانے کا ہادی ہوں ہزار ہا برسوں کی عبادت کے برابر ہے۔ کیونکہ بلا ارشاد کامل کے صرف عبادت کے ساتھ خداتعالےٰ کا قُرب اور وصال میسّر نہیں ہوتا۔ اِس کے مناسب مثنوی میں مولانا رُوم فرماتے ہیں نظم

گفت پیغمبر علی را کے علی شیرِ حقّی پہلوانی پُر دِلی +

(ترجمہ) پیغمبر صلّے اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے فرمایا۔ کہ اَے علی تو خداتعالےٰ کا شیر اور پہلوان اور بہادر ہے +

لیک بر شیری مکُن ہم اعتمید اندر آ در سایہٴ نخلِ اُمّید

(ترجمہ) گر بہادری پر بھروسہ مت کر۔ اُمّید کی نخل کے سایہ میں آرام پکڑ +

ہر کسے گر طاعتے پیش آورند بہر قُرب حضرتِ بیچون وچند

(ترجمہ) اگرچہ سب لوگ عبادت ہدیہ لاتے ہیں۔ اس درگاہ خدائے بے مثل کے لئے

تو در آ در سایہٴ آں کاملے کِش نتاند برد از راہ ناقلے

(ترجمہ) تو اس کامل کے سایہ میں رہ جسے کوئی راہ سے منتقل نہ کر سکے +

پس تقرب جو بدو سوئے الٰہ سر مپیچ از طاعتِ او ہیچگاہ

(ترجمہ) پس خداتعالےٰ کی طرف وہ تقرب حاصل کریگا۔ اسکی خدمت سے کسی وقت سرکشی نہ کر +

زانکہ او ہر خار را گلشن کُند دیدۂ ہر کور را روشن کُند

(ترجمہ) کیونکہ وہ ہر ایک خار کو باغ بنا دیتا ہے ہر ایک اندھے کی آنکھ کو روشن کرتا ہے +

یا علی از جملۂ طاعات راہ برگزیں تو سایۂ لطفِ اِلٰہ

(ترجمہ) اے علی طریق کی سب عباد توں پر خداتعالےٰ کے لطف کے سایہ کو اختیار کر +

از ہمہ طاعات اینت بہتر ست | سبق یابی بر ہر آں سابق کہ ہست

(ترجمہ) سب عبادتوں سے تجھے وہ بہتر ہوگا۔ اور ہر ایک سابق پر تو سبقت لیجائیگا

در بشر روپوش گشتہ است آفتاب | فہم کُن واللہ اعلم بالصواب

(ترجمہ) وہ آفتاب بشری لباس میں پوشیدہ ہے۔ سمجھ لے اور اللہ تعالےٰ خُوب جانتا ہے بہتری کو ٭ فرمایا:۔

علی الجملہ رخِ آں عالم آرائے | مرا بامن نمود آندم سراپا ٭

وُہ مُنہ جو تھا جہاں کی روشنائی | میری مجھ کو دکھا دی اُس کماہی

یعنے سخن تو بہت ہیں۔ مگر مختصر یہ کہ اس مرشد کامل کے منہ نے جو اپنے کمال کیساتھ جہان کو درست کرتا ہے۔ اور حقیقت میں جہان کی آرایش خود وہی ہے۔ سر سے قدم تک میرا سب کچھ مجھے دکھایا۔ اور میں نے جان لیا۔ کہ میں اپنے آپ کو نہ جانتا تھا۔ اور عرفان خدا تعالےٰ کا حاصل نہیں کیا تھا۔ اور یہ علوم اور زُہد اور عبادت جو اس مدت دراز میں حاصل کئے تھے۔ اس ایک نظر اور ایک مشاہدہ جمال با کمال کے برابر نہیں کئے جا سکتے۔ جب اپنی شناخت کہ حقیقت میں خدا تعالےٰ کی معرفت ہے۔ ان سارے عملوں سے حاصل نہیں تھی۔ اور اس ایک نظر سے حاصل ہوئی۔ تو:۔

سیہ شُد روئے جانم از خجالت | زفوتِ عمر و ایامِ بطالت

خجالت سے ہوا منہ جاں کا تاریک | گئی عمر اب تو موت آئی ہی نزدیک

یعنے وہ علوم اور زُہد جو اتنی مُدت میں کمال تصور کیا ہوا تھا۔ معلوم ہوا۔ کہ بلحاظ اس کمالِ حقیقی کے جو اس کامل کے سبب رو نما ہوا ہے۔ وہ عین نقصان تھا۔ پس میری جان کا مُنہ شرمندگی سے سیاہ ہوا۔ کہ عُمرِ عزیز کا زمانہ فوت ہوا۔ اور عبث کاموں میں گذرا اور جو مقصود تھا۔ حاصل نہ کیا ٭

چو دیدم ماہ کز روئے چو خورشید | بریدم من زجانِ خویش امید

جبھی دیکھا میں وہ ماہ مثلِ خورشید | تو جاں سی اپنی اب ہی قطع اُمید

جب وہ چاند یعنے مُرشد جو رات میں ظلماتی امکانی کے وجوبی نور سے منور ہو کر چمک دِکھا رہا تھا۔ میں نے دیکھا جو آفتاب جیسے مُنہ سے اس کے ۔۔۔ میں نے دل اور جان میں

پر تو ڈالا - اور جیسا کہ میں ہوں مجھے دکھایا - اور میں اپنے نقصانوں پر اطلاع پانے کے سبب جان سے یعنے زندگی سے دل بُریدہ اور ناامید اور اپنی عجز اور نادانی پر اقراری ہو کر اس کے نور ولایت کے استفاضہ کی قابلیت پیدا کی ✦

یکے پیمانہ پُر کرد و بمن داد - کہ از آبِ وَے آتش در من اُفتاد

دیا بھر کر مجھے پھر اک پیالہ وہ پانی کیا مجھے آتش میں ڈالا

یعنے معرفت اور وجہ باقی کے تجلّے کی شراب سے ایک پیالہ بھر کر مجھے دیا - وہ شراب کیسی شراب تھی - کہ اُس کے صاف پانی سے جو کثرات کے اوصاف کی ساری آلائشوں کو پاک کرنیوالا تھا - بیخودی کی آگ جلانے والی میرے دل میں پڑی - اور میں جلنے اور پگھلنے لگا - اور پڑھ رہا تھا ✦ نظم

ساقی بدہ آب آتش افروز چوں سوختیم تمامتر سوز

(ترجمہ) اے ساقی آگ سلگانیوالا پانی دے - جب ہم جلے ہیں - تو بالکل جلا دے

ایں آتش ما بآب بنشاں - در آبِ من آتشِ افروز

(ترجمہ) یہ بیقراری کی آگ وصل کے پانی سے فرو کر - اور میری افسردگی میں عشق کی آگ جلا دے ✦

بخشائے بریں دلِ جگر خوار - رحم آر بریں تنِ غم اندوز

(ترجمہ) اس جگر کے خون کھانے والے دِل پر بخشش کر - اس غم کو جمع کرنیوالے تن پر رحم لا ✦

در ساغرِ دلِ شرابے الگن - کز پرتوِ آں شود شبم روز

(ترجمہ) دل کے پیالے میں وہ شراب ڈال جس کے عکس سے میری رات دن ہو جائے

جب حریف ہونے اور شراب پینے میں مجھے محرم دیکھا - فرمایا :-

کنوں گُفت از مئے بیرنگ و بے بوے نقوشِ تختۂ ہستی فرو شوے

کہا مے سے جو ہے بیرنگ بے بوے رقومِ لوحِ ہستی کو تو دے دھو

یعنی وہ سب کا محبوب پیر کامل فرمانے لگا - کہ اب تو ہمارا حریف اور ہمتا ہے - وجہ باقی کی شراب سے جو نہ رنگ افعال اور نہ بوئے صفات رکھتی ہے ہستی کے نقشوں یعنے کثرت اور تعینات کو دھو ڈال - کیونکہ جہاں تک نقش دوئی کا باقی ہے - وجود کی تختی غیر دل

کی رقم سے پاک نہیں +

چو آشامیدم آں پیمانۂ پاک　　در افتادم زمستی بر سرِ خاک

پیا میں جب کہ وہ پیمانہ بیرنگ　　گرا مستی سے بیخود خاک پر دنگ

یعنے جب اس کامل کے ارشاد پر وحدت ذات پاک کی شراب کا پیمانہ میں نے پیا۔ تو مستی اور بیخودی سے میں ذلت کی خاک پر گر پڑا +

کنوں نے نیستم در خود نہ ہستم　　نہ ہشیارم نہ مخمورم نہ مستم

نہ میں اب نیست ہوں اپنے میں نہ ہست　　نہ ہشیار اور نہ مخمور اور نہیں مست

اب صحو بعد المحو کے مقام میں یعنے بقا بعد الفنا میں فی نفس الامر نیست نہیں ہوں۔ کیونکہ اب میں اس حقیقت کے ساتھ قائم اور اس کی لقاء کے ساتھ باقی ہوں ۔اور ہست بھی نہیں ہوں۔ یعنی اپنی ذات کی نسبت نیست ہوں۔ کیونکہ مجازی ہستی نے محو ہو کر اپنی عدمیت اصلی کی طرف رجوع کر لیا۔ اور ہشیار عاقل بھی نہیں ہوں۔ اسلئے کہ ابھی بیخودی کے آثار باقی ہیں۔ اور مخمور بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ خمار فراق سے ہوتا ہے۔ اور میں عین وصال میں ہوں۔ اور مست بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ مستی بیخودی اور فنا کی حالت ہے۔ اور میں تمکین اور بقا کے مقام میں متمکن ہوا ہوں　نظم

ہشیار مستم چیستم مجنونِ عشقم کیستم۔

نہ ہستم و نہ نیستم ہٰذا جنون العاشقین

(ترجمہ) ہشیار ہوں مست ہوں کیا ہوں کس کے عشق کا دیوانہ ہوں۔ نہ ہست ہوں اور نہ نیست ہوں۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے +

تا روئے ساقی دیدہ ام جامِ فنا نوشیدہ ام

سرمستم و شوریدہ ام ہٰذا جنون العاشقین

(ترجمہ) جب سے ساقی کا منہ دیکھا۔ اور فنا کا پیالہ پیا۔ سرمست اور شوریدہ ہو گیا ہوں یہ عاشقوں کا جنون ہے +

مخمورِ چشمِ ساقی ام مست از مئے اطلاقیم

گہ فانی و گہ باقیم ہٰذا جنون العاشقین

(ترجمہ) ساقی کی آنکھ کا خماری ہوں۔ اطلاقی شراب کا مست ہوں۔ کبھی فانی اور کبھی باقی

ہوں۔ یہ عاشقوں کا جنون ہے +

گہے چوں چشمِ او دارم سر خوش | گہے چوں زلفِ او باشم مشوش
کبھی چوں چشم ہوں سرخوار و شاداں | کبھی چوں زلف ہوں غمخوار وحیراں

یعنی محبوب کی آنکھ کی طرح شراب پینے سے سرخوش ہوں۔ کہ نہ بالکل ہشیار اور نہ تمام مست ہوں۔ کبھی اس کی زلف پریشاں کی مثل آشفتہ اور حیران ہوں۔ یہ اشارہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِی شَاْنٍ کی مظہریت کیطرف ہے۔ یعنے وہ ذات ہر اک روز نئے کام میں ہر جو مقام صفات کی نیرنگی کا ہے۔ کہ اعلےٰ مقام سے تمکین کے نیچے ہے۔ جمع اور تفرقہ میں برزخ واقع ہے۔ جیسے کہ فرماتے ہیں۔ فرمایا:-

گہے از خوئے او در گلخنم من | گہے از روئے او در گلشنم من
کبھی گُلخن میں جلتا خو سے اُسکے | کبھی گلشن میں ہنستا مُنہ سے اُسکے

یعنے کبھی بواسطہ ظہور کرنے صفات بشری کے طبیعت کی گلخن یعنے بھٹی میں فروکش ہوں۔ اور کبھی بباعث غلبہ وحدت کے تجلّے وجہ باقی کے نور سے توحید کے گلشن اور حضور کی جمعیت میں خوش ہوں۔ جب کامل کے ارشادات کے احوال اور اطوار کا بیان نہائت کو پہونچا +

اب خاتمہ میں اس کی طرف اشارہ فرماتے ہیں:-

کہ سو سو رنگ کے پھول خوشبو ناک جو اس کتاب کے گلشن میں کھلے ہیں سب کے سب اس کامل کے گلشن سے ہیں +

ازاں گلشن گرفتم شمۂ باز | نہادم نام او را گلشنِ راز
لئے گلشن سے اس کے میں نے کچھ راز | رکھا پھر نام اسکا گلشنِ راز

یعنے معارف سے اس گلشن کمال کے بعضوں کو میں نے لے لیا۔ یعنے بواسطہ مشاہدہ منہ کے وہ مظہر حسن اور جمال کی اس درجہ تک پائی گئی۔ کہ بعضے اس سے لئے گئے۔ یہ اشارہ اس بات کی طرف ہے۔ کہ جو کچھ حسب وجدان اور کشف کے اسے مشہود ہوا ہی وہ اعلےٰ اس بات سے ہے کہ تمام تحریر اور تقریر میں لایا جا سکے۔ اور ان تھوڑے سے

معارف کا جو اس کی حقائق سے میں نے لئے تھے۔ گلشن راز نام رکھا۔ اور جب اکثر بھید جو اِس کتاب میں منظوم ہوئے ہیں ناظم کا خاصہ ہے۔ تو فرمایا۔ کہ

درو از راز دل گلہا شگفتہ است — کہ تا اکنوں کسے دیگر نگفتہ است

پھر اسمیں بھید دل کے گل کھلے ہیں — کسی نہ ابتلک ظاہر کئے ہیں

یعنی اس کتاب گلشن راز میں وہ بھید جو دلِ پاک کے منبع سے اہل اللہ کے ہیں۔ مثل کھلے پھولوں کے ہیں۔ اور وہ بھید کسی دوسرے نے اب تک نہیں کہے ہے۔ کیونکہ بعضے اس بزرگ کا خاصہ ہیں۔ اور بعضے اوروں کا۔ اگر کسی نے کہے ہونگے۔ تو نظم کے طریق پہ نہ کہے ہونگے +

زبانِ سوسن او جملہ گویاست — عیونِ نرگس او جملہ بیناست

زباں سوسن کی اسکی ہے وہ گویا — سبھی نرگس کی آنکھیں اسکی بینا

جب اس گلشن کے سوسن کی زبان ساری لسان الحال سے کہنے والی ہے۔ اسلئے کہ غیر کا ہاتھ اُسے نہیں چھوا۔ بکر اور پردہ نشین ہے۔ اور اس گلشن کے نرگس کی آنکھیں بینا ہیں۔ اور سب دیکھتی ہیں۔ کہ کسی اور کو ان معانی کا شہود نہیں تھا۔ یہ اشارہ اس امر کی طرف ہے۔ کہ جو کچھ اس گلشن میں مذکور ہو چکا ہے۔ سب مطابق مسائل توحید کے واقع ہے۔ اور روش پر اہل مکاشفات اور مشاہدات کے جو ارباب شہود اور کشف کے ہیں

تامّل کن بچشمِ دل یکایک — کہ تا برخیزد از پیشِ تو ایں شک

دھیاں دلکا یکایک کر تو اِس میں — اُٹھے وہ وہم جس سے ہے تو شک میں

ارشاد کے طریق پر فرماتے ہیں کہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ ایک ایک کے معنی میں دھیان کر۔ اور دل کی آنکھ کے ساتھ جو بصیرت ہے نظر کر۔ اور معانی معقولہ کا ادراک اور مشاہدہ حاصل کر۔ تا کہ میری نظر کے آگے سے یہ شک اور شبہ جسے وہم تیرے خیال میں لاتا ہے۔ مرتفع ہو کر دور ہو۔ اور یقین سے تو جان لے۔ کہ جو کچھ میں نے کہا ہے بیان واقع ہے۔ اور بد گمانی سے اپنے آپ کو خلاصی دے۔ اور اہل کمال لوگوں کے احوال کو ایک قصہ ہی نہ جان۔ اور دور سے اور محرومی میں مت قید ہو +

ببیں معقول و منقول و حقائق مصفٰے کردہ در علم دقائق

کئی معقول و منقول اور حقائق مصفٰے لاف سے علم دقائق

یعنی دل کی آنکھ کے ساتھ نظر کر۔ اور دیکھ کر اس میں جو منقول ہیں۔ وہ عقائد شرعیہ کے ساتھ راجع ہیں۔ اور جو معقول ہیں مسائل حکمیہ کی طرف عائد ہیں۔ اور حقائق عیانی جو صوفیہ موحدہ کی مصطلحات۔ جیسے بُت اور زنار وغیرہ ہیں۔ دونوں باریکیوں کا علم، اور نکات کی تدقیق، کدورتوں سے لاف زنی اور خود نمائی کے مصفٰے کرکے حد کمال کو پہونچایا ۔

بچشم منکری منگر در و خوار که گلها گردد اندر چشم تو خار

ذلیل اُس کو نہ دیکھ آنکھوں سے انکار سبھی گل ہو نگے آنکھوں میں تری خار

یعنے رضا کی آنکھ کے موافق ہر ایک عیب تھوڑا سا دیکھا جاتا ہے۔ مگر غصہ کی آنکھ برابری کو ظاہر لاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ انکار کی آنکھ سے اس کتاب گلشن میں مت دیکھ اور عیب جوئی نہ کر۔ کیونکہ اگر انکار کی آنکھ سے دیکھیگا۔ تو یہ طرح طرح کے پھول جو اس گلشن میں کھلے ہیں تیری آنکھ میں سب خار ہو جائینگے۔ نیک کو بُرا دیکھیگا۔ کیونکہ ہر ایک آدمی جو رکھتا ہے۔ اسی کو دیکھ سکتا ہے ۔

نشان ناشناسی ناسپاسی ست شناسائی حق اندر حق شناسی ست

علامت جہل کی ہے عیب جوئی خدا کی معرفت ہے راست گوئی

یعنے ناشناسی اور جہل کی علامت اور نشانی ہر ایک شخص کے لئے یہ ہے کہ ناشناس اور ناخوشنود ہوتا ہے۔ اور جو کچھ دیکھتا ہے عیب جوئی کرتا ہے۔ اور چون و چرا کا گرفتار ہوتا ہے۔ اور خداشناسی حقوق پہچاننے میں ہے۔ جو کسی کا حق ضائع نہ ہو۔ اگرچہ ایک ہی مسئلہ میں ہوا ہو۔ اور جس بزرگ نے اسقدر حقائق اور دقائق اس کتاب میں منظوم کئے۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیفائدہ ہوں ۔

غرض زیں جملہ تا آں گر کند یاد عزیزے گویدم رحمت بر و باد

غرض اس سے یہ ہی اہل کرامت خدا سے مانگے میرے حق میں رحمت

یعنے اصلی غرض ترتیب میں اس کتاب گلشن کی یہ ہے۔ کہ بسبب اس کے پڑہنے کے کوئی عزیز اور بزرگ ہمیں یاد کر کے کہے۔ کہ اس پر رحمت خدا کی جس نے اسقدر معانی کو جو طالبان معارف اور یقین کے لئے ہدائیت کا موجب ہیں نظم کی سلک میں لائے ہیں۔ اور جب ولی نعمت کے نام کی شناخت دعائے خیر کی خصوصیت کے لئے اقرب ہے تو فرمایا۔

بنام خویش کردم ختم وپایاں　　الٰہی عاقبت محمود گرداں

کیا انجام پر نام اپنا مشہود　　خدایا عاقبت کردے تو محمود

یعنے تاکہ معلوم کریں کہ نام ولی نعمت کا کیا تھا۔ کتاب کو اپنے نام پر تم کیا۔ اَے خداوندا عاقبت محمود یعنے اچھی کر۔ کیونکہ نام شیخ بزرگوار ناظم کا مولانا سعدالدین محمود تبستری تھا۔ اور شبستر نام ایک گاؤں کا ہے۔ جو شہر تبریز سے آٹھ فرسنگ پر ہے جو مصنف قدس اللہ سرہٗ کا مولد اور مدفن اسی موضع میں ہے +

تمّت

مترجم سے

خدایا رحمتوں کا مینہ بسا دے　　زمین خشک پر سبزی اگا دے

ہر اک سبزی کا پتہ دے گواہی　　بسا مینہ اپنی رحمت کا الٰہی

مصنف کی قبر ہو اس سے باجود　　جناب شیخ سعدالدین محمود

شبستر گاؤں میں ہی ان کا موطن　　وہاں ہے مولد ان کا اور مدفن

شبستر گاؤں ہے نزدیک تبریز

کیا رحمت سے اپنی حق نے لبریز

تمام شد

شارح مصنف مفاتیح الاعجاز کا حال رحمۃ اللہ علیہما

آپ کا نام شیخ محمد غیاث نوربخش بن علی محمد نوربخش بن سید محمد نوربخش خاندان عالیشان ساوات جیلانی میں سے بڑے عارف کامل اہل کرامات وقت کے قطب الاقطاب کئی پشتوں سے اولیائے کامل ہوتے چلے آئے۔ بباعث کثرت ظہور تجلیات نور بہ باطن میں سالکوں کے جو آپ کی ہمت مردانہ کے ساتھ ہوتے تھے۔ نوربخش کے ساتھ معروف تھے۔ اور آپ کئی سلسلوں کے خرقۂ خلافت سے مریدوں کو سند عطا فرماتے تھے۔ چنانچہ ہمارے پیران عظام خاندان چشتیہ میں سے حضرت قطب الاولیا، شیخ الاتقیا، خواجہ حسن محمد رح کو بھی ان حضرت سے کئی سلسلوں کی سند خلافت عطا ہوئی۔ چنانچہ مولانا نجم الدین مناقب المحبوبین میں کتاب مرأت ضیائی سے نقل کرتے ہیں۔ کہ ایک وقت شیخ محمد غیاث نوربخش بقصد حج مسافر تھے۔ اور خواجہ حسن محمد کے والد بزرگوار شیخ احمد جیو کے گھر احمد آباد میں آ ٹھیرے۔ کیونکہ شیخ احمد جیو بھی حج کو تیار تھے۔ تو حضرت شیخ جمال الدین جمن شیخ محمد غیاث نوربخش کی ملاقات کے لئے نکلے۔ تو شیخ حسن محمد اس وقت لڑکے تھے۔ یہ بھی اپنے چچا شیخ جمال الدین کے ہمراہ تھے۔ شیخ محمد غیاث نے باطنی نور کی روشنی سے معلوم کیا۔ کہ یہ لڑکا ولی مادرزاد ہے۔ اپنے وقت میں کامل ہوگا۔ تو خواجہ شیخ جمال الدین سے مخاطب ہوئے۔ کہ یہ لڑکا مجھے دے دو۔ یعنے میرا مرید بناؤ۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بہتر۔ آپ کی ملک ہے۔ مگر ابھی چھوٹا ہے۔ آپ حج سے فراغت پائیں۔ اور یہ علم ظاہری سے فارغ ہو کر کچھ ہوشیار ہولے۔ تو پھر مرید بنائیں۔ اور آپ کو باطنی الہام سے بھی یوں ہی حکم ہوا۔ کہ حج سے واپس آ کر اسے بیعت کریں۔ پس شیخ جمال الدین رحمۃ اللہ علیہ نے دل میں فکر کیا۔ کہ حسن محمد کو میں نے شیخ محمد غیاث نوربخش قادری کی ملک کر دیا۔ مگر خاندان چشتیہ کی نعمت سے بھی محروم نہ رہے۔ اس لئے خود بیعت کر کے خلافت عطا کر دی۔ پھر جب آپ حج سے واپس تشریف لائے۔ تو خواجہ حسن محمد کو شیخ نے آپ کے حوالے کیا تو شیخ محمد غیاث نوربخش نے بطور مزاح تبسم کیا۔ کہ ہم چاہتے تھے۔ کہ حسن محمد کو بلا شراکت ہمیں دو گے۔ مگر آپ نے کارسازی کر کے اپنی شراکت قائم رکھی۔ شیخ نے

فرمایا۔ میں نے اسے آپ کا غلام بنادیا ہے ۔ لیکن یہ خرقہ خلافت خاندان چشت کا پُشت
بہ پُشت ہمارے چلا آتا ہے ۔ میں نے چاہا۔ کہ یہ سلسلہ چشتیہ بھی ہمارے خاندان
سے چلا نہ جائے ۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کچھ مضائقہ نہیں۔ پس شیخ محمد غیاث نوربخش رحؒ
نے خواجہ حسن محمد کو خاندان قادریہ میں بیعت کیا ۔ اور تربیت کی ۔ تاکہ کمالیت کے مرتبہ پر
پہونچے ۔ پس خرقۂ خلافت خاندانِ قادریہ وگازرونیہ و فردوسیہ و کبرویہ و نوربخشیہ و
ہمدانیہ کا عطا کیا ۔ ان سلسلوں کے مشائخوں کی تفصیل صفحہ ۴۲ ۔ ۴۳ ۔ کتاب
مناقب المحبوبین میں دیکھو۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

مسکین نور عالم چشتی عفی اللہ عنہ

تمام شد